پرانی ہدایت کا پیرو تھا اُسنے بھی نیا دین قبول کر لیا تھا۔ البتہ ایک مسلمان بیوہ
عورت کے ساتھ اسکا شادی کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اُسنے بھی آبائی دھرم ترک کر دیا تھا
اس لیے رینچن کے بعد کا زمانہ بھی بے استقلالی ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ دراصل اسلام
نے کوٹہ رانی کی حکومت کے بعد ہی اپنا سکہ جمایا جسکی بنیاد مشہور شاہ میر نے رکھی ہے
شاہ میر کے عہد حکومت سے مذہب اسلام نے وہ ترقی شروع کی جسکے آثار آج تک
بدستور پائے جاتے ہیں۔ یہ مسلمان بادشاہ تقریباً پانچسو سال تک یعنی ۱۳۲۱ء سے ۱۸۱۹ء
اس ملک میں بڑے تجمل و شان سے حکومت کرتے رہے۔ آخرکار محمود شاہ دُرانی کے
عہد میں پنڈت بیربل نے محمد عظیم خان صوبیدار کشمیر سے منحرف ہو کر مہاراجہ رنجیت سنگھ
شیر پنجاب سے سازش کر لی۔ بلکہ پنڈت موصوف بذات خود رنجیت سنگھ کے پاس پہونچا
اور یہاں سے یورش کرنے پر مجبور کیا۔ مہاراجہ موصوف نے مصر دیوان چند کو بے شمار فوج
دیکر کشمیر بھیجا جسنے [illegible] میں مسلمانوں کو شکست فاش دیکر سکھوں کی حکومت
قائم کر دی۔

اس طبقہ میں یکے بعد دیگرے پانچ خاندان حکمران رہے جنکا مفصل ذکر اپنے اپنے موقعہ
پر کیا گیا ہے۔

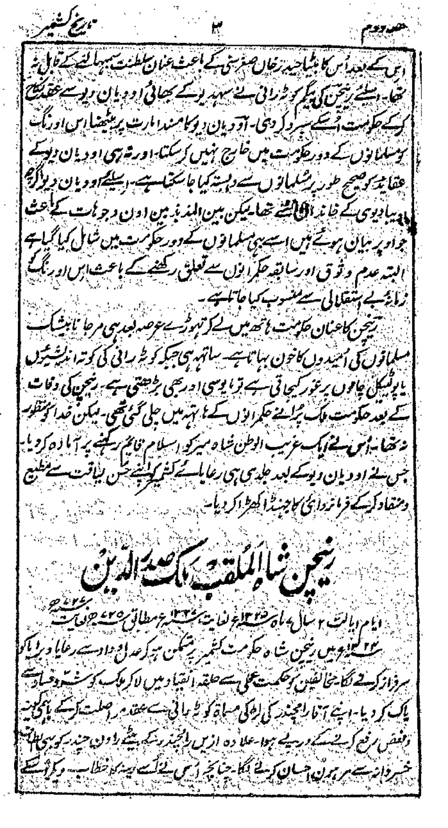
(۱) شاہان بے استقلالی [illegible]
(۲) خاندان سلاطین [illegible]
(۳) خاندان چک [illegible]
(۴) خاندان مغلیہ [illegible]
(۵) خاندان افغان [illegible]

اورنگ اوّل

زمانہ بے استقلالی

ایام حکومت [illegible]

رینچن نے سہدیو کی حکومت ختم کر دی لیکن اسے بھی زیادہ عرصہ تک حکمرانی کا موقعہ نہ ملا



اس کے بعد اُس کا بیٹا حیدر خاں صغر سنی کے باعث عنان سلطنت سنبھالنے کے قابل نہ تھا۔ اسلئے رینچن کی بیگم کوٹہ رانی نے سہدیو کے بھائی اودیان دیو سے عقد نکاح کر کے حکومت اُسکے سپرد کر دی۔ اودیان دیو کا مسند امارت پر بیٹھنا اس اورنگ کو مسلمانوں کے دور حکومت میں خارج نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اودیان دیو کے عقاید کو صحیح طور پر مسلمانوں سے وابستہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے اودیان دیو اگرچہ سہادیوی کے خاندان سے تھا۔ لیکن بین المذہبین اون وجوہات کے باعث جو اوپر بیان ہوئے ہیں اسے بھی مسلمانوں کے دور حکومت میں شامل کیا گیا ہے البتہ عدم وثوق اور سابقہ حکمرانوں سے تعلق رکھنے کے باعث اس اورنگ کو زمانۂ بے استقلالی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

رینچن کا عنان حکومت ہاتھ میں لے کر تھوڑے عرصہ بعد ہی مرجانا بیشک مسلمانوں کی اُمیدوں کا خون بہاتا ہے۔ ساتھ ہی جبکہ کوٹہ رانی کی کوتہ اندیشیوں یا پولیٹیکل چالوں پر غور کیجاتی ہے تو مایوسی اور بھی بڑھتی ہے۔ رینچن کی وفات کے بعد حکومت ملک پرانے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ اُس نے ایک غریب الوطن شاہ میر کو اسلام قائم رکھنے پر آمادہ کر دیا۔ جس نے اودیان دیو کے بعد جلدی ہی رعایائے کشمیر کو اپنے حسن لیاقت سے مطیع و منقاد کر کے فرمانروائی کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔

رینچن شاہ الملقب بہ ملک صدر الدین

ایام ایالت ۲ سال ۷ ماہ ۱۳۲۵ع لغایت ۱۳۲۷ع مطابق ۷۲۵ھ لغایت ۷۲۷ھ

سنہ ۷۲۴ھ میں رینچن شاہ حکومت کشمیر پر متمکن ہو کر عدل و داد سے رعایا و برایا کو سرفراز کرنے لگا۔ مخالفین کو حکمت عملی سے حلقہ انقیاد میں لا کر ملک کو شر و فساد سے پاک کر دیا۔ اپنے آقا رامچندر کی لڑکی مساۃ کوٹہ رانی سے عقد مواصلت کر کے باہمی کینہ و بغض رفع کرنے کے دریے ہوا۔ علاوہ ازیں رامچندر کے بیٹے راون چند کو بھی الطاف خسروانہ سے مرہون احسان کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے اُسے رینہ کا خطاب و جاگیر اسکے

باپ کی جاگیر بدستور اُسکے حوالہ کر دی ساتھ ہی ملک تبت کا وہ تمام حصہ جو کشمیر کے
زیر فرمان تھا اُن کو بخشدیا جس سے اُسکے انتقام جوئی کے خیال کی پوری تلافی
ہوگئی۔ شاہ میر جو گذشتہ سازشوں اور معرکہ آرائیوں میں اُسکا معاون و مددگار
رہا تھا منصب وکالت پر مامور ہوکر امورات جہانبانی کا ایک خاص حد تک مالک
و مختار بنگیا۔ اِس کے علاوہ رینچن شاہ نے اپنے بیٹے حیدر خان کا اتالیق بھی اُسی
شاہ میر کو مقرر کیا اور خود بھی عموماً اُسی کی رائے پر امورات ملکی سرانجام دینے لگا۔

سہدیو جو معرکۂ ذولچو کے موقعہ پر کشتوار بھاگ گیا تھا موروثی سلطنت حاصل
کرنے کی خواہش میں وارد کشمیر ہوا۔ لیکن یہاں کی حالت ہی بدلی ہوئی پائی۔ رینچن
بھی برسرِ مقابلہ ہوا۔ سہدیو تاب نہ پاکر تھوڑی سی جد و جہد کے بعد صبر کا پتھر کلیجہ پر
رکھکر حسرت و یاس سے کشمیر اور حکومت کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہکر واپس چلا گیا۔

رینچن شاہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تبت کا باشندہ اور بدھ مذہب کا پیرو تھا۔
جب وطن سے آوارہ ہوکر کشمیر پہونچا تو اُسنے یہاں دوسرا ہی طریقہ پایا لوگ مذہبی
پابندیوں کو چھوڑ کر خدا سے بھی منحرف ہو گئے تھے۔ گھر گھر کا نیا مت آدمی آدمی کا جدا
طریقہ۔ برائے نام تو یہ لوگ شیوہ مت کے پیرو بنتے تھے۔ لیکن درحقیقت انہیں کسی
مذہب کی بُو تک نظر نہ آتی تھی۔ وہ سب بے دینی اور لامذہبی تھے رینچن کو بھی متاثر کیا۔
آخر جو نہی اُسنے تخت حکومت پر قدم رکھا اُسے مذہب کی تلاش ہوئی شاہ میر کی
مصاحبت اور زیدہ آتا نے اُسکے دلمیں ایک گونہ اسلام کی نسبت نیک خیال پیدا
کردیا تہا لیکن چونکہ تمام رعایا غیر مذاہب کی معتقد تھی پولیٹکل خیالات اس امر کے
مانع ہوتے تھے کہ وہ کھلے طور پر دین اسلام قبول کرلیتے تو اُس نے تمام مذاہب
مروجہ کی تحقیقات پورے طور پر کی اور ہر ایک کو میزان امتحان میں کما ینبغی جانچا
آخر ایک دن اُسنے مصمم ارادہ کرلیا کہ کل صبح جس شخص کو میں سب سے پہلے دیکھونگا
اُسی کا دین اختیار کرونگا۔ اُس کا محل لب دریا واقع تھا جب دوسرے دن صبح کو
سو کے اٹھا تو اُس نے دریا کی طرف کا دریچہ کھولکر دیکھا کہ کوئی شخص دریا کے
کنارے بہ طریق اسلام نماز فجر ادا کر رہا ہے۔ جب وہ فارغ ہوا اُس نے اُس فقیر کو
بلابھیجا۔ اسلام کے اصول سے تو پہلے ہی واقف تھا اُسنے خدا کا شکر ادا کیا اور

معہ اہل وعیال فقیر مذکور کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہو گیا[1] مشہور تھا جو [illegible] کو وارد سری نگر ہوا تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جسنے کشمیر میں دین اسلام کی بنیاد اس طرح ڈالی جس طرح اوپر ذکر ہوا۔ رینچن کا اسلامی نام ملک صدرالدین قرار پایا۔ اسکے دین اسلام اختیار کرنے کے متعلق کسی نے یہ اشعار موزون کیے ہیں ؎

یار من بہر محفل آرائی — شد تماشائی ہر تماشائی
روئے او کرد دعوئی اسلام — موئے او کرد کفر آرائی
کفر و اسلام را بجنگ آورد — خود دراں جنگ را تماشائی

اسکی مطابعت میں راون چندر اور بعض دیگر امرا اور عوام الناس بھی اسی موقعہ پر شاہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت اسلام میں داخل ہوئے۔ بقول "الناس علی دین ملوکہم" وادی میں اسلام کا نور چاروں طرف پھیل گیا۔ لوگ جوق جوق نئے دین میں شامل ہونے لگے ملک صدرالدین اپنے عہد حکومت میں اشاعت اسلام کے لیے ہمہ تن ساعی رہا لیکن یہ صرف تائید علیمی ہی کی بدولت تھا کہ سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں ملک صدرالدین نے اس بزرگوار کے لیے دریائے بہت (جہلم) کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کرائی جسکے متصل ایک مسافر خانہ اور مسجد بھی تیار ہو گئی۔ اور بلبل شاہ[2] کا لنگر جاری ہو گیا۔ لنگر وغیرہ مصارف کے لیے صدرالدین نے پرگنہ ناگام میں چند گاؤں وقف کر دیئے جو شاہان چغتائی کے زمانہ تک خانقاہ مذکور کی جاگیر میں شامل تھے۔ مسلمانوں کی عمارتوں میں سب سے پہلی عمارتیں یہی خانقاہ اور مسجد ہیں جو آج تک بلبل شاہ کے محلہ موسومہ بہ بلبل لنگر میں بدستور موجود ہیں۔ سوائے خانقاہ مذکورہ باقی تمام عمارات وقتاً فوقتاً منہدم ہو گئی ہیں۔ اس خانقاہ کے متصل جانب شمال ملک صدرالدین نے اپنا محل بھی تیار کرایا تھا جسکے متصل ایک جامع مسجد بھی بنوائی گئی تھی۔ لیکن ان تمام عمارت کا اب نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ شاہی محلات کی جگہ اب حضرت ویسی صاحب کا مقبرہ

---

[1] بعض ہندو مورخوں کا قول ہے کہ رینچن شاہ نے کشمیر کے پنڈتوں سے خود استدعا کی تھی کہ وہ اُسے اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا لیکن اس کی نسبت کسی پرانی تاریخ سے شہادت نہیں ملتی۔

[2] بلبل شاہ کا اصلی نام سید شرف الدین تھا۔

مسجدیں باقی ہیں لیکن جامع مسجد جو تھوڑے عرصہ بعد ہی جل گئی تھی اور چھوٹے پیمانے پر طیار کی گئی تھی ابتک زینت مسجد کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

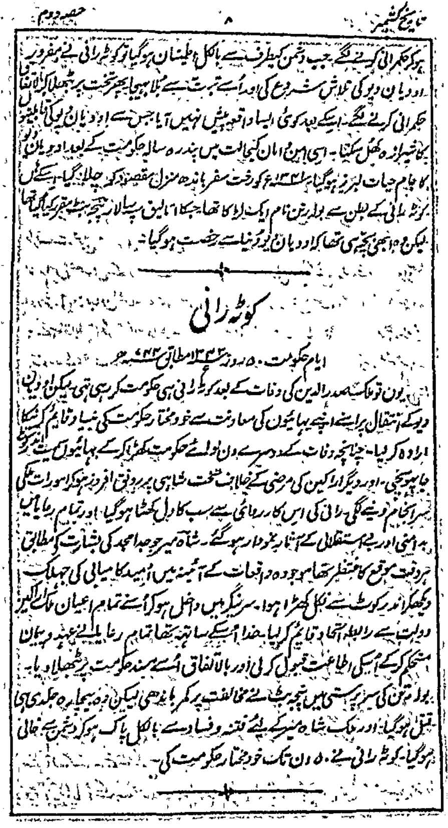
تاریخ کشمیر میں اسقدر انقلاب پیدا کرکے ملک صدرالدین کو زیادہ عرصہ تک حکومت نصیب نہ ہوئی اور صرف دو سال سات ماہ کی جہانبانی کے بعد حیدر خاں نام ایک چودہ سالہ بچہ چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

اودیان دیو

ایام حکومت ۱۵ سال ۲ ماہ ۱۳۲۳ء لغایت ۱۳۳۸ء مطابق ۷۲۳ھ لغایت ۷۳۹ھ

ملک صدرالدین کی وفات پر تخت کے لیئے پھر تنازعہ اوٹھا۔ حیدر خاں تو نابالغ بچہ تھا اسنے بالاتفاق اُسے سلطنت سے برطرف کر دیا اور نئے حاکم کی تلاش میں ہوئے۔ آخر ۱۳۲۳ء کو کوٹہ رانی بیوہ ملک صدرالدین نے ارکان دولت سے مشورہ کرکے پُرانے راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو کو جو واقعہ زولچو کے وقت سے بھاگ کر سواد کشمیر میں پناہ گزین تھا اور اس وقت حدود پکھلی میں سکونت پذیر تھا بلا کر مسند آرائی حکومت کر دیا۔ ساتھ ہی خود بھی اودیان دیو کے سلک زوجیت میں داخل ہو کر کفیل مہمات ملکی و مالی بن گئی۔ اودیان دیو خود تو بڑا کم ہمت اور بے عقل تھا لیکن کوٹہ رانی اعلیٰ درجہ کی پولیٹیکل اور مردانہ قابلیتوں کی عورت تھی تمام معاملات حسن و خوبی سے سرانجام دینے لگی۔ اُس نے شاہ میر کو منصب وزارت اور چجہ بٹ کاکاپوری کو عہدہ سپہ سالاری عطا کرکے حکومت کی بنیاد اعلیٰ پیمانہ پر قائم کر دی۔ اور خود بھی بکمال عدل و انصاف داد حکومت دینے لگی۔ چار سال تک تو معاملات ملکی بخیر و خوبی سرانجام پاتے رہے۔ آخر ۱۳۲۷ء کو پھر بے چینی اور پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اوردن نام ایک ترکی سپہ سالار خونخوار ترکوں کا بے تعداد لشکر ساتھ لیکر ہیرہ پور کی راہ سے ملک کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ ترکوں کا نام سنکر تمام ملک کانپ اُٹھا۔ ذوالقدر خاں کے ظلم و ستم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اودیان دیو تو ایسا گھبرایا کہ نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ ہمت ہار تخت اور سلطنت کو چھوڑ تبت کی جانب بھاگ گیا۔ مگر کوٹہ رانی جو اپنے باپ کے

زیر سایۂ ذوالقدر خاں کے ہنگامے میں قدرت کے تماشوں کا مشاہدہ کر چکی تھی اب بھی
مستقل مزاجی سے مردانہ وار اپنی جگہ پر ڈٹی رہی - اگرچہ شوہر کی دون ہمتی اور بزدلی سے
پہر بہی گہبرا گئی تاہم اسنے ہمت نہ ہاری اور تمام امرا وزرا اور دیگر سربرآوردہ
اشخاص کو طلب کرکے غیرت آمیز الفاظ میں انکے دلوں میں وہ جوش پیدا کیا کہ سبکے
سب مرنے مارنے کو تلیاں آستینیں چڑہانے لگ گئے - اس مہم کا انتظام شاہ میر کے
سپرد کرکے تمام نیک و بد کا اوسے ذمہ دار بنا دیا - جس نے بکمال جوانمردی چاروں
طرف سے فوج جمع کرنی شروع کی - نزدیک و دور کے تمام رؤسا اور اعیان ملک کے
نام اس مضمون کے پروانے لکھے کہ ذوالقدر خاں کی فوج کشی کے وقت جو دون ہمتی
اور بزدلی اہالیان کشمیر سے ظہور میں آئی وہ سب پر روشن ہے - اگر اس وقت راجہ سہدیو
پائے استقلال قائم رکہکر مقابلہ کے لیئے کہڑا ہو جاتا تو غریب رعایا کو ان مصائب کا شکار ہونا
پڑتا - جنکے باعث ملک بہی اور مالک بہی تباہ و ویران ہو گیا - اور اب دوسرا غنیم سر پر
آن پہنچا ہے - اگر اب بہی ہم دل چہوڑ بیٹھے تو جو خرابی پیدا ہوگی وہ ذرد کچہ نے ہمیں بیٹھے
ہی تیار کہی ہے - لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں للتادت وغیرہ کے کارناموں کو مدنظر رکہکر
مرنے مارنے کو طیار ہو جائیں تو بمصداق "السعی منی والاتمام من اللہ" عجب نہیں کہ دشمن منہ
کی کہائے - ملک تباہی سے بچے اور آئندہ بہی غنیم کو حملہ آوری کا حوصلہ نہ ہو ورنہ یہی مصیبتیں
آئے دن پیش آتی رہینگی جن سے نجات ملنی مشکل ہو جائیگی - اس قسم کے پند و نصائح نامہ پیغام
اور اعلان و اشتہار نے نامردوں کے دلوں میں مردانگی اور جوانمردوں کے دلوں میں جوش
پیدا کر دیا اور سب متفق ہوکر جان توڑ کوشش کے لیئے طیار ہو گئے - یکبارگی غنیم پر ٹوٹ
پڑے اور ایسا ہنگامہ جدال و قتال برپا ہو گیا کہ قیامت کا نمونہ بنگیا - اس موقعہ پر کشمیریوں
نے اس شجاعت و جوانمردی سے تیغ زنی کی کہ ترکوں کی ترکی تمام ہو گئی - اور منہ کی کہا کر
واپس لوٹ گئے - شاہ میر خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا رانی کی خدمت میں حاضر ہوا -
کوٹہ رانی نے بہی اسکی خدمات کی پوری داد دی اور بڑی عزت افزائی کی - اسکے علاوہ
تمام ملک میں شاہ میر کی شجاعت اور جوانمردی کی دہاک بندہ گئی لوگ اسکے کارناموں
کے راگ گانے لگے - آگے ہی منصب وزارت پر ممتاز تہا - اب تو تمام سیاہ و سفید کا مالک
و مختار بنگیا - اسکے بیٹے جمشید اور علاؤالدین بہی علاقہ کامراج میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز



ہوکر حکمرانی کرنے لگے۔ جب دشمن کیطرف سے بالکل اطمینان ہوگیا تو کوٹہ رانی نے مفرور
اودیان دیو کی تلاش شروع کی اور اُسے تبت سے بلا بھیجا پھر تخت پر بٹھلا کر آپ نائب
حکمرانی کرنے لگے۔ اسکے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے اودیان دیو کی نالائقی
کا شیرازہ کھل سکتا۔ اسی امن و امان کی حالت میں پندرہ سالہ حکومت کے بعد اودیان دیو
کا جام حیات لبریز ہوگیا ۱۳۴۲ء کو رخت سفر باندھ منزل مقصود کو چلا گیا۔ اسکے
کوٹہ رانی کے بطن سے بولہ رتن نام ایک لڑکا تھا جسکا اتالیق سپہ سالار بھچہ بٹ مقرر کیا گیا تھا
لیکن وہ ابھی بچہ سی تھا کہ اودیان دیو دنیا سے رخصت ہوگیا۔

کوٹہ رانی

ایام حکومت ۵۰ روز ۱۳۴۳ء مطابق ۷۴۴ھ

یوں تو ملک صدر الدین کی وفات کے بعد کوٹہ رانی ہی حکومت کر رہی تھی لیکن اودیان
دیو کے انتقال پر اسنے اپنے بھائیوں کی معاونت سے خود مختار حکومت کی بنیاد قائم کرنیکا
ارادہ کر لیا۔ چنانچہ وفات کے دوسرے دن ہولے حکومت کھڑا کرکے بھائیوں سمیت اندرکوٹ
جا پہنچی۔ اور دیگر ارکین کی مرضی کے خلاف تخت شاہی پر رونق افروز ہوکر امورات ملکی
سرانجام دینے لگی۔ رانی کی اس کارروائی سے سب کا دل کھٹا ہوگیا اور تمام رعایا میں
بدامنی اور بے استقلالی کے آثار نمودار ہوگئے۔ شاہ میر جو جدامجد کی بشارت کے مطابق
ہر وقت موقع کا منتظر تھا موجودہ واقعات کے آئینہ میں اُمید کامیابی کی جھلک
دیکھکر اندرکوٹ سے نکل کھڑا ہوا۔ سرینگر میں داخل ہوکر اُسنے تمام اعیان ملک اور اکابر
دولت سے رابطہ اتحاد قائم کر لیا۔ خدا اُسکے ساتھ تھا تمام رعایا نے عہد و پیمان
مستحکم کرکے اُسکی اطاعت قبول کر لی اور بالاتفاق اُسے مسند حکومت پر بٹھلا دیا۔
بولہ رتن کی سرپرستی میں بھچہ بٹ نے مخالفت پر کمر باندھی لیکن وہ بیچارہ جلدی ہی
قتل ہوگیا۔ اور ملک شاہ میر کے لیئے فتنہ و فساد سے بالکل پاک ہوکر دشمن سے خالی
ہوگیا۔ کوٹہ رانی نے ۵۰ دن تک خود مختار حکومت کی۔

اورنگ دوم

از ابتدائے ۱۳۲۴ء تا نہایت ۱۳۳۹ء مطابق ۷۲۴ھ تا نہایت ۷۴۰ھ ۱۵ سال برابر رہ کر آخر کار ۱۳۳۹ء کو سائیں نور شاہ کی پیشگوئی صادق آئی اور دشمنوں کو مغلوب و منکوب کر کے حکومت ملک کا سہرا شاہ میر کے سر پر بندھا۔ اس بانئے اورنگ کی زندگی اور حالات اس امر کے شاہد ہیں کہ بازیگاہ عالم میں واقعات کے حدوث کا سلسلہ علت و معلول اسی معلل حقیقی کے دست قدرت میں ہے ورنہ ایک شخص کی زندگی کی تقلید کرنے سے ہمیشہ ایک نتیجہ نکلنا لازمی ہوتا۔ سپاہی کی حالت سے شہنشاہ کا رتبہ صرف تیمور لنگ ہی کا بادشاہی کے تقدیر میں درج تھا۔ گڈریے سے نادر شاہ اور غلام سے سبکتگین بننا اسی منعم حقیقی کے دست قدرت کا محتاج ہے۔ ورنہ اگر ہر ایک شخص ان کی زندگیوں کا نمونہ پیش نظر رکھکر ویسا ہی جاہ و حشم پیدا کرنا چاہے تو ضروری نہیں کہ ویسا ہی رتبہ حاصل کر سکے۔ برخلاف اس کے اگر وہ شہنشاہ بنانا چاہے تو ماہر گپسنٹ یا انچن دیو جیسے ناسمجھوں کے سر پر حکومت کا سہرا باندھ دیے اسی طرح شاہ میر کے پہلے پہل داخل کشمیر ہونے کے وقت کس کو گمان ہو سکتا تھا کہ اسی جلاوطن آوارہ روزگار کے ستارہ بخت میں حکومت کشمیر کا تاج لکھا ہے چونکہ تائید ایزدی ساتھ تھی اس لئے اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے جو کامیابی کے لئے بمنزلہ نردبان ثابت ہوئے۔ بڑھتے بڑھتے بخت مساعد نے اسے مسند امارت پر بٹھا کر حکومت سلاطین کشمیر کا بانی بنا دیا۔

علاوہ ازیں کشمیر میں دین اسلام کا بانی بھی اسی کو سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ اول اول ملک صدر الدین نے بیعت اسلام سے مشرف ہو کر ہدایت کا چراغ روشن کیا لیکن ایک تو وہ بھی شاہ میر کی فیض صحبت کا نتیجہ تھا جیسا کہ اس نے اس کو راغب کر دیا اور دوسرے رنچن شاہ عرف ملک صدر الدین کے انتقال پر یہ چراغ روشن ہی مفقود ہو گیا تھا اور بیان کیا گیا اگرچہ ذوالقدر کے حملہ کے لیے سلطان نے کالک ....

میں رہا اور اس نے مسلمان عورت سے شادی بھی کر لی لیکن جیسا کہ ہم اُسے ہندو نہیں کہہ سکتے ویسے ہی اُسے پکا مسلمان بھی نہیں خیال کر سکتے۔ درحقیقت وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا بلکہ وہ ابن الوقت موقع کا پابند تھا۔ اس نے تخت پر قدم رکھکر نہ تو اسلام کی مخالفت ہی کی اور نہ اسکی اشاعت کیلئے کسی قسم کی کوشش کی۔ البتہ شاہ میر اس کے عہد حکومت میں بھی اشاعت اسلام کیلئے سعی کرتا رہا۔ اگرچہ پہلے تو لوگ مذبذب حالت ہی میں تھے لیکن آخر کار شاہ میر کی جانفشانی سے اسلام کا سکہ ایسا جما کہ روز بروز ترقی ہونے لگی۔ سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ مذہب پورے عروج پر رہا۔ اور بغیر کسی رکاوٹ کے ترقی کرتا رہا۔ آخر کار شمس الدین سلطان حسین مرزا والئے خراسان کی طرف سے میر شمس الدین عراقی سفیر بنکر وارد کشمیر ہوا اس کے کشمیر پہنچتے ہی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا جس سے میر صاحب کو آٹھ سال تک کشمیر ٹھیرنے کا موقعہ ملگیا۔ دوران قیام میں اس نے ظاہر میں تو بابا اسمٰعیل ولی کے دامن عاطفت کو پکڑا اور اُسکا معتقد بنا لیکن در پردہ مذہب تشیعہ کی بنیاد ڈالنے کی فکر میں ہر وقت سرگرداں رہنے لگا۔ اس مرتبہ اُسے کامیابی نہ ہو سکی۔ آٹھ سال کی جانکاہ کوششوں کے بعد یہ خراسان کو لوٹ گیا تاہم اس عرصہ میں اس نے علی نجار کو اپنا معتقد بنا لیا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے ملک صدر الدین کی طرح پہلے پہل مذہب تشیعہ کی بیعت اختیار کی اور آہستہ آہستہ اپنے نئے دین کو وہ عروج دیا کہ چکوں کے زمانہ میں یہ مذہب راج دھرم ہی بنگیا تھا۔ میر شمس الدین عراقی خراسان پہنچا تو سلطان حسین مرزا کو بھی اس کے مذہبی عقائد سے آگاہی ہو گئی۔ چنانچہ والئے خراسان نے بہ زجر و توبیخ میر صاحب کو دربار سے نکلوا دیا۔ اب پھر میر صاحب کے دل میں کشمیر کی دلکش ہوا لہرانے لگی۔ ملا اسمٰعیل دجول نے اسے کامل یقین دلا دیا تھا کہ اہالیان خطہ کی ضعیف الاعتقادی اور سادہ لوحی اس کیلئے کامیابی کا وسیع میدان خوشگوار نتائج کیساتھ بہم پہنچا سکنے کی کافی گنجائش رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ دوبارہ سلطان محمد شاہ کے عہد میں داخل کشمیر ہو گئے۔ علی نجار کی اخلاصمندی نے بہت سے اُمراء و وزراء کو میر صاحب کا معتقد بنایا۔ خصوصاً فرقہ چک تو اُسکے مریدان راسخ الاعتقاد میں داخل ہو کر اُنکی اخلاصمندی کا دم بھرنے لگا۔ اس وقت تو چکوں کی سرپرستی میر صاحب کے کام نہ آئی کیونکہ ان دنوں سید محمد بیہقی کا ستارہ اقبال کمال عروج پر تھا اور وہ میر صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اس نے آپکو ملک سے خارج کر دیا لیکن جو بیج آپ لگا گئے تھے اندر ہی اندر نشو و نما پاتا رہا بیہقی کی

کی وفات کے بعد میر شمس الدین عراقی پھر کشمیر آگیا سلطان فتح شاہ کے عہد میں چکوں کی معاونت سے مذہب تشیعہ کو پورا رواج حاصل ہوا اور یہ مذہب بھی چکوں کے عروج کے ساتھ ہی ترقی کرنے لگا مسلمانوں میں دو فرقے ہو جانے سے باہمی تنازعات اُٹھ کھڑے ہوئے۔ خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں جس سے سلطنت میں بھی ضعف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اکثر امراء وزراء سرکش ہو گئے اور انہوں نے وہ عروج حاصل کیا کہ آخر کار سلطان محض برائے نام ہی سلطان سمجھے جاتے تھے درحاصل قوم چک ہی تمام سیاہ و سفید کی مالک و مختار بن گئی چکوں نے آخر میں سلاطین سے رشتہ داریاں بھی جوڑ لیں آخر کار ۲۲۲ سال کی حکومت کے بعد ۹۶۱ھ کو علی چک نے سر دربار سلطان حبیب شاہ کے سر سے تاج شاہی اُتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا۔ سلطان میں نہ تو اتنی طاقت تھی اور نہ کوئی فوج تھی کہ مقابلہ کر سکتا۔ قہر درویش بر جان درویش خاموشی ہی میں سلامتی سمجھی اور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی

شجرہ نسب سلاطین کشمیر

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

سلطان جمشید | سلطان علاؤالدین

سلطان شہاب الدین | قطب الدین

حسن خان | علی خان | میرزا شنکار عرف سلطان سکندر | میرزا ہیبت خان

میر خان عرف علیشاہ | شاہی خان عرف زین العابدین | محمد خان

ادہم خان | حاجی خان عرف حیدر شاہ ۔ بہرام خان | حیدر خان

فتح شاہ | حسن شاہ | یوسف خان

سکندر شاہ | نازک شاہ | محمد خان عرف محمد شاہ | حسین خان

حاجی حیدر خان | سلیم خان | ابراہیم شاہ | شمس الدین ثانی | اسمعیل شاہ

اسمعیل شاہ ثانی | ابراہیم شاہ ثانی | حبیب شاہ

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۳ سال ۵ ماہ ۱۳۳۹ء تا ۱۳۴۲ء نہایت ۷۴۰ھ مطابق ۷۴۳ھ تا ۷۴۳ھ
مواد کنیر سے نکلکر ۲۴ سالہ قیام کشمیر کے بعد ۱۳۳۹ء میں شاہ میر نے تاج شاہی سر پر رکھکر اپنا لقب
سلطان شمس الدین مقرر کیا۔ شجاعت۔ جلادت مستعدی اور استقلال کے علاوہ انصاف و عدالت شعاری کے تمام وہ اوصاف جو ایک عادل اور باذل بادشاہ میں ہونے چاہئیں اسکا حقہ موجود تھے منصب وزارت کے دنوں میں بھی رعایائے کشمیر اسکی ایسی گرویدہ احسان ہوگئی تھی کہ اودیان دیو اور کوٹہ رانی کی نسبت بھی اسکی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی خصوصاً جبکہ ترکی سپہ سالار کے مقابلہ میں اُسے نمایان کامیابی حاصل ہوئی تو لوگ اسکی جانب اور بھی زیادہ راغب ہو گئے یہی وجہ تھی کہ کوٹہ رانی کی تخت نشینی پر اسی وقت کے لوگوں نے اسکی اطاعت قبول کرلی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر بھی اپنے اپنی سابقہ چال ڈھال کو نہ بدلا اور ہرطرح سے رعایا کی بہبودی اور آسائش کیلئے کوشش کرتا رہا۔ سب سے بڑا احسان تو اس نے رعایائے کشمیر پر یہ کیا کہ الیہ سرکاری پیداوار کا دسواں حصہ کی بجائے چھٹا حصہ مقرر کردیا اگرچہ خود دین اسلام کا پیرو تھا لیکن اس نے تمام غیر مذہب والوں سے وہ برتاؤ کیا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ دیا

کوٹہ رانی اندرکوٹ میں بیٹھی ہوئی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش بدستور کر رہی تھی سلطان شمس الدین نے فتنہ و فساد مٹانے کیلئے اسے اپنے حبالہ مواصلت میں لانا چاہا لیکن اس اولوالعزم رانی نے اپنے ملازم سے شادی کرنا منظور نہ کیا۔ اس پر شمس الدین کا دھوسرا اور بھی برہم ہوگیا اور اس نے اندرکوٹ پر فوج کشی کردی۔ رانی نے مصلحت وقت دیکھکر صلح کرلی اور سلطان سے نکاح پڑھا کر اس کے ہمراہ حرم سرا کو گئی لیکن رات کو اس نے اپنے شکم میں چھری بھونک کر تمام جھگڑوں قضیوں کا فیصلہ کردیا۔

سلطان شمس الدین نے بکرمی سمت کو موقوف کرکے نیا سن جاری کیا جو کہ ابتداء دور اسلام کے آغاز سے یعنی رینچن شاہ کی تخت نشینی سے شروع کیا یہ سن شاہان چک کے زمانہ تک کشمیری سن کے نام سے ملک میں رائج رہا۔

اس سلطان کے عہد میں طائفہ لون جو اہبیا دیو کے خاندان کا ملازم ہو گیا

نے بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرکے انہوں نے تمام
ملک میں شورش برپا کردی لیکن سلطان کی ہر دلعزیزی کے مقابلہ میں ان کی دال نہ گلی
اور منہ کی کھاکر مغلوب ہوگئے۔ اس بغاوت کی پاداش میں سلطان نے انہیں سلطنت
کے کاموں سے بالکل خارج کردیا اور بجائے ان کے افواج ماگرے وچک کی سرپرستی
کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اکثر مناصب جلیلہ مالی ملکی اور جنگی انہیں لوگوں کو تفویض کر دیئے
آخر تین سال ۵ ماہ کی حکمرانی کے بعد ۷۴۲ھ میں سلطان شمس الدین دنیائے فانی سے
کوچ کرگیا اور بمقام [illegible] دفن ہوا جہاں اسکا مقبرہ سلطان بادشاہ کے نام سے اب تک مشہور
چلا آتا ہے اس کی تاریخ وفات کسی نے یوں لکھی ہے۔ آمد شمس باز زیر سحاب
اس بادشاہ نے جمشید اور علی شیر دو بیٹے چھوڑے جو یکے بعد دیگرے حکومت ملک پر مامور ہوئے

سلطان جمشید

ایام حکومت ایکسال دو ماہ ۷۴۲ھ لغایت ۷۴۳ھ مطابق [illegible] لغایت [illegible]
۷۴۲ھ میں مرحوم سلطان کا بڑا لڑکا جمشید جانشین ہوا جو اپنے چھوٹے بھائی علی شیر
کو اپنا نائب اور مختار بنا کر بالاتفاق عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن ابھی
ایک سال بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ علی شیر نے لوائے بغاوت استادہ کرکے ہنگامہ کارزار برپا کر دیا
پہلے پہل تو سلطان کی فوج پے در پے علی شیر پر غالب آتی رہی لیکن آخر کار علی شیر نے
سلطان کے اہلکاروں سے سازش کرلی اور بمقام وانتی پورہ سلطان کو شکست فاش
ہوئی۔ اور سلطان کے وزیر سراج الدین نے جو سرینگر میں سلطان کا نائب تھا بصورت مخالفت
سرانجام دے رہا تھا۔ تاج و تخت علی شیر کے حوالہ کردیا جس سے جمشید خود بخود سلطنت
کنارہ کش ہوگیا۔ اسی اثناء میں سلطان جمشید قضائے الٰہی سے جان بحق تسلیم ہوگیا جس سے تمام
آئندہ جھگڑوں کا فیصلہ ہوگیا۔
۷۴۳ھ سے ترقی کرتے کرتے سلطان جمشید کے عہد میں اسلام اس حالت کو پہنچ گیا
تھا کہ اس میں کئی ایک صاحب کمال پیدا ہونے شروع ہوگئے تھے منجملہ ان کے
جناب حضرت [illegible] اور بابا [illegible] بھائی ایسے صاحب یمن و برکت گذرے ہیں۔

کرامتکا زہد و اتقا تمام کشمیر میں زبان زد خلائق تھا اور لوگ جوق جوق ان کی خدمت میں جمع ہوتے تھے۔ خلاص من اور پاس من دونوں انتقال کرگئے تو یاس من جو سب سے چھوٹا تھا ازدحام خلق دیکھکر جامے سے باہر ہو گئے لگا نندی نام ایک حسین عورت نے اسے دام محبت میں اسیر کر کے راہ راست سے منحرف کر دیا لیکن جلدی ہی خواب غفلت سے وہ بیدار ہوگیا اور اپنے کردار سے تائب ہوکر بارگاہ الہی سے مغفرت کا ... بھی یاس من کا زہد و اتقا دیکھکر اپنی حرکات سے نادم ہوئی اور راج ... ویرلے کے یاس من کے مریدان با اخلاص من داخل ہوگئی ان تینوں بھائیوں کی کرامات اور خرق عادات دین اسلام کی ترقی میں ایک بڑی حد تک معاون و مددگار ہوئیں۔ جن کے باعث اکثر اہالیان ملک کے دلوں میں اسلام کی صداقت نقش برسنگ ہوگئی۔

سلطان علاؤ الدین علی شیر

ایام حکومت ۱۲ سال ۲ ماہ ۱۱ سال ۱۰ ماہ ۷۴۵ھ لغایت ۷۶۱ھ مطابق ۱۳۴۷ء لغایت ۱۳۵۹ء

وزیر سراج الدین کی استمداد سے ۷۴۸ھ میں علی شیر تخت حکومت پر متمکن ہوا اس نے اپنا لقب سلطان علاؤ الدین رکھا۔ اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا تقریباً تمام پرانی عمارتیں جو حادثات آتشزدگی کے موقعوں پر ویران ہوگئی تھیں اس نے از سر نو تعمیر کرائیں بلکہ اپنے نام پر شہر سرینگر میں محلہ علاؤ الدین پورہ بھی آباد کیا جو آجتک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

لی انگفرون جو سلطان شمس الدین کے وقت سے حکومت سلاطین سے بیزار چلا آتا تھا اسکے عہد میں سرگرداں ہوکر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا اور قوم ناٹک کو بھی ہمراہ لیگیا لیکن سلطان علاؤ الدین نے بڑی حکمت عملی سے انہیں قابو میں لاکر محبوس کر لیا۔

اہل ہنود کے آخری دور کے زمانہ میں جو فسق و فجور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اس کے تدارک کیلئے سلطان نے ایک حکم جاری کیا کہ بدکار عورتیں اپنے شوہروں کی میراث سے بالکل محروم رکھی جائیں جس سے ہزاروں فاحشہ عورتوں نے بدکاریوں سے تائب ہوکر پرہیزگاری اختیار کر لی۔ اس سلطان کے آخری دور حکومت

میں بوقت بارش کے باعث قحط عظیم برپا ہوگیا۔ تاہم سلطان کی کمی نے بھی
ہولناک اثر کو بالکل کمزور کردیا۔ آخر گیارہ سال ایک ماہ کی حکومت کے بعد ۷۵۵ھ
مطابق ۱۳۵۴ء کو داعی اجل ہوا۔ تاریخ وفات ؎

بہر تاریخ وفات سلطان ہاتفے گفت مکانش فردوس
۷۵۵ھ

سلطان شہاب الدین[1]

ایام حکومت ۱۹ سال ۳ ماہ ۱۳۵۴ء لغایت ۱۳۷۳ء مطابق ۷۵۵ھ لغایت ۷۷۵ھ

۷۵۵ھ میں سلطان علاؤالدین کا بڑا بیٹا شہاب الدین تخت خلافت پر متمکن ہوکر داد و
دہش میں مصروف ہوا۔ تاریخ تاجپوشی ؎

ہاتف غیب بہر سال جلوس برگو شہنشہ نامی
۷۶۱ھ

چونکہ شہاب الدین سلطان شمس الدین کے دوسرے بیٹے کا لڑکا تھا اس لئے آئین
ملک کے رو سے اسے تاجپوشی کا کوئی حق نہ تھا لیکن واقعات کا سلسلہ کچھ اس طور پر واقع ہوا
کہ سلطان علاؤالدین اپنے بھائی جمشید کو معزول کرکے حکومت ملک پر قابض ہوگیا جس
سے حکومت شہاب الدین کے ہاتھ لگ گئی۔ اس کی نسبت روایت ہے کہ لڑکپن
کے زمانہ میں ایک دن شہاب الدین شکار کھیلنے گیا۔ اثنائے شکار میں اس نے کسی جانور
کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ جوش جوانی میں سرشار اسقدر آگے نکل گیا کہ اپنے تمام ہمراہیوں سے جدا ہوگیا

[1] مصنف تاریخ فرشتہ رقمطراز ہے کہ سلطان شہاب الدین اور قطب الدین بھی سلطان علاؤالدین کے
بھائی تھے لیکن کسی دوسری تاریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ شہاب الدین اپنے
دادا سلطان شمس الدین کے عہد میں پیدا ہوا تھا۔ اور اسی کے عہد میں اس نے شہاب الدین پورہ کی بنیاد
بھی ڈالی تھی لیکن یہ امر اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتا کہ وہ سلطان شمس الدین ہی کا لڑکا تھا۔ مصنف
تاریخ حسن بھی فرشتہ کے قول کا متتبع کرتا ہے۔ لیکن پرانی تاریخوں کے مقابلہ میں اس کا قول سند نہیں
سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ دور اسلام کے شروع ہوتے ہی تاریخ نویسی کو بھی عروج ہوگیا اور اس وقت کی
بہت سی پرانی کتابیں مل سکتی ہیں۔ ملا احمد کی تاریخ اس سے تھوڑے عرصہ بعد ہی لکھی گئی تھی جو صحیح ہونے
کی کافی دلائل رکھتی ہے +

عرف رائے شیر دل جھنڈا اور اختہ جی جو اس کے قدم بقدم چلے آتے تھے ساتھ رہ گئے اس دوپہر دھوپ سے شہاب الدین کو شدت پیاس نے سخت دق کیا۔ پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر بھٹک رہے تھے کہ ناگاہ ایک عارفہ دودھ سے بھرا پیالہ ہاتھ میں لئے درہ کوہ سے نکل آئی شہاب الدین نے لُطف عنایت ایزدی سمجھا اور عارفہ کی دعوت پر پیالہ لیکر بقدر اشتہا خود پی لیا اور پس ماندہ جھنڈا کو دیدیا جو کچھ اس سے بچ رہا اُسے رائے شیر دل نوش جان کر گیا اور اختہ جی کیلئے کچھ نہ بچا۔ پیالہ واپس لیکر اس عورت نے شہاب الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے شہاب الدین تو ایک اولوالعزم بادشاہ ہو گا اور بہت سے فتوحات کریگا۔ جھنڈا اور رائے شیر دل علی الترتیب تیرے سپہ سالار اور وزیر بنینگے مگر تشنہ لب اختہ جی کا عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور جلدی ہی مر جائیگا جب یہ لوگ شکار سے واپس آئے تو گھر پہنچتے ہی اختہ جی راستے ملک عدم ہو گئے جس سے عورت مذکور کی پیشینگوئی کا یقین کامل ہو گیا۔ اب جبکہ نصیب نے یاوری کی تو شہاب الدین سلطان بنگیا اسنے جھنڈا کو سپہ سالار اور رائے شیر دل کو وزارت عطا کر کے عارفہ کی پیشینگوئی کی تکمیل کر دی۔

ان تینوں رفیقوں نے حکومت ملک پر تسلط پا کر انتظام مہمات کے سلئے پوری کوشش کی اور مہمات ملکی بڑی دانشمندی اور قابلیت سے سرانجام دینے لگے۔ ذوالقدر خان کے وقت سے تمام ملک میں بدانتظامی اور ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اکثر جاگیردار اور علاقہ دار چند چند قصبوں اور قصبوں پر دست تسلط بیٹھا کر بعض تو بالکل خود مختار بن بیٹھے تھے اور بعض بطور نذرانہ کچھ رسوم یا تحفہ و تحائف دیدیا کرتے تھے لیکن درحقیقت وہ سب خود مختار ہی تھے تحت کی حکومت بالکل نہ مانتے تھے شہاب الدین نے اول تو تمام سرکشوں و باغیوں کی گوشمالی کر کے انہیں مطیع و منقاد کیا اور پھر ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا تمام صوبہ کشمیر کی علاقہ بندی کر کے خراج کیلئے مناسب قواعد جاری کئے جب ادھر سے بھی فراغت ہو گئی۔ تو جہانگیری پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج آراستہ کر کے اس نے

سلہ اس عارفہ کی نسبت بعض مورخوں کا قول ہے کہ یہی مشہور للہ اجی عارفہ تھی جس کے کمالات آجتک کشمیر میں مشہور چلے آتے ہیں لیکن یاد رہے کہ للہ اجی اس واقعہ سے قریباً ایک سو سال بعد سلطان زین العابدین کے زمانہ میں گذری ہے ؛

سید تاج الدین بیہقی کے بیٹے سید حسن[1] کو ہراول فوج مقرر کیا اور بارہ مولہ کے راستہ نکل کھڑا ہوا۔ پکھلی۔ سواد کنڑ۔ باجوڑ اور علاقہ قوم گکھڑ تسخیر کر کے کابل جا پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان احمد خاں اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن ایک خونریز لڑائی کے بعد میدان کارزار سے بھاگ نکلا۔ سید حسن نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ آٹھ ماہ کابل احمد خاں زندان میں رہا۔ آخر کار سید تاج الدین بیہقی کی سفارش سے رہا ہوا۔ سلطان شہاب الدین نے اس کا موروثی ملک اسے واپس دیکر وہاں کی حکومت بدستور اس کے سپرد کر دی۔ رابطہ اتحاد قائم رکھنے کے لئے سلطان نے اپنی ہمشیرہ احمد خان کے عقد میں دے دی اور اس کی بہن سے خود شادی کر لی۔ ساتھ ہی اسکی جیٹھ کی شادی سلطان کے بھائی قطب الدین سے قرار پائی۔ فتح کابل کے بعد شہاب الدین نے بدخشان کا رخ کیا۔ بدخشان۔ نغمان۔ غزنی۔ غور۔ قندھار و ہرات فتح کرتا ہوا خراسان پہنچ گیا۔ آخر کار ان اطراف کے اکثر ممالک قبضہ اقتدار میں لا کر کوہ ہندوکش کی راہ سے کشمیر کی طرف مراجعت اختیار کی۔ لیکن راستہ میں گلگت اور داردستان کے وسیع قطعوں نے اس کی توجہ اپنی جانب منعطف کر لی اور سلطان ان علاقوں کو بھی مفتوح کر کے تبت جا نکلا۔ اس زمانہ میں تبت والئے کاشغر کے قبضہ میں تھا۔ سلطان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر والئے کاشغر نے اس کے مقابلہ کے لئے بیشمار فوج بھجوائی لیکن خوش نصیب شہاب الدین مظفر و منصور خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا کشمیر لوٹ آیا۔ یہاں پہنچکر بھی اس نے اپنے بہادروں کو دم نہیں لینے دیا۔ پہلے تو اس نے اپنے سپہ سالار کو جموں اور کشتواڑ کی تسخیر پر مامور کیا جو اس مہم کو بھی دنوں ہی میں سر کر کے آن موجود ہوا۔ اور پھر کسی بڑی مہم کی طیاریوں میں شروع ہو گیا۔ چنانچہ سنہ ۷۶۳ھ / ۱۳۶۲ء کو پچاس ہزار سوار . . . . . اور پانچ لاکھ پیدل فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ کے راستے ملک سے نکل کھڑا ہوا۔ یوسف زیئوں کا ملک سواد باجوڑ اور پشاور فتح کر کے اسے خبر ملی کہ شاہان دہلی کی بدانتظامی نے ملک پنجاب میں شور و فساد برپا

---

[1] سید حسن بہادر حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج دریافت کرنے کیلئے کشمیر آیا تھا۔ سید حیدر بھی اس کے ہمراہیوں میں ہی تھا۔ یہاں پہنچکر جب یہ باریاب بارگاہ سلطانی ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اس کی حسن قابلیت سے خورسند ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

کر یکسانیت سے موقعہ غنیمت جانکر اس نے پہلے تو ملتان اور لاہور پر حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو فتح کیا اور پھر تقریباً تمام ملک پنجاب کو روندتا ہوا عازم دلی ہوا جب دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچا تو فیروز شاہ تغلق کی فوج جو سلطان کے مقابلہ پر متعین تھی آ پہنچی اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ خاندان تغلق کی حکومت پہلے ہی سے بوسیدہ ہو رہی تھی اور بادشاہ دہلی میں شہاب الدین جیسے خونخوار دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لئے پس وپیش ہی میں تھا کہ امیر کبیر امیر سید علی ہمدانی جو قطب الاقطاب دوران تھے۔ درمیان آ گئے۔ اور انہوں نے سلطان شہاب الدین کو صلح کر لینے کا حکم دیا۔ راسخ الاعتقاد سلطان اُن کے فرمان کے مطابق صلح پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت ۷۷۵ھ میں عہد نامہ لکھا گیا جس کے رو سے قرار پایا کہ سرہند سے کشمیر تک کا تمام علاقہ سلطان شہاب الدین کے قبضۂ تصرف میں رہے اور باقی ملک بدستور فیروز شاہ کے زیر حکومت تصور کیا جائے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ یعنی ایک تو سلطان کے لڑکے حسن خان سے دوسرے اس کے بھائی قطب الدین سے اور تیسرے اس کے سپہ سالار سید حسین بہادر سے نامزد ہوئی۔ جس سے تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔ اور سلطان نے ممالک مقبوضہ کا خاطر خواہ انتظام کر کے کشمیر کو مراجعت اختیار کی۔

سلطان شہاب الدین ربط وضبط ملک اور دیگر امورات جہانبانی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا چنانچہ اس کا زمانہ حسن انتظام کے لحاظ سے قابل رشک خیال کیا جاتا ہے۔ شجاعت اور جوانمردی اس کی فتوحات سے اور بلند خیالی اور عالی دماغی مفتوحوں اور مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے خوب عیاں ہے۔ جن جن ملکوں اور علاقوں کو اس نے فتح کیا

۱؎ مصنف وقایع کشمیر کا قول ہے کہ جناب میر کبیر سید علی ہمدانی رح سلطان شہاب الدین کی آخری یورش کے دنوں میں وارد خطہ ہوئے تھے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں کشمیر کا فرمانروا تھا وہ اُن کی خدمت کما ینبغی انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہکر آپ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بمقام فیروزپور پہنچے تو سلطان بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا آپ ہی کی تحریک سے متخاصمین میں صلح ہوئی۔ ورود کشمیر کی تاریخ یہ ہے ۔ سال تاریخ مقدم اور اسمِ حضرت از مقدم شریف او ۔ شیخ نورالدین ولی کی ولادت بھی اسی سلطان کے زمانہ میں ہوئی تھی ۔

پھر انہیں کے حاکموں اور وارثوں کے حوالہ کر دیا جس سے اُس کا نام نامی چار دانگ عالم میں روشن ستاروں کی طرح چمک اُٹھا۔

فیروز شاہ سے صلح کرنے کے بعد اُس نے مستقل طور پر کشمیر میں قیام اختیار کیا اور اب آبادیٔ ملک اور بہبودیٔ رعایا کی جانب متوجہ ہوا اس کے عہد میں شہاب الدین پورہ کو جو اب شہام پورہ کے نام سے مشہور ہے اور جسکی بنیاد اُس نے اپنے دادا سلطان شمس الدین کے عہد میں ڈالی تھی کمال رونق اور وسعت حاصل ہوگئی بلکہ بجائے سرینگر کے وہی دارالصدر بھی مقرر ہوگیا اسمیں اُس نے ایک عالیشان جامع مسجد بھی بنوائی جس کے آثار آجتک شہاب الدین کی شان و شوکت کی گواہی دیتے ہیں۔ فوجوں اور پلٹنوں کیلئے اس نے ایک ہزار بارکیں تعمیر کرائیں اور ملک کو امن و امان اور فارغ البالی اور خوشحالی سے منور کر دیا اسلام کی خدا داد ترقی دیکھکر بعض برہمنوں اور خصوصاً مندروں کے پوجاریوں کو جب نذر و نیاز کے بند ہونے سے آمدنی کم ہونے لگی تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانی شروع کر دی ہندو مرنے مارنے پر تیار ہوگئے کئی جگہ سے فتنہ و ہنگامہ کی خبریں جب سلطان کے سمع مبارک تک پہنچنے لگیں تو اس نے اس شورش کا استیصال پولیٹیکل لحاظ سے نہایت ضروری سمجھا کئی پرانے مندر اور معابد جہاں مفسد لوگ جاکر پناہ لیتے تھے اور جنوں سے امداد کے خواستگار ہوتے تھے مسمار اور منہدم کرائے گئے بیج بہارہ کا مشہور و معروف مندر جیشور تہ و بالا کر دیا گیا اس کے علاوہ سرینگر کے بھی کئی مندر ویران کئے گئے۔ ابھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوا تھا کہ سلطان نے اپنی سندھی بیگم کی ایک بھانجی لاہیہ سے نکاح کر لیا جس سے بیگم ناراض ہوکر اپنے ملک میں چلی گئی۔ سلطان نے ناراض ہوکر اپنے بیٹوں حسن خان اور علی خان کو بھی جو بیگم کے بطن سے تھے کشمیر سے باہر نکال دیا۔

۷۷۷ھ میں طوفان سیلاب نے کشمیر میں قیامت برپا کر دی۔ تقریباً دس ہزار گھر اُٹھتی ہوئی موجوں اور بہتی ہوئی لہروں کی نذر ہوگئے بیشمار لوگ بے خانماں ہوکر مصیبت کی زندگی بسر کرنے لگے ہنود کی شورش ابھی ختم نہ ہوئی تھی اور بیگم کے ناراض ہوکر چلے جانے اور بعد میں اپنے بیٹوں کو بھی ملک بدر کرنے کا رنج ابھی فراموش نہ ہوا تھا کہ طوفان کے تازہ صدمہ نے اس کو بیمار کر دیا سلطان نے آثار مرگ دیکھکر اپنے بیٹے حسن خان کو کشمیر میں واپس بلوا بھیجا لیکن ابھی وہ رستے ہی میں تھا کہ سلطان عین حالت مرگ میں اپنے بھائی ہندال المعروف قطب الدین کو اپنا جانشین مقرر کرکے انتقال کر گیا۔

تاریخ وفات
زد ہ بار کشمیر چوں رخت بست } زد ہ بار کشمیر (شہاب) قطب
شہاب دد گر قطب جائش نشست } ر ۷۷۵ھ

محلہ بلبل لنگر میں اس کا مقبرہ تھا جس پر ایک سنگین گنبد بھی بنایا گیا تھا لیکن انقلاب زمانہ نے اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رکھا۔ البتہ سلطان زین العابدین کے مقبرہ سے تیس قدم کے فاصلہ پر اب بھی اس کی قبر کے نشان ملتے ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں پرتاپ سنگھ نام ایک سرکاری اہلکار نے اس مقبرہ کی کچھ مرمت کرائی تھی لیکن اب پھر خستہ حال ہو رہا ہے۔

سلطان قطب الدین

ایام حکومت ۱۳۷۳ء تا نہایت ۱۳۹۴ء مطابق ۷۷۵ھ لغایت ۷۹۶ھ

۱۳۷۳ء میں سلطان قطب الدین نے سریر سلطنت کو زیور عدل و انصاف سے زینت بخشی۔ اس نے شہر سرینگر میں محلہ قطب الدین آباد کیا۔ اور اپنا پایۂ تخت شہاب الدین پورہ سے تبدیل کر کے خود بھی وہیں آ رہا۔ جہاں اس نے کئی ایک عالیشان عمارتیں اور محل تعمیر کرائے۔ یہ بادشاہ بڑا عادل منصف مزاج اور رعایا پرور تھا اگرچہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا لیکن تعصب سے کوسوں بھاگتا تھا۔ تمام مذاہب اور تمام اقوام کو ایک نظر سے دیکھتا تھا اس کے عہد میں تمام مذاہب والوں کو پوری آزادی حاصل تھی۔ علم دوست بھی اول درجہ کا تھا۔ اکثر عالموں فاضلوں اور شاعروں کی صحبت میں رہتا۔ باوجود مشاغل جہانبانی اکثر مطالعہ میں مصروف رہتا۔ طبع بھی موزون رکھتا تھا۔ بلکہ شاعرانہ مذاق کا مادہ بھی اس میں اعلے درجہ کا موجود تھا۔ ذیل کے اشعار اس کے طبع زاد ہیں جن سے اس کی قابلیت کا پورا اندازہ ہوسکتا ہے ؎

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانہ   وز لب شیرین تو شور لیست در ہر خانہ
من بچندیں آشنائی میخورم خون جگر   آشنا را حال این است وائے ہر بیگانہ
قطب مسکین گر گنا ہے میکند عیبش مکن   عیب نبود گر گنا ہے میکند دیوانہ

سلطان قطب الدین نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا انسداد بھی بطریق احسن کیا۔ جب حاکم لوہر کوٹ نے لوائے بغاوت کھڑا کیا تو اس نے فوج قاہرہ بھیج کر اس کی خوب

گوشمالی کی۔ حاکم لوہرکوٹ لڑائی میں مارا گیا اور قطب الدین کی فوج اس علاقہ میں اپنا تسلط بٹھا کر واپس آگئی۔

سلطان مرحوم کا بیٹا حسن خاں جو باپ کی طلبی پر کشمیر آرہا تھا۔ شہاب الدین کی وفات کے بعد اپنے چچا قطب الدین کے دربار میں حاضر ہوگیا جس نے بکمال نوازش اسے بھی امور ملکی میں شامل کر لیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد مخالفوں کی فتنہ انگیزی نے سلطان کو اس سے بدگمان کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن حسن خاں کو اپنے باپ کے وزیر رائے شیردل کے ذریعہ عین وقت پر خبر مل گئی اور وہ وزیر موصوف کے مشورہ سے بھاگ کر قطب الدین کے مخالفوں کے پاس لوہرکوٹ چلا گیا۔

جب وزیر کی کارستانی کی اطلاع سلطان کو ہوئی تو وہ سخت آشفتہ خاطر ہوا اور رائے شیردل کو گرفتار کر کے زندان بھیج دیا لیکن انقلاب چشیدہ وزیر حبس سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس لوہرکوٹ چلا گیا جہاں دونوں نے متفق ہو کر ظلم رسیدہ راجگان لوہرکوٹ سے سازش کر کے قطب الدین کی مخالفت پر کمر ہمت چست باندھی۔ لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی ایک بھی پیش نہ چل سکی اور اسی علاقہ کے بعض زمینداروں نے موقعہ پا کر دونوں کو گرفتار کر لیا اور قطب الدین کے پاس لے آئے جس نے رائے شیردل کو تو قتل کرا دیا اور حسن خاں کو جیلخانہ بھجوا دیا۔

اس بادشاہ کے زمانہ میں کئی مرتبہ سخت قحط برپا ہوا۔ لیکن جود و سخا اور بذل و عطا نے اس کے خوفناک اثرات سے ملک کو بالکل محفوظ رکھا۔

جلوس کے دوسرے سال ۷۸۱ھ میں امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ نے دوسری مرتبہ گلشن کشمیر کو قدوم میمنت لزوم سے سیراب کیا۔ اب کے آپ کے ہمراہ سات سو سادات بھی وارد خطہ ہوئے۔ قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں بھی آپکی مہمان نوازی پر مامور رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لب دریا ایک سنگین صفہ تیار کر کے مشغول عبادت الٰہی ہوئے اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن و امان سے ایام زندگی بسر کرنے لگے قطب الدین عموماً ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہو کر سعادت ابدی حاصل کرتا رہتا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے ایک ادنیٰ غلام کی طرح بجا لاتا۔

چنانچہ اس کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں جب حضرت امیر نے اسے فہمائش کی کہ بموجب دین محمدی دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا ممنوع ہے تو سلطان نے فوراً ایک کو طلاق دیدی۔ حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تبرکاً اپنا کلاہ مبارک اُسے عطا فرمایا جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا اس کی اولاد بھی بدستور اس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں تک کہ آخرکار ۱۵۱۷ء میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرکہ اپنے ساتھ قبر میں لیگیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اس زمانہ میں مشائخان دین کے سرحلقہ تھے پیشگوئی کی "تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برافتاد۔ و سرداری آنہمہ رو بہ نگونساری نہاد" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی دن سے حکومت سلطان میں ضعف آنا شروع ہو گیا اس مرتبہ حضرت امیر چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے اس کے بعد تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ میں پھر وارد خطہ ہوئے۔ لیکن جلدی ہی بعزم زیارت حرمین پکلی تشریف لے گئے جہاں آپنے اس جہان فانی سے دارالبقا کا راستہ اختیار کیا۔ نعش مبارک ختلان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

اکثر ساداتؒ جو آجکل کشمیر میں پائے جاتے ہیں اسی زمانہ میں حضرت امیر کے ہمرکاب بہ پس و پیش وارد خطہ ہوئے انہوں نے بھی یہیں کی رہائش اختیار کرلی۔ اس کے علاوہ ہزاروں کشمیری بھی حضرت امیر کے دست بیعت سے مشرف باسلام ہوئے چنانچہ مذہب اسلام نے اس سلطان کے عہد میں باوجود اس کی بے تعصبی کے اپنا پورا تسلط جما لیا آپ کے فیضان صحبت نے لوگوں کو ایسا متقی اور پرہیزگار بنا دیا تھا کہ انہیں دنوں میں ایک کشمیری نومسلم مسمی شیخ سلیمان جس کا اصلی نام سرکٹ تھا یمن و برکت اور مشیخت میں اسقدر ممتاز ہوا کہ اچھے اچھے صاحب کمال اس کی مرتبت کا رشک کرتے تھے۔ اس کہانی اور گذشتہ واقعات سے معلوم ہو گا کہ کشمیر میں مذہب اسلام کی اشاعت میں اس وقت تک کسی

ملہ امیر تیمور صاحبقران نے کسی سیدزادے پر آشفتہ خاطر ہو کر تمام سادات کے قتل عام کا حکم دیدیا جو بچ رہے وہ حضرت شاہ ہمدان کے ہمراہ کشمیر چلے آئے منجملہ ان سات سو سادات کے چیدہ مشہور اور قابل ذکر اصحاب مندرجہ ذیل ہیں۔ میر سید حیدر۔ سید جمال الدین عطائی۔ سید کمال کمال ثانی۔ سید جمال الدین محمد شاہ۔ سید فیروز المعروف۔ سید جلال الدین۔ سید محمد کاظم۔ میر سید رکن الدین قطب امجد۔ سید محمد قریشی۔ میر سید عبداللہ۔ سید محمد مراد۔ سید احمد قریشی۔ میر محمد فارسی۔ سید نعمت اللہ وغیرہ ان لوگوں کے مفصل حالات تاریخ خواجہ اعظمی اور تذکرۃ الصالحین کشمیر میں درج ہیں۔

قسم کا جبر و تشدد نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی اور رضامندی
اختیار کر لی تھی۔ اس سلطان کے عہد میں لوگوں کی پوشش میں تغیر عظیم ہوا۔
پہلے یہاں ہندوستانی فیشن کے لباس کا رواج تھا۔ تنگ پاجامے چھوٹے کرتے یا دھوتیاں
پہنتے تھے لیکن حضرت امیر کے ارشاد کے موافق سلطان نے لباس تبدیل کر لیا۔ اور چونکہ یہ
عادہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کو مرغوب خاطر ہو رعایا بھی اسی کی طرف جھک جاتی ہے۔ نیز یہ
مقولہ ہے "الناس علیٰ دین ملوکہم" اس لئے رعایائے ملک نے بھی بادشاہ کی مطابعت
میں لباس کا وہی طریقہ اختیار کر لیا۔ یہ لباس ترکی لباس کا نمونہ تھا۔ حضرت امیر چونکہ خود صاحب
فقر اور صوفی منش تھے۔ اس لئے انہوں نے درویشانہ مذاق بھی اس میں شامل کر دیا اور بجائے
چوغہ کے ایک لمبا کرتہ مروج کر دیا۔ جو تھوڑی سی بہت ترمیم کے بعد آجتک کشمیر میں بدستور
پہنا جاتا ہے۔ اور ہندو و مسلمان اس کو استعمال کرتے ہیں۔ آخر ۱۶ سال سات روز کی جہانبانی
کے بعد ۱۳۹۴ئہ میں سلطان قطب الدین نے رحلت اختیار کی۔ اور روضہ میر حاجی محمد کے
متصل محلہ لنگرہٹہ میں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات۔

قطب برخواست ز روئے کشمیر | کشمیر ز قطب ارج + سکندر ۔
از سر جاہ سکندر بنشست | سنہ ۷۹۶ھ

سلطان سکندر

ایام حکومت ۱۳۹۴ئہ لغایت ۱۴۱۶ئہ مطابق ۷۹۶ھ لغایت ۸۲۰ھ ہجری
۱۳۹۴ئہ مطابق ۷۹۶ھ میں اپنی ماں لورہ[1] کی استمداد سے میرزا آنتکار خلافت پدری
پر معمور ہو کر سلطان سکندر کے نام سے مشہور ہوا۔ تاریخ جلوس یہ ہے :۔

شاہ عادل سکندر ثانی | کہ از و یافت سرفراز ی تاج
ملک روشن نمود شرع از وست | گرچہ بودہ ز ظلم چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش | عقل گفتہ نشرع دادہ رواج

لورہ مردانہ قابلیت کی بیگم تھی جب تک یہ زندہ رہی اس ۱۶ سالہ بیٹے کو ایسے ایسے قابل ندما

---

[1] تاریخ فرشتہ میں اس کا نام سورہ لکھا ہے۔ (فوق)

مشورہ دیئے جس سے سلطان سکندر کی سلطنت کو وہ رونق حاصل ہوگئی جو پرانے راجگان کے وقت میں بھی کشمیر کو نصیب نہ تھی۔ جب شاہ محمد کہ بادشاہ کا داماد تھا۔ فتنہ پردازوں کی انگیخت سے سلطان کی مخالفت پر آمادہ ہوا تو درباریوں نے آگاہی پاکر اپنے داماد اور اس کے ساتھ ہی اپنی بیٹی دونوں کو زہر دیکر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسی اثنائے میں رائے مادری نے جو سلطان کا وزیر اعظم تھا اندرونی مخاصمت کے باعث بادشاہ کی خالفت کا بہانہ سامنے رکھکر اس کے سگے بھائی میرا ہیبت خان کو بھی مسموم کرکے مار ڈالا لیکن جب سکندر کو اپنے بدباطن وزیر کی کجرائی سے آگاہی ہوئی تو سخت متردد ہوا۔ اور وزیر موصوف سے بدظن ہوگیا چونکہ رائے مادری کمال زور و شور پر تھا۔ یکایک اس کا تدارک نہ کرسکا لیکن درپردہ اس کی بیخکنی کی فکر میں ہوگیا۔ وزیر بھی تاڑ گیا اور اپنے بچاؤ کی تجویزیں سوچنے لگا چنانچہ اس نے سلطان کے پاس ظاہر کیا کہ اہالیان تبت کو جو دائرہ اطاعت سے منحرف ہوگئے ہیں اور ان کی گوشمالی کے لئے بذات خود لشکرکشی کرنے کی اجازت چاہی سلطان بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بدکردار اس کی نظروں سے دور ہی رہے۔ فوراً اجازت دیدی بلئے معلوم نہ تھا کہ وزیر بے تدبیر کن تجویزوں میں ہے۔ اسکردو پہنچکر اس نے تمام ملک میں طلاطم طوفان برپا کردیا۔ تمام ملک تبت کو مسخر کرکے سلطان سے منحرف ہوگیا اور نئی سلطنت قائم کرکے خود مختار بادشاہ بنگیا۔ سلطان سکندر نے اس کی تادیب کے لئے ٹڈی دل لشکر بھیجوایا۔ حدود تبت میں جنگ عظیم برپا ہوا۔ آخر کار کئی ایک خونریز لڑائیوں کے بعد نمک حرام وزیر مغلوب ہوکر مقید ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد جیل کے مصائب سے تنگ آکر رائے مادری نے بھی زہر کا پیالہ نوش جان کرکے اپنا کام تمام کردیا۔ اس معرکہ کے بعد سلطان نے ازسر نو ملک تبت پر اپنا قبضہ جما لیا۔ تمام برسمی رسومات جو زمانہ قدیم سے مروج چلی آتی تھیں اس کے عہد میں یک قلم موقوف ہوگئیں۔ باج تمغہ۔ جو عرصہ دراز سے جاری تھا۔ اس نے ہندو مسلمان تمام اقوام کو معاف کردیا۔ اس کی بذل و عطا اور قدردانی و عزت افزائی کا شہرہ سنکر عراق۔ خراسان اور ماوراءالنہر وغیرہ بلاد قرب و جوار سے لوگ جوق جوق جمع ہوکر ملازمت شاہی میں داخل ہونے لگے علم و ہنر کی قدر بدرجہا بڑھگئی۔ انتظام مملکت اور بہبودی رعایا کے لئے اس نے بہت کوشش کی۔ یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا۔ بہت سی فتوحات کرکے اپنے مفبوضات

کو دُور دُور تک پڑتا یا۔ جس طرف لوائے عزیمت کفر اکرتا اس فتح مندی اور فیروزی استقبال کے لئے حاضر رہتی۔

اسی سال جبکہ سلطان موصوف نے تخت سلطنت پر قدم رکھا حضرت امیر کبیر میر علی ہمدانی کے نوجوان خلف لصدق بعمر ۲۲ سال سید میر محمد ہمدانی برفاقت تین سو دیگر رفقا وارد خطہ ہوئے۔ اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہکر یہیں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے[۱]۔ سلطان سکندر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ اور فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہو کر بجا آوریئے خدمات میں دل وجان سے کوشش کرتا رہا۔ آپ کی رہائش کیلئے محلہ نوہٹہ میں ایک عالیشان مکان تعمیر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اُس نے سید صاحب کے فرمان کے مطابق بتخانہ کالی شور کی جگہ جس کو سلطان قطب الدین نے مسمار کر کے حضرت امیر کے لئے صفہ بنوایا تھا۔ اب حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ معلےٰ[۲] تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ کے متعلق ایک لنگرخانہ بھی جاری کیا گیا جس کے مصارف کیلئے سلطان سکندر نے تین گاؤں وقف کر دیئے۔ جو سکھوں کے زمانہ تک اسی خانقاہ کی جاگیر میں شامل رہے۔ سید مذکور کے مشورہ سے اس نے تمام ممنوعات دیگر بدعات مشروع مثل شرابخوری۔ قمار بازی۔ زناکاری۔ چوری اور دیگر رسومات بد بالکل ممنوع کر دیں اور ساز و سرود۔ چنگ و رباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والہ وشیدا ہو رہے تھے۔ ایسے اڑا دیئے کہ ملک میں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ اسی اثناء میں ملک سیہہ بٹ جو سلطان کا وزیر خاص تھا۔ معہ خویش واقارب میر محمد ہمدانی کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی لڑکی بارعہ کو سید مذکور کے عقد مواصلت سے افتخار بخشکر اس سے سلسلہ

[۱] آپ کا مقبرہ بھی سرینگر میں ہے [۲] کشمیر میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی اسی نام سے مشہور ہیں۔ [۳] درحقیقت یہاں کوئی مقبرہ نہیں۔ البتہ اس مقام کو حضرت امیر کی نشست گاہ ہونیکا فخر حاصل ہے اس لئے یہ مقام بھی متبرک خیال کیا جاتا ہے اس جگہ ایک عالیشان مسجد ہے جس کی ایک طرف وہ متبرک صفہ ہے۔ جہاں حضرت امیر سکونت پذیر تھے اس کے علاوہ حضرت امیر کا ایک چغہ اور عصا ئے یہاں رکھا ہوا ہے جس کی زیارت کے لئے حضرت کے عرس کے دن تقریباً تمام کشمیری مسلمان آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اس خانقاہ کی ابتدا سلطان قطب الدین کے وقت میں ہوئی۔ اس کے بعد جس قدر انقلابات اس متبرک خانقاہ نے دیکھے آئیندہ موقعوں پر درج کئے گئے ہیں +

قرابت پیدا کر لیا سیمہ بٹ کو جس کا اسلامی نام ملک سیف الدین قرار پایا تھا۔ دین اسلام اختیار کرنے کے بعد راسخ الاعتقاد اہل ہنود نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ملک کو بھی سب خبریں پہونچتی تھیں۔ اس نے دل میں اقرار کر لیا کہ ان سب کو جب تک مسلمان نہ کر لونگا۔ دم نہ لوں گا۔ طرفین یہ کچھڑی دل ہی دل میں پکا رہے تھے کہ بات باہر نکل آئے اور دلوں کی باتیں زبانوں پر آگئیں۔ ہر جگہ سرگوشیاں اور کمیٹیاں ہونے لگیں۔ ہندو اس فکر میں تھے کہ کسی طرح سابقہ دولت پھر ہاتھ میں آجائے اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ایسی چیز جو ہمارے خیال میں نجات ابدی اور روحانی مسرت کا باعث ہے یعنی دین اسلام کی پیروی وہ تمام کشمیر میں رائج کیجائے سے

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جان لیکے ٹلونگا ۔۔۔ سر بسجدہ ہے مسیحا کہ مری بات رہے

اسی اثنا میں کہیں کہیں بلوے بھی ہونے لگے۔ ملک سیف الدین نے خوب نمک مرچ لگا کر تمام حالات سلطان کے گوش گذار کئے اور کہا کہ جب تک اس فرقہ کو نیست ونابود نہ کیا جائیگا حکومت کو استحکام کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اس فرقہ کو موجودہ بادشاہوں سے جو حسد وکینہ ہے اس کے دو بڑے باعث ہیں۔ ایک تو راج پاٹ کا چھن جانا۔ اور دوسرے اسلام کی نورانی شعاعیں کفر کی تاریکی کو بھی مٹانے کے درپے ہیں چنانچہ سلطان پر اس کا افسون کارگر ہوا۔ سلطان نے سب سے پہلے مندر مارتنڈ سی شور کو جو اس زمانہ سے ساڑھے چار ہزار سال پیشتر راجہ رام دیو نے کریوہ مٹن پر تعمیر کرایا تھا منہدم کرنے کا عزم کیا جس کا سلسلہ ایک سال تک جاری رہا اس مندر کی بنیاد بڑی مضبوط تھی چند پتھر وہاں سے نکلوانے کے بعد سلطان نے وہاں لکڑیاں جمع کرکے آگ لگا دی جس سے تمام مورتیاں اور دیگر منقش ومطلا فضا دیر خاکستر ہوگئیں۔ اس کے بعد بیج بہارہ کے مندر جو تعداد میں تین سو سے زیادہ تھے مسمار کئے گئے مندر وزیہ ایشری کے پتھروں سے بیج بہارہ میں ایک مسجد تعمیر کرائی گئی[1] اسی طرح پر سپور ہ بارہ مولہ تریپشیر مرپشیر وغیرہ کے مندر بھی منہدم کرائے گئے۔

[1] بیان کیا جاتا ہے کہ ان مندروں میں سے ایک مندر وزیہ ایشری کو جو رفعت وشان میں سب سے بڑا اور مشہور مندر تھا مسمار کرنے لگے۔ تو شعلہ ہائے آتشین نمودار ہوئے۔ لوگ سخت ڈر گئے لیکن سلطان نے کچھ خیال نہ کیا اور اپنی رائے پر بدستور قائم رہا۔ آخر کار جب یہ مندر گرایا تو اس کی بنیاد سے ایک پتھر نکلا جس پر بحروف سنسکرت لکھا تھا۔ بسم اللہ بتر بنر شست وزیہ ایشری یعنی بسم اللہ ایک افسون ہے جو مندر وزیہ ایشری کو ویران کرینگا۔ ۱۲

باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۷

مندر مہاشری اور نارایٹ جو بمقام سرینگر محلات شاہی [illegible] تھے۔ ویران کئے گئے اور
اور ان کے پتھروں سے سرینگر کی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ غرض بہت کم مندر رہتے جو
ملک سیف الدین اور سلطان کی دست برد سے بچ رہے۔ مندروں کی جگہ مسجدیں اور خانقاہیں
تعمیر کی گئیں جس سے سلطان بت شکن کے نام سے مشہور ہوگیا جب ملک میں یہ تادرشاہی ہو
رہی تھی۔ اکثر ہندو اپنی جان بچانے کیلئے اپنے آپ کو مسلمان کہنے لگے اور ہزارہا مسلمان ہوگئے جزیہ
کے اجراء نے غریب ہندوؤں کو مسلمان بننے پر مجبور کردیا۔ کہتے ہیں جب نو مسلموں کے
زناروں کو وزن کیا تو وہ تین خروار یعنی ساٹھ من آٹھ سیر انگریزی نکلے۔ سلطان کی یہ حالت
دیکھ کر عوام مسلمان بھی ہندوؤں پر دست تعدی دراز کرنے لگے۔ میر محمد ہمدانی
یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب سلطان کے مظالم حد سے گذر
گئے تو انہوں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اسلام اس کی ہرگز
اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کی اشاعت خلق محبت اور نیک نمونوں سے ہوتی
ہے۔ اور اب بھی اسی طرح ہوتی رہیگی تلوار کو قابو میں رکھو اور تالیف قلوب سے کام
لو۔ یہ بیرحمی کسی دین اور آئین میں جائز نہیں۔ مباش در پئے آزار ہرچہ خواہی کن۔ کہ در
طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست سلطان پر اس نصیحت کا اثر ہوا لیکن ملک سیف الدین
کی دن رات کی مصاحبت نے اس کو پائدار نہ ہونے دیا۔

۱۳۹۸ء میں امیر تیمور ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ ابھی دریائے اٹک کے
کے کنارے ہی پہنچا تھا کہ سلطان نے نہایت عقلمندی سے کام لیکر اپنا
ایلچی اظہار متابعت کے لئے اس کے پاس روانہ کردیا۔ امیر سلطان کی حسن تابعیت سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶ سطر ۱۵ تاریخ فرشتہ میں برسیبر کے مندر کی بابت لکھا ہے کہ جب راجہ للتادت نے یہ
عظیم الشان اور مستحکم مندر تعمیر کرایا۔ تو نجومیوں سے اس کی مدت قیام کا حال پوچھا۔ نجومیوں نے جواب
دیا کہ اس تاریخ سے جب ایک ہزار ایک سو سال گذریگا تو سکندر نام ایک بادشاہ اس [illegible] گرا
اور ویران کریگا اور عبادت کی صورت پتھر کی مورت کو اپنے ہاتھ سے توڑیگا۔ للتادت نے یہ مضمون
ایک تانبے کے پترہ پر کندہ کرا کر اور ایک صندوق میں رکھوا کر بنیاد کے نیچے دفن کردیا۔ چنانچہ
جب بنیاد کھودی گئی تو لوح برآمد ہوئی۔ اور سب عبارت بخط سنسکرت حرف بحرف
موجود پائی گئی۔ (فوق)

بہت خوش ہوا چنانچہ بجواب اس خط منابعت کے اُس نے ایک زنجیر ہاتھی اور نغمہ شاہی اور خلعت گراں قدر سلطان کے لئے بھیجوا کر اظہار خوشنودی کیا۔ اس کے بعد سلطان نے بھی مولانا نورالدین کو بے شمار تحفہ و تحائف دیگر صاحبقران کی خدمت میں ارسال کیا۔ امیر نے بکمال خوشی و مسرت تحفہ و تحائف قبول کئے اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور اس کے ایلچی کو حکم دیا کہ واپسی پر سلطان ہماری ملاقات کے لئے حاضر رہے جب امیر تیمور مراجعت پذیر ہوا تو امرائے دیوان اعلیٰ نے سلطان کے نام ایک حکم نافذ کیا کہ باریابی کے موقع پر وہ تیس ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی طلائی بطور نذرانہ پیش کرے۔ اسی اثناء میں جب سکندر کو اطلاع ہوئی تو اس نے زین الدین کو امیر کی خدمت میں بھجوایا جس نے بمقام جموں باریابی حاصل کر کے معروض سمع اعلیٰ کیا کہ سلطان حسب الحکم یہیں حاضر ہونے کو تھا کہ راستہ میں بمقام چھتیاں اپنے ایلچی مولانا نورالدین سے ملاقی ہوا جس نے اسے نذرانہ پیش کرنے کا حکم سنایا اب اس کے انتظام کے لئے سلطان کشمیر کو لوٹ گیا ہے۔ اور عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ امیر تیمور اپنے امرا کے بے جا احکام جاری کرنے سے سخت برآشفتہ ہوا اور کہنے لگا کہ ملک کی حیثیت سے بڑھکر نذرانہ طلب کیا گیا ہے اس لئے اس نے زین الدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے سلطان کو مطلع کر دے کہ از قسم نذرانہ وہ کوئی تردد نہ کرے اور ۱۳۔ رجب ۸۰۱ھ مطابق ماہ مئی ۱۳۹۹ء کو دریائے اٹک کے کنارے پر حاضر رہے۔ لیکن سلطان ابھی بارہ مولا ہی پہنچا تھا کہ امیر تیمور دریائے اٹک عبور کر کے سمرقند کو روانہ ہو گیا اس لئے سکندر نے اپنے بیٹے شاہی خان کو قابل کار اور ہوشیار ایلچیوں کی رفاقت میں امیر کے پاس سمرقند بھجوا دیا۔ اور خود واپس لوٹ آیا شاہی خان عرصہ سات سال تک امیر تیمور کے ہمرکاب سمرقند ہی رہا۔ آخر تیمور کے انتقال کے بعد ۸۰۸ھ میں مراجعت اختیار کر کے کشمیر آ گیا۔

اس میں شک نہیں کہ حیثیت ناموری و شوکت شاہی سکندر کی سلطنت کشمیر کیلئے باعث فخر تھی اور ممالک غیر سے بھی اس نے اکثر لوگ بلوا کر مناصب جلیلہ اور مدارج اعلیٰ پہ ممتاز کئے جس سے اس کی مردم شناسی اور علم دوستی بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس نے رعایا کے ایک ضروری اور لازمی جزو دہ ہندو فرقہ کو وہ اذیت دی یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے

اور اہلکاروں خصوصاً ملک سیف الدین نے جو ظلم وستم ہندو کر ایک
بادشاہ اور عادل بادشاہ کے واجب نہ تھے ۔ بہرحال ۲۲ سال ایکماہ ۶ روز شمسی پور
جاہ وجلال کے ساتھ فرمانروائی کرنے کے بعد جب آخری وقت آپہنچا تو اُس نے اپنے تینوں بیٹوں
یعنے میر خان شاہی خان اور محمد خان کو طلب کرکے میر خان کو جو سب سے بڑا تھا ولیعہد مقرر کرکے علیشاہ
کے لقب سے سرفراز کیا اور باقیوں کو اُس کی مطاوعت کا سبق سنا کر ۲۲ ۔ محرم سنہ ۸۱۹ھ میں رہگرائے
عالم فانی ہوگیا ۔ اور مندر لولی شور کے احاطہ میں شمال کی طرف مدفون ہوا تاریخہائے
وفات کئی ایک مسلمان شاعروں نے بڑی قابلیت سے موزون کی ہیں مگر یہاں

لہ سلطان سکندر نہایت سخی اور فیاض بادشاہ کشمیر میں گذرا ہے اُس کی سخاوت کا شہرہ
سنکر ہندوستان ۔ عراق ۔ خراسان اور دیگر ممالک سے قابل اور برگزیدہ لوگ دربار
کشمیر میں جمع ہوگئے تھے ۔ علم وفضل کا کمال چرچہ چاتھا ۔ شوکت وعظمت اور دبدبہ ورعب
اور کثرت افواج میں ممتاز تھا ۔ رسومات بد دور کرکے اُس نے بہت سے احکام حسنہ جاری کئے
جن میں سے تین کا ذکر تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے ۔ اول یہ کہ اُس ملک میں شراب کشید کرنے بیچنے خریدنے
اور پینے کی سخت ممانعت تھی ۔ دوسرا یہ کہ اُس نے تمغہ (جو ایک قسم کا ٹیکس ہوتا تھا) اپنی تمام ہندو مسلمان
رعایا کو معاف کردیا تھا تیسرا یہ کہ ستی کی رسم کی جس کی رو سے ہندو عورت اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ
جلائی جاتی تھی سخت ممانعت کردی ۔ اور اس کو ایک ظلم قرار دیا ۔ مرنے سے پہلے اپنے تینوں بیٹوں
کو اپنے پاس بلوایا اور ان کو اتحاد و اتفاق کی وصیت کی ۔ ایسا زیرک اور نیک دل بادشاہ یکایک
اپنی رعایا کے ایک کثیر حصے کی دل آزاری پر کس طرح آمادہ ہوگیا ۔ بظاہر نہایت تعجب انگیز
بات ہے ۔ لیکن جب بہ نظر تعمق دیکھا جائیگا اور مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی جائیگی
تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ استاد ازل پس پردہ کہتا تھا اُسی پر عمل کیا جاتا تھا اُس کی کیفیت
یہ ہے کہ جبتک سلطان سکندر کی ماں جو نہایت عاقلہ اور مدبرہ عورت تھی زندہ رہی اپنے بیٹے
کو امورات جہانبانی سے آگاہ کرتی رہی بلکہ اُس کی اوائل حکومت میں مہمات ملکی میں خود دخل
دیتی رہی ۔ اُس کے انتظام اور اُس کی وجاہت سے نہ سلطان کو انحراف کی طاقت تھی اور
نہ اُمرائے کشمیر کوئی فتنہ پیدا کرسکتے تھے ۔ جب سلطان کی ماں کا انتقال ہوگیا تو رائے مادری
نے جس پر مہمات شاہی کا دارومدار تھا پہلے در پردہ پھر علانیہ بغاوت اختیار کرلی اور ملک میں شور وشر برپا
ہوگیا اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد حضرت میر سید محمد ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے ۔ بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۰

صرف فوت سکندر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سلطان علی شاہ

ایام ایالت ۶ سال ۹ ماہ ۷ از روز ۱۴۱۶ تا نہایت ۱۴۲۳ مطابق ۸۱۹ھ تا نہایت ۸۲۶ھ

۱۴۱۶ء میں علیشاہ باپ کا جانشین ہوا۔ اُس نے سلطان مرحوم کے وزیر و مشیر ملک سیف الدین کو بدستور عہدہ وزارت پر ممتاز رکھا جس نے نئے سلطان کو بھی بیچارے ہندوؤں کی تخریب و تکذیب پر آمادہ کر دیا۔ تعصب مذہبی میں علی شاہ باپ سے بھی چار قدم آگے نکلا چنانچہ اُس نے ہندوؤں کو پوجا پاٹ سے بھی روک دیا قشقہ لگانے کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۔ جن کے ہاتھ پر پہلے تو سلطان نے بیعت کی پھر سیہ بٹ پنڈت نے جو بادشاہ کا مدبر تھا اور جس نے برضا و رغبت خود دین اسلام قبول کیا تھا اپنی لڑکی بارعہ کا حضرت میر سے نکاح کر دیا سلطان کو حضرت کی بیعت سے آداب دین یعنی علم فقہ و حدیث اور خدمت اسلام کا اور بھی شوق ہوا۔ سیہ بٹ کا اعزاز بھی بڑھایا بلکہ سیاہ و سفید کا اُسی کو معتمد علیہ قرار دیا۔ سیہ بٹ نے جس کی اپنے سابقہ دین اور دینی بھائیوں سے عداوت خاص ہو گئی تھی۔ کیونکہ مذہب تبدیل کرنے کے لیے وہ بھی اُس کو بھی نفرت سے دیکھتے تھے۔ برہمنوں کی دل آزاری اور ایذا رسانی پر کمر باندھی اور کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا۔ اب داد فریاد کی کوئی گنجائش نہ رہی برہمنوں کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ سونے چاندی کے بت دار الضرب میں گلا کر سکہ کر دئے گئے۔ ہندو مورخوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس قدر ظلم و ستم کشمیر میں سلطان سکندر کے نام سے ہوا ہے اس کا بانی مبانی دراصل سیہ بٹ ہی ہے جو بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے ہندوؤں پر طرح طرح کی جور و جفا روا رکھتا تھا۔ چنانچہ صاحب گلدستہ کشمیر پنڈت ہرگوپال کول صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہیں یہ تو نے یعنی سیہ بٹ نے مسلمان ہو کر بادشاہ کو اپنے پرانے دھرم کے برخلاف ترغیب دی اور کہا کہ مندروں کی انہدام و بت شکنی لازم ہے۔ مگر واقعات کشمیر جس کے مصنف دیوان کرپا رام صاحب مدار المہام جموں و کشمیر مہاراجہ رنبیر سنگھ جی بہادر آنجہانی ہیں اور جنہوں نے کمال بے تعصبی اور اعتدال سے اپنی تاریخ لکھی ہے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے کہ سیہ بٹ جو سپہ سالار تھا حصول جاہ و منزلت کی خاطر بہا دین بدلا اور بادشاہ کو مندر ہائے قدیمہ کے انہدام کی طرف متوجہ کیا لیکن صاحب گلدستہ کشمیر کا ایک اور جگہ یہ لکھنا کہ میر سید محمد ہمدانی صاحب نے بادشاہ کو بت شکنی و دھرم بدلانے کی [illegible]

سخت ممانعت کر دی گئی۔ چار دن نے اُس کے مظالم سے تنگ آ کر خودکشی اختیار کر لی۔ بعض گھر باہر کو آگ لگا کر خود بھی اُسی میں جل گئے۔ کئی دریا میں غرق ہو گئے۔ ہزاروں نے مسلمان ہو کر اپنی جان بچائی۔ سینکڑوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ باقیوں نے جلاوطنی اختیار کرنے پر کمر باندھ لی جب وزیر کو لوگوں کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے راستوں پر پہرے بٹھا دیئے کہ کوئی شخص پروانہ راہداری کے بغیر باہر نہ جانے پائے۔ آخر کار جب اس کے مظالم حد سے گذر گئے تو احکم الحاکمین نے ۸۱۹ھ میں ملک سیف الدین کو صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا جس سے تقریباً تمام جور و بدعت کا فیصلہ ہو گیا جیسا کہ تعصب میں یہ شخص لاثانی تھا ویسے ہی فہم و فراست اور معاملہ فہمی میں بھی بے نظیر تھا اس میں شک نہیں کہ اگر سیف الدین میں مادہ تعصب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آبِ زر سے لکھنے کے قابل تھا۔ کشمیر میں اس کی عقل و دانش کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن یہاں ان کا تذکرہ محض طوالت کا باعث ہے۔ اس وزیر نے تین سلطنتوں کا زمانہ دیکھا یعنی قطب الدین۔ سلطان سکندر۔ اور سلطان علی شاہ۔ ان تینوں کے عہد میں امورات ملکی کا انصرام نہایت قابلیت سے انجام دیتا رہا۔ اور چالیس برس تک منصب وزارت پر ممتاز رہ کر اس عالم سے انتقال کر گیا۔

ملک سیف الدین کے انتقال پر علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خان کو منصب وزارت پر سرفراز کیا جس نے پرانے مظالم کی بیخ کنی کر کے عدل و انصاف کا سکہ بٹھا دیا۔ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ پایۂ ثبوت سے گرا ہوا ہے۔ میر سید محمد ایک صوفی منش اور فقیر کامل بزرگ تھے دل آزاری اہل تصوف کا شیوہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب میر محمد صاحب تک ان معاملات کی خبر پہنچی تو انہوں نے ایسی بدعات سے سلطان کو منع کیا لیکن کچھ عرصے کے بعد امیر ہمدانی صاحب کے تشریف لیجانے کے باعث سیہ بٹ کی مہربانی سے پھر کشمیر پر ظلم و ستم کی تاریکی چھا گئی۔ سلطان کی وفات پر نہایت دردناک مرثیے لکھے گئے وہ مرثیے بہت مشہور ہیں جن کے مطلع یہ ہیں ۔ کجا است شاہ سکندر کجا است میاں تش۔ در انتظار بلا کہ گو گو تش۔ زہجر شاہ دل ہر کہ ہست پُر خون است۔ جگر ز درد کباب است دیدہ جیحون است ۔ (فوق)

۱؎ یہ مندر آجکل مقبرہ بڈہ شاہ کے نام سے مشہور ہے جس میں سلاطین کشمیر کے علاوہ اور بھی کئی نامی گرامی اصحاب مدفون ہیں۔ جو مہاراج گنج بازار کے متصل واقع ہے +

کی صحبت نے سلطان پر وہ اثر کیا کہ اپنے کردار ناشائستہ سے سخت نادم اور بیزار ہو گیا اور تلافی مافات کے فکر میں ہوا چنانچہ چھ سال چھ ماہ کی حکمرانی کے بعد سلطنت اپنے بھائی شاہی خان کو سپرد کر کے زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم ہوا۔ لیکن جب جموں پہنچا۔ تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر[1] تھا ترک سلطنت پر اسے بہت کچھ سخت سست کہا یہ موم کی ناک وہیں پھسل گیا۔ اور راجہ جموں سے بیشمار فوج لیکر براہ پکلی واپس آ گیا جب اوڑی پہنچا تو شاہی خان بھی اپنی افواج آراستہ کر کے برسر مقابلہ ہوا لیکن شکست کھا کر سیالکوٹ کو بھاگ گیا۔ علیشاہ پھر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اور بدستور سابق جور و بدعت سے رعایا کو برباد کرنے لگا۔

ان دنوں راجہ جسرتھ خان گکھڑ نواح پنجاب میں بڑے عروج پر تھا۔ شاہی خان اس کے پاس چلا گیا تا وہ اس سے امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ بلکہ جسرتھ خان بذات خود اس کے ہمراہ آیا۔ اور دونوں بھائیوں میں خونریز لڑائی چھڑ گئی لیکن جلدی ہی علیشاہ مغلوب ہو کر جسرتھ خاں کی قید میں آ گیا۔ اور شاہی خان مظفر و منصور داخل کشمیر ہوا۔ رعایا پہلے ہی سے علیشاہ کے مظالم سے نالاں اور شاہی خان کے حسن انتظام کی مداح تھی۔ سب نے بغیر قیل و قال اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سلطان علیشاہ نے چھ سال نواہ تک حکومت کی اس کے عہد میں والئے کاشغر یورش کر کے ہر دو تبت اپنے قبضہ میں کر لئے اور سلطان عدم استطاعت کے باعث بالکل خاموش [illegible]

[1] صاحب گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں کہ جب ارادہ حج ترک سلطنت کر کے جب علیشاہ پنجاب تک آیا تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر بھی تھا اس کو ملامت کر کے واپس بھیجا۔ صاحب گلزار کشمیر لکھتے ہیں کہ تخت فرمانروائی بھائی کو دیکر علیشاہ در جموں مد نولہ جموں ورود نمود۔ بزرگ جہانداری [illegible] آراستہ راجہ آنجا [illegible] فرشتہ میں لکھا ہے کہ ترک سلطنت کے بعد علیشاہ رخصت لینے کے لئے اپنے خسر راجہ جموں کے پاس آیا جس نے اس [illegible] کی اور [illegible] نے بھی ایسا ہی کیا [illegible] ہوتا ہے کہ حیدر ملک صاحب تاریخ فرشتہ تاریخ کشمیر اعظمی کے [illegible] علیشاہ کا خسر لکھا ہے۔ صاحب گلزار کشمیر تو راجہ جموں تک علیشاہ کا آنا تو تسلیم کرتے ہیں لیکن سلسلہ قرابت کا ذکر نہیں کرتے۔ صاحب گلدستہ خسر تو مانتے ہیں لیکن حاکم جموں نہیں بلکہ حاکم پنجاب کو۔ تاریخ کشمیر اعظمی میں [illegible] اور جب کہ حج ہوئے دو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اگر بات مولانا [illegible] کشمیر کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ترک سلطنت کے بعد سلطان علیشاہ جموں گیا کیونکہ وہاں کے راجہ کی لڑکی اس کی رانی تھی۔ راجہ نے ترک سلطنت پر لعنت کی اور حج سے روک کر اس کو لشکر کشی پر آمادہ کیا۔ ہم نے اس واقعہ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مختلف تاریخوں سے اقتباس کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دیا ہے جس کو چاہیں تسلیم کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔ (فوق)

سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ

ایام حکومت ۵۱ سال ۲ ماہ ۳ روز سنہ ۱۴۲۳ء لغایت سنہ ۱۴۷۴ء مطابق سنہ ۸۲۶ھ لغایت سنہ ۸۶۹ھ

انگلستان اور فرانس میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ "بادشاہ کا انتقال ہوگیا ہے خدا بادشاہ کو سلامت رکھے۔ اور اسی کے مطابق فارسی میں مشہور ہے "بادشاہ مُرد بادشاہ زندہ باش" بظاہر بادشاہ مرگیا بادشاہ سلامت رہے۔ نہایت بے جوڑ بے ربط اور مہمل فقرہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب منظر غور سے دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ الفاظ نہایت پُر معنی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ایک بادشاہ کا انتقال ہوتے ہی دوسرے کی حکومت شروع ہوجاتی ہے۔ اور چونکہ تقاضائے قدرت ہے کہ کوئی ملک بغیر بادشاہ کے نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ایک بادشاہ کے انتقال کرتے ہی دوسرے کی سلامتی کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔

علی شاہ سے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب بیزار تھے۔ ہندو تو اس لئے کہ اُن کو اُس کے عہد میں ملک سیف الدین یعنی سیوبٹ وزیر نے سخت ایذائیں دیں۔ ان کے مذہب میں رخنہ اندازی کی۔ اور مسلمان اس لئے کہ مُلک میں ظلم و ستم کے باعث نہایت بے اطمینانی کی صورت تھی۔ اور سلطان تمام اختیارات ملک سیہ بٹ کو تفویض کرکے ہر وقت عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ تخت کشمیر جب علی شاہ سے خالی ہوگیا اور شاہی خان کے بادشاہ ہونے کی خبریں گوش زد خلائق ہونے لگیں۔ تو رعایا نہایت محظوظ ہوئی اور خوشی کے شادیانے بجانے لگی۔

شاہی خان نے تخت نشین ہوکر زین العابدین اپنا نام رکھا۔ جلوس کی تاریخیں بہت کہی گئیں اور جلسے بھی شان و شوکت سے ہوئے۔ ایک تاریخ کا یہ مصرع ہے ؏ سایۂ الطاف خدائے واہب ۸۲۶ ہجری یہ تاریخ بادشاہ کی آئندہ زندگی پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔ تاج شاہی زیب سر کرکے اس نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خاں کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور امورات جزوی و کلی اسی کے تفویض کر دیئے۔ ملت رینہ اور احمد رینہ کو منصب سپہ سالاری پر سرافراز کیا اور ملک مسعود

تھا کو رکو رتبہ مدار المہامی بخشا۔ لیکن قضاۃ با عدالت او تشخیص و انفصال مقدمات کا کام خاص اپنے ہاتھوں میں رکھا۔

یہ بادشاہ شجاع۔ کریم النفس سخا دل اور عالم تھا۔ تعصب ریاکاری۔ جور و جفا اور ظلم و دغا اس کے پاس بھی نہ پھٹکنے پاتے تھے۔ جلوس کے دن اس نے سابقہ حکمرانوں کے تمام قیدی اور محبوس رہا کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے تمام اُن رسومات بد کو جو سابقہ سلاطین یا راجگان کی کوتہ اندیشی سے ملک میں پھیل رہی تھیں یک قلم موقوف کر دیا۔ نرخ نویسی منسوخ کر دی۔ جرمانہ اور رسد اور وہ جو مقدار غریب رعایا سے وصول کیا کرتے تھے ممنوع قرار دیا۔ غرضیکہ تمام امورات ملکی و مالی کی نسبت جدید قواعد و ضوابط مرتب کئے اور اُن کا خلاصہ تختہ ہائے مس پر کندہ کرا کے کوچہ و بازار اور شہر و دہات میں نصب کرا دیا تاکہ لوگ اہل کاروں کے دھوکا و فریب سے بچ رہیں اسی طرح سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے لئے بھی عام اشتہار جاری کر دیئے۔ کہ اب وہ لوگ غارت گری کو ترک کر دیں اور تجارت اختیار کریں۔ قلیل اور معقول منافع پر مال و اسباب فروخت کیا کریں۔ اور دھوکا دہی اور فریب بازی سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ گز۔ جریب۔ پیمانے اور باٹ ملاحظہ کر کے پوری مقدار اور اوزان کے پیمانے جاری کئے۔ اس سے پہلے جو سونا اور چاندی سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ میں مندروں اور مورتیوں کو غارت کر کے جمع ہو جاتا تھا ٹکسالوں میں مضروب کیا جاتا تھا جس سے رائج الوقت سکوں میں زر کساوی پیدا ہو گئی۔ سلطان زین العابدین نے پرانی ضرب کو موقوف کر دیا اور خالص دھاتیں مسکوک کر کے نیا سکہ جاری کیا۔ چنانچہ اس وقت کے سکوں کے قلوشے اب بھی ملتے ہیں۔

اس بادشاہ کی تخت نشینی نے ملک کی کایا پلٹ دی۔ سرکشوں اور زبردستوں کو اس حکمت عملی سے ذلیل و خوار یا مطیع و منقاد کر لیا کہ ملک بھی ان کے شر سے بچ گیا اور کوئی فساد بھی برپا نہ ہوا۔ ایسی گہری پالیسی کا آدمی تھا کہ عقلمند سے عقلمند آدمی اسکی دشمنی اور دوستی میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص مورد عتاب بھی ہوتا تو اس

ملہ ان دس فلوس یعنی پیجن کا وزن ایک پاؤ پختہ ہے ۱۱ منہ جب سلطان علیشاہ نے ترک

چال بازی سے اسے ملک سے نکال دیتا کر وہ جلاوطنی کو بھی سلطان کی عنایت ہی سمجھتا۔ لوگ اُس کے جائز نا جائز احکام کی تعمیل عین رضامندی سے کرتے بلکہ اسے فخر سمجھتے۔ اس کے عہد میں طائفہ کو جیکان کئی پشتوں سے سلاطین کے کوکہ چلے آتے تھے۔ اب اس قدر عروج پا گئے کہ امورات سلطنت میں بھی دخل انداز ہونے لگے چاروں طرف فساد و انقلاب کا سکہ چلانا شروع کر دیا جس سے سلطان سخت برافروختہ ہوا۔ اس بات کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جھنجلا سے۔ اور اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے آخرکار سلطان نے اس گروہ کو بارطائف الحیل نوشہرہ پہنچا کر اس طرح قتل کیا کہ اس فتنہ محشر انگیز کی خبر بھی کسی کو کانوں کان نہ ہوئی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ ہر ایک شخص کو متوسط درجہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا تاکہ لوگ جادۂ اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں۔ نامحرموں اور بیگانی مستورات کو نظر اُٹھا کر کبھی نہ دیکھتا تھا اور اپنے متعلقین اور اہل کاروں کو بھی ہمیشہ ایسی حرکات سے روکتا رہتا تھا۔ چوروں چکاروں کے بارے میں علاوہ دیگر قوانین ایک یہ بھی ہشتہار دے رکھا تھا کہ اگر کسی کا مال و اسباب چور لیجائیں تو وہ مال یا اُس کی قیمت گاؤں کے رئیسوں سے وصول کی جائے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چوری بالکل عنقا ہو گئی۔

انفصال مقدمات میں جو اُس نے اپنا فرض منصبی بنا رکھا تھا اسکی فہم و فراست اور عقل و دانش کی جو ہر وقتاً فوقتاً ظہور میں آتی رہتی کئی ایک مثالیں مشہور ہیں بعض اوقات ایسے ایسے فیصلے دیتا کہ دانایان دہر بھی اس کی ذہانت اور طباعی پر عش عش کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی عورت نے سوکن کے جلاپے سے اپنے شیر خوار بچہ کو مار ڈالا اور تہمت قتل کی دوسری پر لگا دی۔ دانشمند جج بھی جب اس قضیہ کے تنقیح میں لاچار ہو گئے تو یہ مقدمہ سلطان کے روبرو پیش ہوا اس نے ملزمہ کو خلوت میں طلب کر کے بوعدہ معافی اصل حقیقت دریافت کی لیکن وہ بدستور اس فعل کے ارتکاب سے انکار ہی کرتی رہی۔ آخرکار سلطان نے اُسے کہا کہ اگر تم بے گناہ ہو تو کپڑے اُتار کر ننگی بدن دریا سے گذر جاؤ۔ لیکن ملزمہ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور ایسی رسوائی سے موت کو اچھا سمجھا۔ اس کے بعد مدعیہ کو بلوا کر پوچھا گیا۔ وہ بھی بدستور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ سلطنت کر کے حکومت کشمیر شاہی خان کے سپرد کی اور آپ جموں میں پہنچا

استغاثہ پرائی رہی لیکن جب سلطان نے اُسے دربار سے تن عریاں نکلنے کا حکم دیا تو وہ فورًا طیار ہوگئی۔ اور کپڑے اُتارنے لگی سلطان نے اُسے روکا اور دوسری عورت کے لئے جلادوں کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا۔ آخر جب جان پر آبنی تو اُس نے اپنے مجرم ہونے کا اقبال کرلیا اور اپنے کئے کی سزا پائی۔

اسی اثنا میں اس نے شہر سری نگر میں جانب غرب عالی شان عمارتوں کا ایک محلہ تعمیر کرکے نوشہر[1] کے نام سے موسوم کیا۔ اسی محلہ میں سلطان نے اپنا محل سرا اور محلات دربار بھی تعمیر کرائے۔ دربار عام کے لئے بارہ منزلہ عمارت بنائی گئی تھی ہر ایک منزل میں پچاس حجرے واقع تھے جن میں سے ہر ایک حجرے میں پورے پانچ سو آدمی سما سکتے تھے۔ یہ قصر نگارین جیسا کہ وسعت اور سربلندی میں رشک زمانہ تھا ویسے ہی صنعت وحرفت اور نقش ونگار میں اعجوبہ روزگار گنا جاتا تھا۔ سرکاری طور پر یہ محلات زینہ ذیب کے نام سے موسوم تھے لیکن عوام اسے راجدان[2] کے نام سے پکارتے تھے۔ علاوہ ازیں نالہ سندھ سے ایک نہر کاٹی گئی تھی جو اس محل کے صحن سے گذرتی تھی۔ یہ عجیب وغریب عمارتیں عرصہ دراز تک سلطان زین العابدین

بقیہ حاشیہ ۳۵۔ تو راجہ جموں نے ترک سلطنت پر ملامت کی۔ اور واپس جانے کا مشورہ دیا۔ راجہ جموں اور راجہ راجور دونوں سلطان کی امداد پر تیار ہوئے۔ آخر شاہی خان شکست کھاکر جسرتھ کے پاس پہنچا جو اُن دنوں پنجاب پر متصرف تھا۔ اس کے بعد علیشاہ نے تن تنہا شاہی خان اور جسرتھ پر فوج کشی کی۔ لیکن شکست کھائی۔ شاہی خان نے تاج سلطنت سر پر رکھا۔ اور ہر چند راجہ جموں اور راجور نے اس کی تباہی ومخالفت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ پھر بھی اپنی مشہور حلیم الطبعی عالی حوصلگی اور بلند خیالی سے اُس نے ان کو معاف کردیا۔ تذکرہ بے مثل راجگان راجور صفحہ ۱۲۷۔ اُن دنوں راجور کا راجہ شہاب الدین خان عرف سکار سینہ تھا۔ فوق ۔ ۱۲

[1] جو نوشہرہ سری نگر کے متصل اب ایک علیحدہ گاؤں شمار کیا جاتا ہے اسی شہر کا ایک محلہ تھا۔ ۱۲

[2] یعنی بادشاہ کے مکان۔ ۱۲

کے جاہ وجلال اور عظمت و نشان کی زندہ یادگار بہم پہنچاتی رہیں آخر کار چکوں کے شور و فساد کے زمانہ میں مخالفوں نے اس عالی شان عمارت کو بھی آگ لگا کر نیست و نابود کر دیا۔[1]

انتظام ملک کے بعد سلطان ممالک قرب و جوار پر فوج کشی کی طیاریاں کرنے لگا۔ ملک تبت جو سلطان علیشاہ کے وقت والیئے کاشغر کے قبضہ میں آگیا تھا یاد آ آ کر باعث ملال خاطر ہونے لگا۔ ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار ہمراہ لے کر اس ملک پر چڑھائی کر دی۔ ادھر سے والیئے کاشغر نے بھی ٹڈی دل لشکر غنیم کی سرکوبی کے لئے بھیجا یا بمقام شنی زمی واقعہ تبت جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اس لڑائی میں اس قدر سپاہی اور سردار کام آئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اگرچہ کشمیری فوج تعداد میں غنیم کے لشکر سے بہت کم تھی لیکن تائید غیبی ان کے شامل حال تھی۔ دشمن مغلوب ہوا اور سلطان مظفر و منصور ہو کر ہر دو تبت پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے سال اپنے پرانے رفیق اور معاون جسرتھ خاں گکھڑ کو ہمراہ لے کر پنجاب کی جانب روانہ ہوا۔ اور پشاور سے دریائے ستلج تک تمام علاقہ اپنے قبضہ اقتدار میں لا کر بادشاہ دہلی سے مبارز طلب ہوا۔ فریقین میں خونریز لڑائیاں ہوئیں مگر بڑی جد و جہد کے بعد آخر کار صلح پر نوبت پہنچی۔ اور فیروز شاہ تغلق کے عہد نامہ کے مطابق سرہند سے کشمیر تک تمام ملک زین العابدین کے حصہ میں آیا۔ واپسی پر اُس نے امراء اور سرداران لشکر کو گراں بہا انعام و اکرام سے سرافراز کیا۔ سپاہیوں، بہادروں اور دلاوروں کو بھی گھر ان قدر بخشائش سے مالامال کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ جب کسی ملک کو فتح کرتا تو جو مال غنیمت اُس کے ہاتھ آتا سب کا سب لشکریوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ علاوہ ازیں عموماً خراج مقرر کر کے ملک ہی موروثی مالکوں کے حوالہ کر دیتا تھا جس سے اسکی رعایا اور سپاہ دونوں خوش و خرم رہتے بلکہ ہر وقت اس کے پر سینے جانیں لڑانے کو طیار رہتے تھے۔

جب معرکہ آرائی اور جہانگیری سے فراغت پا کر کشمیر پہنچا تو ربط و ضبط ملک آبادی مزروعات اور بہبودی رعایا کے انتظام میں از سر نو مصروف ہوا۔ بعض قطعات اراضی

[1] کہتے ہیں کہ ایک سال تک اسکی بنیاد و سلگتی رہی۔ ۱۲

جو ذوالقدر خان کے وقت سے بنجر اور غیر آباد چلے آتے تھے اُس نے آباد کر دیئے
انہار آبپاشی اور پل جو عدم توجہی کے باعث شکستہ حال ہو رہے تھے مرمت کرائے
کئی ایک موقعوں پر جہاں طوفان آب کا اندیشہ تھا ڈیم استوار بنوائے۔ اس زمانہ
میں آبادی اراضی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ سوائے زراعت کے ایک چپہ زمین بھی
خالی نہ دکھائی دیتی تھی۔ پانی کی نہریں بھی حتے الامکان تمام زمینوں میں پہنچائی گئی تھیں
اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فراخی معیشت جمعیت خاطر۔ وسعت ماکولات اور ارزانی
غلات اس حد تک پہنچ گئی کہ ادنٰے سے اعلٰے اور امیر سے غریب تک کوئی کسی کا
محتاج نہ رہا۔ ہر ایک شخص دنیاوی تفکرات سے آزاد فارغ البالی اور خوشحالی سے
عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا۔

سلطان زین العابدین کو سیر و سیاحت اور تعمیرات کا بڑا شوق تھا چنانچہ وہ اپنے
اوقات عزیزہ کا بڑا حصہ سیر و تفریح اور دورہ پر صرف کرتا تھا۔ عموماً تمام سال وہ مختلف
دیہات و پرگنہ جات ہی میں پھرتا رہتا خصوصاً کوہسار تالاب اور چشمہ اس کے مذاق کی خاص
سیرگاہیں تھے جہاں خوشگوار آب و ہوا دیکھتا مکان اور باغات بنا کر وہیں طرح اقامت
ڈالتا۔ چشمہ کوثر ناگ[1] میں اس نے چوب صندل کی ایک کشتی ڈالی ہوئی تھی جس پر
بیٹھ کر چشمہ مذکور کی سیر و سیاحت کرتا۔ اسی طرح کوہ ہرمکھ کے دامن میں تالاب
گنگابل[2] یا ہرمکٹ گنگا میں بھی اس نے سیر و شکار کے لئے کشتیاں رکھی ہوئی تھیں
جھیل اولر کے مغربی کنارے کا علاقہ جو عدم آبپاشی کے باعث ویران پڑا تھا اسکی توجہ
کا خاص مرجع تھا۔ اس علاقہ کو آباد کر کے اس نے زینہ گیر کے نام سے موسوم کیا۔

[1] تحصیل کولگام علاقہ شیپیاں میں ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی پر قریب دو میل لمبا اور چھ سو گز چوڑا
تالاب ہے بحساب اوسط دو سو گز عمیق کشمیر کے پہاڑی چشموں میں سب سے بڑا ہے۔ اس کا پانی
ماہ جون تک منجمد رہتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایسی جھیل کا واقعہ ہونا قدرت کی ایک عجیب و غریب
صنعت ہے۔ [2] کوہ ہرمکھ کے دامن میں بارہ ہزار فیٹ کی بلندی پر قریب ڈیڑھ میل لمبا اور
دو سو پچاس گز چوڑا چشمہ ہے۔ ہندو اسے ہردوار کے مساوی متبرک اور مقدس خیال کرتے
ہیں۔ ہر سال ماہ اگست میں یہاں میلہ ہوتا ہے جس میں ہزاروں ہندو جمع ہوتے ہیں۔
گنگا کی طرح اسمیں بھی مُردوں کی سوختہ ہڈیاں یعنی پھول ڈالے جاتے ہیں۔ گرمیوں کے

اس کی سیرابی کے لئے لاکھوں روپیہ کے خرچ پر منبع نالہ پوہرو سے کئی نہریں نکالی
گئیں جس سے تمام میدان زینہ گیر سبز و شاداب ہوگیا۔ تاریخ سے

چوں شد تعمیر آن جوئے گرامی — خرد تاریخ گفتہ جوئے خورم ۸۵۹ھ

اس علاقہ کی آمدنی تمام و کمال علماء و فضلاء کے لئے مخصوص رکھی گئی۔ اپنے قیام کے
لئے بھی اس نے نو آبادی زینہ گیر میں موضع ترہ گام کے متصل ایک وسیع اور فراخ
باغ بنوایا جو پورے دو مربع میل میں واقع تھا اُس کے چاروں گوشوں پر عالی شان اور
سر بفلک قصر جن میں سے ہر ایک اعجوبہ روزگار تھا بنوائے۔ ان کے ارد گرد اراکین
دولت اور اعیان مملکت نے بھی اپنی اپنی بے نظیر عمارتیں بنوائیں۔ جنہوں نے
اس باغ کو باغ رضوان بنا دیا۔ علاوہ ازیں دیگر ممالک قریب و بعید سے قسم قسم کے میوہ دار
بوٹے اور رنگ برنگ کے خوشبودار پھول منگا کر لگائے جس سے یہ باغ وادی کشمیر
میں بے مثال ہوگیا۔ اس باغ میں نیشکر کی کاشت بھی کی گئی تھی لیکن اسکی پیداوار
اچھی نہ ہوئی۔ موضع ترہ گام میں قوم چکاں کا رئیس پانڈو چک بڑا ذی اقتدار اور صاحب
رسوخ تھا۔ جب اُس کے گاؤں کے متصل سلطان نے باغ اور رہائشی عمارتیں بنوائیں
اور خود بھی اکثر اوقات وہیں رہنے لگا تو اس بدکیش کو یہ اندیشہ اس کے ذہن میں سما گئی کہ
بادشاہ کی آمد و رفت سے فرقہ چکاں کو تکلیف پہنچنے کا احتمال ہے چنانچہ اس نے اپنے
اٹھائی گیروں سے مشورہ کر کے ایک دن جب کہ بادشاہ وہاں موجود نہ تھا۔ رات کے
وقت تمام عمارتوں کو جلا کر خاکستر بنا دیا۔ اس حادثہ کے استماع سے بادشاہ سخت برافروختہ
ہوا اور اُس نے فوج کشی کر کے موضع ترہ گام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ لیکن پانڈو
چک کو عین وقت پر اطلاع ہوگئی اور وہ اپنی قوم کو ساتھ لے کر اپنے اصلی وطن دردستان
کو نکل گیا۔ سلطان نے عمارات منہدمہ کی تعمیر پھر کرا دی۔ لیکن وہ بدنہاد تاک میں لگا ہوا
تھا۔ موقعہ پاتے ہی عود آیا اور پھر جلا گیا۔ اب کے سلطان نے اس کا پورا تعاقب کیا اور ملک
دارد پر چڑھائی کر دی مگر لڑائی چھڑنے سے پہلے ہی اس نے اہالیان ملک کو سازش میں
ہاتھ کر گرفتاری پر آمادہ کر لیا جنہوں نے تھوڑے ہی دنوں میں مفرور کو گرفتار کر کے
بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ سلطان اُس کی بدکرداریوں سے آگ بگولا بنا ہوا تھا۔ اُس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۔ دو مہینوں کے سوائے یہاں بھی ہمیشہ برف جمی رہتی ہے۔

نے پانڈو چک کو بغرض تادیب مروا ڈالا اور اس کے تعلقداروں اور ساتھیوں کو ایک ایک کر کے تہ تیغ بے دریغ کر ڈالا مقتولوں کی عورتوں اور بچوں کو سوپور اوتر میں بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب مقہوروں کی اولاد جوان ہوئی تو انہوں نیا ملک سے جو ان اطراف کی اقوام میں متمول صاحب ثروت رہ خویشاوندی کا پیوستہ کیا اور پھر موضع تریگام میں آکر سکونت پذیر ہو گئے پانڈو کا لڑکا حسین چک جو باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی کر کے شاہی دربار میں پہنچ گیا اور خدمات حسنہ کے باعث عنایات خسروانہ سے ممتاز الغرض اس کے علاوہ زین العابدین نے اور بہت ... کر کے مین سے اکثر محتاجوں کے لئے وقف کر دیئے منجملہ ان کے وہ بات مقام جو اس نام سے مشہور ہوئے حسب ذیل ہیں:-

(۱) زینہ ڈیب یا رازدان وہ شاہی محلات ہیں جو محلہ نوشہرہ میں بنائے گئے تھے اور جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) زینہ گر وہ علاقہ ہے جسکا ذکر ابھی ہوا اور جو آج تک اس ارشاد کی میں اسی نام سے چلا آتا ہے۔ اور نہایت سرسبز و آباد ہے۔

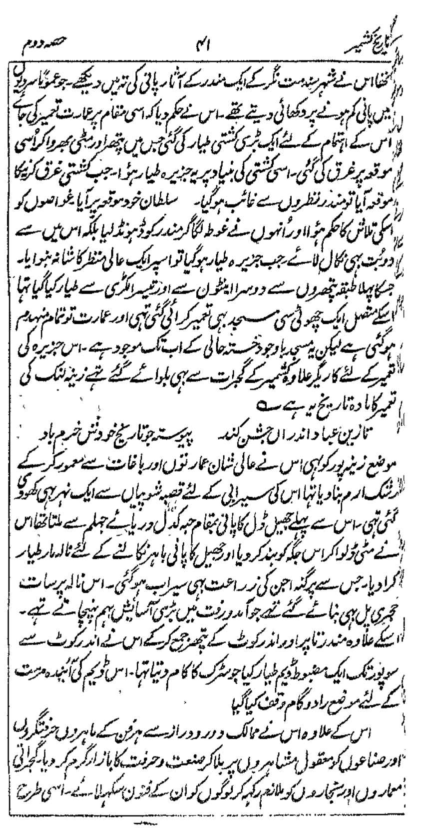
(۳) زینہ پور وہ قصبہ ہے جو سری نگر سے مشرق کی طرف علاقہ ... میں ہے۔

(۴) زینہ کوٹ یہ بھی ایک گاؤں ہے جو علاقہ سایۂ المواضع پائیں میں ہے

(۵) زینہ کدل مشہور پل جو مہاراج رنبیر گنج بازار سری نگر کے ... واقع ہے۔

(۶) زینہ بازار یہ بازار بھی شہر سری نگر میں واقع ہے اور ... نایدکدل تک چلا گیا ہے۔

(۷) زینہ لنک یہ ایک جزیرہ ہے جو جھیل ولر میں آباد کیا گیا تھا اور زین العابدین کی یادگار رہم پہنچاتا ہے اس موقعہ پر جزیرہ زینہ لنک کی تعمیر کا ذرا وضاحت سے بیان کرنا لازمی ہے یہ جزیرہ ۵۰ گز لمبا اور ۶۰ گز چوڑا کہتے ہیں کہ ایک دن جب سلطان زین العابدین جھیل ولر کی سیر کو گیا



تھا اس نے شہر سندمت نگر کے ایک مندر کے آثار پانی کی تہ میں دیکھے۔ جو عموماً سردیوں میں پانی کم ہونے پر دکھائی دیتے تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اسی مقام پر عمارت تعمیر کی جائے اس کے اہتمام کے لئے ایک بڑی کشتی طیار کی گئی جس میں پتھر اور مٹی بھروا کر اسی موقعہ پر غرق کی گئی۔ اسی کشتی کی بنیاد پر یہ جزیرہ طیار ہؤا۔ جب کشتی غرق کرنیکا موقعہ آیا تو مندر نظروں سے غائب ہو گیا۔ سلطان خود موقعہ پر آیا غواصوں کو اسکی تلاش کا حکم ہؤا اور انہوں نے غوطہ لگا کر مندر کو ڈہونڈ لیا بلکہ اس میں سے دو بُت بہی نکال لائے۔ جب جزیرہ طیار ہو گیا تو اسپر ایک عالی منظر کاشانہ بنوایا۔ جسکا پہلا طبقہ پتھروں سے دوسرا اینٹوں سے اور تیسرا لکڑی سے طیار کیا گیا تہا اسکے متصل ایک چھوٹی سی مسجد بہی تعمیر کرائی گئی تہی اور عمارت تو تمام منہدم ہو گئی ہے لیکن یہ مسجد باوجود خستہ حالی کے اب تک موجود ہے۔ اس جزیرہ کی تعمیر کے لئے کاریگر علاوہ کشمیر کے گجرات سے بہی بلوائے گئے تہے زینہ لنک کی تعمیر کا مادہ تاریخ یہ ہے ؎

تا زین عباد اندران جشن کند — پیوستہ جو تاریخ خود نش خرم باد

موضع زینہ پور کو بہی اس نے عالی شان عمارتوں اور باغات سے معمور کر کے رشک ارم بنا دیا تہا اس کی سیرابی کے لئے قصبہ شوپیاں سے ایک نہر بہی کھودی گئی تہی۔ اس سے پہلے جھیل ڈل کا پانی بمقام جبہ کدل دریائے جہلم سے ملتا تھا اس نے مٹی ڈلوا کر اس جگہ کو بند کر دیا اور جھیل کا پانی باہر نکالنے کے لئے نالہ مار طیار کرا دیا۔ جس سے پرگنہ اچن کی زراعت بہی سیراب ہو گئی۔ اس نالہ پر سات حجری پل بہی بنائے گئے تہے جو آمد و رفت میں بڑی آسائش بہم پہنچاتے تہے۔ اسکے علاوہ مندر ناپیر اور اندر کوٹ کے پتھر جمع کر کے اس نے اندر کوٹ سے سوپور تک ایک مضبوط ڈیم طیار کیا جو سڑک کا کام دیتا تہا۔ اس ڈیم کی آبپارہ مرمت کے لئے موضع رادوگام وقف کیا گیا

اس کے علاوہ اس نے ممالک دور و دراز سے ہر فن کے ماہروں ہنرمندوں اور صناعوں کو معقول مشاہروں پر بلا کر صنعت و حرفت کا بازار گرم کر دیا۔ گجراتی معماروں اور نجاروں کو ملازم رکہہ کر لوگوں کو ان کے فنون سکہلائے۔ اسی طرح

کاغذ گری۔ صحافی۔ جلد سازی۔ قلمدان سازی۔ بخاکی۔ مہرکنی۔ قابلہ گری اور قالین بافی تمام صنعتیں بڑے اخراجات اور سعی سے ملک میں مروج کیں۔ مزید برآں کئی زیرک طبع نازک خیال ذہین اور رسا اشخاص انتخاب کر کے سرکاری خرچ پر دوسری ولائیتوں کو بھجوائے تاکہ مختلف صنعتوں اور حرفتوں میں بہرہ وافی حاصل کریں۔ اور اپنے ملک میں واپس آکر اہل ملک کی تعلیم و تربیت کریں۔ اپنے محل سرا کے متصل اس نے ایک تعلیمی درس گاہ قایم کی جہاں بالکل مفت تعلیم دی جاتی تھی بلکہ طالب علموں کو جزوی وکلی اخراجات کے لئے بھی اس نے ایک جاگیر عطا کر رکھی تھی۔ اس تعلیم گاہ سے ہزاروں کو فیض حاصل ہوا۔ اسکے علاوہ بھی جابجا تعلیم دینے کے لئے مدارس جاری کئے۔ حکیم حاذق اور طبیب کامل جگہ جگہ سے بلوائے اور کشمیر میں بھی علم طب کو رواج دیا۔ شفاخانہ بنوائے۔ آمدورفت کے رستوں میں منزلیں سرائیں اور مسافرخانے تعمیر کرا کے ملک کو امن و امان اور آسائش و آرام کا گھر بنا دیا۔ اس سے پہلے اہالیان کشمیر فن آتشبازی کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ اس کے عہد میں جیو نام ایک آتشباز دربار میں آیا۔ جس نے طرح طرح کے کھیل و تماشہ کر کے تماشائیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کے ارشاد سے اس نے کئی کشمیریوں کو بھی اس فن میں استاد کامل بنا دیا۔ کشمیر میں تفنگ رانی اور آتشبازی کا موجد بھی جیو آتشباز ہے۔

باوجود اسقدر شان و شوکت اور جاہ و جلال کے یہ بادشاہ ہمیشہ سادہ وضع رہتا تھا اور خزائن و دفائن جمع کرنے کی طرف بالکل مائل نہ ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ سے ترقی ملک اور آسائش رعایا کا خیال و دہنگیر رکھتا تھا جس طرح بادشاہ خود بہ صفت مردمی تھا سو ویسے ہی اُسے اہل کار اور مشیر بھی مل گئے تھے جو ہر ایک اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ ہندوستان اور خراسان سے زر کثیر دیکر اس نے بے بدل عالم اور فاضل بلوائے اور ان کو مناصب جلیلہ عطا کر کے اپنی مصاحبت اور مجالست میں رکھا۔ خود ان کے قابل قدر مشوروں سے استفادہ اُٹھاتا اور دوسروں کو بھی فیضان صحبت سے مستفیض کرنے کی کوشش کرتا۔

یہ بادشاہ علم کیمیا اور سیمیا میں بھی بخوبی ماہر تھا۔ کان مس اور کان جواہر بھی اس کے ہاتھ آئی تھیں چنانچہ جو اہرات زبرجد رتن اسی کے عہد سے مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ بادشاہ اپنی سال گرہ کا جشن بھی بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا اس موقع پر لاکھوں روپیہ خرچ ہو جاتے تھے۔ رات کو دریائے بہت (جہلم) کے کناروں پر اس آب و تاب سے جشن چراغاں کرتا کہ تمام شہر بقعہ نور بن جاتا تھا۔

کشمیری راجوں اور بادشاہوں میں سب سے پہلے زین العابدین نے دیگر معصر بادشاہوں کے ساتھ سلسلۂ اتحاد قائم کرنے کی طرف توجہ کی۔ وہ لوگ بھی اسکی دوستی کو فخر سمجھتے تھے اور اسکی خوبیوں کے مداح تھے۔ خاقان سعید ابوسعید خاں نے خراسان سے اسکے لئے تیز رفتار اسپان تازی اور شتران راہوار بادیہ پا بطور تحفہ بھجوائے۔ اس نے بھی سلسلہ ارتباط مستحکم کرنے کے لئے کئی خروار زعفران قرطاس مشک عطر گلاب بھر کر کاسہائے بلوریں کشمیری شال وغیرہ عجائبات کشمیر خاقان مذکور کو بھجوائے۔ اسی طرح سلاطین ترکستان و ہندوستان سے بھی بترسیل ہدایا و بدایا رشتہ مودت و اخلاص قائم کر کے ہر ایک کو اپنے دام محبت میں اسیر کر لیا۔ شریف مکہ سلطان محمد دگجراتی۔ سلطان بہلول لودھی۔ خدیو مصر اور سلطان روم کو بھی تحفہ و تحائف بھجوا کر رابطہ اخلاص اور رشتہ آشتی میں گرویدہ کر لیا۔ والئے لاسہ نے دو راج ہنس جو نہایت ہی خوشنما رنگ اور خوش شکل تھے۔ جھیل مان سر سے اسیر کر کے اس کے پاس بھجوائے۔ کہتے ہیں کہ اگر ان جانوروں کے آگے پانی اور دودھ ملا کر رکھ دیتے تھے تو وہ اپنی منقاروں سے دودھ کے اجزا پانی سے جدا کر لیتے تھے۔ غرض اس نے تقریباً نصف دنیا کو اپنا دوست بنا لیا اور دشمن سے بے فکر ہو کر عیش و آرام سے حکمرانی کرتا رہا۔

اسکے عہد میں سب سے بڑھ کر جو امن رعایائے کشمیر کو تھا وہ یہ تھا کہ اس کے وجود میں تعصب مذہبی اور ظلم و تعدی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ شیر بکری کے ایک گھاٹ پانی پینے کی مثال اسی زمانہ پر صادق آتی ہے کیا مجال کہ کوئی شخص کسی سے ظلم تو در کنار سختی سے بھی پیش آئے کسی مسلمان کو یہ جرأت نہ تھی کہ اونٹے سے ادنٰے ہندو کا دل دکھا سکے بلکہ یہ بادشاہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اور رہم

ایک مذہب و ملت کی دلجوئی میں ہمہ تن ساعی رہتا تھا۔ سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ سے ہندوؤں پر جو مظالم اور سختیاں ہو رہی تھیں اس نے ان سب کا تدارک بخوبی کر دیا ہندو مذہب کو اس نے وہ عروج دیا جو راجگان کے وقت میں ہی اسے نصیب نہ تھا۔ ظلم رسیدوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور اعلے مراتب عطا کر کے ان کے افسردہ دلوں کو تر و تازہ کر دیا۔ جن لوگوں کی جاگیریں غضب الٰہی میں اگر ضبط ہو گئی تھیں اُن کو واپس دے دیں۔ جو لوگ پہلے وقتوں میں ملک چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بعضوں کو تو سلطان نے خود واپس بلا لیا اور بعض خود بخود اس کے جود و احسان کا شہرہ سن کر وطن مالوف کو لوٹ آئے اُن کے علاوہ ہندوستان سے کئی برہمن ہی یہاں آ گئے اور اُنہوں نے یہیں کی بود و باش اختیار کر لی بعض پنڈت جو سابقہ سلاطین کے عہد میں ملک سیف الدین کے ہاتھ سے زبردستی مسلمان بن گئے تھے اُنہوں نے پھر اپنا دین اختیار کر لیا۔ کسی قاضی یا مفتی کو جرأت نہ ہوئی کہ مواخذہ کرتا۔ اہل ہنود کی تمام مذہبی رسومات جو اشاعت اسلام کے بعد بالکل مفقود ہو گئی تھیں پھر زندہ ہو گئیں۔ اس نے فرقہ ہنود کی سرپرستی یہاں تک کی کہ اُن سے ایک تحریر کرا لی کہ وہ لوگ اپنے مذہب کے برخلاف کوئی ایسی کارروائی نہ کرینگے جس سے اُن کے عقائد میں فرق آئے۔ اور اُن کے مذہب کو ضعف پہنچے یعنی قشقہ ہی لگائیں۔ اور علانیہ اپنے آپ کو ہندو کہیں۔ اور جو کچھ اُن کی مذہبی کتابوں میں درج ہے اُس پر عمل کریں۔

ہندو مورخوں نے سلطان کی اس طرفداری اور ہندوؤں پر مراعات خسروانہ مبذول رکھنے کے متعلق عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہی ہے۔ کہ سلطان ابتدائے عہد میں ہندوؤں پر چنداں ملتفت نہ تھا۔ لیکن ایک دفعہ وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ زندگی سے قطعی ناامیدی ہو گئی۔ شری بٹ شاہی طبیب اور دیگر اطبائے نامدار نے بہت زور لگایا لیکن سب ناکام رہے۔ انہیں دنوں ایک ہندو جوگی جو علم سیمیا میں ماہر اور یگانہ روزگار تھا کشمیر کے کسی گوشہ میں رہا کرتا تھا۔ اُمراء و وزراء اُس کے پاس دوڑے گئے۔ اور امداد کے طالب ہوئے۔ مورخان ہنود تو لکھتے ہیں کہ زین العابدین مر چکا تھا۔ اُس جوگی نے اپنی روح اُسمیں



ڈال کر اس کو زندہ کر دیا۔ اور خود مر گیا۔ جوگی نے قبل عمل کرنے کے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ جب میری روح سلطان کے بدن میں منتقل ہو جائے تو میرے قالب کو میرے اصلی آسن پر لیجاؤ۔ اور اس کو خوب حفاظت میں رکھو تاکہ سلطان کو صحیح اور تندرست کر کے میں پھر اپنی اصلی حالت پر آجاؤں۔ شاگرد جوگی کے بدن کو جو بالکل بے حس و بے حرکت تھا باہر لایا۔ اور امرا سے کہا کہ اپنے سلطان کو جا کر دیکھ لو۔ میرے استاد نے اس کو اچھا کر دیا ہے۔ اب میں استاد کے معالجہ کے لئے اس کو اپنے استھان میں لئے جاتا ہوں۔ چونکہ سلطان زین العابدین میں ایک ہندو کی روح موجود تھی۔ اس لئے قدرتاً اسے ہندوؤں سے محبت تھی۔ اور وہ ان سے نیک سلوک کرتا تھا۔ لیکن ارباب دانش سے مخفی نہیں ہے کہ روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جو جوگی صفائے قلب کی وجہ سے صاحب کشف و مستجاب الدعوات ہو کسی بیمار کا علاج کرے گا۔ اپنی دعا کی تاثیر اور خلوص دل کی وجہ سے اس کو اچھا کر دیگا یا کسی اہل غرض کی مراد پوری کر دے گا۔ مرض منتقل ہو سکتا ہے روح کا منتقل ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ بابر بادشاہ کی موت اور ہمایوں کی بیماری کا حال سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ دونوں باپ بیٹے سخت بیمار تھے۔ بابر نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ بار الہا ہمایوں کی جسقدر بیماری ہے وہ بھی میری بیماری میں شامل کر کے اس کو صحت و تندرستی عطا فرما۔ دعا دل سے نکلی تھی۔ اپنا اثر کر گئی۔ بابر زیادہ بیمار ہو گیا اور ہمایوں تندرست ہونے لگا یہاں تک کہ تیسرے ہی دن بابر کا انتقال ہو گیا۔ قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہوگا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر ہے مورخان ہنود لکھتے ہیں۔ کہ ایک شہزادہ کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہا تھا جب عالی کدل پر پہنچا تو ایک پنڈتانی کو جو غارت گر ہوش و خرد اس تھی دیکھا۔ اور دیکھتے ہی وہ صبر جاتا رہا۔ آگ آہ کے ساتھ ہوش جاتے رہے نگاہ کے ساتھ۔ وہ برہمنی پانی کا گھڑا دریا کے گھاٹ پر بھر رہی تھی جب اس نے گھڑا سر پر رکھا تو شہزادہ نے گھڑے کو غلیلہ کا نشانہ بنایا جس

سے گھڑا تو ٹوٹ گیا۔ لیکن پانی اُسی طرح معلق رہا۔ جو اُس حُسن کی دیوی کے جت ست اور اسکی عصمت وپاک دامنی کا نتیجہ تھا۔ اسی حالت میں وہ اپنے گھر گئی جب خاوند نے یہ حال دیکھا تو اُس نے خشمناک ہوکر جلے دل سے بددعا دی۔ کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اُس کے سینے میں درد اُٹھے اور اُس کو روسیاہی نصیب ہو۔ برہمن کی دعا قبول ہوگئی۔ شہزادہ ایسا بیمار ہوا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ جب سلطان کو اصل معاملہ سے آگاہی ہوئی۔ تو وہ پابرہنہ برہمن کے گھر گیا۔ اور دعائے صحت کا خواستگار ہوا۔ برہمن نے بادشاہ کو بہت سی پند ونصائح کیں۔ کہ بادشاہ اور شاہزادے جب اپنی رعایا کے ساتھ ایسا سلوک کرینگے۔ تو غریب رعایا کا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر برہمن نے شاہزادہ کی صحت کی دعا مانگی جو بارگاہ حقیقی میں قبول ہوئی۔ بادشاہ کے دل پر اس واقعہ سے بڑا اثر ہوا۔ اور وہ رعایا اور خصوصًا ہندوؤں کی دلجوئی میں اور بھی سرگرمی دکھانے لگا۔

ہندوؤں کے میلوں اور تیرتھوں پر سلطان بذات خود موجود رہتا تاکہ کوئی شخص اُن کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے پائے۔ پنڈتوں کے بیٹوں کو عربی فارسی تعلیم دلوا کر بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کیا۔ بعض مناور جو منہدم کئے گئے تھے از سر نو تعمیر کرائے۔ مندر زرشتی شور واقعہ کوہ سلیمان کی مرمت کرائی جسمیں چار نئے حجری ستون لگائے اور اُس کے سقف اور گنبد کو بھی مرمت کرکے مستحکم واستوار بنادیا۔ سلطان زباندانی میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ہندی فارسی اور تبتی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ طب ہندی کو فارسی کا لباس پہنا کر کشمیر میں جاری کیا۔ اور شری بٹ ایک ہندو حکیم کو طبیب شاہی کے اعزاز سے سرافراز فرمایا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جو دست برد میں آگئی تھیں ہندوستان سے منگواکر ملک میں تقسیم کیں۔ ویدوں شاستروں پرانوں اور برہت کتھا کا فارسی میں۔ اور فارسی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کرا کے ہندو مسلمانوں کے دلوں سے ذاتی بغض وعناد کی جڑھ کاٹ دی جس کا نتیجہ آج تک دونوں فرقوں میں پایا جاتا ہے یعنی موجودہ زمانہ میں بھی کشمیری ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور برتاؤ دوسرے ممالک کے لئے بھی قابل رشک ہیں۔ انہیں ایام میں سلطان کے

ہاتھ پر ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ سخت لاچار ہو گیا۔ آخر جب حکیم شری بٹ کے معالجے سے اُسے صحت ہوئی تو اُس نے حکیم موصوف کو انعام دینا چاہا۔ لیکن اس نے کسی قسم کا نقدی انعام لینے سے انکار کیا اور درخواست کی کہ میری قوم کو زرِ جزیہ معاف کر دیا جائے۔ اس کی یہ درخواست بپایہ قبولیت پہنچی اور لوگ جزیہ کی مصیبت سے آزاد ہو گئے۔ سلطان[1] نے ایک ہندو برہمن (کشمیری پنڈت) کو وزیر تعلیمات مقرر کیا۔ مندروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عطا کیں اور سلطان کے حکم سے ہر مندر کے ساتھ ایک پاٹھ شالا بھی تعمیر کیا گیا جس میں ہندو ودیارتھی آزادی سے اپنا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ دار الترجمہ کا افسرِ اعلےٰ بھی ایک برہمن کشمیری تھا جس کے ماتحت بڑے بڑے قابل مسلمان تھے۔ سلطان سکندر بت شکن اور سلطان علی شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں کو مسجدوں میں داخل ہونے بلکہ اُن سے چھو جانے تک کی سخت ممانعت تھی لیکن اس بادشاہ نے یہ سختی ہٹا دی اور ہندوؤں کو بشرطِ طہارت مسجدوں میں داخل ہونے اور اُن کے صحن میں پھرنے اور دیکھنے کی عام اجازت دے دی۔ سلطان نے ہندوؤں کے ساتھ ایک اور

حاشیہ صفحہ ۴۴ [1] کلام فوق میں ایک نظم "ایک کشمیری اور پنجابی کا مکالمہ" درج ہے۔ پنجابی کہتا ہے تم لوگ نہائیت خوش نصیب ہو۔ کہ کشمیر میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ضرب المثل ہے۔ کسی فرقہ کو کسی سے کوئی شکائیت نہیں کشمیری جواب میں اپنے ملک میں بے تعصبی اور باہمی اتفاق کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اُس کے خیال میں بعض غیر ملکیوں اور خصوصاً ایک سنے فرقہ کی وجہ سے تعصب پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔ اور افسوس ہے کہ بدقسمتی سے آج کل یہ احتمال یقین کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور کشمیر میں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کشمیری کا جواب ملاحظہ کے قابل ہے کہتا ہے ؎

شکر ہے اب تک تعصب کا نہیں کوئی نشان
دیکھئے آگے دکھائے کیا خدائے دو جہان

زندگی اپنی بسر ہوگی وطن میں بے ضرر
بچ گئے ہم اجنبی لوگوں کی نظروں سے اگر

غیر ملکی جس جگہ جائیں گے آفت لائینگے
آئیں گے جو دوراپنے ہم وطن بنوائیں گے

ہو رہی ہے ایسی باتوں کی یہاں بھی ابتدا
اب خدا حافظ ہے کُل خطۂ کشمیر کا

کب پڑیگی اُن کی اوروں کی بھلائی پر نظر
خود تماشا بن گئے گھر بار کو جو پھونک کر

رعایت یہ کی کہ ان کے قومی اور مذہبی مقدمات کے انفصال کے لئے ہندو جج مقرر کئے[1]۔ گاؤکشی جو عہد اسلامیہ سے جاری ہو گئی تھی۔ اور سلطان سکندر اور علی شاہ کے زمانہ میں زوروں پر تھی اس ہردلعزیز امن پسند اور رحم دل بادشاہ نے اس کی ممانعت کے احکام جاری کر دیئے نہ صرف یہی کیا بلکہ رسم ستی کو بھی جو ہندوؤں کی قدیم الایام سے رسم چلی آتی تھی اور سابقہ سلاطین کے وقتوں میں بند کر دی گئی تھی۔ اور ہر چند کہ زین العابدین بھی اس رسم کے اجرا پر راضی نہ تھا اور ستی کو ایک صریح ظلم سمجھتا تھا لیکن صرف ہندوؤں کے پاس خاطر سے اس رسم کو پھر جاری کر دیا[2] جس سے جملہ اہل ہنود اس کے از بس احسان مند ہو گئے شکار کی ممانعت تھی کہ رعایا کا ایک کثیر حصہ اس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتا ہے بعض بعض ہندو تقریبوں اور تیوہاروں پر گوشت بھی نہیں کھاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے دربار میں بھی بہت سے کشمیری پنڈتوں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے۔ بلکہ جگنا تھہ جی سے لائق و فائق و دیانت۔ عالم و فاضل برہمن اور کورہ کھتری عامل و کامل جوگی معقول مشاہروں پر ملازم رکھے تھے جنکی قدر و منزلت مسلمان درباریوں سے بھی زیادہ کرتا تھا اور ان کی صحبت سے اکثر مستفید ہوتا رہتا۔ قدرت نے اسے ایسا حلیم الطبع بنایا تھا کہ ملزموں اور مقہوروں پر بھی سیاست نہ کرتا تھا بلکہ بُرے الفاظ سے بھی کسی کو یاد نہ کرتا تھا۔ تائید غیبی سے جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا تھا۔ انہیں اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے باعث اس نے ہندو مسلمان رعایا کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا تھا کہ ہر ایک اس پر جان قربان کرنے کو طیار رہتا۔ عوام اسے بڈہ شاہ و شاہ عظیم کے نام سے پکارتے تھے اور دل سے اسکی عزت کرتے تھے۔ تاریخ ہندوستان میں جو پایہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کو حاصل ہے اس سے دو چند عزت و افتخار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۔ پنڈتوں کو یہ مسلمانوں سے اب لڑوائیں گے اور خطہ کشمیر کو بس لوٹ کر کھا جائیں گے ۱۲

[1] یہ تمام حالات علی قلی مرزا کی تاریخ میں وضاحت سے درج ہیں ۱۲ [2] اس سلطان کا نام بڈشاہ اور بڑا بادشاہ کے علاوہ بٹہ شاہ (یعنی ہندوؤں کا راجہ) ہندوؤں کی رعایت ہی سے مشہور ہے دیکھو گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال کول صفحہ نمبر ۱۱۶۔ نوٹ [3] تاریخ فرشتہ ۱۲

مستحق یہ سلطان ہے جو آج تک ہندو مسلمان دونوں اقوام کے نزدیک دیوتا اور ولی کا رتبہ رکھتا ہے

ایک مسلمان نے جو سلطان کے مقربوں میں تھا شراب کے نشہ میں ایک ہندو کو اسقدر مارا کہ اُس کی جان نکل گئی۔ سلطان کو خبر ہوئی حکم دیا کہ اس رُوسیاہ کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جائے تاکہ شراب نوشی کا انجام۔ اور تقرب شاہی کے گھمنڈ میں کسی بے گناہ کے قتل کا نتیجہ معلوم ہو اور باقی لوگ بھی خبردار ہو جائیں سہ

خوبئے اخلاق کان دُنیا و دین را زیور است ۔۔۔ با فقیری خوش بود با پادشاہی خوشتر است[1]

کچھ عرصہ بعد سلطان کے بھائی اور نائب السلطنت محمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ سلطان نے اسکی جگہ اُس کے بیٹے حیدر خاں کو منصب نیابت عطا کر دیا اور تمام مہمات ملکی و مالی کا متکفل بنا دیا۔ انہیں دنوں میں مسعود بٹ اور شیر و بٹ جو بادشاہ کے کوکہ تھے اور لعوت مملکت میں ہی اعتبار کلی رکھتے تھے۔ اندرونی بغض و عناد کے باعث ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ یہ مخاصمت یہانتک بڑھ گئی کہ موقعہ پا کر شیر و بٹ نے مسعود کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے قصاص میں قاتل کو بھی قتل کرا ڈالا تاہم بادشاہ کو اس کے ضائع ہو جانے کا بڑا رنج ہوا اور اس نے ایک لاکھ روپیہ اس کی روح کے تصدق میں خیرات کیا۔

سلطان زین العابدین کے نخل زندگانی کا ثمر تین بیٹے تھے لیکن انکی بے اعتدالیوں اور خانہ جنگیوں نے اس الوالعزم سلطان کی زندگی کو بالکل تلخ بنا دیا۔ ان میں سب سے بڑا ادہم خاں تھا لیکن وہ بادشاہ کی نظروں میں حقیر تھا دوسرا بیٹا اس کا حاجی خاں تھا اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اور تیسرا لڑکا بہرام خاں تھا اور یہ منافقت پیشہ تھا جب یہ لڑکے جوان ہوئے تو ایک دوسرے سے رشک کرنے لگے جس نے بڑھتے بڑھتے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ اور تینوں بھائیوں میں نفاق کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ دیکھکر بادشاہ نے رفع شر کی خاطر ادہم خاں کو معہ فوج باغیان تبت کی سرکوبی کے لئے بھجوا دیا۔ لیکن وہ جوانمرد تھوڑے سے ہی عرصہ میں تمام ملک کو تہ و بالا کر کے منظفر و منصور بیشمار مال غنیمت کے ساتھ باپ کی خدمت میں آ حاضر ہوا جس سے خوش ہو کر بادشاہ نے اوسے نوازش ہائے

[1] گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال کول

خسروانہ سے سرفراز کیا۔ ادہم خاں کے یہاں پہنچنے پر سلطان نے حاجی خاں کو نوہر کوٹ کا حاکم بنا کر دار السلطنت سے دور بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی خاں اپنے بھائی بہرام خاں سے ستر دہ ہو گیا۔ اور کمال کرتا اندر شیبی اور بغیر وسری سے بلا اجازت سلطان لشکر گراں قدر سے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ ہر چند بادشاہ نے اسے ایسی حرکت سے منع کیا لیکن وہ خود سر باز نہ آیا۔ آخر سلطان بھی فوج آراستہ کر کے بیٹے کے مقابلہ کو نکلا اور روز تو میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں ادہم خاں نے خوب داد شجاعت دی۔ حاجی خاں کے بہت سے نامی گرامی سردار مارے گئے اور وہ تنگ آکر بھیر پور کی طرف بھاگ گیا ادہم خاں نے تعقب کر کے بھائی کے بہت سے ہمراہی مار ڈالے۔ لیکن حاجی خاں جان بچا کر نکل گیا۔ باغی فوج کے جو سپاہی سلطان کے ہاتھ آئے تھے عذاب ہائے شدید سے مروائے گئے۔ باغیوں کی عبرت کے لئے مقتولوں کے سروں سے ایک مینار بنایا گیا۔ حاجی خاں کے رفیقوں، مشیروں اور منصوبہ بازوں پر تاخت و تاراج مچا کر بادشاہ نے انہیں بالکل بے دست و پا کر دیا۔ غضب سلطانی سے خوف زدہ ہو کر حاجی خاں کی فوج کے بہت سے آدمی ادہم خاں کے پاس آکر پناہ گزین ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے ادہم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر لیا۔ اور امورات ملکی و مہمات سلطنت میں بھی اُسے شریک کر لیا۔ انہیں ایام میں ۸۵۴ہجری مطابق ۱۴۵۰ء کو کثرت بارش کے باعث فصل دھان خام رہا جس سے قحط نازل ہو گیا۔ اس قحط میں بہت سی خلقت بھی ضائع ہو گئی نیک دل بادشاہ کو رعایا کی تباہی سے سخت فکر پیدا ہو گیا۔ ہر وقت ملول اور رنجیدہ رہتا۔ موسم کھلنے پر اس نے دوسرے ممالک سے غلہ منگوا کر رعایا میں تقسیم کیا جس سے قحط کی شدت رفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے دن بعد ادہم خاں نے غیر وسری سے علاقہ کامراج میں دست تطاول دراز کیا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگا۔ نقد و جنس جو کچھ کسی کے پاس دیکھتا زبردستی ضبط کر لیتا۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر لوگ بادشاہ کے پاس آکر داد و فریاد کرنے لگے۔ لیکن جو حکم بادشاہ صادر کرتا ادہم خاں اُسے بالکل خاطر میں نہ لاتا۔ بلکہ عمداً اس کے برخلاف کرتا۔ یہاں تک کہ آخر کار ایک دن ہمراہی لے کر سری نگر پر چڑھ آیا اور محلہ قطب الدین پورہ میں علم بغاوت کھڑا کر کے شہر میں تاخت و تاراج مچانے لگا۔ سلطان نے اس کی حرکات سے

متوحش ہوکر باشمالت ومدارا اُسے رام کیا اور واپس کامراج [illegible] اس ہی اُس نے خفیہ طور پر حاجی خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ بتعجیل تمام تر فوج لے کر واپس آجائے حاجی خاں بھی موقعہ کا منتظر تھا خبر پاتے ہی فوراً آگیا اور بہائی سے نبرد آزمائی کرنے کے لئے بمقام سوپور قیام پذیر ہوگیا۔ اودھر سے ادہم خاں بھی لشکر جرار ساتھ لے کر نکلا اور حاجی خاں کے لشکر کو شکست فاش دے کر تمام سوپور کو تہ و بالا کر گیا۔ یہ خبر سنکر سلطان نے ادہم خاں کی سرزنش کے لئے لشکر قاہرہ متعین کیا۔ جس نے ادہم خاں کے جان نثاروں اور بہادروں کو تہ تیغ کر کے اُس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ غریب کو خدا کی مار۔ ہزیمت کے وقت سوپور کا پُل ٹوٹ گیا۔ جس سے ادہم خاں کے تین سو آدمی غرق لجہ فنا ہو گئے۔ دوسرے دن بادشاہی فوج گراں لے کر سوپور آگیا اور دریائے جہلم کے جنوبی کنارے پر خیمہ زن ہوگیا۔ دوسری طرف ادہم خاں مخالفت کا جھنڈا کھڑا کئے لڑائی کا منتظر بیٹھا تھا۔ اُدھر حاجی خاں بمقام بارہ مولا باپ کی معاونت کے انتظار میں چشم براہ تھا۔ سلطان نے تیسرے بیٹے بہرام خاں کو بہائی کے استقبال کے لئے بارہ مولا بھجوایا جس نے اظہار یگانگت و یک جہتی کر کے بہائی سے عہد و پیمان کر لیا اور اُسے ساتھ لے کر سوپور کیطرف مراجعت پذیر ہوا۔ یہ لوگ دوآبہ گاؤ[1] پہنچے تو ادہم خاں باپ اور بہائیوں کی متفقہ طاقت سے مایوس ہو کر پنجاب کو بھاگ گیا۔ اور بادشاہ حاجی خاں کو ساتھ لیکر دار السلطنت کو لوٹ آیا۔ اب کے سلطان نے حاجی خاں کو ولیعہد بنایا اور تمام معاملات حکمرانی اس کے سپرد کر دیئے۔ پہلے پہل تو حاجی خاں سابقہ ایام کی ندامت دھونے کے لئے باپ کی خدمت میں کمربستہ رہا۔ جس سے بادشاہ بھی خوش ہوگیا اور تمام اولاد سے زیادہ محبت کرنے لگا۔ جس کے ثبوت میں اس نے اپنی کمر خاص مکلل شمشیر بھی اس کو بخش دی۔ اور جاگیر خاص بھی اُسے عطا کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد حاجی خاں پھر جادہ اعتدال سے منحرف ہوگیا اور بادشاہ اس کے حرکات شنیع اور اطوار قبیح سے سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان بعارضہ اسہال مبتلا ہوگیا اور مہمات ملکی کچھ عرصہ کے لئے معطل ہوگئے۔ بعض امیروں نے ادہم خاں کو پیغام بھیجکر بلوا لیا۔ لیکن بادشاہ نے اس سے کوئی التفات نہ کی۔ آخر ادہم خاں نے

---

[1] دوآبگاہ متصل سوپور برلب دریائے بہت ۱۲

بھائی سے صلح کر لی اور دونوں الگ ہو گئے۔ بہرام خاں کو بھائیوں کا اتفاق نہ بھایا اور اس نے منافقت کر کے جلد ہی دونوں کو ایک دوسرے کے برخلاف کر دیا۔ اسی اثناء میں خیر خواہان عالی نے بادشاہ کی خدمت میں ولیعہد مقرر کرنے کے لئے التماس کی بادشاہ نے یہ ظاہر کر کے کہ میری اولاد میں سلطنت کے لائق کوئی نظر نہیں آتا اس معاملہ کو تقدیر پر رہنے دیا۔ اس کے بعد ادہم خاں باپ سے رخصت ہو کر بہایوں نے علیحدہ محلہ قطب الدین پورہ میں جا بیٹھا۔ لیکن حاجی خاں اور بہرام خاں اُسے کب ٹکنے دیتے تھے فوجیں آراستہ کر کے بھائی کے اخراج پر آمادہ ہو گئے۔ ادہم خاں بھی مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر روز کشت و خون کا بازار گرم رہتا۔ اُدھر بادشاہ کی حالت بھی دگرگوں ہو رہی تھی جب اس نے بیٹوں کے جنگ و جدل کا حال سنا تو بیماری اور بھی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اطبا معالجہ سے عاجز آ گئے اور اُنہوں نے اسے لا دوا کر دیا۔ طبیعت روز بروز بگڑتی گئی بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور ایک شب و روز بادشاہ کی یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں ادہم خاں میدان جنگ سے نکل کر باپ کی عیادت کے لئے آیا۔ حسن خاں کچھی جو اُمرائے نامدار سے تھا حاجی خاں سے جا ملا اور اسی رات بہت سے ہمراہیوں سمیت اس نے حاجی خاں کی بیعت قبول کر لی۔
دوسرے دن ادہم خاں کو بفریب و دغا محل سے نکال کر حاجی خاں دیوان خانہ خاص میں جا داخل ہوا۔ اور تمام بادشاہی خزائن و دفائن پر قابض ہو گیا۔ اسکی فوج قلعہ کے باہر مرنے مارنے کو تیار کھڑی تھی۔ جب ادہم خاں نے دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہے اور اُسے تاب مقاومت نہیں تو راہ فرار اختیار کر کے بارہ مولہ کے راستہ روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کے ملازموں اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی بیدل ہو کر اسکا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ حاجی خاں کا سپہ سالار زین لارک ادہم خان کے تعاقب میں گیا۔ لیکن اُس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی دوران میں حاجی خاں کا لڑکا حسن خاں بھی پونچھ سے آ کر باپ سے مل گیا جس سے اس کو اور بھی تقویت ہو گئی اسی حالت میں سلطان زین العابدین ۶۹ برس کی عمر میں ۵۱ سال دو ماہ اور تین روز کی بے مثال جہانبانی کے بعد بیٹوں کی فتنہ پردازی سے تنگ آ کر دنیائے فانی سے عالم جاودانی میں جا داخل ہوا۔

فغان زین چرخ دولابی کہ ہر روز بجائے افگند ماہ شب افروز

اور رباب کی قبر کے سامنے مزار سلاطین میں مدفون ہوا۔ کون آنکھ تھی جو ایسے ہر دل عزیز بادشاہ کے ماتم میں آنسو نہ بہاتی۔ اور کون دل تھا جو اس رحم دل بادشاہ کے غم میں صد چاک نہ ہوتا۔ رعایا نے بہت ماتم کیا۔ شاعروں نے مرثیے لکھے۔ دو ایک شعر درج ذیل ہیں ؎

سلطان زین العابدین زد خیمہ چو زیں دار بریں
بے نور شد تاج و نگیں بے ہوش شد ارض و سما

از بہر تاریخش عیاں بے سر شدہ اندر جہاں
عدل و کرم علم و حلم جاہ و حشم صلح و صفا

دیگر
دریغا بادشاہ مسلمین رفت
ایام وقت زین العابدین رفت

جہان تاریک شد از ماتم او
کہ خورشید زماں زیر زمین رفت

کشید از آسماں سر ہاتف غیب
ندا در داد ماہ ملک و دین رفت

۸۷۹-(۱)-(۸۸۰)

شہنشاہ اکبر اور سلطان زین العابدین

شہنشاہ اکبر کو ہندوستان میں کمال ہر دل عزیزی حاصل ہے۔ اور اس کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہے بھی اسی کے قابل۔ لیکن زین العابدین بھی کشمیر کے ہندو و مسلمانوں میں کم ہر دل عزیز نہیں ہے۔ اس کی شہرت بمقابلہ اکبر کے اس لئے کم معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کو ابو الفضل اور ملا عبد القادر جیسے لوگ پر پرلے لگا کر اڑانے والے مل گئے۔ نیز اس کے دربار میں اکثر اہل فرنگ بھی آئے۔ اور انہوں نے جا کر اپنے ملک اور اپنی تاریخوں میں اس کی خوب شہرت کی۔ زین العابدین کے حالات کشمیر تک ہی رہے اور وہ بھی اس قدر نایاب تھے کہ اول تو ملتے نہیں تھے اور اگر کسی کے پاس تھے بھی تو وہ اسے سینہ بسینہ رکھتا تھا۔ زین العابدین کا انتقال ۸۸۰ھ ہجری کو ہوا اور اکبر ۹۶۳ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ تقریباً ایک سو سال کا فرق ان دونوں میں تھا۔ زین العابدین کے زمانہ میں چھاپہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس لئے اس زمانہ کی تاریخیں قلمی اور غیر مطبوعہ ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ قلمی کتابیں عموماً

نایاب ہوتی ہیں۔ اس لئے کتابوں کی کمیابی کی وجہ سے ہی زین العابدین کے حالات تاریکی میں رہے۔ اور ہر چند کہ اکبر کے زمانہ میں چھاپہ کا رواج نہ تھا۔ لیکن اس کے حالات پرتگیزوں فرانسیسوں اور انگریزوں نے (جو عموماً اس کے دربار میں آیا کرتے تھے) اپنے اپنے ملکوں میں بذریعہ اشاعت محفوظ رکھے۔ اور بالخصوص اکبر نامہ اور آئین اکبری نے جو زمانہ سلف میں مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھائی جاتی تھیں اس کو اور بھی شہرت دی پھر اکبر کے حالات جب انگریزی اور فارسی سے اردو زبان میں مولانا آزاد دہلوی نے لکھے تو انہوں نے اپنی مشہور جادو نگاری سے اس کی شہرت کو بقائے دوام کا خلعت پہنایا۔ چھاپہ کی برکت سے اکبر نامہ اور آئین اکبری اور اکبر کے زمانہ اور حالات کی دیگر تاریخیں آج ہر شہر اور ہر تاجر کتب کی دوکان سے مل سکتی ہیں۔ لیکن کشمیر کی جتنی فارسی یا سنسکرت تاریخیں ہیں وہ ہنوز پردہ گمنامی میں ہیں۔ اور صرف دو تین زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تر حالات مشائخان اسلام اور اہل اللہ حضرات کے ہیں۔ شاہان کشمیر کے حالات جن تاریخوں میں درج ہیں وہ ہنوز قلمی ہیں۔ اور بوجہ قلمی ہونے کے نہایت نایاب ہیں۔ اس لئے ایسے انتخاب روزگار بادشاہ کے مفصل حالات بہت ہی کم پبلک میں آئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زین العابدین کئی باتوں میں اکبر سے زیادہ مرتبہ اور جاہ و جلال رکھتا تھا۔ سلطان خود عالم تھا کئی زبانوں سے آگاہ تھا۔ شاعر تھا اور شعر فی البدیہہ کہتا تھا۔ ہندوؤں کی دلداری اور دلجوئی کے لئے ایسی ایسی رعایتیں کیں کہ خود ہندو راجوں سے نہ ہو سکیں رعایا کے آرام اور امن عام کے لئے نذرانہ اور تحائف اور جرمانہ وغیرہ جو حاکم اور تحصیلدار رعایا سے لیا کرتے تھے موقوف کر دیا۔ رشوت لینے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔ قتل کا حکم بہت کم دیتا تھا۔ زدوکوب سے بھی متنفر تھا۔ نرمی اور ملائمت اور حکمت عملیوں سے زیادہ کام لیا کرتا تھا۔ چوروں اور مجرموں کو سخت سزائیں بھی نہ دیتا تھا۔ حکم تھا کہ قیدیوں کے پاؤں میں زنجیر رہا کرے۔ اور اُن سے عمارت کا کام لیا جایا کرے۔ یعنی اُن سے عموماً مٹی اور پتھر اٹھوائے جاتے تھے۔ گوشت کا استعمال کم رکھتا تھا۔ خصوصاً ماہ رمضان میں بالکل

نہیں کھاتا تھا۔ زین العابدین کیسا عابد، نیک نام اور انصاف پسند ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مُلک کا روپیہ ملک کے کام ہی میں کرتا تھا۔ خزانوں کے جمع کرنے کا اُس کو مطلق شوق نہیں تھا۔ اپنے ذاتی اخراجات ذاتی جاگیر اور ذاتی آمدنی سے بہم پہنچاتا تھا۔ تانبے کی کان اسکی ذاتی جائیداد تھی جس میں ہزاروں مزدور رات دن کام کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور مضافات بھی ذاتی خرچ کے لئے وقف تھے۔ سرکاری خزانہ سے اُس کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

سلطان زین العابدین اور علوم وفنون کی قدر دانی

سلاطین کشمیر میں سے ہندؤوں کے ساتھ جس سلطان نے کمال بے تعصبی اور درحقیقت اصلی رعایا پروری سے کام لیا ہے۔ وہ سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ ہے جسکو آج تک ہندو و مسلمان نیک نامی کے ساتھ یاد کر رہے ہیں رعایا نہایت امن تھی نہ مسلمانوں کو بے چینی تھی اور نہ ہندؤوں کو کسی کا خوف تھا۔ کشمیر کی شہرت ہندوستان سے گذر کر بلخ بخارا۔ عرب خراسان اور ایران تک جا پہنچی تھی۔ علما فضلا اور صاحب کمال لوگ خود بخود دیکھے چلے آتے تھے۔ اور سلطان کے امن و عاطفت میں زندگی بسر کرتے تھے آہ اے سلطان زین العابدین بڈشاہ ما نوحہ کشمیر پڑھ بیٹھے تری میت کے ساتھ سلطان کی مجلس میں ہرفن کے صاحب کمال موجود رہا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے اس دربار کی مفصل کیفیت سنی ہے وہ اکبری دربار کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں سلطان مکہ معظمہ اور دیگر ممالک عرب سے کتب احادیث منگواتا اور فرصت کے وقت اُن کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ ان کے علاوہ دیگر علوم وفنون کی کتابیں بھی دوسرے ممالک سے منگوا کر اپنے ملک میں شائع کرائیں بعض کے ترجمے فارسی میں کرائے بعض کے سنسکرت میں اور بعض کو کشمیری حروف کا لباس پہنایا۔

اس بادشاہ کے عہد میں اکثر بڑے بڑے صاحب کمال اہل دل اولیائے کرام عالم وفاضل اور شعرائے نامدار گذرے ہیں ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے سلطان کا کسی نہ کسی حیثیت سے واسطہ اور تعلق رہا ہے۔

سید حسین منطقی اصل وطن شہر بیہق ملک خراسان تھا چونکہ علم منطق میں کمال رکھتے تھے اسلئے منطقی کے نام سے مشہور ہیں۔ امیر تیمور کے غلبہ سے قریباً پچاس ہمراہیوں کے ساتھ وطن سے ہجرت کی سلطان سکندر بت شکن کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ کے خلاف ایک سازش کے الزام میں خود بخود ہی کشمیر سے بجانب دہلی چلے گئے۔ جب سلطان زین العابدین تخت نشین ہوئے تو اسکی فیاضی اور علم دوستی کی شہرت سنکر پھر کشمیر میں چلے آئے سلطان نے سید حسین کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ جس سے اس کو کمال صفائی قلب حاصل ہوئی[1] بادشاہ نے ایکدن اپنے مرشد سے تبرک مانگا۔ آپنے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ اور وعدہ کے دن کوئی چیز زیر آستین چھپائے ہوئے سلطان کے ہاں آئے۔ اور فرمایا تمہارے لئے تبرک لایا ہوں۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ایک نوزائیدہ بچہ نکال کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ میں تم کو اپنا بیٹا بطور تبرک بخشتا ہوں۔ اس کا نام محمد امین رکھنا۔ بادشاہ خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ اور اس نے یہ گرانمایہ اپنی ایک حرم محترمہ کو جو سادات بیہقی کے خاندان سے تھی اور لاولد تھی۔ حوالے کر دیا۔

سید محمد امین منطقی سید حسین کے بیٹے تھے۔ ان سے بہت سے کشف و کرامات مشہور ہیں۔ سلطان نے زینہ لنک کی تعمیر کے بعد جشن شکرانہ منعقد کیا۔ سید منطقی بھی اسمیں شامل تھے۔ جب اس محفل پر شور و سرور میں امور غیر مشروعہ یعنی ناچ رنگ وغیرہ شروع ہوئے آپ کی رگ غیرت جوش میں آئی اور اپنے آپ کو دریائے اولر میں جو بحر زخار سے کم نہیں ہے ڈال دیا۔ سلطان اور اعیان دولت نہایت متفکر و متردد ہوئے۔ غواصوں کو تلاش کا حکم دیا لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر بے قرار ہو کر واپس شہر آیا۔ جب موضع اشم میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت میر دریا کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ آپ

[1] سلطان کے صفائی باطن کے متعلق مورخان اسلام اسکی کئی کرامات اور خوارق عادات لکھتے ہیں منجملہ ان کے یہ قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدن سلطان زینہ لنک میں تنہا بیٹھا تھا۔ اسکا بیٹا حاجی خان باغوائے شیطان باپ کے قتل کے ارادہ سے وہاں آگیا۔ سلطان نے اسکو دیکھکر کہا کہ میری تسبیح مسجد میں رہ گئی ہے جلدی جاکر اٹھا لاؤ۔ حاجی خان رعب سے بول نہ سکا اور الٹے پاؤں واپس آیا جب مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سلطان وہاں بیٹھا ہوا وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ حیران ہو کر پھر زینہ لنک میں آیا۔ دیکھا تو سلطان بدستور اپنی جگہ موجود ہے۔ زین العابدین نے اس سے تسبیح مانگی تو وہ شرمندہ ہو کر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ ۱۲

کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کا طلبگار ہوا۔ آخر عمر میں بادشاہ کی مصاحبت سے کنارہ کشی اختیار کر لی البتہ سال میں دو ایک مرتبہ ضرور جایا کرتے تھے۔ چونکہ اکثر امراان کا اقتدار نہ دیکھ سکے انہوں نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپکے دو ایک شعر اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صوفیوں کا مذہب کیا ہوتا ہے اور سلطان زین العابدین کے زمانہ میں ہندو مسلمان کس التفات و یگانگت سے بسر کرتے تھے فرماتے ہیں سہ

بہ پیش مردم عارف چہ مسجد و چہ کنشت ٭ بچشم اہل نظر خوب و زشت یکسان ہست ٭ اگر ز مذہب و ملت بپرسی از و نیسی ٭ بدین عشق سر خیل حق پرستان ہست۔

سید محمد جمالی بلخی بلخ کے بادشاہ تھے دو سال کی حکومت کے بعد کہ ابھی شباب بھی پورا نہیں آیا تھا تخت و تاج کو لات مار کر خدا کی یاد اختیار کی۔ اشارہ غیبی سے کشمیر میں آئے وہ زمانہ سلطان سکندر بت شکن کا تھا۔ شیخ العالم شیخ نورالدین ولی نے مقام رو پہ ون سے بابا نصرالدین کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سلطان زین العابدین بھی ان کی نہایت عزت کرتا تھا۔ پرگنہ ناگام اُن کے اخراجات کیلئے وقف کر دیا تھا۔

سید جانباز ولی وطن اصفہان تھا نام اصلی سید محمد علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ سلطان زین العابدین کی شہرت اور علما و فضلا کی قدردانی نے کشمیر کو وطن بنانے پر مجبور کر دیا۔ سلطان نے بھی خادمان درگاہ کے لئے تین گاؤں وقف کر دیئے تھے۔

سید برخوردار و میر شمس الدین اندرابی۔ سید صاحب کیلئے سلطان نے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کی جسمیں علم ہدایت وارشاد لینے کیلئے اکثر طالبان علم دین رہا کرتے تھے۔ میر اندرابی سلطان کے زمانہ میں کشمیر میں رونق بخش ہوئے اور محلہ ملارٹہ شہر سری نگر کو وطن قرار دیا۔ سلطان نے ان کے خادموں کیلئے اسی محلہ میں ایک خانقاہ اور درس گاہ تعمیر کرا دیا۔ جہاں سے چشمہائے علوم جاری ہوتے رہے۔

شیخ بہاؤالدین گنج بخش۔ آپ شیخ نورالدین ولی۔ سید محمد مدنی اور شیخ سلطان کشمیری وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ شیخ نورالدین ولی باوجود صاحب کمال ہونے کے اپنے آپ پر حضرت گنج بخش کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ سلطان زین العابدین اولیائے کرام کی خاک پا کو طوطیائے چشم سمجھا کرتا تھا۔ ایک دن نہایت ادب سے محلات شاہی میں آنے اور دریا کی سیر کرنے کی دعوت دی

ملہ تاریخ کشمیر اعظمی تاریخ کبیر کشمیر

لیکن آپ نے اُسے قبول نہ فرمایا۔ آپ کا اصل نام بہاؤالدین ہے گنج بخش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ
سلطان زین العابدین کو ایک دن یہ بشارت دی کہ "ما شما را گنج ہائے فراواں دادیم و ترا بادشاہ
اعظم ترین گردانیدیم"۔ اس بشارت کے بعد سلطان کو وہ شہرت و شوکت نصیب ہوئی کہ اسکی
اپنی زندگی ہی میں اسکا نام "بڈشاہ" یعنی بہت بڑا بادشاہ مشہور ہو گیا ۸۶۸ ہجری میں آپ
چوروں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے سلطان یہ خبر سنکر خود موقع پر پہنچا۔ اور ایک عالی شان مقبرہ
تعمیر کرایا۔

حضرت شیخ نورالدین ولی آپ موضع کیموہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کرامات و خوارق عادت
حد بیان سے باہر ہیں آپ کے دست مبارک پر ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے تہلیلہ عارفانہ
آپ کی ملاقات اور باہمی پر حکمت نکتے اور آپ کے مصنفہ کشمیری اشعار اور اشلوک تمام
کشمیر میں مشہور ہیں۔ سلطان زین العابدین کہتا تھا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ شیخ
الشیوخ نورالدین جیسا ولی میرے ملک میں موجود ہے۔ ۶۳ سال ایک ماہ اور ۲۰ دن کی
عمر کے بعد آپ نے بعد ادائے نماز عشاء ۲۶ رمضان المبارک کو انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا چرار
شریف میں ہے۔ جنازہ کے ساتھ علاوہ عوام الناس کے سلطان معہ ارکان دولت و اعیان
مملکت شامل تھا۔

ملا احمد کشمیری مناظرہ و مباحثہ میں فرد کامل تھا۔ شاعری اور تاریخ نویسی میں اعلےٰ
پایہ رکھتا تھا سلطان نے قدر دانی فرما کر اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ملا احمد صاحب تصنیف
بھی تھا۔ تاریخ وقائع کشمیر اور ترجمہ مہابھارت اسکی یادگار ہے۔ مرنے کے بعد مزار سلاطین
میں جگہ پائی۔

ملا احمد فصیح و عالم اور صاحب ندیم ہونے کے علاوہ شاعر و ظریف بھی تھا۔ ایک دن بزم
آراستہ تھی۔ امرا و وزرا اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ سلامت تخت پر جلوہ افروز تھے
کہ ملک الشعرا ملا احمد بھی دستار کا شملہ پیشانی پر شاخ وار لٹکا کر جھومتا جھامتا اپنی جگہ پر آ بیٹھا
سلطان نے جو اپنے دربار کو ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں سے آراستہ رکھتا تھا دیکھ کر فی البدیہہ
یہ شعر پڑھا ؎

شاخ بر پیشانی ملا احمد کشمیرہ بیں ۔۔۔ گر ندیدستی تو در آفاق انسان شاخدار

ملا احمد بھی خاموش رہنے والی اسامی نہ تھے فوراً بول اُٹھے ؎

شاخ پیشانی خدیو اگر گ داری داشتیم　　تا نیایم درمیان مادہ گاواں در شمار

وہ زمانہ عجیب تھا عجیب لوگ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور بہت سا انعام عطا فرمایا۔

حسد اور حاسدوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا۔ مولانا احمد بھی اس سے نہ بچ سکے۔ دربار سے ملک الشعرا کا خطاب ملا۔ حاسد اور بھی جل گئے آخر یہ سنکر بادشاہ کو ملا احمد سے برافروختہ کر دیا۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کشمیر سے باہر نکال دیا۔ وہ بیچارا پکھلی میں آرہا۔ ایک مدت تک وہاں سرگردان رہا۔ آخر یہ رباعی لکھکر بادشاہ کی خدمت میں بھجوائی ؎

نے بنجوم زمبتدا خبرے　　نے بمنطق زجبز و کل اثرے

برمن ایں کسر و جر چرا دانند　　احمد از غیر منصرف خوانند

سلطان نہایت خوش ہوا۔ مولانا کو واپس بلایا۔ اور بیش از بیش انعام و اکرام عطا فرمایا۔

پنڈت رتناگر کی تاریخ رتناگر کا نسخہ بالکل نایاب تھا۔ جو کلہن پنڈت کو بھی اپنی تاریخ لکھنے کے وقت باوجود کمال کوشش کے دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہ نسخہ ملا احمد کو پنڈت پرجابٹ سے مل گیا۔ لیکن ملا احمد اسوقت اپنی تاریخ مکمل کر چکا تھا تاہم اسنے بطور دیباچہ اپنی تاریخ میں شامل کر دیا۔ نسخہ رتناگر میں جو زبان سنسکرت میں ہے۔ اُن راجاؤں کے حالات بھی درج ہیں جن سے کلہن پنڈت مطلق لاعلم رہا ہے۔ اور اسلئے اپنی تاریخ میں اُن کا ذکر ہی چھوڑ گیا ہے۔

حافظ بغدادی وطن اصل بغداد تھا۔ سلطان کی شہرت سنکر وطن کو ترک کیا اور ہزار ہا کوس کا فاصلہ طے کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ سلطان نے بھی جو نہایت جوہر شناس اور مسافر نواز تھا۔ قدردانی فرمائی اور مصاحبوں میں داخل کر کے فکر معیشت سے آزاد کر دیا۔ حافظ بغدادی سے بیشتر لوگوں کو علم و عمل کا فیض حاصل ہوا۔ ملا پارسا اصل وطن معلوم نہیں لیکن سلطان کے عہد میں کشمیر میں آیا۔ سلطان نے اسکی قابلیت دیکھکر مدرسہ پادشاہی کا مدرس اعلےٰ اسی مقرر کر دیا اور معقول جاگیر بھی عطا کی۔

ملا قاضی جمال الدین۔ ملک ہندمیں سلطان کی فیض بخشی کا شہرہ سنکر کشمیر میں آئے۔ ریاضت وعبادت میں زیادہ شغل رکھتے تھے سلطان نے ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور اُٹھکر تعظیم کی۔ عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جس کو اُنہوں نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔

مولانا قاضی میر علی بخاری آپ بخارا سے کشمیر میں آئے علم و فضل میں صاحب کمال تھے سلطان نے منصب قضا پر سرفراز فرمایا۔ اور عنایات خسروانہ کے دروازے کھول کر عطائے جاگیرات کے ذریعہ مالامال کر دیا مولانا نے اپنی تمام عمر لوگوں کو استفادہ اور فیض پہنچانے میں صرف کر دی۔

مولانا کبیر سلطان کے اُستاد تھے۔ ابھی عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہرات میں تحصیل علوم کیلئے چلے گئے سلطان کو انکا فراق نہایت ناگوار تھا ہزار ہا روپئے زاد راہ بھیجکر ہرات سے منگوایا۔ اور جواہرخانہ اُنکے سپرد کر دیا تھوڑے دنوں کے بعد شیخ الاسلام کے منصب پر سرافراز فرمایا۔ اس سے پہلے یہ منصب کشمیر میں نہیں تھا۔ ایک عالیشان بیت العلوم تعمیر کرا کے انکے سپرد کیا۔ اور کئی گاؤں طالب علموں کے وظیفوں کے لئے وقف کر دیئے۔ بیت العلوم میں دار الاقامت بھی تھا جہاں طالب علم رات کو رہا کرتے تھے۔

ملا عود یہ شخص خراسانی تھا۔ عود بجانے میں اسے کمال حاصل تھا۔ لکھا ہے کہ جب یہ عود بجاتا تھا۔ تو سامعین نقش دیوار بن جاتے تھے سلطان نے جو ہر فن اور ہنر علم کا قدر دان تھا اسکو سرکاری ملازمت میں داخل کر لیا۔ اور وقتاً فوقتاً اسے انعام و اکرام سے مالا مال کرتا رہا۔ سلطان نے اکثر ساز و ں یعنی عود۔ رباب و طنبور وغیرہ کو طلائے خالص کے تختوں سے مڑھ کر جواہرات سے مرصع کیا تھا۔ ناچنے والے اور مطرب و اہل نغمہ اکثر ہندوستان سے بھی آگئے اور سلطان کے دامن دولت سے لپٹ کر رہیں کے ہو رہے۔

ملا جمیل سخندانی و خوش خوانی میں بے عدیل و بے مثال تھا اسکا کام دربار کو خوش رکھنا تھا خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو۔ ملا جمیل اپنے عجیب و غریب لطیفوں اور خوش رنگ کلام سے خوش کر دیا کرتا تھا جسطرح ملا دو پیازہ دل لگی کی باتوں سے اکبری دربار اور بادشاہ کو زندہ دل بنائے رکھتا تھا۔ اُسی طرح ملا جمیل بھی سلطان اور اراکین کو محظوظ کیا کرتا تھا۔

سوم بیہ اہل ہنود میں سے تھا۔ دار الترجمہ میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور چونکہ کشمیری سنسکرت اور فارسی میں صاحب کمال تھا اسلیئے خاص وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ہندی اور کشمیری زبان میں شعر بھی کہتا تھا۔ زینہ حرب نام ایک کتاب اُسنے سلطان کے حالات میں لکھی ہے۔

بودی بٹ یہ بھی اہل ہنود سے تھا عجیب دماغ اسنے پایا تھا۔ ذہن اس قیامت کا رسا اور حافظہ اس بلا کا تیز تھا کہ شاہنامہ فردوسی از بر یاد تھا سلطان کو شاہنامہ سے عشق خاص تھا۔ اور بودی بٹ کی زبانی جو کمال خوش الحانی سے پڑھا کرتا تھا سنکر وجد کیحالت میں آجاتا تھا اسکی یادگار ایک کتاب زین نامہ ہے جو علم موسیقی میں نہایت معتبر ہے۔ سلطان اس شخص کی نہایت قدر کرتا تھا۔

پنڈت زونراج۔ دار الترجمہ میں تاریخ نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور ملک احمد کا ہم پلہ تھا۔ زونراج نے کلہن پنڈت کے زمانہ یعنی راجہ جے سنگھ سے لیکر سلطان زین العابدین کے وقت تک کے تاریخی حالات بزبان سنسکرت نظم میں قلمبند کئے جسپر سلطان نے بذریعہ انعام و اکرام اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

سلطان حیدر شاہ

ایام حکومت ایک سال ۲ ماہ ۱۹ روز ۱۴۷۴ء لغایت ۱۴۷۵ء مطابق ۸۷۹ھ لغایت ۸۸۰ھ

سلطان زین العابدین کی وفات حسرت آیات کے بعد حاجی خاں کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ باپ کے انتقال کے تیسرے دن بعد تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جشن جلوس کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔ اس تجمل و احتشام سے اس نے یہ جشن رچایا کہ کشمیر میں ضرب المثل ہو گیا۔ قریب وجوار اور اطراف و اکناف کے بے شمار راجے تہنیت کے لئے اس جلسہ میں شامل ہوئے خلاع فاخرہ عطا کر کے سلطان نے رخصت کیا۔ تاجپوشی کے موقع پر اس نے سلطان حیدر شاہ کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔ بہرام خان کو اس نے منصب وزارت عطا کیا اور پرگنہ ناگام اس کی جاگیر میں کر دیا۔ اپنے بیٹے حسن خان کو ولیعہد قرار دے کر اس سے حاکم کا معراج بنا دیا۔ بھائیوں کا اتفاق دیکھ کر فتنہ انگیز اراکین دولت میں بد امنی کے آثار ظاہر ہونے لگے زمانہ شناس حسن خان مصلحت وقت دیکھ کر ممالک محروسہ پنجاب کو نکل گیا جس سے کچھ دنوں کے لئے مفسدہ پردازوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر بھی وہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ راجوڑی گکھڑ وغیرہ علاقہ جات فتح کر کے جہلم کی طرف بڑھا۔ اور بھولہ پال کے بہت سے شہر اور گاؤں جلاتا ہوا پانچ چھ ماہ کے بعد بیشمار مال و اسباب لے کر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان حیدر شاہ خود رأ اور شراب کا شدت سے عادی تھا۔ بادشاہ کو غافل دیکھ کر امراء وزراء بھی رعایا پروری سے جی چرانے لگے۔ دنیا کے بہشت سے امن و امان پھر غائب ہو گیا اور دھاچوکڑی شروع ہو گئی۔ کمینے لوگ ارباب نشاط اور خود غرض ہر وقت سلطان کے گرد رہنے لگے۔ ملک میں پھر وہی حالت پیدا ہو گئی جو زمانہ زوال کے ہندو راجاؤں کے زمانہ میں تھی۔ بادشاہ کو بدمست و غافل دیکھ کر اہالیان لشکر اور ذمہ وار اہل کاروں نے بھی رعایا پر وہ ستم ڈھانے شروع کئے کہ الامان والحفیظ۔

بہ نیم بیضہ جو سلطان ستم روا دارد　　زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبے　　برآورند غلامان ہزار درخت زبیخ

باپ کے طرزِ عمل اور طریقِ حکومت کو پامال کر دیا۔ لوے نام حجام نے بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخل پایا کہ ولی عہد سلطنت حسن خان اور اُس کا باپ بہرام خان تک جو مدار المہام تھا۔ اُس سے خوف کھاتے تھے۔ اور کوئی بات اُس حجام کی خلاف مرضی نہیں کر سکتے تھے۔ لوے نے رشوت ستانی اور ظلم رانی سے وہ قیامت برپا کی کہ تمام رعایا چیخ اُٹھی جس شخص سے کوئی بدلہ لینا ہوتا تھا یا کسی سے عداوت ہوتی تھی یا جس امیر سے حسب مُراد رشوت نہیں ملتی تھی۔ اُس سے سلطان کا مزاج منحرف کر دیتا اور موقع دیکھ کر اُس کو نیست و نابود ہی کرا دیتا تھا۔ سلطان کا حکم پلٹ جائے لیکن میاں حجام کا ارشاد بمنزلہ آئیت قرآنی سمجھا جاتا تھا۔ غرض سب لوگ اس سے خائف تھے۔ انتہا یہ ہے کہ حسن خان بھی جس نے سب سے پہلے سلطان کی بیعت اختیار کی تھی اور جس کی خاص کوشش اور معاونت سے سلطان کو سلطنت نصیب ہوئی تھی۔ وہ بھی اسی بدکیش کی مخالفت کے باعث قتل کیا گیا۔

تاریخ گلدستۂ کشمیر[1] میں لکھا ہے کہ اس حجام نے ہندوؤں کو خصوصیت سے نہایت تنگ کیا۔ اُن کے ناک کٹوا ڈالے کسی کو جان سے مارا کسی کو دریا بُرد کیا

[1] تعجب ہے کہ یہ واقعہ صرف اسی تاریخ میں لکھا ہے لیکن مندرجہ ذیل تاریخیں اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ گلزار کشمیر مصنفہ دیوان کرپا رام صاحب مدار المہام جموں و کشمیر۔ تاریخ فرشتہ۔ تاریخ جدولی۔ تاریخ کشمیر اعظمی۔ ایک غافل اور بد انجام بادشاہ سے ایسے احکام صادر ہو جانا جو عقل اور انصاف اور رعایا پروری کے خلاف ہوں ناممکن امر نہیں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حجام کے اشتعال دینے سے بادشاہ نے ہندوؤں پر سختی کی ہو۔ لیکن عام مورخین کا اس واقعہ کو نہ لکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یا تو ایسا ہوا ہی نہیں اور ہوا ہے تو اظہار میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مسلمان مورخوں نے جس طرح سلطان سکندر اور علی شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے ہندوؤں پر سختیاں کی اور اُن کی ایسی کارروائیوں پر افسوس ظاہر کیا ہے اسی طرح اگر سلطان حیدر شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں پر سختی ہوتی تو وہ اپنی مشہور رہمت گوئی اور

غرض ہندوؤں کی تباہی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی - اور غافل سلطان کو خبر تک بھی نہ ہوئی ہندوؤں نے تنگ آکر مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو (جو سلطان سکندر و علی شاہ کے زمانہ میں مندروں کی جگہ بنائے گئے تھے) آگ لگا دی - اور ایک بلوۂ عظیم پیدا کیا بجام نے اس واقعہ کو بادشاہ کے پاس خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا - چنانچہ بادشاہ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ جہاں کوئی ہندو نظر آئے ہلاک کر دیا جائے اس طرح ہزاروں ہندو تیغ کے گھاٹ اُتارے گئے - اور ہزاروں تبدیل لباس اور "نہ بٹوام نہ بٹوام" یعنی میں ہندو نہیں میں ہندو نہیں کہہ کر بچ گئے -

انہیں دنوں میں ادہم خان تسخیر کشمیر کے لئے تبت سے بہت سا لشکر جمع کر کے جموں پہنچا جہاں اس نے حسن خان کے قتل کا قصہ سنا اس لئے اُس نے کشمیر کا ارادہ فسخ کر دیا - اور برابالاتفاق راجہ ملک دیو والئے جموں جنگ مغولان میں جا شامل ہوا - اتفاقاً ایک تیر اُس کے منہ پر لگا اور وہیں گر کر مر گیا - سلطان نے اس کی نعش منگا کر نوکدل کے متصل محلہ سیپہ یار میں مدفون کی - انہیں ایام میں کثرت شراب خوری کے باعث سلطان ایک مرض صعب میں مبتلا ہو گیا اور امورات ملکی میں خلل آنے لگا - ارکین دولت نے جو پہلے ہی حیدر شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہے تھے اتفاق کر کے بہرام خان کو حکومت ملک کے لئے ناگام سے بلانا چاہا - لیکن اس تجویز کی خبر ادہم خاں کے بیٹے فتح خاں کو جس کو بادشاہ نے نظم و نسق ملک کے لئے سرہند بھجوایا تھا - عین وقت پر پہنچ گئی اور وہ لشکر جرار ساتھ لے کر بلا اجازت کشمیر چلا آیا - بے شمار مال غنیمت بھی ساتھ لایا جس کو اُس نے بادشاہ کے پیش کر دیا - چونکہ بلا اجازت واپس آگیا تھا دشمنوں کو حیدر شاہ کے کان بھرنے کا موقعہ مل گیا - اور انہوں نے اُسے بھتیجے سے برانگیختہ کر دیا جس سے فتح خاں مایوس ہو کر گھر بیٹھ گیا - آخرکار ایک سال ایک ماہ اور ۱۹ روز کی جہانبانی کے بعد ایک دن بادشاہ محل میں بیٹھا شراب نوشی کے مزے اُڑا رہا تھا کہ اُس کے پاؤں نے لغزش کھائی اور بام سے گر کر شراب ناب اور چنگ و رباب پر تصدق ہو گیا -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱ صحیح وقائع نگاری سے کام لے کر ضرور اسکا ذکر کرتے مسلمانوں کے علاوہ صاحب گلزار کشمیر کا اُسکے متعلق بالکل خاموشی اختیار کرنا ضرور معنی خیز ہے - ۱۲ فوق

سلطان حسن شاہ

ایام حکومت ۱۲ سال ۶ ماہ ۱۲۷۵ء تا ۱۴۸۷ء مطابق ۸۷۸ھ تا ۸۹۲ھ

سلطان حیدر شاہ کی اچانک موت پر ۱۴۷۵ء کو مرحوم کے بیٹے حسن شاہ نے اپنے چچا بہرام خاں کی مرضی کے خلاف ملک احمد یتو کی اعانت سے دولت خانہ نوشہرہ میں سریر سلطنت پر جلوس کیا۔ سلطان نے معاونت کے صلہ میں ملک احمد کو منصب وزارت پر سرفراز کیا اور سنجر رینہ اور احمد ماگری کو سپہ سالار اور رئیس ملک بنایا۔ دوسرے دن اس نے مخالفوں کی بیخ کنی پر کمر باندھی اور جن جن لوگوں نے فتنہ و فساد سے مخصوص مناصب کو مقید کر دیا۔ بہرام خاں بھتیجے کی دست درازی سے خوف زدہ ہوا اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو ساتھ لے کر روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کی برہمی اور آوارہ گردی سے بیزار ہو کر راستہ ہی میں اس کے ہمراہی اور رفیق بہرام خاں کو داغ مفارقت دے کر علیحدہ ہو گئے۔ حسن شاہ جب چچا سے مطمئن ہو گیا تو اس نے انتظام سلطنت شروع کیا۔ باپ کے طرز عمل اور قواعد و ضوابط منسوخ کر کے اس نے سلطان زین العابدین کا آئین پھر جاری کر دیا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا جس سے اکثر خود غرض اراکین کے مقاصد میں ضعف آنے کا احتمال پیدا ہو گیا اور انہوں نے بہرام خاں سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ جنگ پر آمادہ کر کے اسے واپس بلا لیا۔ حسن شاہ دورہ و سیر و سیاحت پر دیا نگر گیا ہوا تھا کہ بہرام خاں عزم بغاوت استوار کئے علاقہ کامراج میں آ داخل ہوا۔ حسن شاہ بھی فوج لے کر سوپور پہنچ گیا اور چچا بھتیجے میں جان توڑ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلطان کا سپہ سالار تازی بٹ تولدپورہ کے مقام پر بہرام خاں سے ہم نبرد ہوا اور خوب خونریز لڑائی ہوئی۔ اسی اثنا میں بہرام خاں کے منہ پر ایک ایسا تیر لگا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن تازی بٹ نے تعاقب کر کے باپ بیٹے دونوں کو گرفتار کر لیا اور بے شمار مال غنیمت کے ساتھ محبوس کو سلطان کے پیش کیا جس نے بڑی سنگدلی سے چچا کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی جس کے صدمہ سے وہ تیسرے دن مر گیا۔ ملک احمد یتو نے اس کی نعش کی بے حرمتی

کرنا چاہی لیکن مرحوم زین العابدین کے بڑا بنے وزیر زین بدر نے باوجود مخالفت
ولی نعمت کے بیٹے کی لاش کو دفن کر دیا جس سے کینہ ور سلطان سخت برہم ہوگیا اور
اس نے زین بدر کی آنکھوں میں بھی بہرام خاں کی طرح سلائی پھروا کر قید کر دیا اور وہ
بیچارہ تین سال تک قید کے مصائب برداشت کرکے قید خانہ ہی میں انتقال کر گیا۔

اسکے عہد میں حاکم بہلول پور وغیرہ نے بغاوت برپا کی اور سلطان نے اس کے
انسداد کے لئے تازی بٹ سپہ سالار کو تعین کیا تازی بٹ پہلے جموں گیا وہاں سے
راجہ عجب دیو والئے جموں کی فوج بھی ہمراہ لے کر بہلول پور پر حملہ آور ہوا۔ اُدھر سے
تاتار خاں حاکم لاہور مقابلہ پر آیا۔ اور بمقام سیالکوٹ فریقین میں جنگ عظیم برپا
ہوا تا تار خاں شکست کھا کر بھاگ گیا اور تازی بٹ نے تمام سیالکوٹ کو تاخت
و تاراج کرکے ویران کر دیا اس معرکہ آرائی میں بہت سا مال غنیمت تازی بٹ کے
ہاتھ لگا جس کو لے کر فاتح سپہ سالار کشمیر کو لوٹ آیا۔

حیات خاتون دختر سید حسن بن سید ناصر بیہقی کے بطن سے اس کے ہاں
محمد خاں اور حسن خاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے محمد خاں کی پرورش
تازی بٹ کی بیوی نے کی اور حسین خاں ملک احمد ایتو کے کنار آغوش میں تربیت
پانے لگا۔ انہیں دنوں میں احمد ایتو اور تازی بٹ میں مخالفت کے آثار پیدا ہوگئے
جس کے باعث تمام ارکان دولت میں بد امنی پھیل گئی اور خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں
دونوں فریقوں نے ایک دن رات کو جمع ہو کر دیوان خانہ شاہی میں مجادلہ و محاربہ برپا
کر دیا اور نشیمن شاہی میں آگ لگا دی۔ اس کارروائی سے برافروختہ ہو کر بادشاہ نے
ملک احمد ایتو کو معہ خویش و اقارب قید کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا
وہ بیچارہ اسی حالت قید میں دنیا سے گذر گیا[1] اور سید ناصر بیہقی کو ملک سے خارج
کر دیا۔ لیکن تھوڑے سے ہی دنوں بعد اُسے واپس بلا بھیجا جب وہ کوہ پیر پنجال پر پہنچا

[1] ملک احمد ایتو حضرت بابا اسمٰعیل کے ارادت مندوں میں تھا۔ اس نے اپنی زندگی ہی
میں محلہ دیدہ مر متصل خانقاہ مشہور دروبہ میں اپنے لئے مقبرہ تعمیر کرایا تھا وہیں دفن ہوا
اُس کی قبر پر یہ دو شعر (غالبًا اُسکی زندگی ہی میں) کندہ کئے ہوئے ہیں۔ رست ہیں جہاں
زغم ہم و دل بر داشتیم تا جہاں اللہ ایں جہاں نگذاشتیم ایں جستیم اندر سینہ جہاں۔

تو اتفاقیہ موت سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے خسر سید حسن کو دہلی سے بلوا کر زمام ملک اس کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن اس نووارد نے بادشاہ کو امرائے کشمیر سے بدظن کر دیا۔ جس نے بعضوں کو تو قتل کرا دیا اور بعض اس کے خوف سے ملک چھوڑ گئے۔ چنانچہ مشہور سپہ سالار تازی بٹ بھی اس کے پنجہ حسد سے نہ بچ سکا اور قید ہو گیا۔ اسی طرح جہانگیر ماگرے نے راہ فرار اختیار کر کے لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

یہ سلطان بھی پرائیویٹ زندگی میں باپ کا سعادت مند بیٹا تھا۔ دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سرود میں سرشار لعبتان طناز کے ہم آغوش رہتا تھا۔ اس نے اپنی انجمن نشاط کو ایک ہزار دو سو ہندوستانی قوالوں سے آراستہ کر رکھا تھا۔ ہر وقت راگ و رنگ اور عود و چنگ کی دلربا صدائیں محفل شاہی میں گونجتی تھیں۔ ایام حکومت کے ساتھ ساتھ بادۂ عیش و عشرت بھی ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ معاملات ملکی سے غافل ہو کر دن رات مخمور و مسرور رہنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر امرائے کشمیر پھر جادہ اعتدال سے منحرف ہو گئے۔ اور طوائف الملوکی سے ملک میں بدامنی پھیل گئی اور راجگان قرب وجوار بھی اکثر باغی ہو گئے۔ سلطنت کشمیر صرف کوہستانی باڑ کے اندر اندر محدود رہ گئی تاہم اس کی زندگی میں بارہ لاکھ روپیہ رائج الوقت اور ایک ہزار گھوڑے ممالک بیرونی سے خزانہ شاہی میں سالانہ داخل ہوتا رہا۔

۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء کو حادثۂ آتش زدگی نے محلہ قطب الدین پورہ اور اسکندر پورہ میں تلاطم طوفان برپا کر دیا اور تقریباً نصف شہر جل کر راکھ ہو گیا خانقاہ معلی اور جامع مسجد بھی اس آگ میں شہید ہو گئے۔ لیکن سلطان نے بڑی عالی حوصلگی سے ان دونوں متبرک مقامات کو بصرف کثیر دونوں میں از سر نو تعمیر کر کے پہلے سے بھی بارونق بنا دیا۔ اور خانقاہ کی تولیت و امامت قاضی حمید الدین کے سپرد ہوئی جو مشہور مورخ قاضی ابراہیم کا باپ تھا

آخرکار ۱۴۸۴ء میں سلطان حسن شاہ کثرت عیاشی اور شراب نوشی کے باعث اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ انہیں دنوں میں میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا والئے خراسان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵ :- اسے دریا غلط بند کشتیم۔ تاریخ انتقال ۵ اشعبان المعظم ۸۷۷ھ ہے (نو)

کی طرف سے بطور سفارت سلطانی پوشش کی خاص پوشتین لے کر کشمیر پہنچا جس کے ذریعہ سلطان والئے خراسان نے بعض کشمیری تحائف و نفائس ہی طلب کئے تھے لیکن وہ حسن شاہ کی علالت کے باعث باریاب نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں سلطان کا انتقال ہو گیا۔ تاریخ وفات۔

افسوس آن سلطان حسن — خاقان لقب قیصر حشم

بگذشت از بزم زمن — سوئے شبستان عدم

از بہر سالش یک قلم — بے دل شد از اندوہ و غم

رقص و نوا ماند واد — نوش و رد و اماہ وصنم

سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک شاہ میر کی اولاد نے بڑے استقبال کے ساتھ حکومت کی اور اگرچہ آخری دو سلاطین کی بد وضعی اور بد کرداریوں نے امراء و زراء اور رعایا پرایا سب کو پہلے ہی سے متوحش کر رکھا تھا اور ان میں بھی بغض و عناد اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ لیکن اس مخالفت اور مخاصمت کا ہانڈہ حسن شاہ کی وفات کے بعد پھوٹا اور اس نے وہ رنگ بدلے کہ یہ خاندان بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا۔

سلطان محمد شاہ

ایام حکومت ۲ سال ۷ ماہ ۱۴۸۷ء لغایت ۱۴۹۰ء مطابق ۸۹۲ھ لغایت ۸۹۵ھ ہجری

حسن شاہ نے قبل از وفات وصیت کی تھی کہ اس کے لڑکے نابالغ اور کم عمر ہیں اس لئے بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں یا ادہم خاں کے بیٹے فتح خاں میں سے کسی کو حکومت ملک دی جائے لیکن جو کوئی اسکا جانشین ہو وہ اس کے لڑکے محمد خاں کو ولیعہد قرار دے۔ اس وقت تو سید حسن نے بھی اس وصیت کو منظور کر لیا تھا لیکن اسکی وفات کے بعد ارکین دولت اور اعیان مملکت میں تنازعہ برپا ہو گیا۔ بعض محمد خاں کے معاون بن گئے اور بعض فتح خاں کی طرفداری پر اڑ گئے۔ شاہزادے ایک دوسرے کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور معرکہ جدال و قتال گرم ہو گیا۔ اسی اثناء میں باوجود اس کے کہ محمد شاہ کی عمر اس وقت سات سال سے زیادہ نہ تھی سید حسن بیہقی

نے بہرام خاں اور ادہم خاں کی اولاد کی نسبت اسی کو ترجیح دی کیونکہ اول تو وہ اسکا بھانجا تھا اور پھر چودہ سال بچہ تھا اور اسے یقین تھا کہ سلطان کی صغر سنی میں اس کی خوب بنی رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سنہ ۸۹۶ھ میں محمد شاہ کو تاج پہنا کر مہمات ملکی کا متکفل خود بن گیا۔ سید حسن نے اپنے رعب و داب کا سکہ ایسا جما رکھا تھا کہ دیگر اراکین سلطنت کو بلا اجازت سلطان کی ملاقات بھی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اس خود غرضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُمرائے کشمیر مخالف ہو گئے اور اُنہوں نے راجہ جموں کو جو تاتار خاں لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزین تھا اپنے ساتھ شامل کر کے ایک دن رات کو باغ نوشہرہ میں سید حسن کو تیس اور سادات کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور سادات کی دست تعدی کو کوتاہ کرنے کے لئے دریائے بہت (جہلم) کے پل توڑ ڈالے اور کافی جمعیت بہم پہنچا کر دوسری جانب مخالفوں کی پیش دستی کا مقابلہ کرنے کو بیٹھ رہے۔ سید حسن کا بیٹا سید محمد جو سلطان کا ماموں تھا اپنی جمعیت آراستہ کر کے مخالفوں کی سرکوبی کو نکلا۔ اسی اثنا میں عیدی رینہ نے تجویز کی کہ بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں کو جو قید میں تھا کسی حیلہ سے رہا کر کے تخت نشین کیا جائے۔ لیکن وہ ابھی تجویز ہی میں تھا کہ سید علی خاں نے یوسف خاں کو جیل ہی میں ہلاک کروا ڈالا۔ بیٹے کا کہ وہ سید علی خاں کی اس بے جا حرکت کا افسوس ہے لیکن وہ بھی تیغ تہر آلود کی بھینٹ ہو کر مظلوم سے جا ملا۔ بہرام خاں کی بیوہ بیگم نے تین روز تک بیٹے کی لاش اپنے پاس رکھی اور جب دفن کی تو مقبرہ پر جا کر بیٹھ رہی اور تمام عمر اسی کے فراق میں وہیں بیٹھی رہی۔ یہ نیک بخت اور صالح بیگم خاوند کی وفات کے بعد دنیا اور اس کی نعمتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ دائم الصوم رہتی اور افطار کے وقت بھی نان جویں کے چند لقموں کے سوا کچھ نہ کھاتی تھی۔ لیکن اب بیٹے کے داغ مفارقت نے اسے بالکل تارک الدنیا بنا دیا۔ سادات کی آتش فتنہ فرو نہیں ہوئی اور دنگہ و فساد بڑھنے لگا۔ سید محمد اور سید علی خاں اور ان کے ہمراہی نہایت استقلال اور مستعدی سے باغیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن ایک اور خرابی پیدا ہو گئی کہ تمام رعایا اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لوگ روز روشن میں لوٹ مار اور غارت و تاراج کرنے لگے۔ چوروں چکاروں کو بھی خوب موقعہ مل گیا جس کے گھر میں جی چاہتا گھس جاتے اور لوٹ گھسوٹ کر کے چلے جاتے۔ سادات

نے باغیوں اور چوروں کے خوف سے اپنے مکانوں کے ارد گرد خندق بنوا لیئے اور بالکل محفوظ و مامون ہو گئے۔ لیکن باقی رعایا کو اپنی بے اعتدالیوں اور سرکشی کا خمیازہ خوب بھگتنا پڑا۔ اسی اثنا میں جہانگیر ماگرے باغیوں کے مطالبہ پر لوہر کوٹ سے کشمیر آگیا۔ اور اسکا بیٹا داؤد ماگرے اور اس کا ہمراہی اور معاون رفیق ماگرے معہ فوج کے پل بنا کر دریا عبور کر گئے اور سادات پر حملہ کر دیا۔ داؤد ماگرے مارا گیا اور رفیق ماگرے اسکی رفاقت سے بیزار ہو کر بھاگ گیا اور سادات طبل فیروزی بجانے اور خوشیاں منانے لگے۔ سلطان زین العابدین کی طرح انہوں نے بھی باغیوں کے سروں سے دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے ایک مینار تیار کر دیا۔ اب تو سادات کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ دوسرے دن پیش دستی کر کے دریا پار ہو گئے۔ اُدھر سے غنیم بھی بڑے جوش و خروش سے بالمقابل ہوا اور عین پل پر خونریزی شروع ہو گئی۔ اتفاقاً پل ٹوٹ گیا اور فریقین کے بہت سے آدمی دریا برد ہو گئے۔ سادات نے اپنی معاونت کے لئے تاتار خاں کو نامہ و پیغام کر کے بلوا بھیجا تھا لیکن جب وہ بھمبر پہنچا تو وہاں کا راجہ مزاحم ہوا۔ اس جدوجہد میں تاتار خاں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔ اسی طرح اڑھائی ماہ تک سلطان کے معاونوں اور ملک میں خانہ جنگیاں برپا رہیں۔ آخر کار باغی سرداروں نے اپنی فوج کے تین حصہ کئے اور سنہ ۸۹۲ھ میں دریائے بہت عبور کر کے فرقہ سادات پر بلائے ناگہانی کی طرح آپڑے۔ کئی سادات مارے گئے باقی بھاگ کر پناہ لینے کو شہر میں جا گھسے۔ فاتح امرا نے تعقب کیا اور سری نگر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ غارتگری کے بعد انہوں نے شہر کو آگ لگا دی۔ اس آگ سے سخت نقصان ہوا اور یہاں تک اس نے تباہی کی کہ خانقاہ معلی تک پہنچ گئی۔ لیکن اس متبرک آستان کو نقصان پہنچانے کے بغیر فرد ہو گئی۔ اس ہنگامہ میں فریقین کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ سید محمد جس کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی کسی فقیر کے ہاں چھپ رہا۔ اور باقی تمام سادات بھی تتر بتر ہو کر جہاں جسکے سینگ سمائے روپوش ہو گئے۔ مخالف فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتے ہوئے دیوان خانہ شاہی میں داخل ہو گئے اور خلاف توقع سلطان کی تعظیم بجا لا کر اسکے مطیع و منقاد بن گئے۔ ایسی حالت میں سلطان کی کیا وقعت ہو سکتی تھی ہر ایک اپنی جگہ آپ ہی سلطان تھا۔ سید علی خان کو کئی ایک اور سادات کے ساتھ ملک سے نکلوا دیا۔

یہ حالت بھی زیادہ عرصہ تک نہ رہی اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر باہم کشمکش شروع ہوگئی اور باہمی فتنہ و فساد کی آگ پھر بھڑک اُٹھی۔ انہیں دنوں میں جب تاتار خاں لودھی کا انتقال ہوگیا تو آدم خاں کا بیٹا فتح شاہ میدان خالی پاکر جالندھر سے راجوری[1] چلا آیا۔ اور ملک موروثی کے حاصل کرنے کی ادھیڑبن میں لگا ہوا تھا۔ کہ بعض امرائے کشمیر نے اس سے خط و کتابت شروع کردی۔ کئی ایک نمک حرام سردار اس کے پاس بھی چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سی فوج جمع ہوگئی۔ اور وہ کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہوگیا۔ فتح شاہ کچھ عرصہ تک اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ جہانگیر ماگرے بھی آکر اس سے شامل ہوجائے۔ لیکن اس کے بہت سے مخالف پہلے ہی فتح شاہ کے پاس پہنچ چکے تھے اس لئے جہانگیر ماگرے نے دیدہ و دانستہ دشمن کے منہ میں جانا مناسب نہ سمجھا اور محمد شاہ کی رفاقت پر اڑا رہا۔ فتح شاہ فوج آراستہ کرکے ہیرپور کے راستہ پرگنہ اودن میں آداخل ہوا۔ ادھر محمد شاہ نے بھی اپنی فوج آراستہ کرلی تھی غنیم کے مقابلہ کو بڑھا اور چشمہ کی دوسری جانب صف آرائی کرکے کشت و خون کی آگ روشن کردی۔ پہلے تو فتح شاہ کی فوج نے غلبہ کیا اور محمد شاہ کے سپاہی بیدل ہوتے گئے۔ آخر کار جہانگیر ماگرے خود آگے بڑھا اور گھبرائی ہوئی سپاہ کا حوصلہ بڑھاتا ہوا یک بار دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ جو شجاعت اور جوانمردی اس موقعہ پر اس بہادر حملہ آور نے دکھائی بیان سے باہر ہے۔ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا فتح شاہ تک پہنچ گیا قریب تھا کہ اُسے گرفتار کرلیتا۔ لیکن عین اسی وقت شور ہوا کہ محمد شاہ گرفتار ہوگیا اس لئے جہانگیر ماگرے اپنے سلطان کی امداد کے لئے

[1] راجوری میں اس وقت برہان الدین خاں عرف بیرم سیہ حکومت کرتا تھا۔ فتح شاہ یا فتح خاں جو سلطان زین العابدین کا پوتا تھا جالندھر سے سنہ ۸۹۰ھ یا ۸۹۱ھ میں سادات اور اہل کشمیر کے باہمی فسادات کی خبریں لاکر اور اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کے لئے راجہ راجور کے پاس آیا۔ راجہ نہایت تعظیم اور متابعت سے پیش آیا۔ لیکن جب جہانگیر ماگرے نے جو سلطان کشمیر کا مختار کل تھا۔ راجہ راجور کو لکھا کہ سلطنت کے دشمن سے مدارات کرنا۔ اور اس کو اپنے پاس پناہ دینا مناسب نہیں ہے۔ تو راجہ نے امداد میں حیلہ جوئی کی۔ لیکن اس اثنا میں شہزادہ نے جمعیت بہم پہنچالی تھی جس کو ہمراہ لے کر وہ سلطان

پیچھے ہٹ آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صرف دشمنوں کی کارستانی تہی۔ اسکا منہہ موڑنا تہا کہ فتح شاہ کو موقع ہاتھ آگیا اور چشم زدن میں میدان خالی کر کے چمپت ہوگیا۔ آخری حملہ میں جہانگیر ماگرے نے فتح شاہ کے پچاس نامی گرامی افسر مارے۔ محمد شاہ مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ سری نگر پہنچ کر اس نے تمام نمک حرام سرداروں کے گھر بار ویران کر دیئے منجملہ ان کے تازی بٹ جو قید سے بہاگ کر فتح شاہ سے جا ملا تھا اور ابہی تک اس کے ساتہہ تہا اس کا خانمان بالکل برباد کر دیا جس سے کچہہ دنوں کے لئے امن قایم ہوگیا۔ لیکن فتح شاہ کب خاموش بیٹھنے والا تہا۔ اس ہزیمت سے بہی اسکی تسلی نہ ہوئی بمقام بہرام گلہ قیام پذیر ہوکر اس نے دنوں ہی میں کافی جمعیت اکٹھی کر لی اور پہر کشمیر پر حملہ آور ہوگیا۔ اور جہانگیر ماگرے کی فوج سے کریوہ ناگام پر دوچار ہوکر جنگ و جدل میں مصروف ہوا۔ ادھر یہ لڑائی خون کی ندیاں بہا رہی تہی اُدھر فتح شاہ کا سردار تازی بٹ تھوڑے سے آدمی لے کر سری نگر داخل ہوگیا اور ملک سیف ڈار وغیرہ اُمراء کو جو محمد شاہ کی قید میں تھے جیل خانہ سے رہائی دلا کر اپنے ساتہہ شامل کر لیا۔

اب جہانگیر ماگرے کو بہی تشویش ہوئی لیکن وہ بہی بڑا صاحب حوصلہ اور پولیٹکل آدمی تہا اس نے والئے راجوڑی کو اپنے ساتہہ متفق کر لیا۔ سلطان نے بعد فتح یابی کے راجہ راجوری کو خلعت گراں بہا دے کر رخصت کیا۔ فتح شاہ دوبارہ مغلوب ہوکر ہیرہ پور کے راستہ بہاگ گیا۔ لیکن حالت فراری میں ہی فتح شاہ کی کافی دلجوئی ہوگئی کیونکہ جاتے ہی وہ جموں پر قابض ہوگیا۔ جہاں اطمینان سے بیٹھ کر فوج جمع کرنے لگا چنانچہ کچہہ عرصہ بعد وہ عالی ہمت تیسری مرتبہ کشمیر پر چڑھ آیا۔ اسی اثنا میں جہانگیر ماگرے نے سادات بیہقی کو جو ملک سے خارج کئے گئے تہے واپس بلا لیا تہا اس موقعہ پر ان کو ساتہہ لے کر میدان کارزار میں آیا جنہوں نے شجاعت اور جوانمردی کے خوب جوہر دکھلائے بہت سے شہید ہی ہوئے لیکن بالآخر فتح شاہ کے ہمراہی سیف ڈار وغیرہ ان کی بے مثال شمشیر زنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ فتح شاہ کی مستقل مزاجی نے اُسے پھر بہی نہ چین لینے دیا اور چوتہی مرتبہ پہر لشکر گراں

بقیہ حواشی صفحہ ۶۔ سے مقابلہ کو نکلا۔ فرق۔ ۱۲

لے کر آموجود ہوا۔ بہت سی خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار جہانگیر ماگرے زخمی ہو کر میدان سے نکل گیا۔ اب کیا تھا فتح شاہ کھلے دروازے ملک میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میر سید محمد بن سید حسن بیہقی نے بھی فتح شاہ کا دم بھرنے لگا۔ محمد شاہ تخت چھوڑ کر جائے پناہ ڈھونڈنے کی فکر میں بھاگ نکلا[1]۔ فتح شاہ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا دارالسلطنت میں داخل ہوا اور تمام شاہی خزانوں اور سامان حرب و ضرب پر قابض ہو گیا۔

سلطان فتح شاہ

ایام حکومت ۲ سال ۱۱ ماہ ۸۹۵ھ [۱۴۹۰] لغایت ۸۹۸ھ [۱۴۹۳] مطابق ۹۵ شہ لغایت ۹۸ شہ

اس سلطان نے تخت نشین ہو کر کاروبار مملکت اپنے معاون ملک سیف ڈار کے سپرد کر دیا اور خود اُس کے صلاح و مشورہ سے امورات جہانبانی سر انجام دینے لگا۔ سیف ڈار بھی سلطان کی مطابعت اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہا اور حتی الامکان مہمات ملکی بڑے استقلال اور نیک نیتی سے سر انجام دیتا رہا لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ملک شمس چک[2]۔ سرہنگ رینہ اور موسیٰ رینہ ملک سیف ڈار کے عروج سے

[1] تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ چند زمینداروں نے محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خاں کے حوالے کر دیا۔ فتح خاں نے اپنے بھائیوں اور محمد شاہ کو دیوان خانہ میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ تمام سامان عیش و عشرت اکل و شرب اور جمیع ضروریات اُن کے لئے مہیا رکھیں۔ سیف ڈار بھی ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتا تھا۔ سیفرن

[2] ملک شمس چک ہمت چک کا بیٹا اور معمولی حیثیت کا آدمی تھا پہلے پہل وہ سید محمد بیہقی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ملک احمد ایتو کے بیٹے ملک نوروز ایتو کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ ذاتی شجاعت اور بہادری کے باعث نام حاصل کرتے کرتے اس نے ملک ڈار کے ہاں رسوخ پیدا کر لیا جس نے اسے اپنی ملازمت کا رتبہ عطا کر کے ہمنشین بنا لیا۔ اسی اثنا میں بانڈی چک کے بیٹے حسین چک کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں آ گئی جس سے وہ بھی امیروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ بڑھتے بڑھتے اس گھر کے بھیدی نے آقا کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور اُسے مروا کر منصب وزارت خود سنبھال بیٹھا۔

متردد ہو کر اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بادشاہ کو بھی اس کے برخلاف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی فوج آراستہ کر کے سیف ڈار اور سید محمد کی مدافعت کے لئے تیر و ترکش نکال میدان میں آ گئے۔ پہلے تو انہوں نے شہر کے پل توڑ ڈالے اور پھر بمقام مرالبنہ معرکہ جدال و قتال برپا کر کے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ اس ہنگامہ میں بھی ہزاروں آدمی مارے گئے۔ ایک دن ہنگام کارزار میں ملک سرسنگ رینہ نے ملک سیف ڈار کے مرکب سواری کو زخمی کر کے اُسے بیدل اور بیدست و پا کر دیا تاہم سیف ڈار نے داد شجاعت دینے میں کوتاہی نہ کی اور دل کھول کر تلوار چلائی۔ کشتوں کے پشتے باندھ دیئے۔ لیکن اس انبوہ کثیر میں وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ آخر کار مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی کے تیر خون آشام نے نورنگ سرسنگ کی آنکھ کا نشانہ کر کے اُسے بھی سیف ڈار کے ساتھ ہی عدم آباد کو بھجوا دیا۔ جب طرفین کے سرغنہ مارے گئے تو آتش محاربہ بھی فرو ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد ملک شمس چک نے منصب وزارت سنبھالا اور سیف ڈار کی طرح عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن اعلےٰ ترین منصب نے جلد ہی اس کے وجود میں نخوت اور رعونت پیدا کر دی اور کاجی چک اور بعض دیگر اُمرا کو در غلا کر سید محمد بیہقی کی مخالفت پر طیار ہو گیا۔ اور اُسے ملک سے نکالنے کی نیت سے لڑائی شروع کر دی سید محمد نے محمد شاہ سلطان معزول سے سازش کر لی۔ اور ابراہیم ماگرے۔ حاجی پڈر اور ملک عیدی رینہ کو اپنا طرفدار بنا کر خانقاہ بلبل شاہ کے متصل شمس چک کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ شمس چک تاب تقابل نہ دیکھ کر بھاگ نکلا اور پل عالی کدل عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ کاجی چک بھی اس کے پیچھے ہی روانہ ہوا۔ جب پل پر پہنچا تو سید محمد کے آدمی مفروروں کی راہ روکنے کے لئے پل توڑ رہے تھے بلکہ اُنہوں نے بہت سا فرش اوکھیڑ بھی دیا تھا۔ تاہم کاجی چک گھوڑے کو جست کرا کے دریا کے پار نکل گیا۔ لیکن اس کے ہمراہی جو آغا کی طرح کود کر پار جانا چاہتے دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اب شمس چک اور کاجی چک نے بالاتفاق بھاگنے کی ٹھیرائی اور کامراج کی طرف نکل گئے سید محمد اور اُس کے ساتھی ان کے متعاقب تر سیر گام تک گئے اور انہوں نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر خاکستر بنا دیا لیکن شمس چک اور کاجی چک دونو جانیں بچا کر درستان چلے گئے۔ جب سلطان فتح شاہ

نے وزیر کے بغیر اپنی بازی میں مات کا نقشہ دیکھا - تو تخت کو سلام کر کے پنجاب کو
نکل گیا مخالفوں کا قلع وقمع کر کے سید محمد نے مراجعت اختیار کی اور سوپور پہنچ کر دریائے
بہت کے کنارے پر اقامت پذیر ہو گیا - اثنائے ہزیمت میں جب شمس چک نے غنیم
کی واپسی کی خبر سنی تو وہیں سے لوٹ آیا اور بہرام ڈار - ملک عثمان - ذکی ملک اور
قوم ڈانگر کو اپنے ساتھ شامل کر کے انتقام جوئی کے درپے ہوا - اسی اثنا میں محمد شاہ
بھی کمینگا سے نکل کر سید محمد سے آملا - یہ دیکھ کر شمس چک سید محمد کے مقابل تو نہ کھڑا
ہو سکا لیکن شبخون مارنے پر مستعد ہو گیا - یہ خبر محمد شاہ اور سید محمد کو بھی وقت پر
مل گئی اور انہوں نے موسیٰ رینہ کو کچھ سپاہی دے کر کیمپ میں چھوڑ دیا اور خود
گھات لگا کر کمینگاہ میں بیٹھ گئے - آدھی رات کے وقت شمس چک کیمپ پر حملہ آور
ہوا - اہل کیمپ بھی ہوشیار تھے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے - اُدھر سید محمد بھی گھات سے
نکل شیر کی طرح آپڑا اور خوب گھسان کی تلوار چلنے لگی ہزاروں سپاہی
کھیت رہے اور حاجی چک کے بدن پر پچاس زخم کاری لگے اور اس کا کان بھی
کٹ گیا آخر جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو وہ ہزیمت اختیار کر کے میدان خالی چھوڑ
گئے شمس چک فتح شاہ کے پیچھے دوڑا جو پنجاب کو جا رہا تھا اور بمقام نوشہرہ
آفاسے جا ملا - فتح شاہ کی حکومت اس مرتبہ دو سال ۱۱ ماہ رہی -

سلطان محمد شاہ بار دوم

ایام حکومت ۸ سال ۹ ماہ سنہ ۱۴۹۳ء لغایت سنہ ۱۵۰۱ء مطابق ۸۹۸ھ لغایت ۹۰۷ھ
سنہ ۱۴۹۳ء میں دوسری مرتبہ سلطان محمد شاہ حکومت ملک پر مامور ہوا - سید محمد
بیہقی جس کی طفیل اسے سلطنت ملی تھی منصب وزارت اختیار کر کے داد جہانبانی دینے
لگا - ناظرین کو یاد ہوگا کہ سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام سنہ ۱۴۸۷ء میں میر شمس الدین
عراقی خراسان سے تحفے لے کر کشمیر آیا تھا لیکن بادشاہ کی وفات کے باعث دربار
میں پیش نہ ہو سکا اس کے بعد اس وقت تک میر موصوف کشمیر ہی میں سکونت پذیر
رہا - سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے دنوں میں یہ شخص بابا اسمٰعیل کی خدمت

میں جا و لیا ئے کشمیر میں شمار کیا جاتا ہی پہنچا اور اس کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ لیکن دراصل وہ مذہب تشیعہ کا پیرو تھا اور اس نے دوران قیام میں بابا علی بخار کو اپنے مذہب کا معتقد بنالیا تہا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کر لیا اور سید محمد اسکا مدار المہام بن گیا تو میر عراقی کو اپنا وطن یاد آیا اور آٹھہ سال بعد ۸۹۵ھ میں واپس خراسان ہو گیا لیکن جب سلطان حسین مرزا شمس الدین کے مذہبی عقاید سے واقف ہوا تو اس نے اسے اپنے ملک سے خارج کر دیا چونکہ میر صاحب کو ملک کشمیر میں کافی تعارف حاصل ہو چکا تہا۔ اسلئے خراسان سے جلا وطن ہو کر انہوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہاں پہنچ کر بابا علی نجار کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ۔ کاجی چک اور غازی چک ہی آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے جو نئے دین کے پھیلانے میں اپنے مجتہد کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ جب سید محمد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔ سید کی اس حرکت نے میر صاحب کے مریدوں کو برافروختہ کر دیا ان میں جو سربرآوردہ تہے انہوں نے ابراہیم ماگرے اور حاجی پڈر سے عہد و پیمان کر کے فتح شاہ اور شمس چک کو جو لوہ سہرہ میں قیام پذیر تھے بلوا بھیجا۔ فتح شاہ جو ہر وقت تاک میں لگا رہتا تہا ایسے موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تہا پیغام سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور براہ جموں ہیرہ پور پہنچکر موسیٰ رینہ حاجی پڈر اور ابراہیم ماگرے کی فوج سے جو اس کے استقبال کے لئے وہاں گئی ہوئی تہی آملا بمقام خانپور فریقین جنگ و جدل میں مشغول ہوئے اگرچہ محمد شاہ کی فوج فتح شاہ کے سپاہیوں سے تعداد میں بہت کم تہی لیکن سید محمد کی شجاعت نے مخالفوں کی کچھہ پیش نہ چلنے دی اور بڑی جوانمردی سے غنیم کی جماعت کثیر کو ہی پس پا کر دیا۔ دوسرے دن ہی قریب تہا کہ فتح شاہ حسب عادت میدان چھوڑ جائے لیکن عین وقت پر مشیت ایزدی نے سید کی ترکتازی کی ترکی تمام کر دی۔ اور وہ اجل رسیدہ جب کہ وہ دشمن پر بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہو رہا تہا اچانک گھوڑے سمیت ویران کنوئیں میں جو کہیں میدان جنگ میں واقع تہا گر گیا۔ سید کے ہمراہی اسے کنوئیں سے نکالنے کے لئے پہنچ گئے لیکن غنیم نے یکبارگی حملہ کر کے سب کو گھیر لیا۔ اسی طرح سید محمد اور اسکی جماعت کو چاہ عدم میں ڈال کر مخالف شادیانے

بجانے لگے۔ بیچارہ محمد شاہ تہیدست و پا ہو کر بھاگ نکلا اور آٹھ سال ۹ ماہ کے بعد فتح شاہ کو اپنی سلطنت حوالے کر کے نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔ اس معرکہ میں محمد شاہی فوج کے ایک ہزار سات سو جانباز سپاہی کام آئے۔ جن میں سے بارہ سو سپاہیوں کے پاؤں میں زعفرانی موزہ[1] تھے۔ سید محمد کے اقربا نے اس کی لاش کنوئیں سے نکال کر مزار سلاطین میں مدفون کر دی۔ شمس چک نے مخالفوں کا قلع و قمع کرنا شروع کیا۔ سید محمد کا مکان جو کئی سال کے بعد بصرف کثیر حال ہی میں طیار ہوا تھا اس نے جلوا کر اس کے نقش و نگار اور نسواق و رواق تمام خاک میں ملا دیئے۔ اس عالیشان محل کی ویرانی نے عوام کے دلوں میں سخت چوٹ لگائی اور انہوں نے اس عبرت ناک واقعہ کی یادگار میں بزبان کشمیری دلسوز اشعار موزوں کیئے۔ اس انقلاب عظیم کے بعد سید محمد کے تین بیٹے موضع سوپیہ گام میں بہرام خاں کے گھر رہ گئے تھے جو اپنے مخالفوں کی کثرت دیکھکر فرار ہو گئے۔ منجملہ ان کے سید میر تقی کو دشمنوں نے تبت کے پہاڑوں سے گرا کر ہلاک کیا۔ دوسرا لڑکا سید ابراہیم علاقہ تبت میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا اور ڈھائی سال بعد زندان سے مخلصی حاصل کر کے محمد شاہ کے پاس نوشہرہ جا پہنچا۔ تیسرا سید یعقوب عالم طفولیت میں اپنی خیر بادر کی حفاظت میں دشمنوں سے محفوظ رہا۔

سلطان فتح شاہ باردوم

ایام حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۵۰۱ء لغایت ۱۵۱۴ء مطابق ۹۰۷ھ لغایت ۹۲۰ھ

فتح شاہ نے حریف کے تخت پر قدم رکھ کر شمس چک کو وزارت پر ممتاز کیا۔ اس کی تخت نشینی کے دوسرے روز اور سید محمد کی وفات کے تیسرے[2] دن رات کے آخری حصہ میں ہولناک بھونچال آیا۔ زلزلہ کیا تھا قیامت کا نمونہ تھا۔ زمین بید کی طرح لرزنے لگی۔ ہزاروں مکان خاک میں مل گئے۔ سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں اور تین ماہ

---

[1] موزہ ہائے زعفران سے تمغہ بہادری و شجاعت کا نشان مراد ہے۔ ۱۲ [2] کشمیری سن کے مطابق جو سلطان زین العابدین کے جلوس سے شروع ہوتا ہے واقعہ ۱۲ ماہ آشٹ سنہ ۱۸۱ کشمیری کو یہ حادثہ نازل ہوا۔ اس زلزلہ کو بھی اہل کشمیر سید محمد کی بیگناہ موت پر استدلال کرتے ہیں۔ ۱۲

تک بڑے زور و شور سے حرکت محسوس ہوتی رہی۔

پہلے تو شمس چک حسب منشاء سلطان امورات سلطنت سرانجام دیتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں پر چڑھا کر اس نے باقی تمام امرائے دولت اور ارکین سلطنت کو امورات مملکت سے بالکل بیدخل کر دیا اور تمام سیاہ و سفید کا مالک و مختار خود بن گیا جس سے باقی اہل کاروں میں سخت بے چینی پھیل گئی لیکن موسٰی رینہ چاڈورہ اور ابراہیم ماگرے نے چاپلوسی اور خوشامد سے بادشاہ کو ایسا قابو کر لیا کہ وہ دفعتہً شمس چک کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا جب اُدھر سے اطمینان ہو گیا تو ان فتنہ انگیزوں نے برسرِ اجلاس شمس چک کو گرفتار کر لیا اور جیل خانہ بھجوا دیا۔ چونکہ قوم ڈانگر اور سیف ڈار کے متعلقین پہلے ہی سے اس کے مظالم سے نالاں تھے موسٰی رینہ نے بکمال دانشمندی انہیں لوگوں میں سے ابراہیم ڈار اور دولت ملک کو شمس چک کے مارنے پر متعین کیا۔ ایک دن یہ دونوں اپنے محافظوں کا اشارہ پاکر حبس خانہ میں داخل ہوئے۔ شمس چک دشمنوں کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر سخت گھبرایا۔ لیکن حوصلہ کر کے باوجود پابزنجیر ہونے کے جان توڑ مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت کارد بغلی کے سوا اور کوئی ہتھیار اس کے پاس نہ تھا تاہم کمر ہمت باندھ کر شیر نیستان کی طرح جھپٹا اور سائس انبوہ غفیر پہ جا گرا۔ جو سامنے آیا ایک ہی زخم کھا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ یہاں تک کہ دروازے تک اس نے بیس آدمیوں کو کشتہ اور اسی قدر کو مجروح کیا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے ؎

بیچومے بہ سنگ و بخشت و مشت | تا کہ شمس چک شصت کس را بکشت

لیکن تا بہ کے آخر کار مخالفوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چار ناچار منصب وزارت پر رونق افروز رہ کر اپنے آقا سید محمد کے پاس جا پہنچا اور اپنے ناز پرورده بیٹے کو جو بسبب وزارت سے زندان حبس تک بھی باپ کے ساتھ ساتھ تھا ہمراہ لے گیا ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو | از مکافات عمل غافل مشو

اس نے آقا کشی کی خدا نے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا اور کس بیکسی سے عالم کیفر کردار کو پہنچایا۔

اس کے بعد وزارت کا کام ملک موسٰی رینہ نے ہاتھ میں لیا جو ابراہیم ماگرے کی صواب دید سے فرائض منصبی حسن و خوبی سے ادا کرنے لگا شمس چک کے قتل کا ملزم

قوم ڈانگر کو قرار دے کر اس نے اپنے آپ کو تمام الزاموں سے بری کر لیا اور اُن بیچاروں کو ملک سے بدر کرکے ذلیل وخوار کر دیا۔ ان کو بھی اپنے کئے کی پوری سزا مل گئی اور پریشان حال ہندوستان میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی جسے سلطان حسن شاہ کے عہد میں کشمیر سے بدر کیا گیا تھا سلطان کی معزولی اور سید محمد کے انتقال کی خبر سن کر اسکردو سے کشمیر آگیا۔ مریدوں اور معتقدوں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ محلہ جڈی بل میں سکونت اختیار کی جب شمس چک بھی آ گیا تو اس نے موسےٰ رینہ کو جو اس کے مریدان با اخلاص سے تھا دین کی اشاعت پر آمادہ کیا جس نے خانقاہ معلی کے مقابلہ کی ایک عالی شان خانقاہ محلہ جڈی بل میں تعمیر کرائی اور مذہب تشیعہ کے پھیلانے میں ہمہ تن سعی کرنے لگا۔ مسلمانان اہل سنت پر قیامت برپا ہو گئی بعض قتل کئے گئے بعضوں کو ملک سے خارج کرایا گیا اور بعض جبراً شیعہ بنائے گئے۔ اسی طرح ہندوؤں کی تخریب و تذلیل بدرجہ غائیت ہونے لگی۔ لوگ زبردستی شیعہ بنائے جانے لگے صرف فرقہ ہنود سے چوبیس ہزار آدمی شیعہ ہوئے۔ کوئی پوچھنے والا تو تھا ہی نہیں موسیٰ رینہ کی وزارت نے شمس عراقی کے عقائد پھیلانے میں وہ نمایاں کوشش کی کہ لوگوں کو سکندر بت شکن کا زمانہ ہی بھول گیا۔ نیا دین تو روز بروز ترقی کرنے لگا لیکن ملک تباہ ہو گیا۔ اور ہندو اور اہل سنت مسلمان عذاب ہائے شدید کا شکار ہونے لگے۔

موسیٰ رینہ ایسا زبردست آدمی تھا کہ اس کے مقابلہ میں سلطان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی طائفہ چکان کو بھی جن کی اولوالعزمی اور بزرگی کا شہرہ تمام ملک میں پھیل رہا تھا۔ ڈانگروں کی طرح اس نے ایسا ذلیل وخوار کیا کہ کاجی چک، سرنگ چک اور سہہ چک جیسے نامدار موسیٰ رینہ کے بیٹے علی رینہ کی اردل میں پیدل چلتے تھے۔ نو سال تک ملک میں یہی وبا پھیلی رہی آخر ۹۱۲ھ میں ابراہیم ماگرے نے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کرکے اُسے موسےٰ رینہ سے بدگمان کر دیا چنانچہ سلطان نے اسی کو رینہ صاحب کی بیخ کنی پر مقرر کیا جس نے دریائے بہت کے پل توڑ کر دا نالا مارتو سکندر پورہ کی جانب بے شمار فوج کے ساتھ محاربہ و مقابلہ کا بازار گرم کر دیا۔ موسیٰ رینہ بھی اپنے ہمراہی لے کر آمادہ پیکار ہوا۔ عوام وخواص موسیٰ رینہ کے مذہبی تشدد کے باعث اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام سرحاپا کیا اہل شہر اور کیا اہل دہات اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور لاچار اُسے بھاگنا

پڑا، لیکن پنجہ تقدیر سے کہاں جاسکتا تھا۔ پنجاب کی جانب بھاگا جاتا تھا کہ موضع راولپور میں انگور کی بیل کمند اجل کی طرح اس کی گردن میں گلوگیر ہوئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے رفیق سفر نے ایک ہی لات سے سر چور کر مغز باہر نکال دیا گویا علیؑ قاتل مردم بپاداش رسید۔

لاش سری نگر پہنچائی گئی اور جامع مسجد کے سامنے اس کے آبائی مقبرہ میں مدفون ہوئی۔

موسیٰ رینہ کا کام تمام کرکے ابراہیم ماگرے نے مسند وزارت پر قدم رکھا۔ اس نے ملک عثمان اور دتی ملک کو جو کوہستان پنجاب میں آوارہ وسرگرداں پھر رہے تھے کشمیر بلالیا اور ان کو اپنا معاون بنا کر داد حکومت دینے لگا۔ اسی اثنا میں ابراہیم ماگرے کی نظر عنایت پاکر ساری قوم ڈانگر کے افراد بھی ہندوستان سے آگئے اور اس کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ یہاں وارد ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس سرکش قوم نے غلبہ پالیا اور باقی تمام سرداروں اور امیروں سے سازش کرکے ابراہیم ماگرے کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور بہت سی جدوجہد کے بعد اسے مغلوب کرکے چالیس روزہ مسند صدارت سے برطرف کردیا۔ اور اسکی جگہ ملک عثمان کو مدار المہام بنادیا۔

فتح شاہ بیچارہ نام کا سلطان تھا موم کی ناک جدھر چاہا پھیر لیا۔ نہ اس کی دوستی سے فایدہ نہ اس کی دشمنی کا ڈر سلطنت اور اسکا انتظام تمام سرداران ملک کے ہاتھ میں تھا اور سلطان اپنی معزولی کے خوف سے جس فریق کو زبردست پاتا اسی سے مل جاتا۔ ابراہیم ماگرے کی تباہی کے بعد ملک عثمان کے ہاتھوں میں آگیا۔ اس کی وزارت کو ابھی تین مہینے ہی نہ گذرے تھے کہ ملک کاجی چک، جہانگیر پڈر اور گدا ملک نے بادشاہ کو اپنے ساتھ ملالیا۔ جنہوں نے دتی ملک اور غازی چک کو سر دربار شمشیر کینہ ریز سے پارہ پارہ کردیا۔ اور ملک عثمان کو بادشاہ کے سامنے سے اٹھا کر زندان میں پہنچادیا۔ اس کارروائی سے ملک میں سخت شور اٹھا اور بدامنی پھیل گئی۔ ادھر قوم ڈانگر اٹھ کھڑی ہوئی ادھر ابراہیم ماگرے نے خونریزی کا بازار گرم کردیا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ اور اس کے منتسب کاجی چک اور جہانگیر پڈر ہندوستان کو بھاگ نکلے۔ لیکن ابراہیم ماگرے نے مصلحت جان کر فتح شاہ کے متعاقب اپنا وکیل بھجوایا اور اسے ہیرہ پور سے واپس

بلا کر بدستور تخت حکومت پر بٹھا دیا اور خود اس کا وزیر بن گیا۔ اس عالی ہمت وزیر نے پھر بھی ملک عثمان کو قید سے رہا کر دیا اور اسے زیر بار احسان کر کے اپنا ممد و مددگار بنا لیا اسی طرح اس نے ماگروں سے بھی عہد و پیمان کر لیا۔ ملک جہانگیر اور کاجی چک وغیرہ بھاگ کر پنجاب چلے گئے۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ محمد شاہ معہ لشکر و سپاہ کوہستان بلدپال ہیر بتقریب کتخدائی گیا ہوا ہے اور سید محمد کے بیٹے سید ابراہیم کے سوا پیچھے کسی کو نہیں چھوڑ گیا فتح شاہ نے چاہا کہ اس ملک میں بھی دشمن کو چین نہ لینے دے اس لیے بہت سی فوج طیار کر کے عنان حکومت کو نوشہرہ کی جانب معطوف کیا جب اس کی اطلاع سید ابراہیم کو پہنچی تو وہ سخت گھبرایا تاہم از روئے جلادت جبلی تیغ انتقام کھینچ کر بر سر مقابلہ آ گیا۔ بمقام غازی کوٹ فریقین میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا اس معرکہ میں سید ابراہیم نے وہ شجاعت اور دلاوری دکھائی کہ فتح شاہ کو باوجود کثیر جمعیت کے بے نیل مرام لوٹنا پڑا۔ بہادر سید ابراہیم نے تعاقب کیا اور دشمن کے سینکڑوں جانباز سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ فتح شاہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا۔ اور سید ابراہیم مظفر و منصور نوشہرہ کو مراجعت پذیر ہوا۔ واپسی پر محمد شاہ نے بہادر سپہ سالار سید ابراہیم کی مستعدی اور جرأت کی خوب داد دی اور اسے خان کا خطاب عطا کر کے خاص مقربوں میں داخل کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک سال تک کشمیر میں امن قائم رہا لیکن اس کے بعد احسان فراموش ملک عثمان نے شنکر رینہ سے موافقت کر کے ابراہیم ماگرے کی بیخ کنی پر کمر باندھ لی چنانچہ فتح شاہ کی تحریک سے ابراہیم ماگرے کے بیٹوں ملک ابدال اور ملک فیروز کو انہوں نے محبوس کر لیا اور ابراہیم ماگرے بھاگ کر پونچھ چلا گیا۔ دوبارہ ملک عثمان صدر اعظم بنا اور شنکر رینہ کو منصب سپہ سالاری عنایت کیا

ابراہیم ماگرے جیسا کہ عالی دماغ تھا ویسے ہی مستعد و مستقل مزاج اور ان تھک بھی تھا پونچھ پہنچ کر بھی خاموش نہ بیٹھا چک اور ڈار جو پنجاب میں آوارہ پھر رہے تھے انہیں اپنے ساتھ متفق کر لیے اور سلطان محمد شاہ کو آگے رکھ کر جمعیت کثیر سے کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ بمقام سوپور لب دریا اس نے پائے استقامت جمائے اور دشمن کی پیش دستی کا انتظار کرنے لگا۔ فتح شاہ بھی ملک عثمان اور شنکر رینہ کو ساتھ

لے کر بڑھا اور غنیم کے مقابل دریا کی دوسری طرف ڈیرے ڈال کر مہم کی تجویزیں سوچنے لگا۔ ملک عثمان نے بادشاہ اور شنکر رینہ کو تو وہیں چھوڑا اور خود باتفاق لوہر ماگرے زنگی چک وغیرہ امرا کہویامہ کے راستہ بمقام کریوہ بوسنگری جہاں پہلے ہی سے محمد شاہ کی فوج بیٹھی تھی دشمن پر حملہ آور ہوا۔ چنانچہ اُن کو پسپا کر کے اس نے میدان خالی کرا لیا۔ محمد شاہی سپاہ اُفتاں و خیزاں سوپور کیمپ کو لوٹ آئی۔ کاجی چک اور علی رینہ جو اس فتنہ کے بانی مبانی تھے اس ناگہانی ہزیمت سے بالکل ناامید اور مایوس ہو گئے۔ اسی دن شام کو علی رینہ دریا کے کنارہ پہ آکھڑا ہوا اور فتح شاہ کی فوج کو مخاطب کر کے بولا کہ میں ہوں ملک علی پسر ملا حسین ایک دو مقرب بادشاہ کے ادھر آ جائیں کہ میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ فتح شاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے تین آدمی بھجوائے جن کو علی رینہ نے بزبان شائستہ کہا کہ میں سلطان کا قدیم نمک پروردہ ہوں۔ اگرچہ اس وقت مورد عتاب ہوں تاہم حق نمک مجبور کر رہا ہے کہ بادشاہ کے کام آؤں بادشاہ کو خبر پہنچا دو کہ ملک عثمان کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور اس کی فوج منتشر ہو گئی ہے۔ کل علی الصباح دریا عبور کر کے وہ تمہاری فوج پر بھی حملہ آور ہوں گے اگر سلامتی درکار ہے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے توسہ میدان کے راستہ پونچھ چلے جاؤ ورنہ نصیب اعدا کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑے۔ یہ کہکر وہ تو رخصت ہو گیا لیکن جب فتح شاہ نے سنا تو اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ بغیر سوچ و بچار معمولی سامان سفر اُٹھا کر بھاگ نکلا اور راتوں رات توسہ میدان طے کر کے حدود پنجاب میں جا داخل ہوا۔

زصد تمشیر یکے راست قوی بہ   زصد جوشن کلاہ خسروی بہ

بادشاہ کا بھاگنا تھا کہ علی رینہ پس ماندہ فتح شاہی فوج پر آپڑا اور آناً فاناً سب کو ملک سے نکال دیا۔ جب ملک عثمان نے سلطان کی فراری اور فوج کی تباہی کا حال سنا تو بیحد حیران ہو کر سری نگر کو بھاگ آیا۔ رات پرگنہ لار میں نالہ سندھ پر قیام کیا اور صبح موضع اکہال کے نزدیک پہاڑی غار میں روپوش ہو گیا۔ لیکن دشمن کی کینہ ور تلاش کے ہاتھ سے نہ بچ سکا آخر ابراہیم ماگرے نے گرفتار کر کے اسے جان سے مار ڈالا۔ تاریخ وفات اس کی تیر کشتن ہے۔ اس مرتبہ سلطان فتح شاہ نے ۱۲ سال ۸ ماہ تک حکومت کی۔
۹۲۰ھ

سلطان محمد شاہ بار سوم

ایام حکومت ۵ ماہ ۱۵۱۴ء مطابق ۹۲۰ھ

ابراہیم ماگرے کی معاونت سے محمد شاہ تیسری مرتبہ پانچ ماہ کے لئے مسند حکومت پر بیٹھا۔ ان دنوں کشمیر میں کچھ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ ادنےٰ واعلےٰ کسی کے قول و فعل اور عہد و پیمان کا کوئی اعتماد اور بھروسہ نہ رہا تھا۔ ہرجائی اور ابن الوقت امرا اور منافق اور دروغ گو وزرا تھے۔ فتح شاہ اور محمد شاہ کی باہمی مخاصمت نے ان کی معاونت کی جس سے دن عید رات شب برات ہوگئی۔ سلطان بیچارے شاہ شطرنج سے بڑھ کر رتبہ نہ رکھتے تھے۔ یہی لوگ اپنی خود غرضی اور جاہ پسندی سے جیسا چاہتے تھے کشت و مات کا نقشہ جما دیتے تھے۔ آج محمد شاہ کو تخت نصیب ہوا تو کل فتح شاہ کی باری ہے۔ اور علےٰ ہذا القیاس اس مرتبہ بیچارہ محمد شاہ ابھی کلفت راہ بھی دور نہ کرنے پایا تھا کہ فتح شاہ پھر فوج لے کر چڑھ آیا۔ محمد شاہ کے ہمراہی کاجی چک اور جہانگیر پدر فتح شاہ سے جا ملے۔ وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ سید ابراہیم خاں کو ساتھ لے کر نوشہرہ چلا گیا ہاں الحمد للہ کہ جان سلامت لے گیا۔

سلطان فتح شاہ بار سوم

ایام حکومت ۲ سال ۴ ماہ ۵ ۲ روز ۱۵۱۴ء لغایت ۱۵۱۶ء مطابق
۹۲۰ھ لغایت ۹۲۳ ہجری

۱۵۱۴ء میں سلطان فتح شاہ بمرافقت جہانگیر پدر بڑے تجمل و احتشام سے داخل سری نگر ہوا اور تیسری اور آخری مرتبہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اب کے اس نے آئے دن کے فتنہ و فساد اور بغض و عناد کے روکنے اور مفسدہ پردازوں کے دہن آز کو سیر کرنے کے لئے ملک کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور باقی تین حصے جہانگیر پدر، کاجی چک اور شنکر رینہ کے حوالہ کر کے خود بھی دیگر امرا کی طرح ایک جاگیر دار بن گیا۔ ایک سال بعد ۱۵۱۵ء میں محمد شاہ اور ابراہیم ماگرے پھر حملہ آور ہوتے

اور ہر گنہ بانگل میں لڑائی شروع ہوگئی جس میں ابراہیم ماگرے اور اُس کے دو بیٹے مارے گئے اور محمد شاہ بھاگ کر پونچھ کیطرف نکل گیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۵۱۷ء کے موسم بہار میں پنڈت لوگ حسب معمول ہرکھ لنگا کے متبرک میلہ پر گئے جب کوہ مہانشہ پر شب باشی کے لئے ٹھہرے تو آدھی رات کو غول بیابان کی ہیبت ناک آواز اور باد طوفان سے متوحش ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس بیم و ہراس کے عالم میں منزل مقصود کا راستہ سمجھ کر سب کے سب ایک جانب کو روانہ ہو پڑے جب کوہ ہیب رڈن کی چوٹی پر پہنچے تو آگے عمیق گڑھا تھا جو اندھیرے میں نظر نہ آسکا اور ایک ایک کر کے تقریباً تمام زائرین اس کھڈ میں گر گئے۔ اسی طرح قریب نو ہزار آدمی چاہ عدم میں گر کر فنا ہو گئے۔ اس ہیبت ناک واقعہ کی تاریخ کسی نے اس طرح لکھی ہے ؎

از بیاباں کشیدہ سر تاریخ ، غول گفتا تباہی پنڈتاں

(تباہی پنڈتاں) - (وبائے بیاباں) = تاریخ

۹۲۳ ۲ ۹۲۵

آخری مرتبہ بھاگ کر قریب دو سال تک تو محمد شاہ آوارہ پھرتا رہا۔ آخر ۱۵۱۷ء میں سکندر لودھی[۱] کے پاس پہنچا اور اُس سے تیس ہزار سوار و پیادہ کمک لے کر ملک موروثی کی تسخیر کے ارادہ سے پھر کشمیر کیطرف متوجہ ہوا۔ جب علاقہ[۲] راجوڑی کے میدان واتورہ میں پہنچا تو جہانگیر پڈر اور شنکر رینہ نے آگاہ ہو کر اُس سے خط و کتابت شروع کر دی اور عہد و پیمان مستحکم کر کے اُنہوں نے اُسے کشمیر بلا بھیجا۔ ادھر کاجی چک اور نصرت رینہ بھی بادشاہ سے جدا ہو گئے اور علم بغاوت کھڑا کر کے قلعہ ہرشن میں جا بیٹھے۔ فتح شاہ جہانگیر پڈر

[۱] سلطان سکندر سلطان بہلول لودھی کا بیٹا تھا۔ جو ایک سُنارن کے بطن سے تھا۔ ۸۹۴ھ میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اور ۷ ذیقعدہ ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء جب انتالیس سال پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ سلطان ابراہیم لودھی اس کا جانشین تھا جس نے بابر کی بارہ چودہ ہزار فوج کے مقابل اپنی ایک لاکھ فوج اور کئی سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ محض اُمرا کی سیاہ دلی اور اپنی غیر ہر دلعزیزی کی وجہ سے شکست کھا کر لودھیوں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ ۱۲ فوق [۲] اس زمانہ میں راجوری کا علاقہ راجہ بہادر خاں عرف بہادر سینہ کے تصرف میں تھا جو ۹۱۶ھ سے ۹۷۰ھ تک حکمران رہا۔ فوق ۱۲

کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اہل قلعہ تاب مقاومت نہ پا کر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ محمد شاہ کو جب ملک کے اندرونی حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور باقی تمام فوج وہیں چھوڑ کر صرف دو ہزار آدمی ساتھ لے کر کشمیر آ گیا۔ کاجی چک اور نصرت رینہ راستہ ہی میں اس سے مل گئے۔ اور سب کے سب کھلے دروازے سری نگر میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے سوائے مفروری کے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ملک خالی کر گیا۔ فتح شاہ نے بحیثیت مجموعی تینوں مرتبہ اٹھارہ سال دس ماہ اور اکیس روز تک سلطنت کی اور باوجود ملک سے دست بردار ہو کر سلطنت امرا میں تقسیم کر دینے کے نمک حرام جہانگیر پدر، شنکر رینہ اور کاجی چک اپنی بے ایمانیوں سے باز نہ آئے اور بیچارے کو ملک سے نکال کر چھوڑا ؎

نیش عقرب نہ از پئے کین است　　مقتضائے طبیعتش این است

سلطان محمد شاہ بار چہارم

ایام حکومت ۱۰ سال ۰ ماہ ۱۷ روز ۱۵۱۷ء لغائت ۱۵۲۷ء

مطابق ۹۲۳ء لغائت ۹۳۴ھ ہجری

قسمت نے پھر محمد شاہ کی یاوری کی اور وہ ۱۵۱۷ء میں کاجی چک کی امداد سے سلطنت کشمیر پر متصرف ہوا۔ اس مرتبہ کاجی چک وزیر اور مدار المہام تھا۔ کچھ عرصہ تک ملک جھگڑوں جھمیلوں سے پاک اور سلطان بھی نظم ونسق ملک کی جانب متوجہ رہا۔ لیکن ملک کی بدقسمتی سے ابراہیم کاجی چک اور دیگر امرا میں اتفاق نہ رہ سکا۔ اس لئے نصرت رینہ اور لوہر ماگرے نے بغاوت برپا کر دی۔ اور جہانگیر پدر کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا اور شبخون مارنے کی طیاری کرنے لگے۔ کاجی چک کو بھی مفسدوں کے ارادوں کی خبر مل گئی اور وہ بھی اپنا بندوبست درست کر کے چھاپہ کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی رات کو شور اٹھا اور کاجی چک اپنی فوج لے کر نکل آیا۔ بمقام زالہ گر خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ سینکڑوں مارے گئے۔ ہزاروں مجروح ہوئے۔ کاجی چک کے بدن پر بھی کئی زخم لگے بلکہ اسکی انگلیاں اور ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ آخر نصرت رینہ مارا گیا اور اس

نے کے سہرا بھی پاس پا کر منتشر ہو گئے۔ محمد شاہ کاجی چک کی اس کارروائی سے بڑا خوش ہوا۔

اسی سال فتح شاہ کو جہانبانی کا شوق پھر دامن گیر ہوا لیکن جلدی ہی ۱۵۱۸ء میں اجل نے بمقام نوشہرہ اس مصیبت زدہ کے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان نے اس کی لاش منگا کر ادہم خاں کے مقبرہ کے پاس محلہ سہ یار میں مدفون کر دی۔ حضرت امیر نے جو سرپوش سلطان قطب الدین کو تبرکاً عنایت کیا تھا اور جسکو اس وقت سے تمام سلاطین اپنے تاج میں رکھتے آئے تھے فتح شاہ کے ہاتھ لگ گیا تھا اسکی وفات پر وصیت کے رو سے یہ کلاہ مبارک اس کے کفن میں رکھ کر مدفون کیا گیا۔ اس واقعہ پر جو پیشین گوئی مولوی محمد علی صاحب نے کی تھی سلطان قطب الدین کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

جہانگیر پڈر کے سر میں خودسری کی ہوا ابھی باقی تھی اور وہ علاقہ پانپور میں تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ کاجی چک نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھجوایا لیکن جہانگیر پڈر خوف زدہ ہو کر بہ رفاقت گدائی چک گوریز کی طرف بھاگ گیا ۱۵۲۰ء میں فتح شاہ کا بیٹا سکندر شاہ بھی باپ کی طرح آمادہ فساد ہوا اس نے ملک ابدال۔ لوہر ماگرے اور عیدی رینہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے قلعہ ناگام میں استقامت پذیر ہو گیا۔ جہانگیر پڈر اور گدائی ملک بھی گوریز سے واپس آ گئے اور انہوں نے پرگنہ لار میں فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ کاجی چک نے مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر پڈر کے مقابلہ کے لئے بھجوایا اور خود سکندر شاہ کی مدافعت کو نکلا تھوڑی ہی جد و جہد کے بعد سکندر شاہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور ملک چھوڑ کر پنجاب کو روانہ ہو گیا۔ ادھر گدائی ملک بھی دولت چک کے ہاتھ سے مارا گیا لیکن جہانگیر پڈر نے رفیق کی انتقام جوئی میں مسعود چک پر حملہ کیا اتفاقاً ایک تیر اسکی آنکھوں میں لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ آخر کار جہانگیر پڈر بھی تنگ آ کر ہندوستان کو بھاگ گیا اور کچھ عرصہ کے لئے امن و امان قائم ہو گیا۔ کاجی چک نے مسعود کی جگہ دولت چک کو مقرر کیا اور مرحوم کی جاگیر بھی اسی کو دے دی۔

جب کاجی چک کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ تو بادشاہ بھی اسکی نظروں میں ناچیز معلوم ہونے

لگا محمد شاہ کو ناگوار خاطر ہوا وہ ملک علی ابدال ملک لوہر ماگرے اور زنگی چک وغیرہ کو متحد اور متفق کر کے اسکی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ جب کاجی چک کو معلوم ہوا کہ امرائے دولت اور ارکین سلطنت جادۂ اتحاد و مساعدت سے منحرف ہو گئے ہیں تو سخت تشویش پیدا ہوئی۔ اور جلدی ہی وزارت اور اختیارات کو خیرباد کہہ کر نوشہرہ میں اقامت اختیار کر لی۔ انہیں دنوں ظہیر الدین بابر بادشاہ دہلی نے جو کشمیر ہندوستان کے مفسدین سے فارغ ہو چکا تھا کوچک بیگ اور شیخ علی بیگ کو لشکر جرار کے ساتھ نوشہرہ کے راستہ کشمیر بھیجا۔ جب وہ لوگ نوشہرہ کے نزدیک پہنچے تو کاجی چک کو بھی ان کے ارادے سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ وہ بھی محمد شاہ کا مخالف تھا لیکن غیروں کا اس کے ملک پر حملہ کرنا اُسے گوارا نہ ہوا اور اس نے ادھر اُدھر سے بہت سی جمعیت بہم پہنچا کر اپنے بیٹوں غازی خاں اور حسین خاں کو جن کی عمریں بیس سال کے لگ بھگ تھی غنیم کی مدافعت پر متعین کیا۔ یہ دونوں بھائی قلیل جماعت کے ساتھ رات کے وقت دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ حسین خان شیخ علی بیگ کے خیمہ میں گھس گیا اور اس کے سرہانے جا کھڑا ہوا شمشیر خون آشام کھینچ کر اس نے علی بیگ پر وار کیا جس نے اپنا تکیہ آگے رکھا۔ لیکن وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ دوسرے وار پر اس نے جوزن مس سے سپر کا کا۔ لیکن وہ بھی کٹ گیا لیکن تیسری مرتبہ چارپائی کے نیچے گھس گیا۔ اور امان مانگنے لگا۔ حسین خاں نے شرفی عالی حوصلگی سے اُسے معاف کر دیا اور خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اس معرکہ میں حسین خاں کے بدن پر نو زخم لگے۔ غازی خاں کے مقابلہ پر ایک مغل آیا مگر اُس نے ایک ہی نیزہ سے اُسے گرا دیا۔ ساتھ ہی نیزہ کے زور سے خود بھی زمین پر گر پڑا اور قاتل مقتول دونوں کا وہیں خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد مغلیہ افواج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور تمام لشکر اپنے مقتولوں اور اسیروں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی اثنا میں کاجی چک نے سلطان محمد شاہ سے خط و کتابت کر کے اپنے جرائم کی معافی مانگ لی اور آٹھ ماہ کی جلاوطنی کے بعد وارد خطہ ہو کر سلطان کے مقربوں میں داخل ہو گیا۔ سکندر شاہ جو بخیال حکومت کاجی چک کے ہمراہ آیا تھا گرفتار ہو گیا۔ محمد شاہ نے اسکی آنکھیں نکلوا دیں۔ آخر اسی عذاب سے وہ بیچارہ جان بحق تسلیم ہو گیا اور محلہ زالگر میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد علی رینہ اور طائفہ

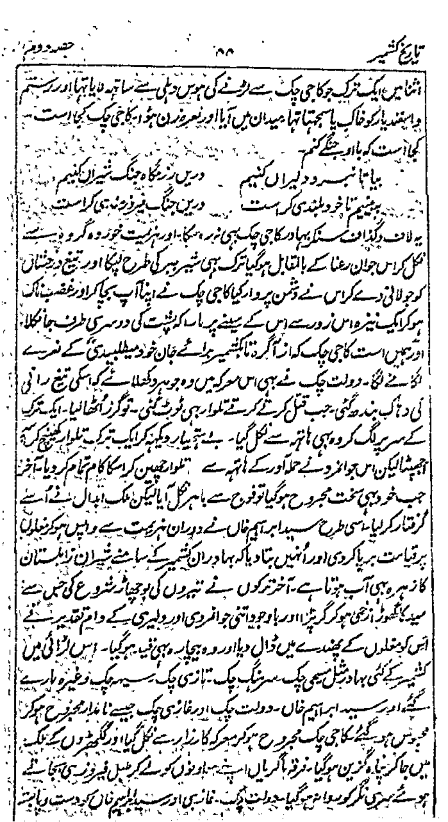
ؔ پرانی تواریخوں میں مغلوں کو بھی ترک ہی لکھا گیا ہے۔

ماگرے کے سینۂ حسد میں کینہ دیرینہ جوشزن ہوا اور وہ لوگ موضع کچھامہ میں لڑائی کے لئے استادہ ہوگئے کچھ عرصہ تک علی رینہ تازی چک کے ہاں محبوس رہا لیکن اس کے بعد قید سے مفرور ہوکر ہندوستان کو چلاگیا۔ اسی اثنا میں ۱۵۲۷ء میں کاجی چک نے بہر حق نمک فراموش کرکے کسی حیلہ سے سلطان محمد شاہ کو معزول کردیا اور چند ہمراہیوں سمیت موضع لڈمن جو درہ کوہ کے درمیان واقع تھا قید کردیا۔ اسکی جگہ سلطان کے بیٹے اور اپنے ہمشیرہ زادہ ابراہیم شاہ کو سامنے کھڑا کردیا۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے ۹ سال ۸ ماہ ۷ اروز حکمرانی کی۔

سلطان ابراہیم شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۱ ماہ ۱۰ روز ۱۵۲۷ء لغائت ۱۵۲۹ء مطابق ۹۳۴ھ لغائت ۹۳۶ہجری

کاجی چک نے بھنوئی کو تخت سے معزول کرکے اس کے بیٹے ابراہیم شاہ کو تخت خلافت پر بٹھایا اور خود مدارالمہام بن کر امورات ملکی و مالی سرانجام دینے لگا۔ علی رینہ جو تازی بٹ کے گھر سے بھاگ نکلا تھا تو شہرہ پہنچ گیا اور ریگی چک اور لائقہ ماگریاں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ باہمی مشورہ کرکے انہوں نے ابدال ملک کو بابر بادشاہ دہلی کی خدمت میں کمک کے لئے بھیجا۔ جو ابدال ملک کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اور شیخ علی بیگ اور محمد خاں کو بیس ہزار جرار فوج دے کر اس کے ہمراہ بھیجا ۱۵۲۸ء مطابق ۹۳۵ھ کو یہ لوگ بڑے طمطراق کے ساتھ کشمیر پہنچے ادھر سے کاجی چک جملہ سپاہ وحشم کے ساتھ بڑا بمقام نانگل واقعہ پرگنہ نانگل ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے۔ ملک تازی جو کشمیری فوج کا ہراول تھا غنیم سے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا لیکن اسکی فوج نے شکست کھائی جس سے مخالفین کے حوصلہ بڑھ گئے۔ اور وہ ایک دم حملہ کرکے کاجی چک کی فوج پر آپڑے اور خوب گھمسان کی تلوار چلنے لگی ہرچند کشمیری بہادروں نے پوری پوری داد شجاعت و مردانگی دی اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے لیکن تقدیر کے مقابلہ میں اُن کی دال نہ گل سکی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی



اثنا میں ایک ترک جو کاجی چک سے لڑنے کی ہوس دہلی سے ساتھ لایا تھا اور رستم و اسفندیار کو خاک پا سمجھتا تھا میدان میں آیا اور نعرہ زن ہوا کہ کاجی چک کجا است کجا است کہ با او جنگے کنم۔

بیا تا نبرد دلیراں کنیم — دریں رزمگاہ جنگ شیراں کنیم
ببینیم تا خود بلندی کراست — دریں جنگ فیروزمندی کراست

یہ لاف و گزاف سنکر بہادر کاجی چک بھی نہ رہ سکا۔ اور ہزیمت خوردہ گروہ سے نکل کر اس جوان رعنا کے بالمقابل ہو گیا ترک بھی شیر ببر کی طرح لپکا اور تیغ درخشاں کو جولانی دے کر اس نے دشمن پر وار کیا کاجی چک نے اپنا آپ بچا کر اور غضبناک ہو کر ایک نیزہ اس زور سے اس کے سینے پر مارا کہ پشت کی دوسری طرف جا نکلا۔ اور ہمیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا کشمیر برائے جان خود میطلبیدی کے نعرے لگانے لگا۔ دولت چک نے بھی اس معرکہ میں وہ جوہر دکھلائے کہ اسکی تیغ رانی کی دھاک بندھ گئی۔ جب قتل کرتے کرتے تلوار بھی ٹوٹ گئی۔ تو گرز اٹھا لیا۔ ایک ترک کے سر پر لگ کر وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ بے ہتھیار دیکھ کر ایک ترک تلوار کھینچ کر آ جھپٹا لیکن اس جوانمرد نے حملہ آور کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسکا کام تمام کر دیا۔ آخر جب خود بھی سخت مجروح ہو گیا تو فوج سے باہر نکل آیا لیکن ملک اقبال نے اسے گرفتار کر لیا اسی طرح سید ابراہیم خاں نے دوران ہزیمت سے واپس ہو کر مغلوں پر قیامت برپا کر دی اور انہیں بتا دیا کہ بہادران کشمیر کے سامنے شیران زابلستان کا زہرہ بھی آب ہوتا ہے۔ آخر ترکوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی جس سے سید کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور باوجود اتنی جوانمردی اور دلیری کے دام تقدیر نے اس کو مغلوں کے پھندے میں ڈال دیا اور وہ بیچارہ بھی قید ہو گیا۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی بہادر مثل سیمی چک سرہنگ چک۔ تازی چک۔ سیہ چک وغیرہ مارے گئے۔ اور سید ابراہیم خاں۔ دولت چک اور غازی چک جیسے نامدار مجروح ہو کر محبوس ہو گئے۔ کاجی چک مجروح ہو کر معرکہ کارزار سے نکل گیا اور گکھڑوں کے ملک میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ نرغہ باگریاں اپنے ہمراہیوں کو لے کر طبل فیروزی بجاتے ہوئے سرینگر کو روانہ ہو گیا۔ دولت چک۔ غازی اور سید ابراہیم خاں کو دست و پا بستہ

کشتی کے رستے روانہ کیا اثنائے راہ میں ایک دن شام کو وقت دیکھ کشتی سے پانی میں کود پڑا اور غوطہ لگا کر روپوش ہوگیا کشتی والے آدھی رات تک تلاش کرتے رہے لیکن وہ برگ نیلوفر کے نیچے اس طرح جا چھپا کہ اسکا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ جب کشتی روانہ ہوگئی تو دولت چک پانی سے نکل کر بھاگ گیا۔ سید ابراہیم خاں اور غازی خاں پابند قید میں رہے سری نگر پہنچکر باہر شاہی فوج ہندوستان کو لوٹ گئی۔ علی رینہ بطور یرغمال نوشہرہ تک اس کے ہمراہ گیا۔ اس واپسی پر ملک ابدال لوہر ماگرے ریگی چک اور علی رینہ نے ملک کے چار مساوی حصہ کر لئے اور ہر ایک اپنے مقبوضہ جاگیر پر متصرف ہوکر حکمرانی کرنے لگا ساتھ ہی انہوں نے محمد شاہ کو بھی کوہستان لولاب سے لاکر برائے نام تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان ابراہیم شاہ نے ایک سال گیارہ ماہ ۱۰ روز حکمرانی کی۔

سلطان محمد شاہ بار پنجم

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ ۱۰ روز ۱۵۲۹ء لغایت ۱۵۳۳ء مطابق ۹۳۶ھ لغایت ۹۴۰ھ ہجری

اس مرتبہ قوم ماگرے بادشاہ کی معاون بنی اور ملک ابدال منصب وزارت پر ممتاز ہوا تقسیم شدہ حصص ملک کی آمدنی سے اخراجات شاہی کے لئے ایک رقم مقرر ہوگئی جسپر بادشاہ اور اس کے متعلقین پرورش پانے لگے باقی تمام آمدنی امرائے ملک ہی ہضم کرجاتے۔ ملک میں بدنظمی اور بدعلی دیکھکر اطراف واکناف کے بادشاہوں کے منہہ میں پانی بھر آیا اور وہ چاروں طرف سے حملہ آور ہونے لگے سب سے پہلے نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ دہلی کے بھائی میرزا کامران نے بھائی سے اجازت حاصل کرکے لشکر کشی کی طیاری شروع کی اور ۱۵۳۱ء میں تیس ہزار سوار جانباز ساتھ لے کر چڑھ آیا خود تو نوشہرہ میں قیام کیا اور محرم بیگ تاشیابقی اور شیخ علی بیگ اور نگ کو فوج ظفر موج حوالہ کرکے کشمیر بھجوایا۔ امرائے کشمیر خواب غفلت ہی میں تھے کہ یہ بہادر سردار یلغار کرتے ہوئے آدھی کشمیر پایمال کرکے موضع آٹھوو جن

متصل ہرسی نگر پہنچ گئے یہاں سے محرم بیگ نے مرزا کامران کی خدمت میں فتح نامہ بھجوایا جس کو پڑھ کر وہ بہت محفوظ ہؤا اور بدن میں تمام لاہور کر تہنیت فرما ہوگیا تاریخ فتح نامہ جو محرم بیگ نے طبع زاد کہہ کر مرزا کے پاس بھجوائی تھی۔ اس کے تین شعر یہ ہیں ؎

بحکم پادشاہ کز حسن پیش | بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوے ملک کشمیر | کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ | خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس
۹۴۸

اب سرداران کشمیر کی آنکھیں کھلیں دشمن کو سر پہ دیکھ کر سخت گھبرائے تاہم سب نے متفق ہو کر فوج جمع کر لی اور موضع ذرجن کے پاس ایک کریوہ پہ اقامت پذیر ہو کر حرب و ضرب میں مشغول ہوئے۔ کاجی چک نے جب یہ حال سنا تو وہ بھی اپنی فوج لے کر بیٹوں سمیت کوہستان گکھڑ سے نکل آیا اور امیران کشمیر سے آملا۔ محرم بیگ دریائے عبور کر کے کشمیری فوج پر حملہ آور ہؤا لیکن بہت سے کشت و خون اور کشاکشی کے بعد اس کا لشکر منہزم ہو کر اپنے کیمپ کو لوٹ گیا ان کے دریا پار ہوتے ہی کشمیری فوج کوہ سلیمان سے اتر کے موضع گوپہ کار میں آ بیٹھی تاہم کچھ عرصہ تک مغل بدستور محاربہ و مقابلہ میں مصروف رہے آخرکار جب انہوں نے دیکھا کہ فتح کشمیر کوئی آسان کام نہیں تو اُس نے صلح کا مسئلہ پیش کیا۔ امرائے کشمیر بھی آئے دن کی کشمکش اور خونریزی سے جان بلب ہو رہے تھے فوراً راضی ہو گئے جب عہد و پیمان مستحکم ہو گیا تو تمام امرائے کشمیر خانقاہ معلی میں جمع ہوئے محرم بیگ اور شیخ علی بیگ بھی بسواری کشتی وہاں پہنچے کاجی چک بھی کشتی میں سوار ہو کر استقبال کو بڑھا تھوڑی دیر تک وہیں صلح گفتگو ہوتی رہی جس کے بعد فریقین اپنے اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے۔ دوسرے دن امرائے کشمیر نے میرزا کامران کے لئے تحفہ و تحائف طیار کر کے ترکی فوج کو بارہ مولہ کے راستہ رخصت کر دیا۔ دولت چک اور جہانگیر ماگرے پکھلی تک اس کے ساتھ گئے۔

کاجی چک کے کشمیر آنے سے تقسیم ملک میں تغیر و تبدل ہو گیا۔ سلطان محمد شاہ اور سید ابراہیم خاں کے لئے معقول جاگیریں مخصوص کر کے باقی ملک کو امرائے کشمیر نے بجائے چار حصوں کے پانچ حصوں میں منقسم کیا۔ جن میں سے ایک حصہ

کاجی چک کے تفویض ہوا اور اس نے اپنا صدر مقام زینہ پور میں مقرر کیا۔ دوسرا حصہ ملک ابدالی کو ملا جو کبھی سری نگر اور کبھی کہجامہ میں سکونت رکھتا۔ تیسرا ابو ماگرے کے حوالہ ہوا اور وہ بانگل میں قیام پذیر ہوا اور چوتھا حصہ ریگی چک کے سپرد ہوا اور اس نے کامراج میں طرح اقامت ڈالی۔ اور پانچواں حصہ علی رینہ کے ہاتھ آیا اور وہ ڈولر اور موضع ترش میں مقیم ہوا۔

کشمیری ابھی ہوش ہی نہ سنبھالنے پائے تھے کہ ۱۵۳۲ء کو سلطان ابو سعید مرزا والئے کاشغر نے جوان فنون ملک تبت میں مقیم تھا اپنے بیٹے سکندر خاں اور میرزا حیدر سپہ سالار کو لشکر جرار دے کر تسخیر کشمیر کے لئے تعینات کیا۔ یہ لوگ سات ہزار اسپان کوتل اور چودہ ہزار جرار سواروں کے ساتھ لعل و بہاگ کے راستہ کشمیر پر حملہ آور ہوئے۔ اس اچانک حملہ نے امرائے کشمیر کو بالکل سراسیمہ کر دیا اور ان پر ایسا رعب طاری ہو گیا کہ ذوالقدر تاتاری کا زمانہ یاد آگیا۔ چھوٹے بڑے سب کے سب ملک خالی کر کے بھاگ نکلے بعض قلعوں میں محصور ہو گئے اور بعض ترک وطن کر گئے۔ اکثر جزیرہ زینہ لنک میں جا کر روپوش ہو گئے۔ اسی اثنا میں میرزا حیدر سیدھے منہ سری نگر میں آگیا اور محلہ نوشہرہ میں قیام پذیر ہو کر دست تعدی دراز کرنے لگا۔ چند روز قیام رکھ کر میرزا حیدر کامراج کی طرف بڑھا۔ جدھر جاتا لوٹ مار اور آتش زنی کا ہنگامہ برپا کر جاتا ہزاروں مرد عورت اور بچے گرفتار کر کے حلقہ غلامی میں داخل کئے۔ ان کا مال و اسباب اور اشیاء و املاک غارت کر کے اس نے کمال سفاکی و بیباکی سے تمام ملک کو ویران کر دیا۔ امرائے کشمیر جانیں بچانے کے لئے اس شہر ستان کے پیچھے پیچھے فاصلہ پر دبکے پھرتے تھے اور کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ تھی۔ موسم سرما اسی حالت میں گذر گیا۔ اور اوائل بہار میں تمام اکابران ملک صحرائی بایل میں جمع ہو گئے اور جان توڑ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے میرزا حیدر بھی چادر وڑ سے اٹھ کر صحرائے مذکور کو روانہ ہوا۔ اور جانبین ایک دوسرے کا خون بہانے پر تیار ہو گئے۔ گویا (قول)

دو دریائے آتش علم بر کشید	زمانہ نہ صحت قلم در کشید
دو لشکر ہمہ اژدہا و پلنگ	بہم بر گرفتہ چو پانہر بجنگ

بسے شیر دل پہلوانِ دست　بسینہ کشادند بازوئے دست
کمان کیانی درآمد بزد　زرقبضہ میان دو ابرو گزد

چند روز تک فریقین بڑے جوش و خروش سے قتل ہوتے رہے۔ امرائے کشمیر جن کے سینوں میں سیم سرپا کا کینہ روز افزوں ہوتا تھا بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے لگے۔ خصوصاً علی رینہ حسین رینہ چاڈورہ اور علی بٹ نے تو دشمن کے پیروں کے پرے خالی کر دیئے۔ اسی اثنا میں علی رینہ پانچسو سوار لے کر اشرف میرزا کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ گویا بجلی گری۔ اور غنیم کے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر ذوالعلی بیگ میمنہ اور میرزا حیدر میسرہ کی طرف سے دو ہزار جرار سوار لے کر اشرف میرزا کی امداد کو پہنچے۔ اب علی رینہ نے ہاتھ پاؤں بہت مارے لیکن جب پیچھے سے کوئی امداد نہ پہنچی تو بیچارہ عرصہ کارزار سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دیگر امرا کی افواج بھی میدان چھوڑ گئی۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی سردار اور ایک ہزار چھ سو سپاہی سوار و پیادہ مقتول ہوئے۔ اس ہزیمت سے امرائے کشمیر اور بھی پریشان و سرگردان ہو گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں جا چھپے میرزا حیدر نے اس فتح یابی کا مژدہ سلطان ابوسعید کی خدمت میں بھیجا جسکی تاریخ قاضی کا شغر نے اس طرح منظوم کی ؎

بحمد اللہ کہ آن شاہ عادل　سلطان سکندر رضا خاقان دوران
کز مقدمش شد سر سبز و خورم　صحرائی بابل باغ سلیمان
بر کسر اعدا در روز ہیجا　قادر شد آمدم از فضل یزدان
از لطف ایزد و فتح و ظفر یافت　بر شہر کشمیر تا ملک ایران
تاریخ فتحش بحق این است　روز چہارم از ماہ شعبان

امرائے کشمیر نے جب دیکھا کہ ہماری خود غرضیوں اور نا اتفاقیوں کی وجہ سے ملک غیروں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ تو ہزیمت خوردہ سپاہیوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ پہلے تو جہاں موقع دیکھتے چھاپہ مار کر غنیم کے لشکر میں ابتری اور پریشانی ڈال دیتے پھر بن کوہی چھپ چھپا کر حملے کرنے لگے۔ آخر ملک کاجی چک اور ابدال ماگرے نے افواج کشمیر کو مرنے مارنے اور ملک پر تصدق ہونے کی ترغیب دی۔ جس سے کشمیریوں کی بے دلی میں از سر نو جوش پیدا ہو گیا۔ مردان جنگ میں وہ مادہ جو انگی ذرا ذرا کی [illegible]

سپاہی کثرت سے قتل ہوئے۔ مرزا بیگ جو افواج کاشغری کے سپہ سالار تھے نہایت متردد ہوئے۔ کہ فتح و نصرت کے بعد یہ آثار ہزیمت کیسے؟ آخر جب انہوں نے صبح سے شام تک کے جنگ میں دیکھا کہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو سوچنے لگے کہ اگر اب شکست ہو گئی تو نہایت شرمساری کا موقع ہو گا۔ شام تک جب لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تو رات کو فریقین اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے صبح کو میرزا حیدر اور ملک ابدال ماگری اور ملک کاجی چک کے ذریعہ سلطان کاشغر اور برائے نام سلطان کشمیر (محمد شاہ) کے درمیان صلح کے نامہ و پیغام ہونے لگے۔ آخر صلح نامے لکھے گئے۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ محمد شاہ اپنی دختر شاہزادہ سکندر خاں کے عقد ازدواج میں لائے۔ کاشغریوں نے بھی تمام کشمیری اسیروں کو رہائی دی اور میرزا حیدر بتاریخ ۱۰ ماہ اساڑھ سنہ ۱۱۴ کشمیری مطابق سنہ ۹۴۵ ہجری کو لداخ کے راستے کاشغر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ماہ جون (ماہ ہاڑ) تک زمینداران کشمیر کاشغریوں کے جور و ستم سے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے اس لئے فصل خریف کی کاشت نہ ہو سکی اس سے پہلے فصل ربیع بھی میرزا حیدر کے تطاول سے ضائع ہو چکا تھا اور جو غلہ زمینداروں کے گھروں میں تھا وہ بھی انہیں کی نذر ہو چکا تھا۔ اب شالی لگانے کے موقعہ پر شالی کا بیج لگایا گیا لیکن فصل طیار نہ ہو سکی اس لئے سنہ ۱۵۳۵ء ۹۴۱ھ میں سخت قحط نمودار ہوا۔ غلہ بالکل عنقا ہو گیا۔ ایک من غلہ پانچ ہزار ٹنگہ کو فروخت ہوتا اور وہ بھی نہ ملتا۔ ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ دوسری فصل طیار ہونے تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد دو سال تک امن رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۵۳۷ء مطابق سنہ ۹۴۳ ہجری کو سلطان محمد شاہ جہان فانی کے انقلابات کا عبرت ناک نظارہ دیکھ کر ملک بقا و دائمی کو چل دیا۔ اس کے زمانہ آخر میں دو ستارے دُم دار طلوع ہوئے جو آفات و مصائب کا پیش خیمہ سمجھے گئے۔ حکام اور اعمال جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ بادشاہ برائے نام حکومت کرتا تھا۔ کاجی چک اور ابدال ماگرے کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا۔ بادشاہ نے اپنی بیماری [illegible] بستر پر [illegible] اس جہان کی حسرت کی [illegible] اس سلطان نے [illegible] پانچویں مرتبہ [illegible] سال [illegible] حکمرانی کی۔

سلطان شمس الدین

ایام حکومت ا ماہ ۱۰ روز ۱۵۲۷ء لغایت ۱۵۲۸ء مطابق ۹۴۴ھ لغایت ۹۴۵ہجری

باپ کی وفات پر سلطان شمس الدین تخت خلافت پر متمکن ہوا وزیر کاجی چک اس کا وزیر بنا جو سلطان کا رشتہ میں ماموں بھی تھا مگر ملک بدستور سابق پانچ حصوں میں منقسم ہو کر سرداران کشمیری کے ہاتھ میں تھا اور بادشاہ باپ کی طرح امرا کا وظیفہ خوار رہا اس کے عہد میں کاجی چک چند امرا کو اپنے ساتھ متفق کرکے فرقہ ماگرے کی بیخ کنی پر آمادہ ہوگیا۔ ریگی چک اور ملک ابدال ماگرے جانیں بچانے کی تجویزیں ہی سوچ رہے تھے کہ کاجی چک فوج لے کر ان کے سر پر جا پہنچا تھوڑے دنوں کی جدوجہد کے بعد دولت چک اور زیتو چک ابدال ماگرے سے منحرف ہوگئے اور کاجی چک سے آملے تاہم بہت سے فتنہ و فساد کے بعد آخر صلح ہوگئی اور کاجی چک واپس آگیا کچھ عرصہ کے بعد ابدال ماگرے نے پھر سر اٹھایا لیکن ملک کاجی چک کی پولیٹیکل چالوں نے بہت جلد اس فساد کو دبا دیا۔ کاجی چک کے مخالف منہ کی کھا کر خاموش ہو رہتے تھے کیونکہ اس دور اندیش نے سلاطین کشمیر سے رشتہ داریاں پیدا کر کے سب کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا تھا آخر ایک سال کی حکومت کے بعد سلطان شمس الدین کا انتقال ہوگیا۔

سلطان اسمعیل شاہ

ایام حکومت ایک سال ۵ ماہ ۱۵ روز ۱۵۲۸ء لغایت ۱۵۴۰ء مطابق ۹۴۵ھ لغایت ۹۴۷ ہجری

سلطان شمس الدین کی وفات پر ۱۵۳۰ء کو کاجی چک نے اپنے داماد مرحوم کے بھائی اسمعیل شاہ کو گدی دی اور بادشاہی خود کرنے لگا۔ اسمعیل شاہ تو نام نہاد بادشاہ تھا در اصل تمام سیاہ و سفید کا مالک کاجی چک ہی تھا اس کی گردن تک

ہسٹری اسباب کی شاہد ہے کہ وہ اول درجہ کا خودسر اور نخوت پسند تھا اور کسی دوسرے کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ جس کا نتیجہ پہلے بھی کئی مرتبہ بھگت چکا تھا۔ لیکن جبلی عادت عُمّا نمود جز بمرگ از دست۔ اب کے بھی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر دیگر امرا کو رنجیدہ خاطر کر دیا۔ جنہوں نے جادہ اطاعت سے رُو گرداں ہو کر اُس کی بیخ کنی کے لئے ملک ابدال ماگرے سے عہد و پیمان کر لیا۔ جب کاجی چک کو امرائے دولت کے منحرف ہونے کی اطلاع ہوئی اور یقین ہو گیا کہ ان کی متفقہ قوت سے مجھکو عہدہ برا ہونے کی جرأت نہیں ہے۔ تو وہ حسب دستور سابق ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور اپنے پرانے رفیقوں کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ موسم سرما تو کوہستان گکھڑی میں بسر کیا۔ لیکن جب موسم بہار کا موقع آیا تو اپنے معاونوں سے کمک لے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ طائفہ ماگریاں قلعہ سوپور میں متحصن ہو گیا اور کاجی چک موضع گیوہ میں قیام پذیر ہو کر اُن سے لڑنے لگا۔ ملک ریگی چک فوج آراستہ کر کے آگے بڑھا۔ کاجی چک نے دولت خاں اور سید ابراہیم کو تو ماگریوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود ریگی چک پر حملہ آور ہوا۔ ریگی چک کشمیر پہنچ کر سری نگر محلہ علاؤالدین پورہ کے قلعہ میں بیٹھ گیا۔ اور کاجی چک محلہ کلاش پورہ میں جھنڈا کھڑا کر کے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا۔ آخر کار ریگی چک بھاگ کے راستہ لار کو بھاگ گیا اور کاجی چک مظفر و منصور سوپور چلا گیا۔ اسی اثنا میں جب کاجی چک ریگی چک سے لڑ رہا تھا ماگرے قلعہ سے باہر نکل آئے اور دریائے بہت کا پل جو پہلے بخوف غنیم توڑ دیا گیا تھا مرمت کر کے دولت خاں اور سید ابراہیم کی فوج پر آپڑے تاہم اگرچہ ماگریوں کی نسبت ان کی جماعت کم تھی سادات بیہقی کی جوانمردی اور بے مثال شمشیر زنی نے ان کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی۔ ریگی چک کا بھائی مسعود چک سید یعقوب خاں بیہقی کے ہاتھ سے مارا گیا اور اُدھر جب ریگی چک بھی مفرور ہو گیا تو ماگرے پریشان اور خستہ حال ہو کر پنجاب کو بھاگ گئے۔ کاجی چک فتح و نصرت کا جھنڈا اکھڑا کر کے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ اسمعیل شاہ بدستور سلطان بنا رہا۔ لیکن ملک کی تقسیم تین حصوں میں ہو گئی۔ ایک حصہ سلطان اسمعیل شاہ کے لئے وقف رہا گیا۔ دوسرا کاجی چک سنبھال بیٹھا۔ اور تیسرے حصہ پر سید ابراہیم خاں قابض ہو گیا۔

اس ہنگامے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کاجی چک کو فراغت کلی حاصل ہو گئی اور وہ باستقلال تمام جملہ امورات مملکت سر انجام دینے لگا۔ کاجی چک میر شمس الدین عراقی کا مرید تھا جب ملکی جھگڑوں سے اسے فرصت مل گئی تو اپنے دین کی تشہیر کرنے میں مصروف ہوا اسینکڑوں ہندوؤں اور اہل سنت مسلمانوں کو جبراً کر اشیعہ بنا کر اپنے مذہب کو رونق دینے لگا۔ میر شمس الدین عراقی نے اس مذہب کی احوط نام ایک کتاب تصنیف کی جس کو کاجی چک نے دستور العمل بنا کر تمام ملک میں شایع کرا دیا جس سے مذہب امامیہ روز بروز ترقی کرنے لگا۔ سلطان اسمعیل شاہ ڈیڑھ سال قمری حکومت کرکے ۱۵۴۰ء میں جان بحق تسلیم ہوا۔

سلطان ابراہیم شاہ ثانی

ایام حکومت نو ماہ ۱۵۴۰ء مطابق ۹۴۷ ہجری

۱۵۴۰ء میں اسمعیل شاہ کے لڑکے ابراہیم شاہ کے حصہ میں مسند نشینی آئی اور باپ کی طرح نشانہ خلق کے لئے سلطان بن گیا۔ کاروبار مملکت باختیار خود کاجی چک حسب دستور سر انجام دیتا رہا۔ انہیں دنوں میں ملک ابدال ماگرے اور ریگی چک وغیرہ سرداران فرقہ ماگریاں جو کاجی چک سے ہزیمت اٹھا کر پنجاب میں آوارہ و سرگردان پھر رہے تھے۔ میرزا حیدر اور خواجہ حاجی بانڈے کی وساطت سے بمقام لاہور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں بھیج گئے۔ انہوں نے کاجی چک کے مظالم اور مذہبی تعصب کا خاکہ ایسے مبالغہ آمیز اور دردناک الفاظ میں بادشاہ کے سامنے کھینچا کہ بادشاہ سخت برافروختہ ہو گیا اس کے ساتھ ہی کتاب احوط کا ایک نسخہ پیش کرکے انہوں نے ہمایوں اور اس کے درباریوں کے دلوں پر نقش برسنگ کی طرح کندہ کر دیا کہ رعایائے کشمیر کن کن مظالم کا نشانہ بن کر تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت تو بادشاہ خود ان کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا لیکن چونکہ ان دنوں خود شیرشاہ کے ہاتھوں سے بھاگا پھرتا تھا ان کی امداد کی نسبت اُسے اپنے حقوق حاصل کرنے کا خیال زیادہ مدنظر ہوا نیز میرزا ابہدال جو شیران عالی سے تھا اس امر کے مانع ہوا۔ اور ہمایوں براہ سندھ بھکر جودھ پور

کو روانہ ہوگیا۔ اور ان کی التماس پر اصلا التفات نہ کی تاہم میرزا حیدر بپاس خاطر امرائے کشمیر رخصت دینے ہمایوں سے اجازت حاصل کر کے ملک ابدال ماگرے وغیرہ کے ہمراہ بجانب کشمیر روانہ ہوگیا۔ مرزا حیدر ابھی کشمیر سے کچھ منزل دور تھا کہ ملک کاجی چک نے اس کی سدراہ کے لئے ناکوں پر بجا مورچے تیار کر دیئے۔ میرزا حیدر یہ رستہ چھوڑ کر چیرہ ہار کی راہ سے ۲۰ ماہ رجب ۹۴۷ھ ہجری میں وارد خطہ ہوگیا۔ ملک کاجی چک نے از راہ غرور و رعونت اس رستہ کی محافظت نہ کی۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شاہ نے چار ماہ کی حکومت کے بعد دفعۃً انتقال کیا جس سے ملک کاجی چک کی ہمت ٹوٹ گئی۔ کاجی چک اور سید ابراہیم خان یہ سنکر کہ سلطان کا انتقال ہوگیا ہے اور میرزا خاص دارالسلطنت میں جا پہنچا ہے براہ ہیرہ پور پنجاب میں آگئے اور شیرشاہ سوری سے امداد کے طالب ہوئے۔ جو ہمایوں کو ایران میں بھگا کر ہندوستان میں اپنی حکومت مستحکم کر رہا تھا۔

میرزا حیدر بکمال جاہ و جلال شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ خلاف توقع امرائے کشمیر سے بڑے اختلاط اور ارتباط سے پیش آیا۔ اس نے بھی ملک کے تین حصے کئے۔ ایک اپنے لئے رکھا۔ ایک ملک ابدال ماگرے کو دیا اور تیسرا حصہ ملک ریگی چک کے ہاتھ آیا ہے

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے سمجھ لیا کسی مُردے کا اس نے مال مجھے

سلطان نازک شاہ

میرزا حیدر مُلک

ایام حکومت۔ اسال ۹ ماہ ۱۰ روز ۱۵۴۰ء لغایت ۱۵۵۱ء مطابق ۹۴۷ھ لغایت ۹۵۸ھ ہجری

میرزا حیدر نے ملک میں اقتدار حاصل کر کے مرحوم فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کے سر پر تاج سلطنت رکھا۔ اور خود عنان حکومت ہاتھ میں لے کر منصب مدارالمہامی

سرانجام دینے لگا۔انہیں دنوں میں ملک ابدال ماگرے کا انتقال ہوگیا اور میرزا حیدر
نے ازراہ نوازش خسروانہ اُس کے بیٹے حسین ماگرے کو باپ کی جاگیر اور اسکا منصب
عطا کر دیا۔اس کے علاوہ دیگر امیروں اور رعایا کو بھی احسان ملدی سا التفات اور حسن
سلوک سے ایسا ممنون احسان کیا کہ لوگوں کو اس کے سابقہ مظالم بھی خواب و خیال ہوگئے
اپنی رہائش کے لئے اس نے قلعہ اندرکوٹ میں طرح اقامت ڈالی جس طرح مسلمانان
اہل سنت اسکی حمایت و سر پرستی میں شاداں تھے اسی طرح اہل ہنود بھی اس کی
بے تعصبانہ کارروائیوں اور دیگر عنایتوں سے مسرور و احسان مند تھے
آوارہ دشت کاجی چک ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں بھٹکتا ہوا جب شیرشاہ
افغان کے پاس ہندوستان پہنچا اور اُس سے معاونت کا خواستگار ہوا تو اپنی
ہمشیرہ زادی جو سلطان محمد شاہ مرحوم کی صبیہ صلبی تھی اس نے شیرشاہ کے عقد میں دی
اور جراحتہائے بدن دکھلا کر اپنی مصیبت اور جوانمردی کا وہ نقش اس کے دل پر جمایا
کہ شیرشاہ کی نظروں میں اسکی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور اُس نے اسے خطاب
خان خاناں عطا کر کے حسین خاں شیروانی اور عادل خاں کو پانچ ہزار جرار سپاہیوں
کے ساتھ اسکی اعانت پر مامور کر دیا۔کمک حاصل کر کے کاجی چک کشمیر آیا اور تمام
ملک کو زیر و زبر کرنے لگا۔میرزا حیدر نے اہل و عیال اندرکوٹ چھوڑے اور خود
ملک ریگی چک۔عیدی زینہ اور حسین ماگرے کو ساتھ لے کر بمقام وتہ نار غنیم سے
مقابل ہوا۔ایک ماہ تک وہیں لڑائی جاری رہی جس کے بعد کثرت بارش اور طغیانی آب
کے باعث فریقین کو اپنے اپنے کیمپ بدلنے پڑے کاجی بمقام گیرو ارا گیا اور میرزا
حیدر موضع کوہترمیں پائے استقامت استوار کر کے خون کی ندیاں بہانے لگا۔اس
کے بعد دوسرے دن موضع داہتورہ میں آخری خونریز لڑائی ہوئی۔ہر چند دلاوران
کاجی چک نے شمشیر زنی اور تیغ رانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا لیکن فتح و
نصرت خدا کے ہاتھ ہے یکایک کاجی چک کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ دولت خاں
اور سید ابراہیم خاں سمیت براہ چیرہ ہار پونچھ کو بھاگ گیا۔ادھر غازی چک بھی شیرشاہی
افواج کو ساتھ لے کر ہیرہ پور کے راستہ ملک سے نکل گیا۔میرزا حیدر طبل فیروزی
بجاتا مراجعت پذیر ہوا۔اس فتح کی تاریخ ملا یوسف خطیب نے فتح مکرر کہی ہے
۹۴۸ھ

ملک ریگی چک اجازت حاصل کرکے اپنی جاگیر میں کامراج چلا گیا۔ کچھ عرصہ تک میرزا حیدر کی مطاوعت میں سرگرم رہا لیکن آخر کار اس کے دماغ میں بھی بوئے مخالفت سما گئی اور میرزا کی حکم عدولی کرنے لگا۔ آخر سنہ ۹۵۰ھ میں میرزا ہمراہی حاجی باندے وحسین ماگرے اور حیدر رینہ وغیرہ امراء ریگی چک کی سرزنش کے لئے عازم کامراج ہوا۔ اب ریگی چک گھبرایا اور کرناہ کے راستے کاجی چک کے پاس کوہستان نوشہرہ کو چلا گیا۔ اس کے پیچھے میرزا حیدر نے اسکا تمام مال واسباب تاخت وتاراج کرکے اس کے گھر کو آگ لگادی۔ لیکن دوسرے سال سنہ ۱۵۴۴ء مطابق سنہ ۹۵۱ ہجری میں وہ پھر کاجی چک کو ساتھ لے کر چڑھ آیا اور کوہستان گلمرگ میں مصدر فساد ہوا۔ ان دنوں میرزا حیدر پرگنہ کامراج میں قیام پذیر تھا۔ خبر پاتے ہی فوراً لشکر لے کر ان کی سرکوبی کو بڑھا۔ بہت سے کشت وخون کے بعد آخر شبخون مار کر حبین کاجی چک سراسیمہ ہوکر بھاگ گیا۔ متواتر شکستوں اور ناکامیابیوں نے اب کے اسے نہایت ہی شکستہ دل کر دیا تھا۔ جب بمقام تھنہ پہنچا تو تپ لرزہ نے آدبایا۔ جس نے ایسا پکڑا کہ جان لے کر رہا۔ تاریخ وفات فوت سردار سنہ ۹۵۱ ہجری ہے۔

کاجی چک کی وفات کے ساتھ ہی کچھ عرصہ کے لئے تمام فتنہ وفساد کا خاتمہ ہوگیا میرزا حیدر کامران وشاد کام گلمرگ سے لوٹ آیا۔ عیدی رینہ اور حسین ماگرے کو اس نے الطاف خسروانہ سے زیر بار کرکے مطیع ومنقاد کرلیا۔ سکہ وخطبہ تو بدستور نازک شاہ کے ہی نام پر رہا۔ لیکن درصل حکومت ملک میرزا نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ ملک عیدی رینہ کو منصب سپہ سالاری دیا اور خود انتظام مملکت میں ساعی ہوا۔ مضافات کشمیر مثل تبت۔ کشتواڑ۔ پھکلی۔ دانگلی وغیرہ علاقہ جات حیطہ تصرف میں لاکر سلطنت کشمیر کو ترقی دی۔ لوگوں کو صنعت وحرفت کی طرف مائل کیا اور طرح طرح کے اسباب معیشت مہیا کر دیئے۔ دور دور سے استادان کامل اور ہنرمندان بے بدل منگائے اور تازہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں۔ حمام قسم قسم کے طاق ودروازہ۔ دریچہ تکیہ دار وکاغذگیری پنجرے۔ بدرو شالی خشک کرنے کے ظروف جن کو اہل کشمیر تارہ للو کہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے۔ عالموں فاضلوں دانشمندوں اور ہنرمندوں کی قدر افزائی بھی بدرجہ غائیت کرتا اور ہمیشہ ان کی

صحبت سے مستفید ہوتا۔

بدقسمتی سے میر شمس الدین عراقی کے وارد خطہ ہونے کے بعد مسلمانان کشمیر میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا اور مذہب تشیع کی اشاعت کے بعد مسلمان مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے جن کا ذاتی بغض و عناد مذہبی حدود سے نکل کر سیاسی حلقوں میں بھی پھیل گیا۔ یہ حالت مشاہدہ کر کے میرزا حیدر عجیب ادھیڑ بن میں پڑ گیا اور اس کے استیصال کی تجاویز سوچنے لگا۔ بجائے اس کے کہ مرزا حیدر دونوں فرقوں میں صلح کرا دیتا اور ان کے لیڈروں کو فہمائش و تنبیہ کرتا اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ مذہب تشیع سے پہلے مسلمانان کشمیر میں کوئی فساد اور بگاڑ نہ تھا اس لیے کشمیر اور اہل کشمیر کی ابتری و بے حالی کا بہت بڑا باعث اسی مذہب کا اجرا ہے اس لیے جب تک اس کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑا جائے گا ملک سے فتنہ و فساد کبھی دور نہ ہوگا۔ لیکن اس تجویز نے جب عملی صورت اختیار کی تو جو کوششیں اس کے استیصال کی کی گئی تھیں وہ سب رائیگاں گئیں کیونکہ یہ مذہب اپنے پیرووں کے دلوں میں اپنا پودا اسکر جما چکا تھا۔ بلکہ بخلاف اس کے ایک بھاری جماعت جو سلاطین کشمیر کی رشتہ دار تھی اور ملک کے سیاسی حلقہ میں اقتدار کامل رکھتی تھی رنجیدہ ہو گئی۔ اور مرزا کی حکومت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی اہل سنت جو عرصہ تک کاجی چک اور اس کی جماعت کے ظلم و ستم سہہ سہہ کر تنگ آ گئے تھے۔ اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے اپنی جانیں بچا رہے تھے۔۔۔۔

میرزا کا رخ دیکھ کر شیعوں کی تاخت و تاراج پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان ولی عہد نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر پھونک دیا۔ خانقاہ میر شمس الدین عراقی جو سری نگر محلہ جڈی بل میں واقع تھی جلا دی گئی۔ بابا علی نجار کے مرید شنگلی رشی کو جو جو سپیو زمین تلقین دین کر رہا تھا سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا قاضی میر علی کو جلا وطن کر کے اس کے گھر بار کو لوٹ لیا۔ اسی طرح ملا حاجی خطیب بھی جو اعیان تشیع میں ایک نامور رکن تھا قتل کیا گیا۔ میر عراقی کے سینکڑوں معتقد اس ہنگامہ میں مارے گئے اور ہزاروں گھر ویران ہو گئے۔ تاہم یہی میرزا حیدر کی چشم خشمگین بھی سیر ہوئی اور اس نے میر صاحب کے بڑے بیٹے میر دانیال کو اسکردو سے محبوس کر کے منگایا اور

سال بھر تک مقید رکھ کر اسے بھی قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے فتوے پر ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ پیروان دین نے دشت کربلا لکھی ہے۔
۹۵۷ھ

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مرزا کے تعصب نے شیعوں کو سخت متوحش کر دیا۔ اسکے سپہ سالار عیدی رینہ نے اندر ہی اندر سلگتی ہوئی آگ کو مشتعل کر دیا۔ تمام اہل تشیع کو مرزا کی مخالفت اور معاندت پر آمادہ کر کے اس نے حاجی باندے اور سلطان نازک شاہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا تاہم ظاہراً تمام امرایان کشمیر میرزا کی مطابعت میں بدستور سرگرم تھے۔ لیکن در پردہ اس کی بیخ کنی کے تجاویز میں سرگرداں تھے سب نے بالاتفاق محمد کوٹ کو مصدر فساد ظاہر کیا اور میرزا کو اسکی گوشمالی کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ ناسمجھ میرزا نے اپنے چچیرے بھائی میرزا قرا بہادر کو ایک ہزار مغل اور ڈیڑھ ہزار کشمیری سپاہی ساتھ دے کر محمد کوٹ کی تسخیر پر مامور کیا۔ عیدی رینہ بھی بظاہر قرا بہادر کے ساتھ ہو لیا۔ جب یہ لوگ بارہمولہ پہنچے تو امرائے کشمیر کی کانا پھوسیوں اور سرگوشیوں سے قرا بہادر کو شک پیدا ہو گیا۔ اس نے بھائی کو اطلاع کی اور مہم ملتوی رکھنے کی اجازت چاہی۔ مگر قسمت کے مارے اور عقل کے اندھے میرزا حیدر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور اس نے ایک نہ سنی بلکہ جواب دیا کہ مغل طاقت میں کشمیریوں سے کم نہیں ہیں۔ اسی اثناء میں حسین ماگرے نے اپنے بھائی علی ماگرے کو بھی مرزا کی خدمت میں بھیجا اور امرائے کشمیر کے حالات سے اطلاع دی۔ لیکن میرزا کی حماقت اور اسکی ہم چو ما دیگرے نیست کی خام خیالی نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ اسی اثناء میں ۱۷ ماہ رمضان کو اندر کوٹ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے مغلوں کے بہت سے گھر جل گئے میرزا قرا بہادر وغیرہ مغلوں نے پھر عرضی بھیجائی کہ اگر حکم ہو تو اس سال چڑھائی معطل رکھی جائے اور ہم لوگ واپس آکر پہلے اپنے مکان تعمیر کرا لیں۔ بدنصیب مرزا کو پھر بھی کوئی خیال نہ پیدا ہوا۔ اور ہر دفعہ انہیں آگے ہی دھکیلتا رہا۔ آخر کار بصد مجبوری قرا بہادر بمصداق حکم حاکم مرگ مفاجات محمد کوٹ پہنچ کر امرائے کشمیر کے مشورہ سے ایک تنگ درہ کوہستانی میں خیمہ زن ہو گیا۔ کشمیری سرداروں نے اس علاقہ کے تمام زمینداروں کو سازش میں لا کر مغلوں کی معاودت کا راستہ مسدود کرنے پر متعین کیا۔ اور خود

کلال جہال پر چڑھ گئے۔ دوسرے دن علے الصباح کشمیری لشکر پہاڑوں اور ٹیلوں سے اتر کر مغلوں پر حملہ آور ہو گیا۔ چک کیا تھا مغل نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ دشمنوں نے پہاڑوں سے پتھر پھینکنے شروع کئے جن سے کچل کچل کر مغل ہلاک ہونے لگے اس موقع پر مغلوں نے بھی شجاعت و مردانگی کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا لیکن ایسی حالت میں معدودے چند کیا کر سکتے تھے زوال آفتاب تک نوشی جوانمردی اور ثابت قدمی سے لڑتے رہے آخر کار تنگ آکر بہرہل کیطرف بھاگ گئے۔ دلاوران کشمیر اور کلیم خاں کھکہ معہ کشمیری اور کوہستانی جیتوں کے ان کے تعاقب میں دوڑے۔ لیکن قراء بہادر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ عیدی رینہ پانچ سو سوار بہ افسری شمس چک اور بجک بہرہل کے محاصرہ کے لئے چھوڑ کر خود پونچھ کو روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن امرائے کشمیر کی اعانت و مدارا پر قلعہ سے باہر نکل آیا اور سیدھا کشمیری فوج کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جونہی نزدیک پہنچا تمام لشکر اشرار یکبارگی اس پر ٹوٹ پڑا اور میرزا گرفتار ہو گیا یہ دیکھ کر سید مرزا بھی پس ماندہ مغلوں کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا اور موقع پا کر گکھڑوں کے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ قراء بہادر اور اس کے ہمراہی دست و پابستہ عیدی رینہ کے لشکر میں پہنچائے گئے جس نے پونچھ سے لوٹ کر قراء بہادر قطب علی کوکہ اور محمد نظیر افسران فوج کو تو مقید رکھا اور باقی تقریباً ساٹھ قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اسکے بعد عیدی رینہ نے سید ابراہیم بیہقی خازن چک اور دولت چک کو بھی کوہستان نوشہرہ سے بلا لیا اور ہیرہ پور کے راستے اپنے ہمراہ کشمیر لے آیا تمام کشمیری جن میں سے اکثر شیعہ تھے میرزا حیدر سے منحرف ہو کر عیدی رینہ سے جا ملے۔ اب میرزا حیدر بھی خواب خرگوش سے بیدار ہوا اور اپنی کوتاہ اندیشی اور خام خیالی پر نفرین کرنے لگا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اس کا ستارہ اقبال مطلع زوال میں غروب ہو چکا تھا۔ قراء بہادر قطب علی کوکہ اور محمد نظیر اسکی حمایت سے جیل خانوں میں گرفتار پڑے تھے۔ عالمگیر شور و فساد برپا ہو گیا مضافات کشمیر باغی ہو گئے۔ ملا قاسم اور ملا باقی جو امرائے عظام میں سے حاکم تبت تھے تو انہیں سے موسم سرما میں اہالیان تبت نے اتفاق کر کے ملا قاسم کو مار ڈالا اور ملا باقی

بہاگ کر اسی مصیبت کی ساعت میں اندرکوٹ پہنچا مولانائے عبداللہ سمرقندی جو مرزا کے معتمدان خاص سے تھا کہکل کے ربط وضبط میں مصروف تہا انہیں دنوں وہ بہی رعایا کی سرکشی سے عاجز آکر بہاگ آیا۔ محمد کوٹ کے حادثہ کی خبر سنکر اس کے رہے سہے اوسان بہی خطا ہوگئے بے اختیار کشمیر کی طرف بڑہا۔ لیکن جب بارہمولہ کے پاس پہنچا تو کشمیریوں کے ہاتہہ سے قتل ہوگیا۔ اسی طرح یوسف میرزا کو کہ کشتواڑ سے ہزیمت خوردہ ہوکر بہاگ آیا۔ لیکن راستہ ہی میں ڈیڑہ ہزار افغانوں سمیت مارا گیا۔ یہ تمام حادثات ایک دن کے اندر میرزا نے سنے اسپر جب اسی دن محمد کوٹ کی خبر وحشت اثر اُس کے کان میں پہنچی تو بے خود ہوگیا چاروں طرف سے ایکدم بلائیں نازل ہوگئیں اور جان سے ناامید ہوگیا ؎

فریاد ز جور و ستم چرخ کبود ہرگز گرہ بستہ کس را نکشود
ہرجا کہ دلے یافت کہ داغے دارد صد داغ دگر بر سر آن داغ افزود

باوجود اس کے میرزا حیدر نے استقلال اور جوانمردی کو ہاتہہ سے نہ دیا اور تہوڑے سے جانباز سپاہی اپنے محلات کی محافظت کے لئے اندرکوٹ چہوڑ کر خود ایک ہزار مغلوں کے ساتہہ سرکشوں کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا ابہی رالہ گر ہی پہنچا تہا کہ پیچہے فتح چک ہمراہی تین ہزار سوار جرار اندرکوٹ میں داخل ہوگیا۔ لوٹ مار کر کے اس نے مصیبت زدہ میرزا کے محل کو آگ لگادی یہ دیکہہ کر میرزا کے ایک معتمد صبر علی نے سلطان زین العابدین کے مکانات جو پرگنہ زینہ گیر میں واقع تہے پہونک دیئے۔ نیز اس کے لشکریوں نے عیدی رینہ اور نوروز چک کے خانمان جلا کر خاکستر کر دیئے لیکن میرزا حیدر کو اپنے رفیقوں کی یہ حرکات پسند خاطر نہ ہوئیں اور اُس نے اُنہیں سخت تنبیہہ کیا۔ زمانہ برگشتہ تہا میرزا کی سخت کلامی نے اس کے سپاہیوں کے دلوں میں ہی کدورت پیدا کردی اور وہ بیدل سے ہوگئے۔ آخر کار راہی گرداب انقلاب میں پہنسا ہوا میرزا قسمت آزمائی کے لئے آگے بڑہا۔ امرائے کشمیر قلعہ خانپور میں اقامت گزین تہے جس کے نزدیک ہی موضع واہتورہ میں یہ منچلا بہادر بہی جا ٹہیرا۔ دشمن کے ٹڈی دل لشکر اور اس کے جوش وخروش کو دیکہہ کر کہلم کہلا لڑائی کی جرأت نہ کرسکا اور باہمی صلاح ومشورہ کر کے شبخون مارنے کو طیار ہوا چنانچہ

۹ ذیقعد سنہ ۹۵۸ھ مطابق سنہ ۱۵۵۱ء کو سیاہ رات کے پردے میں میرزا حیدر آٹھ سو چیدہ سوار لے کر کیمپ سے نکلا۔ دشمنوں کے غلبہ اور دست درازی سے مغل جو اس باختہ ہو رہے تھے۔ ایک ایک کر کے انقلاب زدہ آقا کا ساتھ چھوڑنے لگے یہاں تک کہ قلعہ کے دروازے پر پہنچکر آٹھ سو میں سے صرف تیس آدمی اسکے ہمراہ رہ گئے اب میرزا حیدر کو یقین ہو گیا کہ اسکی بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ توکلت علے اللہ جان پر کھیل کر اسی برائے نام جماعت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا لیکن اسکی تقدیر کے ساتھ ہی بس ماندہ رفیق بھی اس سے منہ موڑ گئے اور جب اندر گیا صرف آٹھ جانباز اس کے ساتھ رہ گئے۔ عالی ہمت مرزا پھر بھی پیچھے نہ ہٹا اور بے دھڑک غنیم پر جا گرا گویا بلائے آسمانی ٹوٹ پڑی۔ نیند کے متوالے گھبرا گھبرا اٹھنے لگے تھوڑی ہی دیر میں اس نے چوتالیس دشمنوں کو شمشیر براں سے ہلاک کر دیا۔ لیکن تا بکے آخر کار خود بھی انکے ایک تیر کا نشانہ ہو گیا۔ جب مخالفوں کو پتہ لگا کہ میرزا مارا گیا تو خوشی کے نعرے مارنے لگے۔ دولت چک اور غازی چک نے نعش کی بیحرمتی کرنی چاہی لیکن سید محمد بیہقی نے باتفاق سلطان نازک شاہ و حسین ماگرے اور دیگر اہل سنت امرا استقامت کر کے اس کے جسد عنصری کو اٹھا لیا اور سلطان زین العابدین کے مقبرہ کے متصل مزار سلاطین میں مدفون کر دیا۔ قبر کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک مہینہ تک پہرے رکھے۔ لوح مزار پر علاوہ اس لمبی چوڑی نثر کے جن میں تاریخی حالات درج ہیں یہ سجع بھی کندہ ہے ؎

شہ گورگاں میرزا حیدر آخر ۔ بہ ملک شہادت زدہ کوس شاہی

قضائے الٰہی چنیں بود تاریخ ۔ شدہ بہر وصلش قضائے الٰہی
۹۵۸ھ

ا بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اس رات سیاہ ابر چھایا ہوا تھا جب میرزا حیدر خواجہ حاجی بانڈے کے خیمہ کے متصل پہنچا تو آقا شاہ نظیر کا ایک تیر جو میرزا کا قورچی تھا اور پیچھے کھڑا دشمن پر تیر باری کر رہا تھا میرزا کو جا لگا احمد ملک چاڈورہ راوی ہے کہ کسی قصاب کے ہاتھ سے مقتول ہوا بعض کا قول ہے کہ کمال کوکہ کے ہاتھ سے بزخم شمشیر قتل ہوا۔ مرزا کے جسم پر سوائے تیر کے اور کوئی نشان نہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے قورچی شاہ نظیر کے تیر نے اس اجل رسیدہ کا کام تمام کر دیا۔

میرزا حیدر سلطان سعید کاشغری کا چچیرا اور بابر شاہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ شجاعت وجوانمردی کے علاوہ علوم عقلی ونقلی میں بھی ماہر تھا۔ طبع موزون رکھتا تھا۔ تاریخ رشیدی اسی کی تصنیف ہے۔ دس سال تک یہاں حکمران رہا۔

سنہ ۱۸۲۳ء میں کرنل مورکرافٹ مسٹر اخوریانی سرکار انگلشیہ سفارت یارقند و کاشغر اور سیاحت ترکستان سے فارغ ہو کر کشمیر پہنچا۔ مرزا موصوف کی ٹوٹی ہوئی مزار کی اس نے مرمت کرائی اور قطعہ تاریخ جو اوپر درج ہوا اس کے سنگ مزار پر کندہ کرایا۔ علاوہ اس کے قبر کے اوپر سنگ مرمر کی ایک مستطیل سلیٹ لگائی جس پہ بحروف جلی عبارت ذیل منقوش کرا کے مرزا موصوف کی خاک میں ملی ہوئی ہڈیوں کو پھر زندہ کر گیا۔

"میرزا حیدر گورگان ابن میرزا محمد حسین گورگان ولد اسے یونس خان و خالہ زادہ بابر بادشاہ و عم زادہ ابوسعید خان بادشاہ یارقند و مغولستان ابن احمد خان ابن یونس خان مذکور ساز اولاد تو غلوق تیمور خان از نسل چغتائی ابن چنگیز خان مولد میرزا وقت محمود شہ ۹۰۵ھ سال نہ صد و پنج در شہر اوراتیہ و بعد نصارییف زمان بحکم ابوسعید خان از یارکند برآمدہ پس از تسخیر تبت و یہاں سال با چہار ہزار سوار بتاریخ روز چہارم ماہ شعبان ۹۳۵ھ فتح کشمیر کردہ باز بجہ شاہ کہ بادشاہ کشمیر بود دادہ نزد ابوسعید خان کہ در تبت ماندہ بود در وقت خان اورا نامور لاسہ نمود و خود بیارکند کوچ کردہ در راہ مرد۔ تفرقہ کلی بمیرزا رو دادہ بہ بدخشان رفت۔ باز بہند نزد ہمایوں بادشاہ رسید و در جنگے کہ بادشاہ منہزم بایران میرفت میرزا با جہائے صد و پنجاہ سوار از لاہور برآمدہ در بست و دوم رجب سنہ ۹۴۷ھ دوبارہ کشمیر را گرفتہ تا دہ سال حکمران بود و از قضائے الٰہی بغلط از دست احاد الناس شہادت یافت۔ میرزا بلاد توران و مغولستان و ہند دیدہ و بخدمت بزرگان رسیدہ ماہر اکثر ہنر و سخنور جوان دلیر صاحب تدبیر بود تاریخ رشیدی از تالیف اوست بموجب فرمائش ولیم مور کرافٹ صاحب بہادر میر خور باشی دولت انگلشیہ باہتمام رسید عزت اللہ خان ......"

اخیر کے چند حروف پتھر کے ٹوٹ جانے سے معدوم ہو گئے ہیں۔ اس لئے پڑھے نہیں جاتے۔ اس کتبہ میں مصرعہ تاریخ اور سنہ دونوں میں غلطی پائی جاتی ہے۔ اصل مصرعہ "روز چہارم از ماہ شعبان" ہے جبکہ سنہ بحساب ابجد ۹۲۹ھ ہوتا ہے۔ اکثر مورخوں کا اور میرزا حیدر کا اپنا قول ہے کہ وہ ۹۳۵ھ میں کشمیر پہنچا لیکن یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سال کشمیر میں سلطان محمد شاہ کی حکومت نہ تھی۔

میرزا حیدر سے اہل تشیع تو ناراض تھے ہی لیکن اُسکے ایک متوسل میرزا میرک کی ایک حرکت سے بعض اور لوگ بھی رنجیدہ ہو گئے جس کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ بہرام پسر مسعود چک سے جو نہایت جوانمرد اور بہادر تھا میرزا میرک نے صلح کے عہد و پیمان اور قرآن کی حلف اُٹھانے کے بعد جب اُسے اپنے پاس طلب کیا۔ تو پوشیدہ خنجر نکال کر اُس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ وہ باوجود زخمی ہونے کے دوڑا لیکن پکڑا گیا۔ میرزا میرک اس کا سر تن سے جدا کر کے دربار میں میرزا حیدر کے پاس لایا جب یہ بے تن سر میرزا کے دربار میں پیش ہوا تو عیدی رینہ بھی وہیں تھا۔ وہ طیش میں آیا اور مغلوں کے قول و قسم کو گوز شتر سے تشبیہ دے کر دربار سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اور صلح صفائی کے بعد قتل کرنا ترکوں ہی کا کام ہے۔ میرزا حیدر نے معذرت چاہی کہ مجھے اس واقعہ سے مطلق آگاہی نہیں ہے۔ میں بالکل بے خبر ہوں لیکن اس نے میرزا میرک کو چونکہ سزا نہ دی اس لئے بہت سے لوگ اس سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔

جب دولت چک اور غازی چک نے دیکھا کہ لاتن کے بے حرمتی کرنے میں امرائے اہل سنت کے علاوہ سلطان نازک شاہ بھی مانع ہے اور اس کو ایک اخلاقی جرم قرار دیتا ہے تو وہ جوش تعصب سے بیتاب ہو کر ان مغلوں کی طرف دوڑے جو اندر کوٹ میں جا کر (جہاں میرزا حیدر کا حرم محترم تھا) پناہ گزین ہو گئے تھے۔ تین روز تک لڑائی ہوتی رہی آخر ترک عاجز آ گئے۔ میرزا حیدر کی بیگم (خانمی) اور ہمشیرہ (خانجی) نے اپنے چند ساتھیوں کو صلاح دی کہ بغیر صلح کے جان سلامت لے جانا ناممکن ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو ایسا کرو کہ اپنے وطن

کو جائیں تو سلامت لے جائیں کشمیریوں سے فرزندان احمد ماگرے کہ سید محمد کے اقارب میں سے تھا جو سلطان نازک شاہ کا کفش نی تھا اور مشاوں میں سے امیر خان معمار صلح کے لئے نکلے۔ آخر عہدنامہ اس مضمون پر لکھا گیا کہ یہ لوگ اندر کوٹ سے شہر سری نگر میں آجائیں اور وہاں سے کاشغر جائیں۔ اس مختصر سی جماعت میں مرزا قرابہادر، مرزا عبدالرحمان حیدر، جان میرک مرزا، میرزا الکہ، میر شاہ شاہزادہ بیگ، محمد نظیر اور صبر علی مشہور آدمی تھے یہ سب لوگ مرزا حیدر کے اہل وعیال کے ہمراہ ملک بدر کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کے بعد بھی سکہ و خطبہ تو بدستور نازک شاہ کے نام پر رہا۔ لیکن ملک کے انتظام کی باگ بجائے میرزا حیدر کے اب عیدی رینہ کے ہاتھ میں تھی۔ اسی اثنا میں ۹۵۹ھ کو ہیبت خاں نیازی شاہزادہ سلیم سے فوج لے کر کوہستان جموں کے راستے کشمیر پر چلا آور ہوا عیدی رینہ نے دولت چک اور حاجی پاڈر کو لشکر جرار دے کر اسکی مدافعت کے لئے بھجوایا اور ان کے تعاقب بہرامی حسین ماگرے خود بھی روانہ ہو گیا کوہ بانہال پر پہنچکر دولت چک نے پیش قدمی سے بمقام ہاکر سکو صفوف محاربہ آراستہ کر دیں اور ہیبت خاں ہاکر سکو کے عقب میں جا بیٹھا۔ دوسرے دن علے الصباح جنگ شروع ہو گئی ہیبت خاں کی فوج نے داد مردانگی کے خوب جوہر دکھائے لیکن تقدیر سے ان کی کچھ پیش نہ گئی کشمیریوں کا مورچا مضبوط مستحکم اور بلندی پر تھا۔ اور ہیبت خاں کی فوج پستی میں تھی۔ دوپہر تک کشتوں کے پشتے لگ گئے اور شام سے پہلے پہلے ہیبت خاں ہی مارا گیا۔ اور اسکی ساری فوج بھی ہلاک ہو گئی سوائے دو آدمیوں کے اس انبوہ کثیر میں سے ایک متنفس بھی نہ بچا۔ دولت چک نے ہیبت خاں، سعید خاں اور شہباز خاں کے سر ان کے ولی نعمت سلیم شاہ کے پاس بھجوا دیئے۔ اسی اثنا میں اس نے

لے اسی واقعہ کو دو اور مؤرخوں نے بھی لکھا ہے اس لئے ان کا خلاصہ بھی یہاں لکھا جاتا ہے۔ محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کے ذکر میں لکھتا ہے۔ کہ نیازیوں پٹھانوں کی ایک قوم نے آتش فساد مچا رکھی تھی۔ سلیم شاہ نے لشکر گراں ان کی مدافعت کے لئے تیار کیا۔ تمام نیازی گکھڑوں کے پاس سلسلہ

سلطان نازک شاہ کو لکھ بھیجا کہ شمس چک۔ بخجے ملک اور عیدی رینہ کے جو آدمی میرے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷ ۔ اکوہستان کشمیر میں چلے گئے گکھڑ مغلوب ہو گئے ہیبت خان یعنی اعظم ہمایوں جو نیازیوں کا سردار اعلیٰ تھا کشمیر میں چلا گیا اور وہاں فتنہ و فساد برپا کرنا چاہا لیکن حاکم کشمیر نے بپاس خاطر سلیم شاہ اس کو روکا صف جنگ آراستہ ہوئی۔ اور اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ تیغ کے گھاٹ اترے حاکم کشمیر نے ان کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھجوائے جو نیازیوں کا جانی دشمن تھا۔

محمد عبدالحکیم خاں لودی مؤلف شوکت افغانی اپنی تاریخ کے حصہ سوم صفحہ نمبر ۴۰ میں لکھتے ہیں۔ نیازی کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے سلیم شاہ نے تعاقب کیا۔ اُدھر مرزا حیدر والئے کشمیر نے (مرزا حیدر کے انتقال کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ اور کشمیر کا والی سلطان نازک شاہ تھا۔ فوق) نیازیوں کا مقابلہ کیا تاکہ سلیم شاہ اُس پر خوش ہو۔ اعظم ہمایوں آگا اور پیچھا رُکا ہوا دیکھ کر راجوری میں آ گیا۔ جہاں محمد نذر علی اور صبر علی والئے کشمیر کیطرف سے حاکم تھے۔ سلیم شاہ واپس چلا گیا۔ حاکمان راجوری نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو معزول کر دیں۔ (حالانکہ یہ دونوں مرزا حیدر کے متوسل تھے۔ اور اُسی نے ان کو حکومت راجوری عطا کی تھی یہ اچھی احسان مندی اور وفا شعاری ہے۔ فوق) لیکن اعظم ہمایوں نے اس کو پسند نہ کیا بلکہ اُس کو اس منصوبہ سے اطلاع دی اور امداد کی درخواست کی مرزا حیدر نے اعظم ہمایوں کو بہت سا روپیہ بھیجا اور خط کا جواب نہایت اخلاق سے دیا۔ اعظم ہمایوں راجوری سے نکل گیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیوں کو دیکھا تو اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ (یہ بے وفائی کا عجب الزام ہے حالانکہ اسی شوکت افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے لئے ہی تصنیف کی گئی ہے کئی جگہ لکھا ہے۔ کہ فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ طوطا چشمی کی اور اُس کی طاقت کمزور دیکھ کر اُسکے دشمن کے ساتھ رفاقت کر لی۔ افغانوں میں حسد اور نفاق اور بے وفائی کی کثرت ہے۔ اسکی شاہد افغانستان کی تاریخیں ہیں اور خود شوکت افغانی ہے لیکن حسد اور نفاق وغیرہ کا الزام کسی خاص قوم پر لگانا اور زمانہ کے انقلاب سے اُس کو محکوم اور زیر دیکھ ہر قسم کے طعن و تشنیع کا اُس کو آماجگاہ قرار دینا

ہمراہ تھے انہوں نے اس معرکہ میں کوئی رفاقت اور ہمدردی ظاہر نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں بغض وعناد بھرا ہوا ہے۔ دولت چک کی اس حرکت نے امرائے کشمیر کے دلوں میں باہمی کینہ وعداوت کا بیج بو دیا۔ جب دولت چک واپس آیا اور پرگنہ ویری ناگ میں عیدی رینہ سے ملا تو اس کو دولت چک کی طرز روش سے اشتباہ پیدا ہوگیا۔ اور حسین ماگرے کی عدم حاضری نے اس شک کو یقین دلا دیا اور اسی وقت سے وہ ان کی تخریب وتکذیب پر آمادہ ہوگیا۔ دولت چک بھی عیدی رینہ کے اطوار سے تاڑ گیا۔ اس نے سرِی نگر آکر محمد ناجی سے جو میرزا حیدر کے معاملات میں عیدی رینہ سے برگشتہ ہو رہا تھا موافقت وموانست کا رابطہ مضبوط کیا۔ جنہوں نے عیدی رینہ کے انسداد کے لئے خانقاہ معلی میں جلسہ منعقد کیا۔ اجلاس کے موقعہ پر محمد ناجی کے بھائی نوروز چک نے خانقاہ کی بام سے ایک سنگ کلاں مجلس کے سر پر گرایا۔ اہل محفل کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا لیکن خانقاہ کا ایک ستون مضروب ہوگیا۔ نوروز چک اسی وقت گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ اُدھر عیدی رینہ بھی طائفہ ماگریاں۔ سادات بیہقی اور چکان کینہ وارہ کو جو سُنی مذہب کے پیرو تھے اپنے ساتھ متفق کر کے ماہ رمضان ۹۵۹ھ ۱۵۵۱ء میں مفسدوں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ اور قلعہ علاوالدین پورہ میں اقامت پذیر ہو کر مخالفوں سے لڑنے لگا۔ اسی اثناء میں ایک دن رات کو شمس چک کو یہ وارہ۔ بجی ملک۔ خواجہ حاجی بانڈے۔ بہرام نیا ئک اور یوسف خاں بے تعداد سپاہ کے ساتھ بارادہ شبخون باہر نکلے۔ اور دریائے بہت کے پل کاٹ کر دولت چک کی فوج پر حملہ آور ہوگئے۔ لیکن تاب مقاومت نہ لا سکے

بقیہ حاشیہ ۱۰۸۔ دانشمندی سے بعید ہے۔ فوق مُکھیر آگے لکھا ہے۔ کہ امرائے کشمیر حسین ماگرے اور ابراہیم چک وغیرہ افواج کشمیر لے کر نیازیوں کے مقابلہ کو نکلے طرفین میں خوب لڑائی ہوئی۔ اعظم ہمایوں کی بیوی رابعہ بی بی مردانہ وار لڑائی اور ایک کشمیری سردار کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ کشمیری کثرت سے تھے۔ انہوں نے سب سروسامان نیازیوں کو پتھر مار مار کر مار ڈالا۔ دو ہزار کے قریب نیازی مر گئے۔ کسی نیازی کو زندہ نہ چھوڑا۔ ہیبت خاں یعنی اعظم ہمایوں۔ اور اس کے بھائی سعید خاں شہباز خاں وغیرہ کا سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھیجا گیا جس کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ فوق

سید ابراہیم خاں اور حسین ماگرے گرفتار ہو گئے اور باقی باعث بھاگ کر عیدی رینہ کے پاس قلعہ علاؤالدین پورہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد دولت چک نے حکمت عملی کا دام پھیلایا اور عیدی رینہ کے رفیقوں اور معتمدوں کو ورغلانا شروع کیا۔ لوہر ماگرے۔ فتح چک۔ لسے ملک اور یوسف چک اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور سب کے سب بالاتفاق دریا عبور کر کے دشمن پر جا پڑے اور کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا عیدی رینہ منہزم ہو کر بھاگ نکلا جب جنگل چشمہ ناگ واقعہ پرگنہ دیو سر میں پہنچا تو پیک اجل نے آ پکڑا اور بیمار ہو کر سری نگر آ گیا اور کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ اس نے دس ماہ منصب وزارت کا کام کیا اور ۱۵۵۱ء کو اپنے کردار کی پاداش پا گیا ؎

در جزائے فعل حباب ہست تیغ انتقام ہر کہ بد کرد ہست بد بیند بجائے خویشتن

اس کی وفات کے بعد دولت چک نے سید ابراہیم خاں اور حسین ماگرے کو قید سے رہا کر کے مرہون منت و احسان کر لیا۔ اور انہیں کے صلاح و مشورہ سے اس نے بیکس سلطان نازک شاہ کو گیارہ سالہ برائے نام جہانبانی کے بعد ۱۵۵۱ء میں معزول کر کے ملک سے نکال دیا۔

سلطان اسمٰعیل شاہ ثانی

ایام حکومت ۲ سال ۱۵۵۱ء لغایت ۱۵۵۳ء مطابق ۹۵۸ء لغایت ۹۶۰ ہجری

نازک شاہ کی معزولی پر ابراہیم شاہ اول بن محمد شاہ کا بیٹا اسمٰعیل شاہ ثانی دولت چک کی اعانت و استمداد سے تاج شاہی سر پر رکھ کر ایام بسری کرنے لگا۔ اور معاملات ملکی جزوی و کلی دولت چک باختیار خود سر انجام دینے لگا دولت چک نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اپنی توجہ ملکی معاملات کی نسبت زیادہ تر مذہبی معاملات کی طرف مصروف کی۔ اور مذہب تشیع کی حمایت اور سرپرستی میں حد سے بڑھ گیا۔ خانقاہ شمس عراقی جو مرزا حیدر کے زمانہ میں منہدم کرائی گئی تھی۔ اس نے پہلے سے بڑھ کر مستحکم اور رفیع الشان بنوائی۔ اور اسمیں میر دانیال کی لاش جو موضع بنولش مرتین مدفون تھی شمس عراقی کی قبر کی جگہ دفن کرا دی۔ اس کے علاوہ بابا حسین سنجار

کے لئے بھی ایک بلند خانقاہ تعمیر کرائی اور اس کے باپ علی نجار کی لاش بھی پہلی جگہ
سے نکلوا کر اس جدید خانقاہ میں دبائی گئی۔ اس کے اردگرد بہت سی مالکان اراضی
سے جبر و تشدد ضبط کر کے بابا حسن اور اس کی خانقاہ کے لئے وقف کی گئی۔ دولت چک
نے اس زمین میں عالی شان عمارتیں اور وسیع باغات تعمیر کرا کر حسن آباد کے نام
سے ایک علیحدہ محلہ تیار کر دیا۔ اس کے بعد ہنود اور مسلمانان اہل سنت کی تخریب
و تہذیب کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں جبراً اپنے دین کی تلقین کرنے لگا۔ بابا سے
آن اس نے عام حکم جاری کر دیا کہ خطیبان مساجد خطبوں میں بارہ امام کے نام بھی
داخل کر کے پڑھا کریں۔ غرضیکہ اس دین کی اشاعت میں اس نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا
اور اس میں شک نہیں کہ دولت چک کے حین حیات مذہب تشیع کمال رونق اور
ترقی پر ہو گیا۔

برائے نام سلطان اسمعیل شاہ ثانی کے جلوس کے دوسرے سال ۱۵۵۳ء
میں سخت بھونچال آیا اور متواتر روز تک پے در پے زلزلوں سے زمین جنبش کرتی
رہی۔ کئی مقاموں پر زمین پھٹ گئی شگاف اور دراڑ پیدا ہو گئے۔ اسی حادثہ کی
وجہ سے کشمیر میں یہ عام مشہور ہے کہ حسن پورہ کی زمین حسین پورہ سے آملی اور حسین پورہ
کی حسن پورہ کے ساتھ۔ اسی طرح پرگنہ کامراج ضلع ماور میں ایک پہاڑ کوہ کے
گرنے سے چھ سو آدمی ہلاک ہو گئے۔

دولت چک کو غازی چک سے عموماً چھیڑ چھاڑ رہتی تھی چنانچہ کئی مرتبہ آپس میں
تلواریں بھی کھنچ گئی تھیں لیکن ہمیشہ صلح پر فیصلہ ہوتا رہا۔ اب دولت چک بہ مکر
و فریب غازی چک کی سوتیلی ماں جو اس کے چچا کاجی چک کی بھی دوسری بیوی
تھی اپنے عقد نکاح میں لے آیا جس سے غازی چک اور علی چک دونوں کے
سینہ میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور وہ اس کی تخریب و تہدیب کے در پے ہو گئے
ایک روز جب دولت چک جھیل ڈل کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا۔ تو
غازی چک وغیرہ نے اتفاق کر کے اس کے تمام معاونوں کو گرفتار کر لیا اور محلہ
حسن آباد میں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد دولت چک کی گرفتاری کے لئے ڈل کے
کناروں پر تلاشی پھرنے لگے لیکن اس کو خبر ہو گئی اور وہ کوہستان پھاگ کی

طرف بھاگ گیا۔ اور راستہ میں کسی قوی ہیکل چوپان نے اسے گرفتار کر کے غازی چک کے پاس پہنچا دیا جس نے اُسکی آنکھوں میں سیل پھروا کر قید کر دیا۔

دولت چک بڑا شہزور اور جرار سپاہی تھا اس کے بازو اس قدر لمبے تھے کہ جب کھڑا ہوتا تھا تو اُسکے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے۔ میدان بندی مرگ میں ایک دن اُس نے ایک میل پر تیر کا نشانہ مارا۔ جب اس کا محل تعمیر ہو رہا تھا تو ایک شہتیر جو بیس گز لمبا اور دو گز موٹا تھا بام پر چڑھاتے ہوئے رسی ٹوٹ جانے سے نیچے گرنے لگا دولت چک نیچے کھڑا تھا دایاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بائیں ہاتھ سے اس نے شہتیر مذکور کو اوپر ہی روک لیا اور جب تک کہ پھر رسی ڈال کر اُسے اوپر نہ کھینچا گیا۔ اُسی طرح تھامے رہا۔ کہتے ہیں کہ اسکا ہاتھ کلائی تک زمین میں دھنس گیا تھا۔ اسی طرح ایک دن دلی میں شیر شاہ افغان کے سامنے ہاتھی کی دم پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور باوجود ہانکنے کے ہاتھی اصلا حرکت نہ کر سکا۔ لیکن کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے۔ جب دولت چک کے بھی زوال کے دن آئے تو ساری طاقت اور سارا غرور کسی کام نہ آیا اور ایک معمولی گڈریئے کے ہاتھ سے اسیر ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔ اور نخوت پسندوں کے لئے عبرت ناک مثال چھوڑ گیا ؎

گنج بقا نیست دریں خاکدان مغز وفا نیست دریں استخوان
ہر چہ دریں مائدہ خرگیست کاسۂ آلودہ و دست تہیست
ہر کہ از و خورد دہانش بسوخت ہر کہ از و گفت زبانش بسوخت

دولت چک کی وزارت کے ساتھ ہی اسمٰعیل شاہ ثانی کی حکومت بھی جاتی رہی اور غازی چک نے اُسے بیدخل کر کے اپنے ہمشیرہ زادے حبیب شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اسمٰعیل شاہ کی حکومت تین قمری سال رہی۔

سلطان حبیب شاہ خاتم السلاطین کشمیر

ایام حکومت ۱۱ ماہ ۱۹ روز سنہ ۱۵۵۳ء لغایت سنہ ۱۵۵۴ء مطابق سنہ ۹۶۰ھ لغایت سنہ ۹۶۱ ہجری

سنہ ۱۵۵۳ء میں اسمٰعیل شاہ اول کے بیٹے حبیب شاہ نے مسند شاہی پر قدم رکھا۔ اور غازی چک مدار المہام اور مالک و مختار بنا۔ محمد شاہ اور فتح شاہ کے مقابلہ میں اُمرائے کشمیر خصوصاً چکان تربیہ گام نے بڑا عروج پالیا تھا ان لوگوں کے باہمی بغض و عناد نے سلاطین کشمیر کی حکومت کو بالکل ہی بوسیدہ کر دیا تھا سلطان فتح شاہ کی کم ہمتی نے ملک کشمیر کے حصہ کر کے اُمرائے کشمیر میں تقسیم کر دیئے جس سے سلاطین کی رہی سہی حکومت بھی جاتی رہی۔ اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ سلطان کی حیثیت شیر قالین سے زیادہ نہ رہی۔ حبیب شاہ کو تاج پہنے ابھی پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ غازی چک کے دل میں خود بادشاہ بننے کی ہوس سمائی۔ چونکہ چاروں طرف غرقہ چک کا زور تھا۔ بادشاہ بالکل بے دست و پا تھا۔ اس لئے سلطان حبیب شاہ پر نالائقی کے الزام لگائے گئے۔ علی خان چک نے جو غازی چک کا بھائی تھا یہانتک جرأت کی کہ ایک دن بادشاہ کے سر سے سر دربار تاج شاہی اُتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شادیانے بجنے لگے۔ سلطان حبیب شاہ جو سلاطین کشمیر کے پُر حسرت و پُر عبرت تماشے کا آخری دردناک ڈراپ سین تھا تقدیر کی نیرنگیاں دیکھ کر انگشت بدنداں تھا۔ اُدھر تاج سر سے اُتار اگیا۔ ادھر تخت سے اُتار کر نظر بند کر دیا گیا۔ اس بدقسمت و برائے نام بادشاہ کے ساتھ جو سلوک ہوا اُس کے لئے پہلے سے مشورے کر لئے گئے تھے کسی کو چکوں کے خلاف لب ہلانے کی طاقت نہ تھی۔ جو ان کے مرضی کے خلاف کرتا وہ اجل کے منہ میں جاتا۔ خود سلطان دم نہیں مار سکتا تھا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا کہ میں بادشاہ تو ہوں گو برائے نام ہی ہوں لیکن افسوس ناحق شناسوں نے یہ نام کی سلطنت بھی چھین لی۔ یہ بادشاہ غازی چک کا بھانجہ بھی تھا۔ ماموں نے بھانجہ کو تخت سے اُتروا کر خود حکومت شروع کی۔ اس سلطان کی یادگار حبہ کدل ہے جو سری نگر کے پُلوں میں سے ایک مشہور پُل ہے۔

سلاطین کشمیر اور شاہان ہند

سلاطین کشمیر ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل سے تھے۔ اور ہر چند کہ سلطان زین العابدین کے بعد خانہ جنگیوں اور خود غرضیوں کا زور ہو گیا تھا پھر بھی یہ خاندان شہمیری قریباً اڑھائی سو (۲۴۴) سال تک تخت کشمیر پر جلوہ افروز رہا۔ یہاں ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ جب کشمیر میں ہندو حکومت زوال میں آگئی۔ اور یہاں مسلمانوں کے پرچم لہرانے لگے۔ اس وقت ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اور اس ایک خاندان کے مقابلہ میں ہندوستان میں کتنے خاندان یکے بعد دیگرے تخت اور تختہ کی نذر ہوتے رہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی مستقل حکومت ۷۲۵ھ سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطان غیاث الدین تغلق سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد تخت ہندوستان پر جلوہ افروز ہو کر داد حکومت دے رہا تھا۔ ۷۲۵ سنہ کے ماہ ربیع الاول میں سلطان تغلق کا بجلی کے صدمہ سے انتقال ہو گیا۔ اسی خاندان میں سے ناصر الدین محمود شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کی حکومت کے دوران میں ۱۲ محرم ۸۰۱ھ ہجری میں صاحب قران امیر تیمور دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہوا اور اپنے مشہور قتل عام سے ملک کو تہ و بالا کر گیا۔ لڑائیوں میں جو لوگ ہلاک ہوتے رہے اُن کے علاوہ امیر تیمور کے حکم سے نواح دہلی میں صرف ایک دن میں ایک لاکھ آدمی قتل کیا گیا تھا۔ ناصر الدین محمود پر تغلقوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو سید خضر خاں بن ملک سلیمان تخت دہلی کو زینت دینے لگا۔ سلیمان ملک مردان دولت کا ایک خدمتگار تھا جو کھانا کھانے کے وقت ہاتھ دھلایا کرتا تھا لیکن بیٹا خدمتگار سے بادشاہ ہو گیا۔

۸۵۵ھ میں سلطان علاؤ الدین کے نام پر اس خاندان کا ہی خاتمہ ہو گیا۔ اب لودھیوں کا خاندان آتا ہے جس کے جد امجد ملک بہرام سلطان بہلول لودھی کے دادا نے افغانستان کے پہاڑوں سے نکل کر بحالت غربت و مسافرت

ملتان میں قیام کیا تھا۔ یہ خاندان ۹۳۲ سنہ ہجری (سلطان ابراہیم لودہی کے زمانہ) تک ہندوستان میں شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اب ولائت ہند میں امیر تیمور کی نسل سے ایک بہادر ترک ظہیر الدین محمد بابر کابل سے آتا ہے۔ اور سلطان ابراہیم لودہی کو میدان جنگ میں قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے لیکن ابھی پندرہ سال بھی نہیں گذرتے کہ بابر بادشاہ کے بیٹے ہمایوں کو ایک سپاہی بچہ شیر خاں ۱۰ محرم ۹۴۷ سنہ ہجری مطابق ۱۵۴۰ سنہ ء کو دریائے گنگا کے گھاٹ پر شکست فاش دے کر اور شیر شاہ اپنا نام رکھ کر ہے جہاں گا ہے جنہیں کے نظارے دکھاتا ہے۔ سولہ سال بھی نہ گذرنے تھے کہ اس خاندان کو بھی زوال آگیا اور سلطان سکندر بادشاہ کشمیر کے زمانہ (۹۶۲ سنہ ہجری) میں ہمایوں بادشاہ ایران سے امداد لے کر پھر ہندوستان پر قابض ہو گیا۔

۷۲۵ سنہ ہجری سے ۹۶۲ سنہ ہجری تک ہندوستان میں کئی خاندان تخت پر بیٹھے لیکن کشمیر میں صرف ایک ہی خاندان اس عرصہ میں حکمران رہا۔ اور وہ بھی کبھی زوال پذیر نہ ہوتا اگر خود غرض اور فتنہ پرداز لوگ جو خدمتگاری کے معمولی کاموں پر ممتاز تھے۔ اور اپنی عجیب حکمت عملیوں سے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی لڑکیاں انہوں نے سلاطین کشمیر کو نذر کر کے تقرب حاصل کر لیا بادشاہی معاملات میں رخنہ انداز نہ ہوتے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے اس ذات پاک کے جس کے قبضہ قدرت میں بادشاہوں کو فقیر اور فقیروں کو بادشاہ بنانا ہے

ع نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

اورنگ سوم

دور حکومت چکاں

از ابتدائے ۱۵۵۴ سنہ ء لغایت ۱۵۸۶ سنہ ء مطابق ۹۶۱ سنہ ہجری لغایت ۹۹۴ سنہ ہجری صرف ۳۲ سال

چنین است رسم سرائے سپنج   یکے میرود دیگر آید بگنج

پیر زال دہر کیا کیا نیرنگیاں دکہاتی ہے - اس شعبدہ باز کے عروج و زوال کے کرشمے کس نے مشاہدہ نہین کئے - آئے دن نئے نئے طلسم دکھا کر دنیا میں کیا کیا انقلابات پیدا کرتی ہے کل کس مساعدت سے غریب الوطن شاہ میر کو سواد کو ہے آوارہ وطن کرکے کشمیر میں تخت نشین کیا تھا آج کس معاندت سے اسکی صدیوں کی جنی بنائی حکومت کو ایک پل میں اُلٹ پلٹ کر دوسروں کے ہاتھ میں دے دیا آج تک طایفہ چکاں غلامی کا دم بھرتے تھے اب سرداری بلکہ بادشاہی سہرا اُن کے سر باندھ دیا جیساکہ پیچھے ذکر ہوا - چکوں کا جد امجد لنگر چک بھی رنچن اور شاہ میر کی طرح اپنے وطن مالوف داردستان سے آوارہ دشت ہو کر راجہ سہدیو کے عہد میں کشمیر پہنچا تہا - سلطان زین العابدین کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کشمیر کی ملازمت اور خدمتگاری کے رتبہ سے ہی محروم تھے ۸۸۳ھ میں پانڈ چک کا عمارات زینہ گیر کو دو مرتبہ آگ لگا کر مقتول ہونا اور کچھ عرصہ بعد اُس کے بیٹے حسین چک کا دربار شاہی میں داخل ہوجانا اس قوم کی ترقی کی پہلی سیڑھی تھی اس کے بعد سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کی خدمات سرگرمی سے ادا کرتے رہے لیکن اس کی وفات کے بعد جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھنا شروع کر دیا - اور اس کے جانشین محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان نفاق کا بیج بوکر دونوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا - ان دونوں بہائیوں کی باہمی جنگ وجدل نے سادات بیہقی کا زور بہی کم کر دیا - اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی کی بیعت اختیار کر کے انہوں نے اپنی خود غرضیوں کو مذہبی جوش وخروش کا رنگ دے دیا جسمیں اپنے طایفہ کے علاوہ اور بہی کئی فرقوں کو شامل کر لیا - اس بہانے سے انہوں نے سادات کا رہا سہا زور بہی توڑ دیا اور پہر سلطان فتح شاہ کی اخیر عہد میں انہوں نے وہ رتبہ حاصل کیا کہ وزارت بہی انہین کے ہاتھ آگئی - اسی اثناء میں رضاعت اور کوکہ کی خدمات اپنے ذمہ لے کر محلات شاہی میں بہی دخل پا گئے کاجی چک نے اپنی بہن سلطان محمد شاہ کے حرم سرا میں داخل کر دی تہی اس کے بعد ان کا عروج بڑھتا گیا - آخر سلطان فتح شاہ نے کشمیر کے حصے کرکے اُمرائے کشمیر ہی

میں تقسیم کر دیئے اور خود ان کا وظیفہ خوار بن کر بیٹھ گیا محلات سلطانی میں ان کی لڑکیاں گھس گئیں اور دربار شاہی میں چک ہی چک نظر آنے لگے۔ میرزا حیدر کاشغری کی یلغار اور تسلط کے دنوں میں انکا زور و شور کسی قدر کم ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی تباہی کے بعد عیدی رینہ کو ذلیل و خوار کر کے یہ بچیر مالک و مختار بن گئے۔ تاہم مصلحت وقت کے لحاظ سے اسمٰعیل شاہ ثانی اور حبیب شاہ کو انہوں نے تاج تو پہنا دیا۔ لیکن حکمرانی آپ ہی کرتے رہے۔ آخرکار ۱۵۵۴ء میں علی چک نے برسر اجلاس حبیب شاہ کو معزول کر کے تاج شاہی اپنے بھائی غازی چک کو پہنا دیا اور اسی وقت سے اس خاندان کی خود مختار سلطنت کی ابتدا شروع ہو گئی۔

اس فرقہ کی جوانمردی اور شجاعت واقعی قابل قدر ہے اور اگر منافقت، احسان فراموشی، مطلب پرستی اور مذہبی تعصب کا مادہ ان میں نہ ہوتا یا کسی قدر کم ہوتا۔ تو ان کا نام سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل تھا۔ لیکن مال و دولت اور جاہ و حشم ایسی زاہد فریب اور ایمان شکن چیزیں ہیں کہ عموماً انسان کو گمراہ کئے بغیر نہیں رہتیں۔ اور فرقہ چک کی تو غرض ہی جاہ و حشم تھی۔

چکوں کا دور حکومت ابتدا سے انتہا تک فتنہ و فساد اور بغض و عناد سے معمور رہا جیسا کہ انہوں نے فتنہ سازی اور مفسدہ پردازی سے سلاطین کی سلطنت کو تہ و بالا کر دیا۔ اسی طرح اپنے اور نگ میں بھی خانہ جنگیوں اور فتنہ انگیزیوں سے باز نہ رہے یہاں تک کہ باہمی عناد اور جاہ پسندی کے ولولوں میں انہوں نے حکومت ملک ہی ضائع کر دی۔ ان کی حکومت زائل ہونے کا ذمہ وار زیادہ تر یوسف شاہ چک ہے جس نے لہو و لعب میں پڑ کر ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔ کیونکہ اس کے زمانہ تک ان کی حکومت میں جو خانہ جنگیاں ہوتی رہیں ملک کشمیر کی حدود کے اندر ہی اندر رہیں۔ لیکن یوسف شاہ کی جلاوطنی اور سید مبارک شاہ کی تاج پوشی نے ان جھگڑوں کا رنگ بدل دیا۔ یوسف شاہ نے دربار اکبری میں یہاں کی خانہ جنگیوں کا اظہار کر کے اکبر بادشاہ دہلی کو بھی اس ملک کی تسخیر پر مائل کر دیا۔ اور اگرچہ یعقوب شاہ کی شمشیر زنی نے مغلوں کے دانت ہی کھٹے کر دیئے اور اکبری حکم تسخیر کشمیر کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو گئی لیکن یعقوب شاہ کی بے اعتدالیوں

اور تعصب مذہبی نے رعایا کو تنگ کر کے یوسف شاہ کا سکھایا ہوا سبق یاد دلا دیا
اور اکابران ملک اس کے جور و ستم سے متوحش ہو کر پھر دلی دربار میں پہنچے۔ اکبر
پہلے ہی کشمیر کے لینے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں اس کا سپہ سالار میرزا
قاسم پیر یورش کر کے کشمیر میں آ داخل ہوا۔ سید ابوالمعالی اور یعقوب شاہ نے
بہت ہاتھ پیر مارے لیکن اندرونی مخاصمتوں نے ان کی طاقت کو نہایت کمزور کر رکھا
تھا کچھ پیش نہ چل سکی۔ چک بندہی شجاعت و جلادت میں انہوں نے کوئی فرق نہ آنے دیا
اور اگر خدا کو ظالم بادشاہوں کی بیخ کنی منظور نہ ہوتی تو شاید یہ انقلاب عظیم تاریخ کشمیر
میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اس خاندان نے صرف ۳۲ سال اور ۲ ماہ ہی سلطنت کی ہے

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری　　کتنے دن آپ جیا کس لئے دارا مارا

شجرہ نسب طائفہ چکاں

لنگر چک
پانڈو چک
حسین چک

چک　　　　کاجی چک

غازی چک　حسین شاہ چک　شنکر چک　　مسعود چک　غازی چک　حسین چک　یحییٰ چک

یوسف خاں　لوہر چک　　یوسف شاہ چک

حیدر چک　احمد خاں چک　لرینہ خان　　یعقوب خاں　ابراہیم خاں

حسین خاں

غازی چک

ایام حکومت ۹ سال ۱۰ ماہ ۱۲ روز سنہ ۱۵۵۴ء لغایت سنہ ۱۵۶۳ء مطابق
سنہ ۹۶۱ھ لغایت سنہ ۹۷۰ ہجری

یہ شخص منصف مزاج ۔ عادل منتظم اور شجاع تہا ۔ سنہ ۱۵۵۴ء کو عنان حکومت ہاتھہ میں لے کر اس نے از سر نو نظم ونسق کا سکہ جمانا شروع کیا ۔ باقی تمام اقوام کے اکابروں کا تقریباً فیصلہ ہو چکا تہا ۔ چک ہی چک باقی رہ گئے تھے ۔ میدان صاف تہا کچھہ دنوں تک غازی چک کو نئے خاندان کا تسلط بٹھانے کے لئے کافی مہلت مل گئی اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے مضافات کشمیر کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا ۔ میرزا حیدر کی تباہی کے دنوں میں جو علاقے سلطنت کشمیر سے باغی ہو گئے اس نے دوبارہ مطیع ومنقاد کر لئے اور ان کے انتظام کے لئے کشمیر سے حاکم اور صوبیدار بھجوائے ۔ تبت ۔ اسکردو ۔ گلگت ۔ پکہلی ۔ دانگلی ۔ کشتوار اور بہمبر قبضۂ اقتدار میں لا کر اس نے گکھڑوں کے ملک پر چڑھائی کر دی ۔ تہوڑی سی جدوجہد کے بعد کمال خاں گکھڑ نے غازی چک سے صلح کر لی جس کے رو سے اس کی لڑکی غازی چک کے عقد مواصلت میں آئی ۔

طبیعت میں کسی قدر تعصب بھی تہا ۔ چنانچہ ہندوں اور مسلمانوں کو جبراً شیعہ بنانے لگا ۔ جس سے اکثر ارکان دولت رنجیدہ خاطر ہو گئے اور غازی چک اور حسین چک کے قتل پر کمر ہمت باندھ کر آمادہ فتنہ وفساد ہوئے ۔ غازی چک کو بر وقت اطلاع

[1] یہ حاشیہ ۱۴۰ کے نشان عـ کا ہے ۔ ہمایوں کا منظور نظر تہا ۔ نہائت بلند حوصلہ لیکن بد دماغ اور بد نیت بیرم خاں جیسے عالی رتبہ امیر اسکی شان میں تقید سے ہکتے تہے ۔ رعایا اور بالخصوص امرائے دربار اس کے غرور بیجا سے نہایت متنفر اور خائف رہتے تہے ۔ ہمایوں کے انتقال کے بعد ہی بیرم خاں وغیرہ نے مشکیں باندھ لیں اور چاہا کہ ٹھکانے لگا دیں ۔ لیکن اکبر نے تخت پر بیٹھتے ہی خون سے ہاتھہ رنگنے نامناسب سمجھے ۔ آخر قید کیا گیا ۔ لیکن یہ ٹکنے والی اسامی نہ تہے ۔ نکل بہاگے اور کمال خاں گکھڑ کی ہمراہی میں کشمیر پر حملہ آور ہو گئے ۔ فوق

بل گئی اور اس نے رنگی چک کے بیٹوں نصرت چک اور یوسف چک اور شنکر ملک کو ضیافت میں مدعو کیا۔ رات اُنہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور تخلیہ کرکے دفعہ پر منافقوں کی مخالفت اور مخاصمت کا شکوہ و شکایت کرکے صلح و صفائی کا مسئلہ درمیان میں لایا۔ غازی چک انہیں منصوبوں میں مستغرق تھا کہ دوسرے دن نصرت چک کے بھائیوں نے علم بغاوت استادہ کردیا اور شہر کے پل توڑ کر محاربہ و مقاتلہ پر طیار ہوگئے۔ آخر غازی چک ہی لشکر لے کر کشتیوں کے ذریعہ دریا کے پار ہوا۔ اور خونریز لڑائی شروع ہوگئی۔ نصرت چک کے بھائی اور ان کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ اور باقی تنگ آکر بھاگ گئے۔ یوسف چک اور نصرت چک کو گرفتار کرکے پابجولان کردیا۔ تھوڑے روز بعد شنکر چک، بہرام چک اور فتح چک وغیرہ نے جمعیت بہم پہنچا کر سوپور میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کردیا۔ لیکن اب کے بھی سوائے شرمساری کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرام چک کہوپامہ میں گرفتار ہوکر مقتول ہوا۔ محبوس یوسف چک کی آنکھوں میں میل پھیروائے گئے۔ اور اُسکا بھائی ابراہیم چک حوالہ تیغ بیدریغ کیا گیا۔ جس سے تمام مفسد منتشر ہوگئے۔

اس واقعہ کے بعد عیدی رینہ کا لڑکا شمس رینہ باتفاق چند امرائے کشمیر ہمایوں بادشاہ دہلی کے پاس امداد طلبی کے لئے گیا۔ ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کہ ہمایوں بادشاہ کا ناگہانی طور پر (سنہ ۱۵۷۰ء میں) انتقال ہوگیا۔ شمس رینہ اور اس کے ہمراہی نہایت بیدل ہوگئے۔ آخر انہوں نے ابو المعالیؒ کی طرف رجوع کیا۔ جو لاہور سے بھاگ کر گکھڑوں کی قید میں پھنسا ہوا تھا۔ جب اُس نے شمس رینہ کے نامہ و پیام سُنے تو اُس کے دل میں بھی تخت کشمیر کی اُمیدیں دوڑنے لگیں۔ کمال خان گکھڑ کو اس نے اپنے ساتھ ملایا اور تسخیر کشمیر کی آرزوؤں میں قید سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر دوست کے کندھوں پر سوار تھا۔ ابو المعالی کو اس وقت مرزا حیدر کا زمانہ یاد آرہا تھا۔ کہ شاید خدا مجھے بھی میرزا حیدر کی طرح ہندوستان کے بہشت کی حکومت سپرد کردے۔ انہیں امیدوں اور آرزوؤں کو

ع۔ اسکی تمامی حیثیت ابراہیم تک گیا ہے۔ بلکہ تاریخ ہندوستان جلد چہارم مصنفہ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی مرحوم۔ مؤلف

لئے ہوئے وہ راجوری تک جا پہنچا۔ شمس رینہ اور اس کی جماعت اس کے ساتھ ہی تھی۔ یہاں اور لوگ لوہر نگر سے دولت چک اور دیگر نامی گرامی آدمی بھی اس کے ساتھ آملے۔

یہ دیکھ کر غازی چک سخت گھبرایا۔ زمانہ کی بے وفائی دیکھ کر بیدل ہو گیا۔ لیکن استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ سید محمد ابراہیم خاں کو بدلاسا و عدہ استمالت کر کے اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بلکہ اپنی لڑکی اس کے بھتیجے سے نامزد کر کے خارجی رشتہ اتحاد کو اور بھی مستحکم و مضبوط بنا لیا۔ اور اسکی معاونت اور رفاقت سے اپنی فوج و سپاہ اور خدم و حشم لے کر حریف کے مقابلہ کو نکلا اور زہر ناجی بہرہ پر جاکر مقیم ہو گیا۔ دوسرے دن ندی عبور کر کے فریق مخالف کی سب فوج پر حملہ آور ہوا۔ مغلوں کی فوج نے خوب داد شجاعت دی۔ قریب تھا کہ کشمیری فوج پسپا ہو جائے لیکن تائید غیبی نے اچانک مغلوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ اُن کے پاؤں اکھڑ گئے شمس رینہ بے حوصلہ ہو کر ہزیمت خوردہ مغلوں کو جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن غازی چک نے ایک پُرجوش حملہ کر کے اس کو ایک ہزار سات سو مغلوں سمیت گرفتار کر لیا۔ ابوالمعالی پس ماندہ مفروروں کو لے کر کوہستان کیطرف بھاگ گیا۔ جہاں سے سیدھا ہندوستان کو لوٹ گیا۔ اس لڑائی میں فریقین کے چار ہزار آدمی کام آئے۔ غازی چک تمام اسیروں کو قتل کرنے کے بعد شمس رینہ کو بھی بر سر دار کھینچ کر مظفر و منصور دارالامارت سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔

دوسرے سال شمس رینہ کے بھائی محمد رینہ نے انتقام جوئی پر کمر باندھی اور ایک بھاری جماعت اکٹھی کر کے ہمراہی حبیب چک لوائے سرکشی اٹھا کر موجب فتنہ و فساد ہوا۔ اس نے یہانتک زور پکڑا کہ غازی چک کی فوج میں گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔ اسی اثناء میں غازی چک نے ایک فیل مست میدان میں ہانکا۔ جو سیدھا محمد رینہ کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے پہلے بہادر شیر کی مانند اس کا مقابلہ کیا۔ اور ہر دو انداز زخمہائے کاری لگائے لیکن آخرکار منہزم و منکوب ہو گیا۔ یہاں موقعہ پر حبیب چک ہاتھی کے مقابلہ پر آیا جس سے غضبناک ہو کر ہاتھی اس کے پیچھے دوڑا حبیب چک نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اتفاقاً گھوڑے کا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑا

نکے اندر تھا پھنس گیا جس سے حبیب چک کے ہاتھ سے ہتھیار ہی گر گئے۔ ہاتھی بھی غصہ سے جھنجھلا کر اُس کے پیچھے دوڑا لیکن حبیب چک نے اُس کے سونڈ کو دانتوں میں لے کر اِس زور سے کاٹا کہ ہاتھی چنگھاڑتا ہوا اُلٹا بھاگا۔ چونکہ ملک الموت اُس کے سر پر کھڑا ہنستا تھا وہ بارہ جملہ آور ہوا اور اب کے حبیب چک کو پکڑ کر اُس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی محمد رینہ کی فوج میدان خالی کر گئی۔ غازی چک فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتے ہوئے واپس آگیا۔ اور اس نے فتح کی خوشی میں اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ حیدر رینہ کو شمس رینہ کے رشتہ دار ہونے کے جرم میں قتل کر دیا جو موضع نجیمرہ میں مدفون ہوا۔ اسی طرح سید کمال کو جو پرگنہ لار میں ساقات عدہ سے تھا اس نے زہر دے کر مار ڈالا اور حضرت سلطان العارفین کو پرگنہ ہیروہ کو نکال دیا اور اکثر سادات اہل سنت کو سخت زحمت پہنچائی۔

۹۶۶ھ / ۱۵۵۹ء میں حاجی بانڈے سنبھے ملک اور یوسف چک جو ہندوستان میں آوارہ و سرگردان پھر رہے تھے مشہور میرزا قرا بہادر کو تسخیر کشمیر کے لئے ہمراہ لائے اور کوہستان راجوری میں ہنگامہ شور و فساد برپا کرنے لگے۔ غازی چک اور سید ابراہیم خان ہیرہ پور کے راستہ ان کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ بمقام بہرام گلہ غنیم سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ ابھی اثناء میں فتح ملک اور لوہر چک جو کوہستان پونچھ میں پریشان حال تھے۔ اور نصرت چک جو قید سے بھاگ کر لاہور کی طرف چلا گیا تھا غازی چک سے آملے۔ دوسرے دن خونریز لڑائی شروع ہوئی۔ فریقین کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ آخر مغلوں کا لشکر[1] مغلوب ہو کر ہندوستان کو بھاگ گیا۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۱ ؎ اس زمانہ میں راجوری میں راجہ بہادر خاں حکومت کرتا تھا جس کا انتقال ۹۷۰ھ میں ہوا۔ فوق ؎ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب غازی چک ہیرہ پور پہنچا اور نصرت چک وغیرہ نامہ و پیغام سے عہد و پیمان کر کے اس سے آملے تو اس نے پانچ چھ ہزار افراد قوم ڈوم جو شہر و دہات کی پاسبانی اور مال مویشی چرانے پر مقرر ہوا کرتے تھے جمع کر کے انہیں مغلوں کی سرکوبی پر آمادہ کیا اس نے ان سے وعدہ کیا کہ مغلوں کے ایک سر کے عوض وہ ایک اشرفی انعام دیگا۔ یہ سنکر ڈوم مغلوں کے لشکر میں گھس گئے۔ اور مکر و فریب اور حکمت عملی اور محاربہ و مقاتلہ سے جسطرح

غازی چک عموماً رعایا اور مستحقین سے ہمیشہ نیک سلوک کرتا اور ان سے عدل و انصاف اور جود و احسان سے پیش آتا تھا۔ عادل ایسا تھا کہ گناہ اور قصور اگر بیٹے سے بھی سرزد ہوتا تو معاف نہ کرتا۔ حیدر ملک چاڈورہ اس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی بہت ستائش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن غازی چک کے ایک ملازم نے کسی سے زبردستی چند عناب چھین کر اس کے بیٹے حیدر چک کو دیئے۔ اس نے ایک دانہ ہی ابھی منہ میں نہ ڈالا تھا کہ مالک عناب غازی چک کے پاس فریادرسی کے لئے جا پہنچا۔ اس نے عناب واپس دلوا کر خائن کے ہاتھ کٹوا دیئے جس پر حیدر چک سخت برآشفتہ خاطر ہوا اور باپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے ماموں ملک محمد نے اُسے ایسی حرکت سے منع کیا تو حیدر چک نے غصہ میں آکر اُسے قتل کرا دیا۔ جب غازی چک کو اطلاع ہوئی تو سخت غضبناک ہوا اور بیٹے کو ایسی سرکشی کی پاداش میں عیدگاہ کے راستے میں دار پر چڑھا دیا۔ ایک مچھلی کی چوری پر دو سو اشرفیاں جرمانہ کرتا اگر کوئی شخص کسی کے باغ سے کوئی میوہ چرا تا یا بغیر اجازت مالک توڑ لیتا تو اُس کے ہاتھ کٹوا ڈالتا۔ اور ایک شخص کے قصور پر تمام اہل محلہ کو سزا دیدیا کرتا تھا۔ سیاست جلاوت سفاکی۔ بیباقی۔ خونریزی قتل قطع اعضاء اور چشم کندن وغیرہ میں بھی اپنے دوسرے اوصاف کی طرح بے نظیر تھا۔ آخر الامر بعلت جذام بیمار ہو گیا تو بحساب قمری نو سال ۲ ماہ کی حکومت کے بعد سنہ ۱۵۶۳ء میں کاروبار سلطنت اپنے بھائی حسین چک کو تفویض کر کے حکومت سے کنارہ کش ہو گیا لیکن جلد ہی خود غرض مصاحبوں اور مقربوں کی ترغیب سے اس کارروائی سے نادم ہو کر حسین چک کے عزل کی تدابیر سوچنے لگا۔ حسین چک نے جملہ رؤسا اور امرا کو اپنے ساتھ متفق کر کے اُسکی مخالفت کی اور غازی چک کو خانہ نشینی پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور کر کے حکومت ہاتھ سے نہ دی۔

اگرچہ غازی چک پرلے درجہ کا متعصب آدمی تھا جس کے باعث عموماً کردار ناشائستہ کا مرتکب ہوتا مگر اس میں شک نہیں کہ اس نے سلطنت کشمیر کی ڈوبتی ہوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲۔ ہو سکا ہزاروں کے سر کاٹ کر غازی چک کے پاس لے آئے جس سے مغل عاجز آ کر بھاگ گئے۔ عجیب کہانی ہے جنگی سپاہیوں کی نسبت بھیڑ بکری چرانے والے وحشی

ناؤ کو بھنور سے نکالا اور اس کے جابر ہاتھوں نے ان تمام ابتریوں اور بدانتظامیوں کا پورا پورا انسداد کر دیا جو آخری دور سلاطین میں سلطنت کی تباہی کا باعث ہو چکی تھیں۔

حسین شاہ چک

ایام حکومت ۷ سال ۹ ماہ ۱۳ روز ۱۵۶۳ء لغایت ۱۵۷۰ء مطابق ۹۷۱ھ لغایت ۹۷۸ھ ہجری

۱۵۶۳ء میں حسین شاہ چک غازی چک کے جھمیلوں سے فراغت حاصل کر کے مسند خلافت پر متمکن ہوا تاریخ جلوس خسرو عادل میں پائی جاتی ہے اس نے ملک محمد ناجی کو اپنا وزیر اور مدار المہام بنایا جسکی بے اعتدالیوں نے اوائل حکومت میں رعایا کو اس سے بدگمان کر دیا اور بعض مفسد اور فتنہ پرداز لوگ دیرینہ عادتوں کے موافق بادشاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے۔ حسین شاہ ان کے فتور باطنی سے آگاہ ہو گیا اور وہ فوراً ان کے تدارک اور انسداد کے درپے ہوا چنانچہ چند ہی دنوں میں اس نے تمام متمردوں کا پورے طور پر قلع وقمع کر دیا۔ غازی چک کے بیٹے احمد خاں چک اور راجہ اں آگرے کے لڑکے محمد ماگرے کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ انہیں دنوں میں خواجہ فتح المعروف بہ خان زماں اور بہادر خاں جو دونوں میرزا زماں کے مقربوں میں سے تھے منافقوں کے کہنے سننے سے مدار المہام کے خلاف ہو گئے۔ اور فتح چک اور شمسی ڈولی سے عہد وپیمان کر کے محمد ناجی کے مارنے پر کمربستہ ہو گئے۔ ایک دن جب کہ بادشاہ بتقریب شکار دور نکل گیا ہوا تھا یہ لوگ موقعہ پر محمد ناجی پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن ملک موصوف حسین شاہ کے محلات میں روپوش ہو گیا۔ فتح چک اور بہادر خاں دروازے توڑ کر اندر گھس گئے اور ملک کے آدمیوں میں اور ان میں تلوار کھنچ گئی۔ لیکن وہ جمعیت شاہی میں متوازی ہو گیا۔ اور غنیم مایوس ہو کر رزمگاہ سے نکل آئے شاہی دربان اور سپاہی ان کے

پیچھے دوڑے اور خان زمان شمس ڈوبلی اور بہادر خان کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لے آئے۔ جس نے تینوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور خان زمان کو معزول کرکے اسکا عہدہ مبارز خاں کو بخش دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد یہ کور نمک بھی بادشاہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن خوش قسمتی سے حسین شاہ کی نیک نیتی نے اُس کو مبارز خاں کی تیرہ باطنی سے وقت پر مطلع کردیا اور اس نے اس احسان فراموش اور اس کے ہمراہی لوہر چک دونوں کے ہاتھ مقطوع کر دیئے۔ ساتھ ہی نصرت چک جس کو حسین شاہ نے قید کر رکھا تھا آنکھیں نکلوا کر آزادی پا گیا۔ آخر کار بادشاہ محمد ناجی سے بھی بدگمان ہو گیا اور اس نے اُسے منصب وزارت سے برخواست کرکے اُس کی جگہ علی کدکہ کو جو مذہب اسلام کے حنفیہ فرقے کا معتقد تھا وزیر مقرر کر لیا۔ ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء میں شنکر چک اپنے بھائی حسین شاہ سے منحرف ہو کر کوہستان نوشہرہ کیطرف بھاگ گیا۔ اور اُدھر ہی اپنا تسلط جما کر خود مختار بادشاہی کرنے لگا۔ وہاں کی رعایا شنکر خاں چک کے جور و ستم اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر حسین شاہ کی خدمت میں دادخواہی کے لئے حاضر ہوئی جس نے حکم دیا کہ وہ لوگ خود اس بدکیش کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس کام کے لئے اگر شاہی امداد کی ضرورت ہو تو عندالطلب دی جائے گی۔ یہ خبر سنکر شنکر خاں فوج آراستہ کرکے جنگ کو تیار ہو گیا۔ ادھر سے علی خاں چک اور ملک محمد ناجی اس کی سرکوبی کو گئے اور بمقام پونچھ خونریز لڑائی ہوئی جسمیں شنکر خاں زخمی ہو کر بھاگ گیا۔

اسی سال ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے میرزا مقیم کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظاہر بطور سفارت مگر باطناً برائے دریافت راہ و حالات ملک کشمیر بھیجا۔ یہ شخص خود بھی شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اور اس کے ہمراہی بھی عموماً تمام اسی ملت کے پیرو تھے۔ کشمیر آ کر اُس نے حسین شاہ کو بھی اپنا ہم خیال اور ہم مذہب ہی پایا۔ اس لئے کچھ عرصہ کے لئے باطمینان تمام یہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص یوسف پڈر جو اول درجے کا متعصب اور تیز طبع جوشیلا جوان تھا۔ ایک دن قاضی حبیب اللہ[1] جو قاضی شہر اور خطیب مسجد جامع تھا کو بارن

[1] حسب نسب سے سید تھے حسین شاہ چک کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ حاصل

کے دامن میں ادائے نماز جمعہ کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی کر رہا تھا کہ دو ورثہ دہن تلوار کھینچ کر بھوکے بھیڑیئے کی طرح اس پر لپکا ایک زخم قاضی کے سر پر لگایا اور دوسرا وار کرنے کو تھا کہ قاضی نے ہاتھوں سے ڈھال کا کام لیا۔ جس سے اس کی انگلیاں کٹ گئیں اسی اثنا میں قاضی کا داماد مولانا کمال بھی آپہنچا۔ اس نے اپنے آپ کو خسر کی سپر بناکر اس موذی کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ یوسف بھاگ گیا لیکن علی کوکہ اور ردتی کوکہ نے اسے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے فرمان کے مطابق مولانائے[1] شمس الدین الماس اور ملا یحیی گنائی[2] الرشید نوری گنائی المشہور بہ ملا فیروز[3] کے فتووں پر یوسف پدر کو عوام الناس کے سامنے قتل کرادیا اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد جب اتفاقاً بادشاہ کا بڑا لڑکا ابراہیم خان جو حسن و جمال اور لیاقت و شجاعت میں یکتائی زمانہ تھا مرض چیچک میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا تو فرقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵ - کرالہ کی وجہ سے قاضی مشہور ہوئے۔ اصل وطن توران تھا لیکن کشمیر کی مٹی نصیبوں میں تھی صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اصول و فروع اہل سنت کی بیشتر کتابیں (بزبان فارسی) آپ سے یادگار ہیں۔ مزار سلطان زین العابدین میں متصل دروازہ مسجد آپ مدفون ہیں۔ (فوق) [1] اصل نام ملا یوسف گنائی تھا کسی شہزادے نے ایک دن الماس کے نام سے پکارا وہی نام مشہور ہوگیا۔ ملا فیروز کا شاگرد تھا۔ اور استاد کے ساتھ ہی درجہ شہادت کو پہنچا۔ مفتی شہر تھا۔ اور مشکلات علمیہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ فوق [2] ملا ایلچی کے نام سے بھی موسوم تھا عین جوانی میں حج کعبہ سے مشرف ہوا۔ مختلف مقامات پر تحصیل علوم کرتا ہوا واپس کشمیر آیا۔ مخدوم الملک کہ شہنشاہ اکبر کا استاد تھا۔ ملا فیروز کے شاگردوں میں سے تھا کشمیر میں واپس آکر مفتی اعظم کے عہدہ پر متقرر ہوا۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ سے ارادت معنوی تھی۔ اجرائے احکام شرع میں کمال دیانت سے کام لیتا تھا۔ ستر سال کی عمر میں ظالموں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ کوہ ماران (ہری پربت) کے دامن میں مسجد سنگین ملا شاہ کے صحن میں آپ دفن کئے گئے۔ فوق۔

شیعہ کی چڑھ بیچی۔ ان کے مجتہد ملازین نے بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ بمصداق آہ مظلوماں کند فرزند ظالم را کباب یوسف کے بے گناہ قتل کرانے سے یہ آفت نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے حق میں انصاف سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ بادشاہ نے اس کام کا الزام مفتیان اسلام کے ذمہ لگایا۔ ملا مذکور نے ان کی متعصبانہ کارروائی پر استدلال کرتے ہوئے ان سے مباحثہ ومجادلہ کرنے کا مسئلہ پیش کیا۔ بادشاہ نے فوراً اس بات کو منظور کر لیا اور دن مقرر کیا گیا اور متخاصمین کی بحث کا فیصلہ شیعوں کی مرضی کے مطابق اکبر کے سفیر مرزا مقیم کی رائے پر موقوف رکھا گیا۔ اب کیا تھا میرزا صاحب نے استغاثہ کی مصنوعی دلائل اور شہادت کی بنیاد پر دونوں مفتیوں کو پھانسی کا حکم دلوا دیا۔ ان بیچاروں نے چند در چند براہین عقلی ونقلی پیش کئے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کا فتوے بادشاہ وقت کے ارشاد کے مطابق جو اس نے سیاست مدن اور انتظام مملکت کے قائم رکھنے کے خیال سے زبانی صادر فرمایا تھا دیا گیا تھا لیکن ان بیچاروں کی کون سنتا تھا ان کو قتل کا حکم سنایا گیا۔ اور ایک دن جب کہ اہالیان شہر بتقریب تیوہار جھیل ڈل کی سیر وسیاحت کے لئے گئے ہوئے تھے بادشاہ نے دونوں مفتیوں کو قتل کرا دیا حضرت شیخ یعقوب صرفی نے تاریخ کہی ؎

از پئے تاریخ آں ہر دین وحید　　گفت شد از بہر دین ملا شہید ۹۷۰ھ

سلہ حضرت شیخ یعقوب صرفی (شیخ حسن گنائی) ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے جو ملک میں نہایت نامور تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ چھوٹی سی عمر میں باوجود ممانعت والدین واوستاد تحصیل علوم کے لئے طہران اور خوارزم کی طرف بانہال کی راہ سے نکل گئے۔ سمرقند میں کئی دن قیام کیا۔ اور جنگلوں سے لکڑیاں لا لا کر خدمت استاد کرتے رہے اور تعلیم باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ جب واپس آئے تو تمام کشمیر حسن عقیدت کی وجہ سے ٹوٹ پڑا۔ آپ پھر مشہد خراسان نجف اشرف وغیرہ سے ہوتے ہوئے زیارت حرم وکعبہ سے مشرف ہوئے کشمیر پھر واپس آئے۔ لوگ اسی طرح آنے شروع ہو گئے۔ ملک کی حالت بھی بگڑ رہی تھی اور مذہب کی آڑ میں بڑے بڑے علما وفضلا تلوار کے گھاٹ اتر

دوسری تاریخ اس واقعہ کی "دو خون شد" لکھی ہے۔ رفیق کے انتقام لینے کے بعد میرزا مقیم نے مراجعت شہر کی۔ حسین شاہ نے اکبر کی اطاعت اختیار کی اور اظہار اطاعت کے لئے اپنی لڑکی اور دیگر تحفہ و تحائف ساتھ دے کر میرزا کو رخصت کر دیا۔ اپنی طرف سے میرزا یعقوب کو بمنزلہ وکیل اس کے ساتھ بھجوایا۔ اسی اثنا میں خواجہ حاجی گنائی بھی جو اکابران شہر سے تھا۔ شیخ عبد النبی اور ملا عبد اللہ وغیرہ مسلمانان اہل سنت و جماعت کو ہمراہ لے کر دربار اکبری میں پہنچ گیا اور مولوی ؟ اور ملا فیروز کی شہادت کا تعصبانہ سانحہ ذوات اخلاص میں گوش گذار کر کے دلجوئی کا خواستگار ہوا۔ اس بات کے سننے سے بادشاہ سخت غضبناک ہوا اور اس نے میرزا مقیم میرزا یعقوب اور میر چشتی کو قتل کرا دیا۔ اور حسین شاہ کے تمام تحفہ و تحائف مسترد کر دیئے۔ حسین شاہ اپنی حرکات سے سخت نادم ہوا۔ اب اسے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ مذہبی تنازعات میں سرگرداں رہنے میں سوائے خجالت اور ندامت کچھ حاصل نہ ہو گا جبکہ دبدبہ اکبری نے مسترد ہو کر آئے شدہ کے لئے اسے متنبہ بلکہ تائب کر دیا۔

نوجوان بیٹے کی موت۔ اکبر جیسے اولوالعزم بادشاہ کی ناراضگی رعایا کی بدگمانی اور امراء دولت کی مخالفت کچھ کم تفکرات نہ تھے اچانک مرض فالج میں مبتلا ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا۔ انہی دوران میں محمد علی کوکہ، محمد ناجی اور ردتی کوکہ وغیرہ چند امرائے نامدار نے باہمی مشورہ سے رائے قائم کر لی کہ علی خاں چک اور سید مبارک خان بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے صغر سن بیٹے کو تخت نشین کریں تاکہ انہیں ہی خود مختار حکومت کا موقعہ مل جائے۔ علی خاں بھی اپنی جگہ اسی ادھیڑبن میں تھا اور زردہ سید مبارک شاہ سید ابراہیم خاں۔ ابراہیم خاں ڈوار، سنازمی خان اور لولی ملک وغیرہ امرائے دولت سے رابطہ مستحکم کر کے شکار کے بہانے سوپور چلا گیا۔ علی کوکہ نے اپنی سکیم کے سرانجام دینے کی خواہش میں اس کے واپس بلانے کے لئے دو تین آدمی بھجوائے لیکن یاوری بخت سے وہ اس کے پھندے میں نہ آیا۔ اسی اثنا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷۔ رہتے تھے۔ آپ یہ واقعات دیکھ کر ہمیشہ پریشان رہتے آخر ۱۰۱۳ھ میں انتقال کر گئے۔ (فوق)

تمام امیر و وزیر جو آوارہ گردی کی حالت میں سرگردان و پریشان حال ہو رہے تھے۔ فرداً فرداً اس اکر علی خاں سے مل گئے اسی طرح ابدا خاں اور ریولی ملک وغیرہ بھی سری نگر سے بھاگ کر علی خاں سے جا ملے۔ اس کے پاس جب کافی جماعت طیار ہو گئی تو دارالسلطنت پر متسلط ہونے کی نیت سے سوپور سے روانہ ہو گیا۔ اثناء راہ میں بمقام ہانجپورہ نجے ملک اور علی کوکہ نے اسکی فوج پر شبخون مارا لیکن وہ پہلے ہی سے خبردار اور طیار تھا البیالڑا کہ دشمن کو سوائے ہزیمت کوئی چارہ نظر نہ آیا اس کے بعد موضع زینہ پور میں پہنچکر انہوں نے مصلحت کی کہ علی خان کے اقبال جوانمردی تجربہ کاری اور دانشمندی کے مقابلے میں ہماری دال نہیں گل سکتی۔ اس لئے اس کے ساتھ خصومت اور عناد پیدا کرنے میں آخر ندامت اٹھانی پڑے گی۔ بہتر یہی ہے کہ خود بخود اپنی خوشی سے اس کی مطاوعت اختیار کر لیں۔ یہ سوچکر انہوں نے اسی وقت خلعت اور تاج شاہی بابا خلیل کے ہاتھ اس کے پاس بھجوا دیا۔ اسی طرح سید مبارک خان سے بھی بوثوق ایمان متحد ہو گئے۔ علی خان سری نگر آ گیا۔ حسین شاہ نے بحساب قمری سات سالہ حکومت کے بعد معزول ہو کر بقیہ عمر کے ایک سال چھ ماہ مقام موضع زینہ پور عبادت الٰہی میں صرف کئے اور ۹۷۲ھ ع۔

سلہ تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ دولت چک نے جو حسین شاہ کے مقربوں سے تھا بادشاہ کو کہا کہ سب لوگ ہمارے پاس سے فرار ہوئے جاتے ہیں۔ ہم اکیلے کیا کر سکیں گے بہتر یہ ہے کہ اسباب شاہی جس کیلئے یہ سارا فساد ہے علی خاں کے پاس بھیج دیا جائے۔ آخر وہ بھی آپ کا بھائی ہے سلطنت تو ایک ہی نسل میں رہے گی۔ حسین شاہ نے چتر اور تمام جلوس شاہی اپنے بیٹے یوسف کے ہاتھ اپنے بھائی کو بھیج دیا اور لکھا کہ میں خود بوجہ بیماری حاضر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ضرور اسباب کے ہمراہ آتا۔ علی خاں اس کے جواب میں بھائی کی عیادت کے لئے آیا۔ دونوں بھائی بغلگیر ہو کر دیر تک روتے رہے۔ حسین چک نے تخت و تاج اپنے ہاتھ سے بھائی کے سپرد کیا اور اپنی سکونت کے لئے زین پورہ کو پسند کیا جو نہایت سرسبز اور شاداب قطعہ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جب حسین چک کا انتقال ہو گیا تو علی شاہ خود اس کے جنازے کے ہمراہ گیا اور اس نے اپنی موجودگی میں اسی دفن کرایا وق

مطابق ۹۷۱ء میں رہ گرائے عالم جاودانی ہوگیا۔
حسین شاہ چک عادل باذل اور شجاع تہا اور گو اپنے بھائی کیطرح اپنے فرقہ یعنے اہل تشیع کا طرفدار تہا۔ لیکن انصاف کو ہاتھہ سے نہ جانے دیتا تہا۔ اپنے دین کی رونق و ترویج میں کوشش کرتا۔ لیکن بہت کم دل آزاری کے ساتھہ آخر عمر میں بیٹے کے انتقال اور اکبر کی کشیدہ خاطری کی وجہ سے مذہب کی طرفداری کو بالکل ترک کردیا۔ اور رعیت پروری اور انصاف پسندی کی طرف مائل ہوگیا۔ اور مسلمان علماء و مشائخ کی قدر کرنے لگا۔ لیکن افسوس انقلاب زمانہ نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ دل کھول کر تلافی کرسکتا۔
اس بادشاہ نے اپنے اوقات عزیزہ کا ٹائم ٹیبل بنا رکہا تہا اور عموماً اسی کے مطابق کاروبار سلطنت ہی سرانجام دیتا رہا۔

(۱) بروز یک شنبہ مصاحبت مشائخ و فقرا۔
(۲) بروز دوشنبہ مصاحبت و مشاورت مفتیاں و قاضیاں۔
(۳) بروز سہ شنبہ اشتغال تفریح و سیر و شکار۔
(۴) بروز چہارشنبہ معائنہ افواج و سپاہ و تیراندازاں۔
(۵) بروز پنج شنبہ مجالست اہل نشاط و ارباب رقص و سرود۔
(۶) بروز جمعہ مصاحبت علمائے دین و مباحثہ امورات مذہبی۔
(۷) بروز شنبہ مصاحبت برہمناں پنڈتاں و وید خواناں۔

ہر ایک طائفہ کے لئے اس نے خزانہ عامرہ سے وظائف و مشاہرے مقرر کر رکھے تہے اور ہنرمندوں اور دانشمندوں کی پوری قدر افزائی کرتا تہا خدا نے اسے طبع موزوں عطا کی تہی اور شعر و سخن کا شوق بھی بدرجہ کمال رکہتا تہا اسکی شاعرانہ قابلیتوں کا امتحان ذیل کے اشعار سے بخوبی ہوسکتا ہے ؎

جاں کردہ تیغ و بستہ خنجر بار مے آید ... دلا برخیز و کارے کن کہ جاں برکار مے آید

دیگر ؎

آں ترک آل پوش سوار سمند شاہ ... یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

علی شاہ چک

ایام حکومت ۸ سال ۹ ماہ ۲۱ روز سنہ ۱۵۷۰ء لغایت سنہ ۱۵۷۹ء مطابق
سنہ ۹۷۷ھ لغایت سنہ ۹۸۷ ہجری

سنہ ۱۵۷۰ء میں علی شاہ نے تخت نشین ہوکر عدل و احسان کے دروازے کھول دئیے
مدت کے بعد مظلوم رعایائے کشمیر کو یہ دن نصیب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے علی شاہ
جیسے نیک دل اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کریں۔
جلوس کے دن اس نے جامع مسجد سری نگر میں علماء فضلاء۔ امراء۔ وزراء۔ عوام و خواص
سب کو جمع کر کے جلسہ تاجپوشی منعقد کیا جس میں اس نے لمبی چوڑی تقریر کے بعد
رعایا پرایا کو احسان مندی اور معدلت گستری سے سرشار کرنے کا وعدہ باواز بلند
کیا۔ منہیات اور لہو و لعب سے نجات اگرچہ درحقیقت جب تک زندہ رہا اپنی تقریر
کا سخت پابند رہا۔ جور و بدعت ظلم و ستم سفاکی بیباکی قتل و غارت جو سابقہ حکمرانوں
کے عہد میں رواج شاہی کے لباس میں علانیہ مروج تھیں اس نے یک قلم موقوف
کردیں۔ علماء و فضلا کی قدر و منزلت بدرجہا بڑھا دی۔ مشائخ اور فقرا کی تابعداری اور
خدمت گذاری بمنزلہ فرض منصبی سمجھتا۔ خصوصاً محبوب العالم شیخ حمزہ اور شیخ ہردی
بابا رشی کی خدمت بابرکت میں ادنے غلاموں کی مانند حاضر رہتا اور ان کے احکامات
کی تعمیل جان و دل سے کرتا۔ شیخ بابا داؤد وفا کی قصیدہ لامیہ میں یہ اشعار قلمبند کر کے
بادشاہ کی ارادت مندی اور اخلاص کی داد دیتے ہیں۔ سے

والئے دوران علی شاہ دوستدار صالحان — پور او شاہزادہ یوسف شاہ با جاہ و جلال
ہر دو ایشاں صحبت ایں پیر او دریافتند — ہر دو کردندے دعائے خیر خود ازوے سوال
او دعا گفتہ و ایشاں را مبارک آمدے — ہم دریں اشفاق ایشاں کرد ایں پیر ارتحال

اسی طرح شریفوں کی قدر افزائی دانشمندوں اور ہنرمندوں کی عزت و توقیر
بہادروں اور شمشیر زنوں کی حوصلہ افزائی ان کی حیثیت سے بڑھ کر کرتا۔ سید مبارک خان
بیہقی جس کا ذکر اجمالاً پہلے ہی آچکا ہے اس کا وزیر اعظم و شمشیر خاص تھا۔ امرائے دولت

رؤسائے ملک کو لائق و مناسب مدارج اور جاگیرات عطاکیں اور دشمنوں کو بھی جہاں والطاف سے دل شاد کر کے اس نے تمام رعایا کو رشتۂ اخلاص و اتحاد میں ایسا جکڑا کہ حاکم و محکوم میں بظاہر کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔

معزول سلطان نازک شاہ کے بیٹے حاجی حیدر خان اور سلیم خاں آوارہ گردی اور پریشان روزگاری کے مصائب سے تنگ آکر ممالک محروسہ کی بازیافت کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ بعض رؤسائے و امرائے ہندوستان کو اپنی معاونت پر مستعد کر کے کشمیر پر چڑھ آئے۔ بادشاہ نے اپنے بھتیجے لوہر چک اور حبیب چک کے بیٹے محمد چک کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مخالفوں کی مدافعت پر مامور کیا۔ یہ لوگ بڑے جوش و خروش سے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ کوہستان نوشہرہ میں غنیم کے مقابلہ پر آ گئے۔ ہندوستانی افواج کی بے تعداد جمیعت نے انہیں سراسیمہ کر دیا۔ اس لئے قوت بازو سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر انہوں نے قوت دماغ کو کام میں لانا چاہا۔ محمد چک نے حیدر خان اور سلیم خاں سے خط و کتابت قائم کر کے رابطہ اتحاد قائم کر لیا اور لوہر چک کو بانئے فساد قرار دے کر اس کی مشکیں باندھ لیں اور بمقام نوشہرہ غنیم کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اظہار اطاعت و فرمانبرداری کر کے غنیم کو کشمیر لے آیا۔ جب سنگ پورہ پہنچے جو ان کی سکیم کے موافق ان کے مطلب کا مقام تھا تو محمد چک نے لوہر چک کو آزاد کر کے دشمن پر حملہ کر دیا جس میں سلیم خاں مارا گیا اور حیدر خاں بھاگ کر ہندوستان واپس آ گیا۔

اس کے بعد بہادر سنگھ راجہ کشتواڑ نے سرکشی کی جس کی سرکوبی کے لئے لشکر جرار متعین ہوا۔ لیکن اس نے گھبرا کر جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی اور اپنی ہمشیرہ شنکر دیوی میرزا کے پوتے اور علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خان کے حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گیا۔ لیکن دوسرے سال پھر رعونت اور نخوت نے جوش مارا اور بر سر فساد ہو گیا۔ اسمٰعیل گنائی اور حیدر ملک اس کی گوشمالی کے لئے کشتواڑ پہنچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگھ عجز و انکساری کرنے لگا اور تلافی مافات کے عوض اپنے بیٹے نرائن سنگھ کے ہاتھ اپنی لڑکی کو جو بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی بطور ہدیہ عمال کشمیر

بھجوایا اور عجائبات کشتوار سالانہ بطور خراج دینے کا عہد و پیمان خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

اسی سال اکبر بادشاہ کے سفیر قاضی صدر الدین اور مولانا عشقی شاہزادہ سلیم کتخدائی کی درخواست لے کر وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ بڑی تعظیم و تکریم سے اُن کے ساتھ پیش آیا۔ اور کشمیر میں اکبر کے نام کا سکہ و خطبہ مروج کر کے حسب استدعا بھائی کی لڑکی معہ تحفہ و تحائف بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوا دی۔

اس کے بعد نوروز چک کے بیٹے علی چک نے اپنے طائفہ کے اُمرا سے سازش کر کے بغاوت اختیار کی لیکن منہ کی کھائی اور گرفتار ہوگیا۔ بادشاہ نے اس کے مارنے کا حکم دیا لیکن سید مبارک خاں کی سفارش سے جان بخشی حاصل کر کے جلا وطن ہوگیا تاہم اس شوریدہ سر کے دماغ سے ہوائے خودسری دور نہ ہوئی کشمیر سے بدر ہو کر حسن قلی خاں کے پاس لاہور پہنچا اور اس سے امداد مانگی۔ لیکن اس نے بھی فتور عقل اور فساد تخیل کی بو اسمیں پاکر ٹکے سا جواب دے دیا یہاں سے نا امید ہو کر کوہستان فتح کوٹ میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ شاہی فوج نے یلغار کر کے اسے پھر گرفتار کر لیا مگر اس مرتبہ بھی سید مبارک خاں کی عنایت سے رہا کیا گیا۔ اسی طرح غازی چک کا بیٹا ربنہ خاں آئندہ مسند نشینی کے گھمنڈ میں جامہ سے باہر ہوا جاتا تھا۔ ایک دن علی شاہ کے لڑکے یوسف شاہ سے سخت کلامی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ہاتھا پائی کی نوبت پہنچ گئی۔ اس کشاکش میں یوسف شاہ کے سر سے دستار گر گئی۔ اس کے آدمیوں نے غصہ میں آکر ربنہ خاں کا کام تمام کر دیا۔

لے سب سے پہلے کشمیر میں جس غیر ملک کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ پڑھا گیا وہ اکبر ہی تھا فوق۔ سلہ علی چک کی سرکشی کی وجہ یہ تھی۔ کہ دوکہہ (جو پہلے حسین چک کا مختار کل تھا) اس کی جاگیر میں آکر مخل انداز ہوتا تھا۔ علی چک نے بادشاہ سے آکر کہا کہ دوکہہ میرے کاروبار میں خلل ڈالتا ہے اگر سرکار توجہ نہ کرے گی تو میں گھوڑوں کے شکم پھاڑ ڈالونگا۔ علی شاہ اس معمہ کو سمجھ گیا۔ کہ اس کا مقصد میرا شکم پھاڑنے یعنی مجھ کو ہلاک کرنے سے ہے۔ اس گستاخی اور بے ادبی پر بادشاہ نے اس کو قید کر کے علاقہ کامراج میں بھیج دیا

۱۲ فوق

یہ دیکھ کر یوسف شاہ بھی گھبرا گیا اور باپ کے خوف سے اپنے خیل وحشم کے ساتھ بوپور کی طرف بھاگ گیا علی شاہ کو بیٹے کی یہ حرکات پسند نہ آئیں اس نے اس کو سزا دینے کے لئے اپنے بھائی ابدال خاں کو افواج شاہی دے کر اس کے پیچھے بھجوایا۔ اس اثنا میں جب سید مبارک خاں کو اطلاع ہوئی تو اس نے بمقام ہانجی ویرہ ابدال خاں کو چڑھائی کرنے سے روک دیا اور یوسف خاں کو واپس بلوا کر باپ سے صلح کرا دی۔

اسی سال ۱۵۷۷ء میں فصل خریف کے موقعہ پر بے وقت اور متواتر بارش سے محصول اراضی بالکل تلف ہو گیا جس سے قحط عظیم اٹھا اور تین سال تک اس بلائے آسمانی کا وہ زور وشور رہا کہ لوگ گوشت انسان کو بھی حلال سمجھنے لگے قحط زدہ لوگ مُردوں کو بھی بے تحاشا کھانے لگے ۔

قحط تا حدے کہ خلق از فرط بے قوتے چو شمع

جسم خود را سوختے بر آتش و بروے بکار

بادشاہ نے قحط زدوں کے لئے خزائن معمورہ کے دروازے کھلوا دیئے دو سال کے اندر تمام خزانے خالی ہو گئے لیکن قحط کی شدت دور نہ ہوئی۔ اب علی شاہ سخت گھبرایا۔ رات دن رعایا کے غم والم میں سرگرداں رہنے لگا۔ مگر تقدیر ایزدی کے آگے کیا چارہ تھا۔ خانقاہوں میں جا کر بڑے عجز وانکسار سے دعائیں مانگتا اولیاؤں کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن کوئی صورت فلاح وبہبودی کی نظر نہ آئی ایک دن اسے راستہ میں ریتو چک مجذوب ملا بادشاہ نے بڑی نیازمندی سے اس سے پوچھا کہ یہ بلا کب تک رہے گی اس نے جواب دیا کہ جب تک تم رہو گے یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے۔ اسی سال فصل ربیع طیار ہو گیا اور گرانی غلہ کی سختی دور ہو گئی انہیں دنوں میں ۱۵۷۹ء میں ایک دن بادشاہ میدان عیدگاہ میں چوگان بازی کر رہا تھا گیند کے پیچھے لپکا تو چوگان سے اس کا پیٹ پھٹ گیا انتڑیاں باہر نکل آئیں ابھی گھر نہ پہنچا تھا کہ دم نکل گیا۔ ادھر یہ حالت تھی اُدھر ابدال خاں بھائی کی میت چھوڑ کر اپنی جمعیت اکٹھی کرنے لگا۔ اور محلہ نوسٹہ کے حدود میں صف آرائی کر کے یوسف شاہ سے لڑنے پر طیار ہو گیا مصیبت دو

یوسف نے اس حال سے واقف ہوکر باپ کی نعش جامع مسجد
بہمراہی سید مبارک خاں دارالامارت کی طرف بڑہا۔ سید کی صواب دید سے
یوسف شاہ نے ابدال خاں کے خسر حاجی محمد چک کو چند دیگر امرا کے ساتھہ ابدال خاں
کے پاس بھجوایا جس نے وعظ و نصائح سے داماد کو سمجہانا چاہا لیکن وہ اپنی خام
خیالی سے باز نہ آیا آخر سید مبارک خاں نے غضب ناک ہوکر پہلے تو یوسف شاہ
کے سر پر تاج رکہا اور اسکی تعظیم و تکریم بجالاکر فوج جمع کرنے کی فکر میں نکلا ادہر
یوسف شاہ بہی اپنی فوج آراستہ کرنے کی طیاریاں کرنے لگا۔ سید نے
بجلی کی طرح محلہ نوہٹہ میں پہنچ کر غنیم پر قیامت برپا کردی۔ اس کے لڑکوں
سید جلال خاں اور سید ابوالمعالی نے رستمانہ جنگ کی اور نصرت چک اور شمس چک
کو تلوار کے زخموں سے نڈہال کر دیا۔ اس کشمکش کی تاریخ ملا محمد امین نے جو دور
سے تماشہ دیکہہ رہا تہا فی البدیہہ کہی ؎ اولاً شاہ بر سر صف زد۔ ۹۸۶ھ

یہ حالت دیکہہ کر ابدال خاں نے طیش میں آکر سید مبارک خاں پر پُرجوش
حملہ کر دیا لیکن ابہی دور رہی تہا کہ سید ابوالمعالی کے تیر نے اسے گھوڑے سے
نیچے گرادیا۔ اور سید حسین خاں نے دوڑ کر اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔ ابدال کا
بیٹا حبیب خاں باپ کے مرنے پر میدان چہوڑ گیا سید جلال خاں اجل گرفتہ
اس کے پیچہے دوڑا لیکن حبیب خاں کے ہاتہہ سے مارا گیا۔

یوسف شاہ ابہی رزمگاہ میں نہ پہنچا تہا کہ سید مبارک خاں فتح و نصرت کا
ڈنکا بجاتا ہوا میدان سے واپس آگیا اور اُسے راستہ ہی میں مبارک باد دی۔
قاضی موسیٰ نے ابدال خاں کی لاش اٹھوا کر علی شاہ کی تدفین سے پہلے چکوں
کے آبائی مزار میں مدفون کر دی۔ دوسرے دن یوسف شاہ نے تزک و احتشام
سے اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کی۔

علی شاہ کے عہد کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ اور جس کو افسوس ہے کہ سوائے
دو ایک مؤرخوں کے اکثر مؤرخان کشمیر نظر انداز کر گئے ہیں وہ یہ ہے کہ شاہ عارف
درویش جو اپنے آپ کو شاہ طہماسپ صفوی بادشاہ ایران کی اولاد سے بتاتا تہا
اور اب مذہبًا شیعہ تہا اور بہ لباس فقر و تصوف پھرا کرتا تہا۔ کچھہ دنوں تک حسین خاں

ترکمان صوبہ پنجاب کے پاس رہا جب وہاں کچھہ دال نہ گلی تو یہ سن کر کہ کشمیر کا بادشاہ مذہباً اہل تشیع ہے وارد کشمیر ہوا۔ علی شاہ نے اُس کی حد سے زیادہ عزت کی تہوڑے دنوں کے بعد شاہ صاحب نے پر پُرزے نکالنے شروع کیئے مریدوں اور عقیدتمندوں کی کثرت ہوگئی تہی اپنے آپ کو مہدی آخرالزمان مشہور کر دیا۔ بادشاہ بہی معتقد ہوگیا۔ اور مزید ارادتمندی کے لئے اپنی بیٹی اس کے عقد میں کر دی۔ علی چک نور وزچک اور ابراہیم چک وغیرہ اُمرا کو اسیر یہاں تک اعتقاد ہوا کہ سجدہ تعظیمی کرتے تھے اور پاؤں کی خاک کو آنکھوں سے ملتے تھے۔ نوبت یہانتک پہنچ گئی کہ شاہ صاحب کو علی شاہ سے سلطنت چھیننے کی فکریں سوجہنے لگیں۔ جو معتقد اُمرا تھے سب کو اپنے ساتھہ ملالیا جب بادشاہ کو شاہ صاحب کی اس نمک حرامی اور محسن کشی کی خبر لگی۔ تو غضبناک ہوکر اُس کی ایذا رسانی کا حکم دیا۔ شاہ صاحب نے تنگ آکر کہا مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ میں کل خود بخود ہی لاہور پہنچ جاؤنگا۔ خوش اعتقادوں نے اس کو سچ مان لیا کیونکہ وہ اُن کو کیمیا گری اور تسخیر جن میں کامل سمجہتے شاہ صاحب نے الواقعہ غائب ہوگئے۔ لیکن تیسرے دن کے بعد معلوم ہوا کہ پانچیوں کو دو اشرفیاں دے کر آپ بارہ مولا جا پہنچے ہیں بادشاہ نے پکڑ منگوایا حضرت پابجولان تشریف لائے۔ اور حوالات میں دھکیل دیئے گئے۔ لیکن وہاں سے نکل بھاگے۔ اور علم تسخیر جن کے لحاظ سے کوہ سلیمان کی پناہ میں جا چھپے۔ پولیس کے دیو وہاں بہی جا پہنچے۔ اور پھر گرفتار کر لائے۔ اس دفعہ علی شاہ نے اپنی لڑکی کے مہر کے عوض میں ایک اشرفی لے کر طلاق لے لی۔ اور سائیں صاحب کو تبت کی طرف روانہ کر دیا۔ والئے تبت کا نام علی رائے تہا۔ جو شیعہ مذہب سے اُنس خاص رکھتا تہا۔ جب اُس نے سُنا کہ شاہ صاحب آرہے ہیں تو خود استقبال کو گیا تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اور اپنی بیٹی شاہ صاحب کے عقد میں دیدی۔ تبت میں اقامت گزین ہوئے ابہی کچھہ زیادہ عرصہ نہ گذرا تہا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے ازراہ قدردانی اُس کی طلبی کے لئے آدمی بھیجے۔ چنانچہ تبت سے وہ دارالخلافہ آگرہ میں آیا۔ اور وہاں سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گیا۔

یوسف شاہ چک

ایام حکومت ایک سال، ۱ ماہ ۱۹ روز ۱۵۷۹ء لغائت ۱۵۸۰ء
مطابق ۹۸۷ھ لغائت ۹۸۸ھ ہجری۔

ابدال خاں کی رفاقت اور باپ کی تدفین کے بعد ۱۵۷۹ء میں یوسف شاہ نے سریر جہانبانی پر قدم رکھا۔ دشمنوں کی تباہی سلطنت کے غرور اور تاجپوشی کے گھمنڈ نے اس کے دماغ میں نخوت و رعونت پیدا کر دی۔ اور ربط و ضبط مملکت سے غافل اور بے پرواہ ہو کر اس نے عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا۔ دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سرود سے سرشار رہتا۔ معشوقان دلنواز اور محبوبان طناز بزم نشاط اور محفل انبساط پری خانہ چین کا نقشہ جمانے لگے۔ قوالوں اور رقاصوں کی صحبت نے کاروبار دنیا سے مستغنی کر کے اُسے ایسا والہ و شیدا بنا لیا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ خود بھی موزون طبع رکھتا تھا اور عموماً فی البدیہہ اشعار کہتا۔ فارسی کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا خاصہ شاعر تھا۔ یہ اشعار اسی کے طبع زاد ہیں ؎

دل بر درد من جانان بسان غنچہ پر خون است — چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوال دلت چون است
لیلی حجارہ را بر مجنون خود نہ راند — زور کمند جذبہ سحر نمائی او ست

یوسف شاہ کی انجمن نشاط کی رکن اعظم حبہ خاتون نام ایک محبوبہ ہوش ربا تھی جو علاوہ حسن و جمال کے خوش الحانی میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ یہ حور وش پرگنہ دمہو کے موضع چندر ہار کے ایک معمولی زمیندار کی بیٹی تھی۔ پہلے کسی اوباش و قلاش آدمی کے نکاح میں تھی لیکن اس کی بے اعتدالیوں نے اسے خاوند سے منحرف کر دیا جس سے اس جوڑہ کو تقدیر کی پیچیدگیوں کی عقدہ کشائی کے لئے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کر لی پڑی۔ ایک دن یوسف شاہ نے اسے سر راہ دیکھ پایا۔ متاع ہوش و حواس کھو کر اس کے دام محبت میں ایسا اسیر ہوا کہ تاب مفارقت نہ لا سکا دوسرے دن معشوقہ کے والدین کو الطاف خسروانہ سے سرافراز کر کے اس پری پیکر کو مطیع و منقاد کیا۔ حبہ خاتون کے معشوقانہ انداز نے

بادشاہ کو ایسا بے خود بنا دیا کہ رہا سہا ہوش وحواس بھی جاتا رہا۔ مرغزاروں اور
گلزاروں کی سیر و سیاحت میں مستغرق رہنے لگا۔ گلمرگ۔ سونہ مرگ۔ اچھبل
اور راجہ بل توان کے خاص دل لگی کے مقامات تھے۔ علاقہ گوریز میں دریائے
کشن گنگا کے کنارہ پر کوہستان تیل کے پہلو سے ایک چشمہ بشکل آبشار نکلتا ہے
جو اسی کے نام سے حبہ خاتون کہلاتا ہے۔ یوسف شاہ اور حبہ خاتون کے عشق و
محبت کے افسانے یوسف و زلیخا کی مانند آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ
خاتون نورجہاں بیگم ملکہ ہندوستان کی طرح زیور فہم و فراست سے بھی بخوبی آراستہ
تھی۔ عفت و عصمت۔ سلیقہ شعاری۔ خانہ داری۔ غرض تمام وہ اوصاف جو ایک
نیک دل بیگم میں ہونے ضروری ہیں اس دُرِ بے بہا میں بدرجہ غایت موجود
تھے۔ حبہ خاتون کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ سنکر کوئی سادہ لوح بھی اسکے
دام الفت میں گرفتار ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک مجنون وار دشت غربت کی بادیہ پیمائی کرتا
رہا۔ لیکن جب بقول چہ نسبت خاک را با عالم پاک کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ
آئی اور سینہ دردِ فراق سے پھٹنے لگا۔ تو اس نے اپنی غمخوار اہلیہ کو رازدار بناکر کسی
حیلہ سے حبہ خاتون کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دن کی متواتر آمدورفت کے بعد موقع
پاکر عورت نے تمام ماجرا حبہ خاتون کے گوش گذار کر دیا جس نے بکمال رحمدلی
اور غریب نوازی سے اُسے حکم دیا کہ کل طالب وصال کو محل سرا میں حاضر کرے
دوسرے دن عاشق جانباز اپنی بیوی کی رہنمائی سے خلوت خانہ خاص میں پہنچا۔
حبہ خاتون بڑی محبت اور غمخواری سے پیش آئی۔ بلکہ اُس نے رات کو اپنے
وصال سے بہرہ ور کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن شرط یہ رکھی کہ شبستان کا مرانی
میں اول تو روشنی چراغ نہ ہوگی پھر عاشق و معشوق زبان بند رکھیں گے یعنی
بات چیت نہ کرنے پائیں گے۔ اس مژدہ جانفزا نے شیدائی کے مردہ دل میں
روح پھونک دی دونوں شرطیں منظور کر کے نرگس وار شام وصال کا انتظار
کرنے لگا۔ رات کو حبہ خاتون نے اپنے فدائی کو اندھیرے کمرے میں داخل کر کے
اسی کی بیوی کو سمجھا بجھا کر اس کے پاس بھجوا دیا۔ جس سے طالب وصال کی بھی تسلی
ہوگئی اور عصمت کو بھی داغ نہ لگا۔

یوسف شاہ کی بدکرداریوں اور بے اعتدالیوں نے ملک میں بدامنی پھیلا دی۔ سید مبارک خاں بادشاہ کی مصاحبت سے دست بردار ہو کر خانہ نشین ہو گیا۔ اور اسکی جگہ محمد بٹ وزیر مقرر ہوا۔ مگر اس نے امرائے دولت کے ساتھ بدسلوکیاں کر کے سب کو منحرف کر لیا ابدال بٹ جسے خود بھی وزارت کا اشتیاق دامنگیر ہو رہا تھا محمد بٹ اور یوسف شاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ اور ۲۱ ماہ صفر سنہ ۹۸۸ ہجری مطابق سنہ ۱۵۸۰ء کو آدھی رات کے وقت اس نے علی چک ولد نوروز چک۔ لوہر چک۔ شمس چک کو پہوارہ اور علی چک ولد فتح چک کو ہمراہ لے کر دریائے بہت کے پل کاٹ ڈالے اور علم بغاوت کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ سید مبارک خاں کے مکان پر گئے اور اُس سے بھی امداد مانگی لیکن اس جہاندیدہ سید نے اُن کو پند و نصائح سے رام کر لیا اور ایسی بے جا حرکت سے باز رکھا۔ ساتھ ہی اس نے بابا خلیل کو بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا کہ باغیوں کے ساتھ دلاسا و مدارا سے کام لینا چاہئے ورنہ سخت فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن بادشاہ جو نشہ غرور سے سرشار تھا صلح و صفائی کی بات کب ماننے والا تھا قوالوں کے بہکانے اور رقاصوں کے اکسانے سے اس نے سید مبارک شاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آج ہی تمام مخالفوں کو مشکیں باندھ کر ہمارے پاس حاضر کر دو تو بہتر ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں یہ سنکر یوسف شاہ دم بخود ہو گیا اور باغیوں کو اس نے رخصت کر دیا۔ جب دوسرے دن بھی مجبوس حاضر دربار نہ ہوئے تو یوسف شاہ نے سید مبارک خاں کی سرکوبی کے لئے فوج بھجوائی جو پل نوکدل مرمت کر کے دریا کو عبور کر گئی۔ اور میدان عیدگاہ میں جھنڈے گاڑ کر سید مبارک سے مبارز طلب ہوئی۔ اب سید کو معلوم ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہو گیا اگر چپکے بیٹھا رہا تو آبرو جاتی ہے اس لئے اپنے ہمراہی ساتھ لے کر میدان میں آگیا۔ یہاں بھی اس نے دفتر پند و نصائح کھول دیا۔ لیکن اسکی باتوں کیطرف کسی نے توجہ نہ کی آخر مجبور ہو کر اس نے بھی صمصام خون آشام نیام سے نکالی اور جنگ و جدل میں مصروف ہو گیا۔ محمد خاں میر قاسم علی ملک۔ ابراہیم گنائی اور شیر خاں ماگرے جو یوسف شاہ کے بہادران نامدار سے تھے سید مبارک کے ہاتھ سے قتل ہو گئے

اس بات کی خبر پاکر ابراہیم ماگرے بادشاہ سے الگ ہو کر اور کچھ نجباء زوال کر سید
کے حلقہ اطاعت میں آگئے۔ اب یوسف شاہ نے نواب نوری ترکس سے اٹھا اور سخت
گھبرا گیا اور اپنے بہی خواہوں کو دست کرنے لگا۔ حسن مسعود کو جو علی خاں
کا نائب تھا صلح کا پیغام دے کر سید مبارک خاں کے پاس بھجوایا لیکن اس نے
صلح منظور نہ کی اور جواب دیا کہ میں نے لڑائی سے پہلے بس قدر منت خوشامد کی
نفرت اور رعونت نے اس وقت آپ کو راضی نہ ہونے دیا۔ بہتر ہے کہ آپ کوہستان ومرزاز
کی تازہ ہوا کھائیں تاکہ ہوائے خودسری و بلند خیالی دور ہو۔ اس اثنا میں آتش
بغض و عناد بھی فرو ہو جائے گی تو آپ کو واپس بلا کر مسند نشین کروں گا۔ یوسف
مایوس ہو گیا اور مال و اسباب بطور امانت علی چک کے گھر میں چھوڑ کر ۱۴ ماہ ذی
۹۸۶ ہجری میں اپنے تاج شاہی سید مبارک خاں کے پاس بھجوا دیا اور خود کوہستان
کی طرف نکل گیا۔ یوسف شاہ نے صرف ایک سال ایک ماہ ۱۹ روز تک حکومت
کی ہے۔

سید مبارک خاں بیہقی

ایام حکومت ۲ ماہ ۲ روز ۱۵۷۸ء مطابق ۹۸۶ھ

یوسف شاہ کی برطرفی پر چند دنوں کے لیے تخت حکومت خالی رہا اور
کوئی شخص امورات جہانبانی کا متکفل نہ بنا۔ آخر ۱۲ ماہ صفر ۹۸۶ھ میں علی چک
اور لوہر چک وغیرہ اعیان دولت نے بالحاح و ابرام اور منت و زاری سید مبارک خاں
کو اس امر کا ذمہ دار بنا کر مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ ایک ساعت بعد سید
جلوت سے خلوت میں آیا اور تاج شاہی کو سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ اے نفس
مخدوم جاہ و حشمت دنیا را ہیچ اعتبار نیست بحصول ایں مرتبہ موجب عجب و کبر نباشی
کہ در حقیقت ازاں تو نیست ؎

جہان و کار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

یہ کہہ کر مسند شاہی پر آ بیٹھا تاج شاہی جو عہد سلاطین سے مرصع

دیکھ کر چلا آتا تھا توڑ پھوڑ کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اور خود معمولی لباس میں کاروبار سلطنت سر انجام دینے لگا۔ بعض جور و بدعت جو عہد چکاں سے رواج پا کر بدستور چلے آتے تھے برطرف کر دیئے۔ اور عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے لگا۔ چکوں کی دیا دتیاں اسے مرغوب خاطر نہ ہوئیں اور وہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ جس سے اکثر امرائے کشمیر سید سے منحرف ہو گئے اور یوسف شاہ کو تسخیر پر آمادہ کر کے ۲ ماہ شعبان ۹۸۸ھ ہجری کو پھر کوہستان ہرتل میں لے آئے۔ سید مبارک پہلے ہی حکومت سے بیزار ہو رہا تھا اس نے داؤد میر کو یہ خط دے کر یوسف شاہ کے پاس بھیجا۔ مضمون خط یہ ہے ؎

شہا فقر و غنا از ما و ملک و عز و جاہ از تو　　　　کہ دنیا را وفائے نیست خواہ از ما و خواہ از تو

"دنیا ناپائیدار است و ایام دنیا غدار۔ اگر دیار ایک دیگر حاصل شود موجب صلاح و فلاح جانبین است"

یوسف شاہ نے بھی لڑائی جھگڑے سے صلح و صفائی کو ترجیح دی اور اپنے بیٹوں یعقوب خاں اور ابراہیم خاں کو بہ رفاقت داؤد میر و ملا حسن اسود سید مبارک خاں کے پاس بھجوا کر خود بھی ان کے پیچھے جانے کو طیار تھا۔ لیکن ابدال بٹ نے اسے منع کیا اور کہا کہ سید مبارک کے مکر و فریب میں نہ آنا چاہیئے۔ ہمارا مطلب ایک دو روز میں حاصل ہو جائیگا ناحق اپنے آپ کو کیوں ذلیل و خوار کریں۔ چنانچہ یوسف شاہ نے اپنے مشیروں اور مدبروں کی صواب دید سے داؤد میر کو جواب ذیل دے کر واپس کر دیا۔ مضمون جواب ؎

خان را غنائیم ازیں گفتگو　　　　چہ باشد غرض باشد صلح جو
ہما از ضرورت ہما میکند　　　　نہ از مہر دل از وفا میکند
بہ بیند اگر سیف بار انجواب　　　　شود زہرہ اش آب از اضطراب

اس جواب کے استماع نے سید مبارک خاں کے تن مردہ میں روح پھونک دی جبلی جوش جوانمردی اور آتش غیرت بھڑک اٹھی۔ خیال مصالحت کو بر طاق رکھ کر اس نے کمر ہمت کو مسلح کیا اور غنیم کے مقابلہ پر آ کر کشت و خون کا بازار گرم کرنے لگا کربیگ ترکمان اور تیمور خاں ترکمان جو یوسف شاہ کی فوج کے سر خیل تھے سید کے

ہاتھ سے مارے گئے۔ شنگی بہر حال وہ چند ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوگیا اور یوسف شاہ کچھ آدمی ساتھ لے کر ہرل کے عقب میں روپوش ہوگیا۔ سید کے سپاہیوں نے تعقب کرنا چاہا لیکن اس نے انہیں باز رکھا اور پیچھے ملک کا مکان جو موضع ہرل میں واقع تھا جلا کر دارالصدر کو مراجعت پذیر ہوا۔ علی چک ولد دولت چک اس لڑائی میں شامل نہ تھا وہ مکار کے بہانے ہرل کے گرد و نواح میں پھرتا رہا۔ جب لڑائی کا فیصلہ ہوگیا تو اس نے ابدال بٹ سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے یوسف شاہ کو تسلی و تشفی کے پیغام بھجوائے۔ وہاں سے واپس آ کر وہ سید کی بیخ کنی کے اسباب بہم پہنچانے لگا۔ انہیں دنوں میں قضا کار سید مبارک خاں کی طبیعت علیل ہوگئی اور ابدال بٹ اس کی عیادت کے لئے گیا۔ دوران گفتگو میں اس نے بڑی ہمدردی اور بہی خواہی ظاہر کی اور اس کے ذہن نشین کر دیا کہ علی چک میں بوئے مخالفت پیدا ہوگئی ہے چنانچہ اس نے اس مکار کی تحریک سے علی چک کو محبوس کر دیا۔ اس کے معاون شمس دوبی اور دولت چک خوف زدہ ہو کر سید حسین کے پاس جا کر پناہ گزین ہوگئے اور شمس چک اور علم شیر خاں وغیرہ سید ابو المعالی کے سایہ عاطفت میں جا بیٹھے۔ اسی اثناء میں ابدال بٹ نے جو تمام شورش کا بانی مبانی تھا اور آپ ہی اندرونی سازشوں میں بدستور لگا ہوا تھا لوہر چک اور دیگر سرداران فرقہ چکاں کو اشتعال دیکر بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ سید کے بیم و ہراس سے انہوں نے یوسف شاہ کو بھی بلا بھیجا اور خود شہر کے پل اور راستہ مقطوع کر کے دریا کی دوسری طرف جا بیٹھے۔ سید مبارک خاں اگرچہ سخت کمزور تھا بلکہ بستر سے بھی نہ اٹھ سکتا تھا لیکن فوراً طیار ہو کر سیدانی عیدگاہ میں آگیا۔ وہاں سے محمد بٹ کے ہاتھ اس نے ابدال بٹ کو پیغام بھجوایا کہ کل وہ میدان زالا گریں اپنے ہمراہی لے کر لڑائی کے لئے طیار رہے۔ لیکن ابدال بٹ بڑا مکار اور حیلہ گر آدمی تھا ایک طرف تو اس نے بابا خلیل کو سید کے پاس بھیجا کہ تمہارے آدمیوں نے علی چک کو قید کر لیا ہے اس لئے تمام چک شورش ہو کر اپنی مخالفت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ لڑائی کا قصد نہیں رکھتے اگر آپ علی چک کو ہمراہ لے کر بابا خلیل کی خانقاہ پر آ جائیں تو تمام باتوں کا فیصلہ ہو سکتا ہے دوسری طرف اس نے یوسف شاہ کے پاس آدمی بھیجا کہ موقع یہی ہے

بسارعت تمام سری نگر آ جاؤ۔ سادہ لوح سید دوبارہ اس کے فریب میں آگیا اور علی چک کو جیل سے نکال کر خانقاہ مذکور پر لے گیا۔ ابدال بٹ نے اپنی طرف سے حیدر چک وغیرہ چند امرا کو بھجوایا جو چکنی چپڑی باتیں کر کے علی چک کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے گئے اور سید کو تعظیم و تکریم کشتی میں سوار کر کے واپس بھجوا دیا۔ علی چک اور اس کے لڑکے بدستور محبوس رہے۔ ابدال بٹ نے اپنے بیٹے کو یوسف شاہ کے پاس بھجوا دیا کہ اب آپ کا کشمیر آنا فضول ہے اپنی ہی جگہ پر متمکن رہیں۔ چنانچہ وہ ٹٹن تک آکر واپس لوٹ گیا۔ ادھر اس نے شنکر خاں کے بیٹے لوہر خاں چک کو مسند حکومت کے لئے منتخب کر کے سید مبارک خاں کو حکومت سے معزول کر دیا۔

لوہر شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ایک ماہ سنہ ۱۵۸۰ء لغایت سنہ ۱۵۸۱ء
مطابق سنہ ۹۸۸ھ لغایت سنہ ۹۸۹ ہجری

۱۵ ماہ شعبان سنہ ۹۸۸ھ میں یوسف شاہ کا عموزادہ لوہر چک ابدال بٹ کی اعانت سے سریر سلطنت پر متمکن ہو کر لوہر شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور سید مبارک خاں جو پہلے ہی بار حکمرانی سے بیتاب ہو رہا تھا بغیر کسی جد و جہد کے گھر بیٹھ کر امن و آسائش سے زندگی بسر کرنے لگا۔ عرصہ دراز کی کوششوں اور فتنہ انگیزیوں کے بعد ابدال بٹ کو رتبہ وزارت نصیب ہوا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے وہ عروج پایا کہ لوہر شاہ محض برائے نام بادشاہ رہ گیا۔ تمام کاروبار سلطنت ابدال بٹ اپنی مرضی کے مطابق سر انجام دیتا۔ لوہر شاہ خود بھی نیکدل اور رعایا پرور بادشاہ تھا اور مصلحت وقت کے لحاظ سے ابدال بٹ بھی عدل و انصاف اور جود و سخا سے رعایا پرایا کو دل خوش کرنے لگا۔ اسی لئے لوہر شاہ کا قلیل عرصہ حکومت دور چکاں میں اپنی مثال نہیں رکھتا۔ بادشاہ کی نیک نیتی اور رعایا پروری کے ساتھ ہی شہنشاہ حقیقی نے بھی مظلوم رعایائے کشمیر پر فضل و کرم کی نظر کی جس سے ادنےٰ و اعلیٰ ہر ایک شخص فارغ البال اور مرفع الحال ہو گیا۔ ارزانی غلہ اور افراط ضروریات اس

حد کو پہنچی کہ ایک خروار شالی ایک ملوسہ کو بکنے لگی پشتو رزولی
تو ہر شاڈ و جو وزن میں پانچ پاؤ کے برابر ہوا کرتی تھی ایک کوڑی کو ملتی۔ اسی
طرح نمک تیل۔ گوشت وغیرہ کی ایسی افراط ہو گئی کہ اُن کی قدر ہی جاتی رہی۔ تمام
رعایا خوش و خورم اور شاد کام و کامران عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگی۔

چمن سے لوٹ کر ہی یوسف شاہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ جب امرائے
کشمیر کی منافقت اور خود غرضیوں نے یہاں کی معاونت سے اُسے مایوس کر دیا تو
وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں آگرہ پہنچا اور امداد کے لئے خواستگار ہوا۔ اکبر کمال
مہربانی اور نوازش سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ بلکہ اُس نے دو کنیزیں بھی اُسے
بطور انعام عطا کیں۔ لیکن فوجی امداد کے متعلق مصلحتاً لیت و لعل اور امروز و فردا
کرتا رہا۔ آخر گیارہ ماہ کے بعد راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف کو لشکر کشمیر کے ساتھ
تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ جب شاہی لشکر لاہور پہنچا تو یوسف شاہ کا وزیر محمد بٹ جو ایک
ہزار سوار و پیادہ فوج کے ساتھ بہلول پور میں انتظار کر رہا تھا آقا سے آملا۔ اب
یوسف شاہ اپنی حرکت سے دل میں سخت پشیمان ہوا اُسے پورا یقین ہو گیا
کہ اکبر بادشاہ اس امداد دینے میں حکمت عملی سے کشمیر پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔
اس لئے اس نے محمد بٹ کے مشورہ سے راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف سے
رخصت چاہی کہ وہ شاہی لشکر کی روانگی سے پہلے کشمیر جا کر انتظام ملک اور امرائے
دولت کے اندرونی حالات سے آگاہی حاصل کرے تاکہ حملہ آوری کے موقع پر
آسانی ہو۔ اجازت تو مل گئی لیکن اس کی مالی حالت بہت نازک تھی سفر کے
اخراجات کے لئے سخت لاچار ہوا آخر وزیر باتدبیر کی کوشش اور مشورہ سے
اس نے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور کشمیر کی طرف روانہ
ہو گیا۔ راستہ میں اس نے اپنی جمعیت کو چار ہزار سپاہیوں تک پہنچا لیا۔ اور
امرائے کشمیر کے نام بھیجا کہ میں اکبر بادشاہ دہلی سے کئی ہزار سوار و پیادہ کمک لیکر
آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنی خوشی سے اطاعت قبول کر لو تو بہتر ورنہ سخت تکلیف اُٹھاؤ گے
اور ملک بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور مغلوں کے جور و ستم سے ننگ و ناموس بھی
ضائع کر دو گے۔ لیکن اُنہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ بلکہ درہ مدد کے تمام راستے

مسند و دکر کے بیٹھ گئے۔ ادھر جب اکبر کو ... ایسی کارروائی سے اطلاع ہوئی تو وہ بھی سخت برآشفتہ خاطر ہوا۔ یوسف شاہ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن تقدیر کا تکیہ لگائے بہلول پور کے راستہ بھیر آپہنچا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ نے بھی سامان جنگ آراستہ کیا اور یوسف خاں ولد حسین خاں اور حسین خاں ولد رینہ خاں کو تین چار ہزار سپاہ کے ساتھ اُس کے مقابلہ کو بھیجا۔ بمقام نوشہرہ مٹ بھیڑ ہوگئی لیکن بغیر محاربہ کے لوہر شاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی۔ اس کے بعد حسین چاڈورہ اور شمس ڈولی بھی جو بہرام گلہ کی محافظت پر مامور تھے یوسف شاہ سے مل گئے۔ راجہ راجوری[1] نے جب یہ حال دیکھا تو اُس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور مورد عنایات ہوکر ہراول فوج مقرر ہوگیا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ جو بیہہ پور کے راستہ پر پڑے ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرا گئے۔ اب انہوں نے سید مبارک خاں سے نامہ و پیغام شروع کیا لیکن یوسف شاہ کا ستارہ اقبال برج رحل سے نکل کر شمس النہار عروج پہ پہنچ گیا۔ اس نے سید موصوف کو پہلے ہی اپنا خیر خواہ اور معاون بنا لیا تھا۔ کچھ فوج بہرام گلہ میں چھوڑ کر یوسف شاہ بارہ مولہ کے راستہ سوپور آگیا اور علاقہ کامراج پر قابض ہوگیا۔ لوہر شاہ نے بھی یوسف شاہ کی بہرام گلہ والی فوج کا راستہ روکنے کے لئے ابدال بٹ کو تو وہیں چھوڑا اور خود کافی جمعیت لے کر سوپور آگیا۔ لیکن جب اس نے غنیم کی فوج کا غلبہ دیکھا تو ابدال بٹ کو بھی بلا لیا۔ جو پہلے سری نگر آیا اور وہاں سے بہت سی فوج لے کر اور محبوس علی چک کو زندان سے نکال کر اپنے ہمراہ سوپور لے گیا۔ اور وزیر اور شہریار دونوں دریائے جہلم کے جنوبی کناروں پر پائے استقامت استوار کر کے جنگ و جدل میں مصروف ہوئے۔ چونکہ درمیان دریا حائل تھا صرف تیر و تفنگ کی لڑائی ہونے لگی اور شمشیر زنی موقوف رہی۔ اسی اثناء میں ابدال بٹ نے ایک ہزار جریدہ سوار دیکھ کر حیدر چک کو کھویامہ کے

[1] ان دنوں راجوری کا راجہ مست خاں والی تھا جو ۹۶۵ھ میں تخت نشین ہوکر ۱۰۱۱ھ تک حکمران رہا۔ اس راجہ نے بعد میں اکبری لشکر کو حملہ کشمیر کے وقت راہ دکھا کر باربرداری اہم پہنچانے وغیرہ کا معقول بیش قیمت امداد دی اور معاوضہ میں معقول جاگیر حاصل کی ۱۲ فوق

راستہ غنیم پر حملہ آور ہونے کے لئے بھجوایا اور دوسرے دن اس نے حسب عادت فریب بازی سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ بابا خلیل کے ہاتھ سے خط لکھ کر اسے یوسف شاہ کے پاس بھجوایا کہ امرائے کشمیر جو آپ کے لشکر میں ہیں عہد و پیمان کر کے لوہر شاہ سے متفق ہو گئے ہیں۔ اور کل اسکی فوج کے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ ادہر حیدر چک دو ہزار سوار کے ساتھ شبخون مارنے کے ارادے سے موضع پوسنگری میں بیٹھا ہے اگر سلامتی جان درکار ہے تو اپنی جان عزیز لے کر پونچھ کی طرف تشریف لیجائیں ورنہ خیریت نہیں ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

یوسف شاہ نے خط تہدید و تخویف پڑھا تو مفصلہ ذیل جواب منظوم اسکی طرف روانہ کیا۔

چہ میگوئی اے گرگ ابدال زنگ بترسانی از آب دریا نہنگ
تو بودی کشاورز آبائے تن کشاورز را کے سزد جائے من
بشمشیر و تیر کش ترا نیست کار کشاورز را با دلیری چہ کار
پئے حرب من لشکر آراستی شب خون کنان سوئے من تاختی
خداوند ملکم بہ پیوند خویش بشو حامی اندر خداوند خویش
تو گر ہوشیاری ز من بجو دم ہماں ہوشیارم ہماں بخردم
تو کہ برگ ساکن کنی باد را ہراسانی از صید فولاد را
کسے کو زند بر من ابر گرہ کفن بر کہ پوشید بجائے زرہ
غضنفر لبید فربہ آورد سر حذر کن ز روباہ بازی گذر
ز کہ دان خود سر برافراختی بمیدان مردان فرس تاختی
تو از مکر خود سید بادشاہ در انداختی ہم چو رستم بچاہ
بدان تا ہم برزمی جائے من ستانی ز من ملک آبائے من
شہزادہ منم دیگراں زیر دست بہ یور علی شاہ کہ آرد شکست
تو از من چہ نرم آئینے دیدۂ کہ فولاد خود را پسندیدۂ
در اندازہ من غلط بودۂ کہ بازوئے جنگم نہ پیمودۂ

من آنگہ عنان باز پیچم ز راہ　　　　کہ باسر دہیم پاستانم کلاہ
ترا آنچہ بائیست گفتم تمام　　　　تو دانی دگر بعد ازیں والسلام

بابا حسین تو جواب لے کر سری نگر چلا گیا اور ابدال بٹ مایوس ہو کر محاربہ و مقابلہ کے لئے اپنی فوج آراستہ کرنے لگا۔ یوسف شاہ کی قلیل جماعت نے اسکا حوصلہ بڑھا دیا اور اب وہ جان توڑ مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا ؎

نزاع آنچناں آتشے بر فروزد　　　　کہ از تاب او آنچہ باشد بسوزد

دوسرے دن پچھلے پہر یوسف شاہ نے کوچ کی ٹھیرائی اور موضع ولنہ کے متصل جہان سے دریا پایاب تھا پار ہو کر سیدھا سری نگر کو روانہ ہو گیا۔ ابدال بٹ سد راہ ہوا لیکن یوسف شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ

ناگہاں خیبرے دریدہ یک ولنہ؟
۹۸۹

یوسف شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے اس معرکہ میں خوب ہی داد شجاعت دی خصوصاً یوسف چک۔ رینہ چک۔ حسین چک شمسی چک دولت چک میر حسین علم شیر ماگرے اور سید یوسف خاں بیہقی کی بے مثال شمشیر زنی نے لوہر شاہ کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسکا لشکر درہم برہم ہو گیا اور لوہر شاہ میدان معرکہ میں چتر شاہی زمین پر پھینک کر بھاگ گیا۔ حبیب چک جو ابھی تک ابدال بٹ کی فوج میں پائہ زنجیر تھا آزاد کیا گیا۔ اور عرصہ دراز کے انقلاب کے بعد یوسف شاہ فتح کا نقارہ بجاتا ہوا دارالصدر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اہالیان شہر بار گیاد اور تہنیت کے نعرہ لگاتے ہوئے یوسف شاہ کے استقبال کو نکلے اس نے ہر ایک کی دلجوئی کی اور بڑے اخلاق اور اخلاص سے پیش آیا۔ ملا محمد امین مستغنی[1] نے

[1] مولانا مستغنی کشمیری الاصل تھے۔ یوسف شاہ چک کے مقربان خاص میں سے تھے فضل و کمال سے ان کی ذات معمور تھی۔ ذہن رسا اور طبع بلند تھی۔ باوجود اہل علم و فضل اور صاحب عزو جاہ ہونے کے فکر شعر کا شغل رکھتے تھے۔ شاعری میں بھی اعلے پایہ تھا۔ اکثر غزلیں اور رباعیاں اور قصائید ان سے یادگار ہیں۔ بیروں آستانہ حضرت سید جلال الدین محلہ آروت میں آپ مدفون ہیں۔ ایک رباعی آپ کی لکھی جاتی ہے ؎ من خندہ نیم بر طبع عاشق ناساز۔ یا گریہ کہ بر رخے دوم چوں غماز۔

اس معرکہ سے پہلے دیوان حافظ سے فال دیکھی تھی جس میں یہ شعر نکلا اور اس موقعہ پر صادق آیا ؎ یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور۔
لوہر شاہ نے ایک سال ۱۹ روز کشمیر میں حکمرانی کی۔

یوسف شاہ چک بار ثانی

ایام حکومت ۳ سال ۱۰ ماہ ۱۶ روز سنہ ۱۵۸۱ء لغایت سنہ ۱۵۸۵ء مطابق سنہ ۹۸۹ھ لغایت سنہ ۹۹۳ ہجری

یوسف شاہ نے زمانہ ادبار کے رفیق محمد بٹ کو وزیر اعظم اور مدار المہام بنایا جو گذشتہ وزارت کے بعد اپنی قابلیت خصوصاً وفاداری کے لحاظ سے تمام شاہاں حقوق کا مستحق تھا عقل و دانش۔ تدبیر و حکمت عملی میں یہ شخص قابل مشیر ثابت ہوا۔ منصب وزارت سنبھالتے ہی اسے خیال پیدا ہوا کہ سب سے پہلے ملک سے اندرونی فتنہ و فساد کو مٹانا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی گوشمالی کر کے انہیں راہ راست پر لانا چاہئے۔ لوہر شاہ پانچ ہزار سواروں سمیت میدان سوپور سے بھاگ کر سری نگر میں روپوش ہو گیا تھا جس سے آئندہ فساد کا احتمال یقینی اور لابدی ہو گیا۔ وزیر باتدبیر نے یوسف شاہ کو ان لوگوں کی تہذیب پر آمادہ کیا مخبر نے اطلاع دی کہ لوہر شاہ قاضی موسٰے کے ہاں مقیم ہے۔ بادشاہ نے قاضی کی حرمت اور شریعت کا لحاظ رکھ کر سختی سے پیش آنا نہ چاہا۔ اپنے خواجہ سرا خواجہ بلک ناظر کو لوہر شاہ کی تلاش کے لئے قاضی کے مکان پر بھیجوایا جس نے بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اس کو ایک تنگ و تاریک حجرے سے برآمد کیا۔ محمد خاں میراں سید کے مکان سے ملا حسین چک اور بہچہ گنائی بھی گرفتار ہو گئے۔ جب سارے مفرور اور سرکش پکڑے گئے تو بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے۔ جس نے ان لوگوں کی متواتر نمک حرامیوں و مصدہ خانیوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے جرائم کا برسر اجلاس اظہار کر کے لوہر شاہ محمد خاں اور حسین چک کی آنکھوں میں میل کھچوا دیئے۔ اور فتح خاں چند و بہچہ گنائی اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷۔ یا نالہ کہ بسر گردش بیچاں نہ فہم من درد دلم خاوت محرم براز۔ (رفوق)

حسین خاں کوکہ کے ہاتھ پاؤں منقطع کرا دے۔ ...علی خاں سرنگا

اور ابدال بٹ کا بھائی لوہر علی بٹ باخذ زر فدیہ بمشکل اسیر بنائے گئے اور علی خاں۔ نوروز چک اور یوسف خاں کو اور سزاؤں سے معافی دے کر جیل خانہ میں بھیجدیا ان کے بغیر باقی تمام باغیوں کو معاف کر کے بدستور سابق اپنی اپنی جاگیروں اور جائدادوں پر سرافراز کر دیا۔ منجملہ ان کے شمس چک گوہہ وارہ درودستان کی طرف بھاگ گیا لیکن لوہر قورچی اس کے متعاقب دوڑا اور اس نے اسے حدود پکھلی میں جا پہنچا یا جہاں وہ قلعہ فیروز دہ میں پناہ گزین ہوگیا۔ لیکن اہل قلعہ نے گرفتار کر کے اسے قورچی کے حوالہ کر دیا اور بادشاہ کے سامنے پیش ہونے پر اسکی بھی آنکھیں نکلوائی گئیں۔ اس کے علاوہ حیدر چک بھاگ گیا اور تبت کے راستہ راجہ مان سنگھ کے پاس لاہور جا پہنچا

ملک کو اندرونی فتنہ و فساد سے پاک کر کے یوسف شاہ نظم و نسق ملک کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے جور و بدعت کا قلع قمع کر کے عدل و انصاف اور رعیت پروری اور معدلت گستری سے جہانبانی کرنے لگا۔ خانقاہوں کی پرستش اور فقرا کی خدمت خلوص دل سے کرتا اور عموماً حضرت بابا رومی رشی کی خدمت میں پا برہنہ جاتا تھا۔ سید مبارک خاں سے رابطہ اتحاد اس درجہ تک بڑھایا کہ اس کی ملاقات کے لئے عموماً اس کے مکان پر خود جاتا تھا۔ سید کے لڑکوں سے بھی اس نے عہد و پیمان مستحکم کر لیا بلکہ اپنی لڑکی بھی اس کے بیٹے کے عقد مزاوجت سے نامزد کر دی۔ باایں ہمہ جو لہو و لعب اور عیش و کامرانی کا چسکہ لڑکپن سے اس کے دامنگیر تھا باوجود انقلاب زمانہ کے مصائب مشاہدہ کرنے

ملہ لڑکپن میں آہنگری کا کام کرتے تھے۔ لیکن اس صغر سنی کی حالت میں بھی دنیا داروں سے سخت اجتناب تھا۔ آخر طریقہ رشیاں کے مطابق صائم الدہر و قائم اللیل ہو گئے۔ مہمانوں کی خدمت آپ بہت کرتے تھے۔ ہزارہا کرامات آپ سے مشہور ہیں۔ آخر عمر میں حضرت مخدوم صاحب شیخ حمزہ سے بھی فیض روحانی حاصل کیا۔ اور ان کے ایما سے گوشت بھی کھایا جس سے وہ ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔ اور طریقہ سہروردیہ میں داخل ہوئے بعمر ہفتاد و ہفت سال رحلت

کے نہ چھوٹا جب معاملات ملکی سے فراغت ہوگئی تو جوش جوانی نے پھر کھلا چمن
چمن نظر کیا۔ پھر ساز و سیر و شکار کرنے لگا۔ شراب ناب کے دور چلنے لگے۔
مطربان خوش گلو نے انجمن آراستہ کی۔ علم موسیقی کا مذاق بڑھنے لگا۔ ہر
وقت یہ شعر ورد زبان رہتا ہے

بکوش کوش کہ تا چشم میزنی برہم   خزاں ہے رسد و نو بہار مے گذرد

کچھ عرصہ کے بعد بعض مفسدوں نے فتنہ و فساد کی آگ پھر بھڑکانی چاہی
لیکن یوسف شاہ کو وقت پر خبر ہوگئی۔ اس نے شمس چک۔ علم شیر خان ماگرے
سید یوسف اور محمد ملک کو پابہ زنجیر کر کے قید میں ڈال دیا۔ ابدال چک کا بیٹا حبیب
خوف زدہ ہو کر لاہور بھاگ گیا اور حیدر چک سے جا ملا۔ اس موقعہ پر ہنجی چک کا
بیٹا شمس چک کا مزاج پوچھ کر موجب فتنہ و فساد ہوا لیکن گرفتار ہو کر جیل خانہ پہنچا۔
ادھر علی چک کا بیٹا یوسف چک زندان حبس سے فراری ہو کر حیدر چک کے
پاس لاہور چلا گیا۔ ان لوگوں نے وہاں مشورہ کر کے تبت کی راہ لی اور وہاں
کے راجہ نے پانچ ہزار سپاہ کمک دے کر براہ لار کشمیر پر حملہ آور ہو گئے
یوسف شاہ نے بھی فوج بھجوائی۔ شاہی افواج کے مقابلہ میں تاب مقاومت
نہ لا کر تبتی سپاہ منتشر ہو گئی۔ حیدر چک کشتواڑ کو بھاگ گیا اور حبیب چک
نے سوپور اور یوسف چک نے پرگنہ برنگ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے آپ
کو پوشیدہ رکھا لیکن مؤخر الذکر دونوں فتنہ پرداز گرفتار ہو گئے اور یوسف شاہ
نے ان کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اسی اثناء میں مدار المہام محمد بٹ بھی کسی خفیف سے
امر پر بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور حسین چک کے بیٹے یوسف چک سے اتفاق
کر کے بادشاہ کے قتل کے مشورے کرنے لگا۔ وہ بھی ان کے
ارادے سے بے خبر نہ رہا اور مفسدوں کے تدارک کے درپے ہوا جس سے
دونوں مفسد وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کوہستان اوڑسی میں جا کر پناہ گزین
ہو گئے۔ سید مبارک کے بیٹے ان کے تعاقب میں گئے مفرورین بھی مقابلہ
پر ڈٹ گئے محمد بٹ گرفتار اور اس کا بھائی حسین بٹ مجروح ہو گیا۔ ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹۔ فرمائی اور اسلام آباد میں دفن ہوئے۔ رفوق

ہمراہی کچھ تو مارے گئے اور کچھ جانیں سلامت لے کر حیدر چک کے
پاس کشتواڑ چلے گئے۔ انہیں دنوں میں بادشاہ کا لڑکا یعقوب شاہ بھی باپ سے
باغی ہو کر ہمراہی رینہ خاں ابدال خاں وغیرہ اُمرا حیدر چک سے جا ملا۔ حسن
اسود اوروں کو تو سمجھا بجھا کر واپس لے آیا۔ لیکن رینہ چک وہیں رہا۔ اسی اثنا
میں شمس چک بھی جیلخانہ سے بھاگ کر حیدر چک کے پاس چلا گیا۔ جب کافی جمعیت
اکٹھی ہو گئی تو حیدر چک نے کوہ بانہال پر آتش فتنہ افروختہ کر دی۔ یوسف شاہ
بنفس نفیس یلغار کر کے ان کی تادیب کو پہنچا۔ وہ لوگ بھی مقابلہ پر استادہ
ہو گئے۔ علی بٹ اور بیچے رینہ شاہی افسران فوج کے مارے جانے سے
یوسف شاہ کے لشکر میں ہل چل مچ گئی، وہ میدان چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بیٹھا۔
تاہم سید مبارک کے لڑکوں نے ہمت نہ ہاری اور انہوں نے صرف دس
بیس ہمراہیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ حیدر چک
پا پیادہ مفرور ہو گیا اور اس کی تمام جمعیت منتشر ہو گئی۔ شمس چک اور رینہ چک
یوسف شاہ کے پاؤں پر گر پڑے اور سید مبارک کی سفارش سے مشمول عنایات
ہوئے۔ اس کے بعد حیدر چک، یوسف لنگا اور علی چک راجہ مان سنگھ کے پاس
لاہور گئے اور اُس سے معاونت کے خواستگار ہوئے۔ چونکہ راجہ موصوف
یوسف شاہ کی کارروائیوں سے پہلے ہی برگشتہ تھا اس کے مخالفوں کے
ساتھ خوش اسلوبی سے پیش آیا۔ اور بڑی عزت و توقیر سے اُنہیں اپنے پاس
ٹھہرا لیا۔ جب یوسف شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے خواجہ حاجی بانڈے
کے پوتے خواجہ قاسم کو معہ تحفہ و تحائف مان سنگھ کے پاس بھجوایا۔ جس نے
محمد غنی کابلی کے ذریعہ حیدر چک کی برائیاں راجہ موصوف کے کانوں میں پہنچائیں
لیکن اُس نے خواجہ قاسم کو غرض مند تصور کر کے اعتبار نہ کیا بلکہ ان کی قدر و منزلت
پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگا۔ اور نوشہرہ و بھمبر کا تمام علاقہ بھی حیدر چک
کے تفویض کر دیا۔ خواجہ قاسم بے نیل و مرام مراجعت پذیر ہوا۔ مگر اس سے
اثر ہوئے خوشامد [illegible] یوسف شاہ کی مان سنگھ کی طرف [illegible]
مطمئن کر دیا۔ اس خدمت کے صلے میں یوسف شاہ سے [illegible] میرزا کے خطاب

سے ممتاز کیا۔ بلکہ امورات ملکی کا انتظام بھی اُسی کے سپرد کر دیا۔ محمد بٹ
کی گرفتاری کے بعد میرزا یعقوب خاں مہام وزارت سرانجام دیتا تھا
جب خواجہ قاسم منتظم وزارت ہوا۔ تو وہ میرزا یعقوب خان کی بیخ کنی کے
درپے ہو گیا۔ باہم سخت کلامی بھی ہوئی جس سے رنجش اور بھی بڑھ گئی۔
اور خواجہ صاحب نے گذشتہ واقعات یاد دلاکر بادشاہ کے کان بھرنے
شروع کئے۔ اسی اثناء میں اکبر بادشاہ کا سفیر تیمور بیگ شاہی مراسلہ لے کر
کشمیر پہنچا جس میں یوسف شاہ کے نام لکھا تھا کہ جب سے تم نے کشمیر لاجعت
کی ملک کے حال و احوال سے بالکل اطلاع نہیں دی۔ اب چاہیئے کہ بورود
حکم فوراً ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ مضمون سے آگاہ ہو کر یوسف شاہ کو
یقین ہو گیا کہ شاہ عالم پناہ کا تسخیر کشمیر کا ارادہ ہے۔ ساراکین دولت اور اعیان
سلطنت کے مشورہ سے جس میں خواجہ قاسم کی غرضمندانہ پالیسی بھی شامل تھی
اس نے اپنے بیٹے میرزا یعقوب خاں مدار المہام کو معہ تحفہ و تحائف تیمور بیگ
کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرزا یعقوب خاں اکبر کے
ہمرکاب فتح پور سیکری میں مقیم رہا۔ اسی اثنا میں شاہزادہ محمد حکیم میرزا[1] حاکم
کابل کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہ نے ادہر کو عنان عزیمت معطوف
کی۔ اور میرزا یعقوب کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو لکھے کہ۔ راستہ میں کسی
منزل پر ملاقات کے لئے حاضر ہو چنانچہ ہر ایک کیفیت میں وہ یوسف شاہ
کی نسبت مرزا یعقوب سے دریافت کرتا۔ یعقوب خان بھی ہر ایک مقام
سے باپ کو لکھ بھیجتا تھا۔ لیکن امرائے کشمیر اپنے بادشاہ کو مغلوں کے لشکر
میں جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ یہانتک کہ جب اکبر دریائے سندھ پہنچا۔ تو
اس نے حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ ہمارے لاہور پہنچنے تک یوسف شاہ
کو حاضر دربار کریں۔ اگر وہ حاضری میں کوئی عذر کرے تو مورد عتاب کیا جائے
ان فرمان کے صدور سے یعقوب خاں سخت متردد ہوا۔ چنانچہ بلا اجازت بہلول پور

[1] اکبر کا سوتیلا بھائی تھا کئی دفعہ بغاوت کی اور لاہور تک مار دھاڑ کی۔ لیکن آخر کو دبا رہا۔ فوق

سے نکل کر تین دن رات میں وہ کشمیر پہنچ گیا۔ میرزا خواجہ قاسم بلائے رفتہ کے اچانک باز آجانے سے سخت تلملایا اور اس نے یوسف شاہ کو بھی بیٹے سے منحرف کر دیا۔ یوسف شاہ نے بیٹے کی بے جا حرکت سے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن امرائے دولت کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔
اس کے بعد جب حکیم علی خانپور پہنچا تو یوسف شاہ اس کے استقبال کو نکلا اور بڑی تعظیم و تکریم سے ہمراہ لا کر سید علی کی حویلی میں اسے رہائش کے لئے جگہ دی یوسف شاہ خود بھی اکبر کے حضور میں پہنچنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن ماہران ملک اس بات کے برخلاف تھے۔ حکیم علی نے اکبر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا جس نے اسے تو واپس بلا لیا۔ لیکن راجہ بھگوان داس کچھواہہ۔ شاہ رخ میرزا شاہ قلی خاں وغیرہ بائیس سرداروں کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ اور خود دریائے اٹک پر خیمہ زن ہو کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ جب شاہی لشکر دریائے کشن گنگا عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہو گیا۔ تو یوسف شاہ نے بھی حکیم علی کو رخصت کر کے محاربہ و پیکار کی طیاری شروع کی۔ محمد بٹ اور علم شیر خاں جو ایام بغاوت سے محبوس تھے رہا ہو کر انعام و اکرام سے سرفراز کئے گئے۔ محمد بٹ کو محافظت ملک اور رسد رسانی کے لئے سرینگر چھوڑا اور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ سپاہ کے ساتھ غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کدار سنت پہنچ کر سید ابوالمعالی اور حسین چک کہاش کے راستہ پر اور شمس چک یعقوب خاں لوہر قورچی۔ بابا طالب اصفہانی۔ حسن بٹ اور حسن ملک چاڈورہ سعد خیل و حشم اور دیگر زمینداران کہک و بمبہ جولیاس میں مامور ہوئے سخت خونریز لڑائی شروع ہوئی کشمیری سپاہی بڑی شجاعت اور جوانمردی سے لڑے اور سینکڑوں مغلوں کے سر کاٹ کر یوسف شاہ کے پاس لے گئے چند روز تک یہی حالت رہی۔ آخر قدرت الٰہی سے عالمگیر ابر چھا گیا اور ایک ہفتہ تک اس شدت سے بارش اور برفباری رہی کہ تمام ملک میں طغیانی اور طوفان برپا ہو گیا۔ پل اور راستے بہ گئے مغلوں کی فوج کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو گیا۔ رسد رسانی مسدود ہو گئی۔ گرانی

غلہ اس حد کو پہنچ گئی کہ ایک اشرفی کو سیر بھر اناج نہ ملتا تھا۔ ان کے سپاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کو ذبح کر کر کے کھانے لگے۔ جس میدان میں مغلیہ فوج پڑی تھی دلدل بن گیا ہزاروں سپاہی شدت برودت اور سیلاب آب سے ہلاک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کشمیریوں کے حوصلے بڑھ گئے اور مغل ہمت ہار کر پریشان و خستہ حال ہو گئے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن سپہ سالار فوج راجہ بھگوان داس بھی سخت گھبرا گیا مگر ہوش و حواس بجا کر کے اس نے یوسف شاہ کے نام ایک خط شاہ پور خاں کے ہاتھ بھجوایا کہ اگرچہ موجودہ صورت میں ہماری حالت خراب ہے لیکن یاد رہے کہ سال آئندہ تمہیں وہ مصیبت اٹھانی پڑے گی جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی مناسب ہے کہ دور اندیشی سے کام لو انجام کو سوچو اور سر اطاعت حلقہ انقیاد میں رکھ دو یوسف شاہ آگرہ و دہلی میں رہ کر اکبر کا جاہ و جلال دیکھ چکا تھا خود بھی چاہتا تھا کہ صلح ہو جائے اس لئے اس نے میرزا قاسم شاہ کو شاہ پور خاں کے ہمراہ بھگوان داس کے پاس بطور ایلچی بھجوایا جس کی وساطت سے عہد نامہ ہو گیا یوسف شاہ فوج ہراول کے معائنہ کے بہانے سے چار ہزار سوار کے ساتھ راجہ بھگوان داس کے پاس لشکر میں چلا گیا۔ کشمیریوں نے اس کی تاریخ بزبان کشمیر اس طرح لکھی ہے تاریخ۔ <u>میو گرفتار گو</u>

۹۹۳ھ

یوسف شاہ کا بلا سوچ و سمجھے ایسے امر خطیر کا مرتکب ہونا کشمیر کے لئے ایک ہولناک واقعہ تھا جس نے امرائے کشمیر کو دیوانہ بنا دیا۔ آخر سب نے اتفاق کر کے میرزا یعقوب خاں کو مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ اور ہمت باندھ کر بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری میدان جنگ میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ دوپہر تک قریب تین ہزار مغلوں کو کھیت ڈال دیا۔ شاہرخ میرزا[1] استالو لوسی نجار

---

[1] میرزا شاہرخ تیموری شاہزادہ تھا۔ پریشانیاں اور مصائب اٹھا کے ۹۹۲ھ ہجری میں دربار اکبری میں پہنچا۔ اکبر نے بڑی خاطر کی لاکھ روپیہ نقد بھی گھوڑے لونڈی غلام وغیرہ مرحمت کئے۔ میرزا نے ۱۰۱۱ھ ہجری میں

کی تدبیر سے دریائے جہلم پر پل بناکر سرحد کہاوڑہ میں پہاک دیا لیکن زمینداران کہکہ کی ایک جماعت راسپر آپڑی۔ اور اُس کو تمام ہمراہیوں سمیت خاک ادبار میں ملاکر نیست و نابود کر گئی۔ اس کا مال و اسباب غارت کر کے لے گئے اور پل مذکور کو توڑ کر مطمئن ہو بیٹھے۔ آخر تنگ آکر راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کی مصلحت سے میرزا علی اکبر کو بطور سفیر یعقوب خاں کے پاس بھیجا۔ اور راس کو تسلی و تشفی دے کر عہد و پیمان کر دیا اور مبارک خاں گکھڑ کی لڑکی یعقوب خاں سے نامزد کر دی جس کے بعد یعقوب خاں نے محاربہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔ راجہ بھگوان داس یوسف شاہ کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس اٹک چلا گیا۔ اُس نے یوسف شاہ کے بارے میں اکبر کے پاس بہت سفارش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ اور اُسے قید کر دیا۔ جس سے بھگوان داس کو سخت طیش آگیا اور اُس نے اپنے پیٹ میں خنجر پھونک لی۔ کچھ دم باقی تھے موت سے بچ گیا۔ یوسف شاہ پابزنجیر کر کے رام داس کچھواہہ کے پاس لاہور بھیجا گیا۔ دو سال تک ٹوڈرمل کی حراست میں رہا۔ اس کے بعد جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اُس کی سفارش سے منصب پانصدی پر سرافراز ہو کر راجہ مذکور کے ہمرکاب عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ اس حادثہ نے یوسف شاہ کو شکستہ دل کر دیا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد خلل دماغ کے عارضہ میں مبتلا ہو کر دنیا سے گذر گیا۔ اس مرتبہ اس کی حکومت ۴ قمری سال رہی۔

یعقوب شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۱ ماہ ۱۹ روز سنہ ۱۵۸۵ء لغایت سنہ ۱۵۸۶ء
مطابق ۹۹۳ھ لغایت سنہ ۹۹۴ ہجری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ جس میں فضا کی آن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حملہ آوران کشمیر میں شامل نہیں تھے شائد کوئی اور تیموری شاہزادہ ہوگا (فوق)

میدان جنگ سے واپس آکر ۱۵۸۵ء میں یعقوب خاں نے جشن تاجپوشی منعقد کیا۔ اور علی ڈار کو نائب السلطنت اور وزیر اعظم مقرر کیا۔ جیسا کہ یعقوب شاہ خود رائی اور تعصب میں یگانۂ دہر تھا ایسا ہی امورات سیاسی سے بے بہرہ وزیر بھی اس نے منتخب کیا۔ علی ڈار آدمی تو خوش مزاج تھا لیکن مے نوشی اور شراب خوری کا دلدادہ استقلال اور مستقل مزاجی سے بالکل محروم تھا۔ امورات ملکی کے مقدمات میں صدق و کذب۔ نیک و بد اور صلاح و فساد میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ نشہ شراب سے مخمور اور عارضۂ نسیان سے مجبور تھا۔ ابھی ایک حکم جاری کرتا گھڑی بعد اسی معاملہ کے متعلق دوسرا حکم دے دیتا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کو اس نے ایک گاؤں بطور جاگیر بخشا۔ اسی دن وہی گاؤں کسی دوسرے کو عطا کر دیا۔ دونوں جاگیرداروں میں جھگڑا آ اٹھا اور وہ لڑتے لڑتے وزیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دونوں کو جواب دے دیا کہ ہم نے کب کسی کو جاگیریں دی ہیں۔ گاؤں خالصہ سرکار میں شامل ہے کسی کی جاگیر نہیں۔ اسی طرح آپ کے دوسرے احکام بھی بدلتے رہتے تھی۔ لگتی تھی جس سے امورات ملکی میں فتور آنے لگا حکومت کا منشا جھگڑوں جھمیلوں کا تصفیہ کرنا ہے لیکن یعقوب شاہ کی حکومت اور علی ڈار کی وزارت نت نئے فساد برپا کرنے لگی جس سے لوگ جی تنگ آ گئے۔

اسی اثنا میں یعقوب شاہ سید حسین خاں اور شمس ڈوبی کو قائم مقام چھوڑ کر خود اپنے صاحبزادے کی کتخدائی کی تقریب پر مالہ وار تشریف فرما ہوا۔ معاودت کے موقعہ پر جب اچھہ بل پہنچا تو علی ڈار نے شمس چک۔ علم شیر ماگرے اور میر حسین چاڈورہ وغیرہ امرائے نامدار کو اپنے ساتھ شامل کر کے بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن تاب مقاومت نہ لا سکا اور منہزم ہو کر سید حسین اور شمس ڈوبی سے ملنے کو سری نگر کو لوٹ آیا۔ لیکن یعقوب شاہ بھراہی محمد بٹ یلغار کر کے مخالفوں سے پہلے سری نگر پہنچ گیا۔ تاہم وزیر بھی داخل شہر ہو گیا اور دریائے جہلم کے پل توڑ کر بمقام زالا گر قلعہ انگیز ہوا۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں صفوف محاربہ آراستہ کیں۔ اسی اثنا میں علی ڈار نے سید احمد

موافقت کے اعتماد پر یعقوب شاہ کے پاس تلافی مافات کے لئے حاضر ہوا۔
لیکن اس نے اس کی درخواست نامنظور کی۔اس لئے علی ڈار اور شمس چک
دونوں اپنے ہمراہی لے کر سوپور چلے گئے۔یعقوب شاہ بھی اس کے پیچھے
روانہ ہوا اور قصبہ سوپور پہنچ کر اس نے جنگ و جدل کا بازار گرم کر دیا۔یہاں
بھی علی ڈار کو پیٹھ دکھانی پڑی۔دریا عبور کرتے ہوئے کثرت ازدحام سے
پل ٹوٹ گیا اور اس کے بہت سے ہمراہی دریا برد ہو گئے۔شمس چک باہر
روانہ سری نگر ہوا۔یعقوب خاں بھی یلغار کر کے اس سے پہلے ہی داخل شہر
ہو گیا۔اب علم شیر ماگرے اپنی فوج لے کر کھوا ہمہ کی طرف نکل گیا۔میر حسین
جاڈورہ موضع شمسہ بال جا بیٹھا۔اور علی ڈار بڑتھل کے کسی زمیندار کے ہاں
جا کر پناہ گزین ہو گیا۔شمس چک خانقاہ میر شمس الدین عراقی میں جا چھپا۔لیکن
گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد محمد بٹ نے خلعت وزارت زیب تن کیا۔اور یعقوب شاہ
سے فارغ ہو کر اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف مائل ہوا۔ہر ایک سنت و
جماعت پر سخت جور و ستم کرنے لگا۔قاضی موسیٰ جو قاضی میر علی مرحوم کے
احفاد سے علوم غریبہ اور فنون عجیبہ میں آراستہ و پیراستہ قاضی القضات
ملک تھا جامع مسجد کی مرمت کرانے میں عرصہ ایک سال سے مصروف تھا یعقوب شاہ
کو اہل سنت کی مسجد کی تجدید ناگوار خاطر ہوئی اور در پردہ قاضی صاحب کی سرزنش
کے درپئے ہو گیا۔چنانچہ ایک دن اس نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس امر کا فتوٰے
لکھ دے کہ موذن لوگ اذان کے ساتھ کلمہ علی ولی اللہ شامل کر کے پڑھا کریں
قاضی نے اس بات کو خلاف شرع سمجھ کر انکار کر دیا۔اس لئے یعقوب شاہ
نے اسے شمس چک کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھنے کا الزام لگا کر برسر اجلاس شہید
کر دیا۔اور اسکی لاش ہاتھی کی دم سے باندھ کر تمام شہر میں پھرائی گئی۔کہتے
ہیں کہ جب اس کی لاش اپنے گھر پہنچی تو اس کی ماں نے اسپر اپنا دوپٹہ نثار
کر کے خدا کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا بیٹا خدا کے راستے میں شہید ہوا۔اس واقعہ

سلہ بیگنا قاضی کی شہادت کے دن غروب آفتاب سے پہلے آسمان پر سیاہ

جانکاہ کے عہد اہالیان کشمیر بادشاہ کی بدکرداریوں سے سخت بیزار ہو گئے بغض وعناد اور فتنہ و فساد کی ہوا چاروں طرف پھیل گئی اتفاقاً انہیں دنوں میں بادشاہ نے کوتہ اندیشی اور کم عقلی سے ملا حسن اسود کی رائے کے مطابق محمد بٹ کو منصب وزارت سے معزول کر کے قید کر دیا اور اس کی جگہ نازک بٹ کو جو حلیہ عقل و تدبر سے بالکل معرا تھا مدار المہام بنایا۔ نیا وزیر بادشاہ سے بھی بڑھ کر نکلا اور روز برے چنیں شہریارے چناں کا مقولہ صادق آگیا دونوں دل کھول کر جور و ستم میں مشغول ہو گئے۔ رعایا پریشان حال ہو گئی ہندو مسلمان دونوں قومیں مورد عتاب ہوئیں ہزاروں بے گناہ ہلاک کئے گئے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں رعایا جان سے تنگ آگئی۔ جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو بعض اکابران ملک مثل جناب بابا داؤد خاکی اور حضرت شیخ یعقوب صرفی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے اسے تسخیر کشمیر کی ترغیب و تحریص دے کر اس سے حسب ذیل عہد و پیمان کیا۔ اور خود بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

خلاصہ شرائط عہد و پیمان

(۱) حاکم وقت امورات مذہبی۔ بیع و شرا اجناس اور نرخ غلات کے معاملات میں دخل انداز نہ ہو۔

(۲) حکامان و اہلکار سرکار اہالیان کشمیر سے غلام اور کنیز نہ رکھیں۔

(۳) باشندگان ملک ہر قسم کے جور و بدعت اور ظلم و تعدی سے مامون رہیں۔

(۴) چونکہ امرائے کشمیر زمانہ بے استقلالی کے باعث مفسد فتنہ و فساد ہو رہے ہیں۔ فی الحال انہیں امورات ملکی و مالی میں دخل نہ دیا جائے۔

۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں اکابران کشمیر کی درخواست پر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۶۔ ابر چھا گیا اور آندھی و طوفان چلنے لگا۔ رعد اس زور سے کڑکنے لگا کہ تمام ملک سہم گیا۔ عورتوں کے حمل اسقاط ہو گئے۔ اور کئی خورد سال بچے دہشت سے ہلاک ہو گئے

ہندوستان نے میرزا قاسم میر بحر کو چار ہزار پیادہ فوج دے کر روانۂ کشمیر کیا۔ شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک بدرقہ اور رہنما مقرر ہوئے اور میرزا قاسم میر بحر یلغار کرتا ہوا دنوں میں حدود راجوری تک پہنچ گیا۔ وزیر نازک بٹ کو قائم مقام چھوڑ کر یعقوب شاہ بھی تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیدل کے ساتھ ہیرہ پور کے راستے مقابلہ کو نکلا چونکہ رعایائے کشمیر پہلے دن سے یعقوب شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہی تھی اکثر امرا اور اراکین دولت روگرداں ہو کر اکبری افواج سے جا ملے منجملہ ان کے سید یوسف خاں بیہقی نے بمکر و فریب وزیر نازک بٹ سے بہت سا سامان حرب بھی لے لیا اور کچھ ایسے ہی علم شیر ماگرے اور ظفر خاں ولد شمسی چک سے عہد و پیمان کر کے سری نگر داخل ہو گیا اور محمد بٹ اور شمس چک کو حبس خانہ سے آزاد کر کے اہل تشیعہ پر لوٹ مار اور غارت تاراج مچانے لگے محلہ اور خانقاہ جڈیبل کو جلا کر خاک میں ملا دیا اور شمس عراقی کی قبر کے موقعہ پر مزبلہ بتعمیر کرا دیا۔ اسی طرح تمام اہل تشیع کے خان مان غارت کر کے خاک میں ملا دیئے۔ تین روز تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد سید یوسف خاں دل کا بخار نکال کر پونچھ کی طرف جا کر میرزا قاسم کی فوج سے جا ملا۔ یعقوب شاہ نے ہیرہ پور سے یوسف چک ولد حسیان چک۔ رئیبہ چک ولد ابدال چک اور سید ابراہیم خاں ولد سید مبارک خاں وغیرہ کو کوہ نبل کے راستہ کی حفاظت پر مامور کیا لیکن ان کے تمام ہمراہی بھاگ کر اکبری فوج سے جا ملے اور یوسف چک وغیرہ پابوس ہو کر یعقوب شاہ کے پاس آ گئے۔ اسی طرح ابراہیم نایک اور شنگی نایک بھی جو سیدو کے راستے کی نگرانی پر متعین تھے غنیم سے مل گئے۔ البتہ قاسم نایک اور حسیان چک جو پیر پنجال کے راستے بطور ہراول گئے تھے میرزا قاسم سے زور آزما ہوئے۔ قاسم نایک تو پہلے ہی حملہ میں مارا گیا لیکن اس کا لڑکا ظفر نایک محمد نایک کی معاونت سے مغلوں کے ساتھ اس جوش و خروش سے لڑا کہ اکبری فوج میں تنزلزل پیدا ہو گیا۔ اسی اثناء میں ان دونوں بہادروں کے قتل ہو جانے نے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور اکبری فوج کوہ پیر پنجال عبور کر کے کشمیر میں داخل ہو گئی۔ سید ابوالمعالی دولت

ہیں رہا تھا لیکن اسکی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی۔ آخر اس کی حکمت عملی اور حسن اخلاق نے محمد بٹ، شمس چک، ظفر خاں اور علم شیر خاں کو مغلوں سے منحرف کر لیا اور وہ لوگ بمقام ہیرہ پور یعقوب شاہ سے آملے۔ اس طرح مغل سپاہیوں کے لئے ایک اور معرکہ کا میدان کھل گیا۔ اور اب یعقوب شاہ کی بھی فوج سے لڑائی شروع ہوگئی۔ پھر دن تک بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار گرم رہا اور کشمیری سپاہ نے بھی ننگ و ناموس بچانے کی خاطر کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

شمس چک نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ اپنے ہاتھ سے اس اکیلے جوان مرد نے کئی مغلوں کو شربت مرگ چکھایا۔ باوجود دشمنوں کی کثرت کے جان سلامت لیکر کرناہ کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس احکم الحاکمین کو جو شہنشاہوں کا شہنشاہ اور بادشاہوں کو گدا اور گداؤں کو تاج شاہی پہنانے والا ہے، کشمیر کی یہ آزادی جو رعایا کے لئے ستم قاتل ہو رہی تھی منظور نہ تھی اس لئے اس کے سامان بھی حکمران خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں اور مذہبی تعصب و ظلم کی شکل میں نمودار ہو رہے تھے۔ اور یعقوب شاہ کے عہد میں تو حد کمال کو پہنچ چکے تھے۔ باوجود نہایت بہادری سے مقابلہ کرنے کے خوبیئے تقدیر نے ساتھ نہ دیا اور آخر یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ مغلوں کا لشکر بابیب لشکر رات کو شوپیاں میں قیام کر کے دوسرے دن ۷ ذیقعد ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم میر بحر کی سرکردگی میں بہ کمال تزک و احتشام داخل سری نگر ہوا۔

جس طرح کشمیر کے ان آخری دو حکمرانوں کا نام یوسف اور یعقوب تھا اور جس طرح یہ دونوں باپ بیٹا تھے۔ اسی طرح ایران کے فرماں رواؤں میں بھی یوسف ترکمان کا بیٹا سلطان یعقوب بیگ ترکمان تھا۔ ان کا بھی جب ایسا ہی انجام ہوا تو وہاں کے کسی شاعر نے یہ شعر موزوں کیا جو کشمیر کے ان آخری کشمیری الاصل حکمرانوں پر بھی صادق آتا ہے ؎

نہ از یوسف نشانے دیدم از یعقوب آثارے
عزیزاں یوسفا را گم شد چہ شد یعقوب را یارے

اورنگ چہارم

دورِ حکومت شاہان خاندان چغتائی

(از ابتدائے ۱۵۸۶ء تا نہایت ۱۷۵۲ء مطابق ۹۹۴ھ تا نہایت ۱۱۶۶ھ)

عروس است این چرخ ماتم کدہ — یکے شاد دارد دگر غم زدہ

سلطان سکندر کے عہد حکومت میں جس امیر تیمور صاحبقران نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کر کے سلطان موصوف کو بھی حلقہ بگوش بنایا تھا۔ ناظرین کے دلوں سے محو نہ ہوا ہوگا۔ شہنشاہ خاندان چغتائی کا جدامجد بھی امیر ہے۔ جو مملکت ترکستان اور خراسان کا ایک اولوالعزم اور نامور بادشاہ گذرا ہے۔ وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت کا استحکام کچھ عرصہ کے لئے مفقود ہوگیا تھا کیونکہ اس خوش نصیب امیر نے گیارہ لڑکے چھوڑے جنہوں نے سلطنت کے حصہ کر کے اپنی طاقت کو بالکل کمزور کر لیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد تیموری مملکت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ مرزا الغ بیگ کے ہاتھ کابل آیا۔ احمد مرزا سمرقند سنبھال بیٹھا۔ محمود مرزا نے حصار و قند زیر قبضہ جما لیا اور عمر شیخ مرزا اندخان اور فرغانہ کا حاکم بنا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں بنگئیں جن سے امیر تیمور کی ساری شان و شوکت کا بظاہر خاتمہ ہوگیا لیکن ۱۴۸۳ء میں ابوسعید میرزا کے بیٹے عمر شیخ مرزا کے ہاں یونس بیگ حاکم مغلستان کی لڑکی کے بطن سے ایک ایسا اقبالمند لڑکا پیدا ہوا جس نے ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے ایک ایسے عظیم الشان اور نامور خاندان کی بنیاد ڈالی جس کا ستارۂ اقبال تاریخی عالم میں جب تک دنیا قائم ہے رشک کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان اسی خاندان کا ایک روشن ہیرا ہے جس نے ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں بھی تغیر عظیم پیدا کر دیا اس سے پہلے یہاں کی حکومت خود مختار فرمانرواؤں کے قبضہ اقتدار میں رہی۔ لیکن اس شہنشاہ کے وقت سے وہ ملک جو کسی وقت اپنی بہادری اور شجاعت کا سکہ تمام ہندوستان پر بٹھا چکا تھا اسی ملک کی معمولی ریاستوں کی فہرست میں درج ہونے لگا۔ اگرچہ سابقہ شان و شوکت اور لوکیلٹی کے لحاظ سے اکبر جیسے بادشاہ کے لئے

بھی کشمیر کا فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن قدرت نے دوسری فتوحات کے ساتھ تسخیر کشمیر کا سہرا بھی اسی کے سر باندھنا تھا اس لئے اس کے اسباب اور وسائل چکوں کی خانہ جنگیوں مغض دعناد مذہبی تعصب اور دل آزاری میں لپیٹے چھپا رکھے۔ جو اس وقت تک جبکہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا کسی کو محسوس نہ ہو سکے۔ بابر اور ہمایوں کو بھی اس طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا تھا لیکن وہ لوگ اپنے اپنے معاملات میں ایسے سرگردان تھے کہ کشمیر کی جانب پوری توجہ نہ کر سکے اور چکوں کو انہوں نے اتنا موقعہ دیا کہ سلطنت کی بنیاد کما ینبغی بوسیدہ کر لیں تاکہ ان کے جانشین کو اس کے فتح کرنے میں ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے۔ اب جبکہ اکبر کا سپہ سالار مرزا قاسم میر بحر کشمیر میں داخل ہو گیا اور دارالسلطنت پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو لوگوں کو زیرچو کا مزہ یاد آنے لگا یعقوب شاہ اور شید ابوالمعالی نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مرزا قاسم بیگ سے نکل جائے لیکن بادشاہ کی کوتہ اندیشی اور کم عقلی نے ان کی بے مثال شمشیر زنی اور بہادری کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی اور انہیں آخر منہ کی کھا کر ملک غنیم کے حوالہ کرنا پڑا ہے

قضا دستے است پنج انگشت دارد۔ چو خواہد از کسے کامے بر آرد

دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

ایک مرتبہ پھر یعقوب شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی شجاعت کی داد دیکران کی حوصلہ افزائی کرتا اس کے دماغ میں ہیرہ پور میں شکست کھانے کی غیرت جوشزن ہوئی اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کو میدان میں پیٹھ دکھائی تھی۔ سزا دینے پر مستعد ہو گیا جس سے تقریباً تمام سردار رنجیدہ خاطر ہو کر اٹھ گئے اسی اثناء میں مرزا قاسم بھی سر پر آموجود ہوا اور بیاپنجی کو ہمیشہ کے لئے حکومت کو خیرباد کہنی پڑی۔

خاندان مغلیہ نے کوئی سوا سو برس شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ تک بڑے زور و شور سے حکومت کی لیکن اس کے بعد ہر کانے راز والے کے مطابق ان کی حکومت میں بھی ضعف آنا گیا۔ بادشاہوں نے ملک گیری اور مملکت رانی چھوڑ کر عیش و عشرت اور شراب و کباب کی مجلسیں گرم کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے عہد

...بے دربار گیا تھا۔ ایک رقاص خانہ بن گیا تھا۔ امراء و وزراء سے بڑھکر رقاصوں اور مغنیوں کو انعام اور خطاب دیئے جاتے تھے جن سے سلطنت کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی اور ارکین دولت منحرف ہو گئے۔ جب کسی فرد بشر یا قوم یا بادشاہ کے بُرے دن آتے ہیں تو قدرت تمام ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جن سے تباہی اور خرابی کا انسداد نہ ہو سکے۔ نادرشاہ کے حملہ نے ان کی رہی سہی طاقت کو بھی زائل کر دیا۔ ایام ادبار کی یہی نشانی ہے کہ نادرشاہ نے چند ضروری امورات کی نسبت محمد شاہ کو پے در پے لکھا لیکن اس سرمست بادہ جہالت نے جواب تک نہ دیا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔ کہ "جواب چہ مے نویسم اگر مے نویسم القاب چہ مے نویسم او مدد قلی است ذاتی بادشاہ نیست"۔ اسی قسم کی باتوں نے نادرشاہ کو بھی تسخیر ہند پر آمادہ کر دیا ورنہ وہ خود کہہ رہا تھا اور محمد شاہ کو بھی لکھ چکا تھا کہ "آنچہ کہ از مضافات و رخبات ایران است تسخیر کردم۔ ہندوستان سلطنت علیحدہ است۔ قصد آں نیست مگر آنکہ چہار کروڑ روپیہ کہ ہمایوں شاہ از شاہ طہماسپ باضی گرفتہ است بہ ہند تعرض نخواہم کرد"۔ اسی طرح جب صوبیداروں یا منصبداروں کی عرضیاں اور مراسلہ موصول ہوتے تو انہیں جام شراب میں ڈالکر آپ فرماتے ع

این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولے

بادشاہ کی یہ حالت دیکھکر صوبیداروں کو بھی جرأت ہوگئی۔ اوروں کے علاوہ ابوالبرکات خان اور میر مقیم کنٹ نے کشمیر میں شورش برپا کی۔ اور حکومت کشمیر کی وہ حالت کر دی کہ صوبیدار صرف رعایا اور اہالیان سرینگر کی ذاتی منشاء کے مطابق مقرر ہو سکتے تھے اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ بلکہ

امیران کشمیر نے احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت شروع کر دی اور اُسے بھی تسخیر کشمیر پر آمادہ کر لیا۔ ادھر ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم خان نے تو اس خاندان کی ناؤ ہی ڈبو دی جو میر مقیم کنٹ کو مغلوب کر کے شاہ دہلی سے منحرف ہو گیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ ایسے ملک کو فتح کر لینے میں تقسیم کے لئے کونسا امر سد راہ ہو سکتا ہے۔ ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی کے جنرل عبداللہ خان ایشک آقاسی نے احمد شاہ چغتہ اور ابوالقاسم خان دونوں کو منہ تکنے کے لیئے چھوڑ دیا۔ اور حکومت کشمیر خود سنبھال بیٹھا۔

شجرہ نسب شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر شاہ

پیدائش ۸۳۰ھ وفات ۸۷۳ھ۔ سلطان ابوسعید مرزا۔ امیر تیمور کی چوتھی پشت سے تھا
عمر شیخ مرزا۔ ولادت ۸۶۰ھ
ظہیرالدین محمد بابر۔ ولادت ۸۸۸ھ وفات ۹۳۷ھ
نصیرالدین محمد ہمایون۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
جلال الدین اکبر ولادت ۹۴۹ھ وفات ۱۰۱۴ھ
نورالدین جہانگیر۔ ۔ ۔ ۔ وفات ۱۰۳۷ھ
شہاب الدین شاہ جہان۔ وفات ۱۰۷۶ھ
محی الدین عالمگیر ولادت ۱۰۲۷ھ وفات ۱۱۱۸ھ
محمد اعظم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وفات ۱۱۱۹ھ
محمد معظم بہادر شاہ شاہ عالم۔ وفات ۱۱۲۴ھ
معزالدین جہاندارشاہ وفات ۱۱۲۵ھ
فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ وفات ۱۱۳۱ھ
رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن بہادر شاہ وفات ۱۱۳۱ھ
رفیع الدولہ بن رفیع الشان ۔ ۔ وفات ۱۱۳۱ھ
روشن اختر محمد شاہ بن خجستہ اختر بن بہادر شاہ وفات ۱۱۶۱ھ
احمد شاہ معزولی ۱۱۶۷ھ وفات ۱۱۸۸ھ
محمد عزیزالدین عالمگیر ثانی وفات ۱۱۷۳ھ
علی گوہر شاہ عالم ثانی وفات ۱۲۲۱ھ
اکبر شاہ ثانی وفات ۱۲۵۳ھ
ابوالظفر بہادر شاہ خاتم السلاطین تیموریہ معزولی ۱۸۵۷ء وفات ۱۸۶۲ء

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند

ایام حکومت ۴۹ سال ایکماہ ۱۲ روز ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ ۹۶۳ھ تا

یہ بادشاہ پنجم ماہ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵۴۲ء کو بمقام امرکوٹ ماہم بیگم کے بطن سے ایسے زمانہ انقلاب میں پیدا ہوا کہ اس کا باپ ہمایوں اس کی تعلیم و تربیت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا بلکہ اس کی ولادت کو بھی مصیبت سمجھکر اور اس شیرخوار بچہ کو مرزا کامران کے پاس چھوڑ کر خود بہمراہی ماہم بیگم ایران چلا گیا خلاف توقع اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ہمایوں کے نصیبہ نے پلٹا کھایا۔ اور یاوری بخت نے تھوڑے عرصہ میں دشمنوں کو مغلوب کر کے اسے سلطنت ہند پر مستقل کر دیا۔ اس اثناء میں جب اکبر نے ذرا ہوش سمبھالا تو بیرم خان اس کا اتالیق مقرر ہوا لیکن ابھی تحصیل علوم و فنون کے میدان میں اس نے قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اچانک محمد ہمایوں بام سے گر کر مر گیا اور تیرہ سال نو ماہ کی عمر میں ۲ ماہ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو اس ناسمجھ بچے کے سر پر ہندوستان کی پرفتنہ و فساد سلطنت کا ناقابل برداشت بوجھ آپڑا۔ لیکن تائید غیبی شامل حال تھی۔ خداداد عقل و دانشمندی سے اس پرآشوب ملک کو اس نے ایسا رام کیا کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور بیرم خان اتالیق کی جانفشانی اور اکبر کی معاملہ فہمی نے دشمنوں کا قلع قمع کر کے ملک کو بالکل صاف کر دیا۔

اکبر محض ناخواندہ ․ ․ ․ ․ ․ بادشاہ تھا لیکن فہم و فراست۔ سیاست ملکی حکمت عملی اور عدل و انصاف میں اپنا نظیر آپ ہی تھا۔ اس نے ہندوستان جیسے مختلف المذاہب ملک کو قابو کرنے کے لئے مذہبی معاملات میں ایسا بے تعصبانہ وطیرہ اختیار کیا کہ کیا ہندو کیا مسلمان سب اس کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ صاحب غیرت راجپوتوں اور متعصب ہندوؤں کی لڑکیوں کا حرم سرائے اکبری میں داخل ہو کر فخر کرنا اسی کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھا۔ مذہبی پابندیوں کو بھی توڑ کر راجہ و مہاراجہ بصد خوشی اس سے تعلق رشتہ داری پیدا کرتے چنانچہ راجہ بہارامل والئے مارواڑ کی لڑکی اس کی چہیتی بیگم تھی۔ اس طرح ہندو راجاؤں سے رشتہ ناطہ جوڑ کر اس نے تمام سرکشوں کو مطیع و منقاد

کرلیا۔ عالموں فاضلوں کی بھی قدر ومنزلت بدرجہ غایت کرتا۔ اس کے دربار میں ہر وقت علمی تذکرہ رہتے۔ بہت سی عربی سنسکرت اور ترکی کتابوں کا ترجمہ اس نے فارسی زبان میں کرایا۔ انجیل اور توریت کے ترجمہ کے لئے شاہ انگلستان سے خط وکتابت کی۔ مشہور ومعروف اکبری نورتن وہ انجمن شورا تھی جس میں ابوالفضل۔ بیربل۔ ابوالفیضی نواب خان خانان۔ مرزا کوکلتاش۔ ابوالفتح۔ ٹوڈرمل۔ راجہ مان سنگھ۔ اور حکیم ہمام جیسے نامی گرامی اشخاص شامل تھے۔ جن میں سے ہر ایک علامہ دہر اور یگانہ روزگار ہونے کا استحقاق رکھتا ہے۔ انہیں مشیروں کی صوابدید سے امورات سلطنت سرانجام دیتا۔ جب تخت نشین ہوا تو اس کی سلطنت صرف شہر دہلی اور اس کے ارد گرد چند میلوں تک محدود تھی۔ لیکن اس نے جلد ہی اپنی حکومت کو وسیع کر لیا۔ مالوہ۔ گجرات۔ اڑیسہ۔ ٹھٹہ۔ بھکر۔ بنگالہ۔ خاندیس۔ برار احمد نگر۔ قندھار۔ برہان پور اور کشمیر وغیرہ علاقہ جات کو مفتوح کر کے تمام ہندوستان پر قابض ہوگیا۔ غرضیکہ اکبر ایسا اولو العزم اور عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے۔ جس کی نظیر ہندوستان کیا تمام دنیا میں مشکل سے ملیگی۔ اس کی سوانح عمری عجیب وغریب نشیب وفراز سے مملو ہے۔ لیکن علت تعلق چونکہ واقعات کشمیر سے ہے اس لئے باقی حالات کو نظر انداز کر کے جو واقعات کشمیر کے متعلق ہیں حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔ ۱۶۔ ذیقعد ۹۹۴ھ وہ دن تھا جبکہ اکبر کے سپہ سالار مرزا قاسم خان میر بحری نے ہیرہ پور کی فتح کے ساتھ ہی تاریخ کشمیر میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ کشمیر کو خود مختار ممالک کے زمرہ سے نکال کر ہندوستان کا ایک صوبہ بنا دیا۔ اور حکومت ملک چکوں کے خاندان سے منتقل کر کے شاہان دہلی کے ہاتھ میں دیدی۔ اکبر خود تو ہمیشہ ہندوستان ہی میں قیام پذیر رہا۔ اور ساری حکومت میں صرف تین مرتبہ بطور سیاحت وارد خطہ ہوا۔ لیکن کشمیر کے انتظام کے لئے دار السلطنت ہندوستان سے لائق وفائق اور برگزیدہ صوبیدار تعینات کرکے بھیجتا رہا جن کے مفصل حالات اگلے صفحوں میں درج کئے جائینگے۔ اس بادشاہ نے کشمیر میں انیس سال ایک ماہ اور بارہ روز سلطنت کی۔ آخر ۱۰۱۴ھ میں ضعف پیری کے باعث طبیعت بگڑنے لگی۔ صحت خراب ہوگئی۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۳۔ ماہ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو سارا جاہ وحشم یہیں چھوڑ کر عالم فانی سے ملک جاودانی کو انتقال

کر گیا۔ تاریخ ہوئی۔ الف کشیدہ ملائک ۱۰۱۴ھ

مولانا مظہری کشمیری نے اس کی وفات پر ذیل کی تاریخ منظوم کی ہے ۱۰۱۴ھ = ۱۶۰۵ء

بادشاہ اکبر کہ پنجاہ و دو سال	عدل او ظلم زحل سیمائی سوخت
مہر کجا رخشش ز جنبش نعل راند	خسرواں را چتر گرداں سائی سوخت
ناگہاں باد اجل بر شمع خورد	جامۂ فانوس بزم آرائی سوخت
دولت شاہیش چوں جائے کرم	نعرہ زد گردوں کہ خیز آنجائی سوخت
مظہر از صاحب قران (۱۰۱۴ھ) تاریخ جست	گفت از حسرت دل چغتائی سوخت

صوبیدار جو عہد اکبری میں حکومت کشمیر پر مامور ہوئے۔

(۱) مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر	۱۱ ماہ ۵ روز / ۱۱ ماہ ۲۰ روز	۹۹۴ھ تا ۹۹۵ھ	مطابق ۱۵۸۶ء تا ۱۵۸۷ء
(۲) سید یوسف خان رضوی	۳ سال ۶ ماہ ۱۲ روز / ۳ سال ۵ ماہ	۹۹۵ھ .. ۹۹۹ھ	۱۵۸۷ء .. ۱۵۹۰ء
(۳) محمد قلی خان	۱۱ سال / ۱۱ سال ۸ ماہ	۹۹۹ھ .. ۱۰۱۰ھ	۱۵۹۰ء .. ۱۶۰۱ء
(۴) مرزا علی اکبر	۴ سال ۸ ماہ / ۴ سال ۶ ماہ ۱۰ روز	۱۰۱۰ھ .. ۱۰۱۵ھ	۱۶۰۱ء .. ۱۶۰۶ء

مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر
حکومت ۱۱ ماہ ۵ روز۔ ۱۱ ماہ ۲۰ روز
۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء تا ۹۹۵ھ ۱۵۸۷ء

۱۷۔ ذیقعدہ ۹۹۴ھ ۱۵۸۶ء کو مرزا قاسم نے داخل سرینگر ہو کر اکبری جھنڈا گاڑ دیا[۱]۔ یوسف چک کا بیٹا حیدر چک اس کے ہمراہ تھا۔ دیگر امرائے کشمیر بھی جوق جوق جمع ہو کر اکبری حکومت کا جوا گردن میں ڈالنے لگے۔ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور تمام ملک میں سکے بادشاہ کی

۱؎ مرزا قاسم خان کے حملۂ کشمیر کی نسبت یہ روایت دلچسپی سے خالی نہیں ہے "اکبر کشمیر کی تعریفیں سنتا رہتا تھا اور ملک گیری کا شوق بھی تھا اس لئے کسی نہ کسی حیلے سے کشمیر پر تسلط جمانا چاہتا تھا جب وہاں کی بد انتظامی خانہ جنگیوں اور شیعہ سنی کی لڑائیوں نے اسے ایسا موقعہ دے دیا تو اس کی تسخیر کی تدبیریں سوچی جانے لگیں۔ ابو الفضل نے کئی تدبیریں بتائیں لیکن وہ مقبول نہ ہوئیں۔ آخر بادشاہ کے حکم سے اختر شناسوں کی مجلس آراستہ ہوئی۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ اگر تھوڑی سی بھی تنگ دلی کی جائیگی تو ضرور فتح ہو جائیگی۔ یہ سنکر بادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اور ۳۱ سن جلوس مطابق ۹۹۴ھ میں قاسم خان کو ایک بھاری لشکر کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔" (اقبال نامہ اکبری) فوق۔

حکومت کے لئے شادیانے بجنے لگے۔ مغلوں سے تنافر اور تقریب رکھنے کے باعث اہل ملک کے دلوں میں حیدر چک کی قدر و منزلت حد سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اس کے روز افزوں عروج سے مرزا کے دل میں بھی تردد اور خوف پیدا ہوگیا اور اس نے جلد بازی اور کوتہ اندیشی سے اسے قید کر دیا۔ اس کارروائی نے الٹا اثر کیا اور امرائے کشمیر میں سے ہر ایک اپنی اپنی حالت سے متوحش ہوگیا اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اسی اثنا میں یعقوب شاہ جو شکست کھا کر کشتواڑ بھاگ گیا تھا راجہ بہادر سنگھ والئے کشتواڑ کے ہاں پناہ گزین ہوگیا۔ راجہ موصوف نے جو یعقوب سے رشتہ مصاہرت بھی رکھتا تھا اس کی حالت پر افسوس ظاہر کیا اور اس کی بزدلی اور کم ہمتی پر لعنت ملامت کی جس سے وہ نادم بھی ہوا اور غیرت نے بھی اس کے سینہ میں جوش مارا چنانچہ یعقوب شاہ وہاں سے دل برداشتہ ہو کر کشمیر چلا آیا۔ یہاں آگے ہی لوگ مرزا قاسم کے تشدد سے خوف زدہ ہو رہے تھے اور پرانے بادشاہ کی جستجو میں تھے۔ بمقام جیرہ دلی پہنچتے ہی اس کے پاس ایک بھاری جمعیت اکٹھی ہوگئی۔ اور ایک دن رات کو باتفاق یوسف خان حسین ماگرے ابراہیم چک اور علی چک باجی دیگر امراء مغلوں پر آ پڑا۔ اور اس جوش و خروش سے حملہ آور ہوا کہ ایک ہی وار میں سینکڑوں مغل خاک ہلاکت میں ملا کر ہٹا۔ شاہی محلات اور اس کے حوالی نزولی مغلوں کی رہائش کے جو مکان تھے جلا کر خاکستر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر رعایا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مرد و زن دیوار اور کوچہ و بازار سے مغلوں پر پتھر اینٹ اور لکڑی برسنی شروع ہوگئی۔ سید ابو المعالی نے شاہی خزانہ جو میر عبدالرزاق کی تحویل میں تھا طرفۃ العین میں لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں مرزا قاسم بھی خواب خرگوش سے اٹھا۔ پہلے تو اس نے حیدر چک کو جیل سے طلب کر کے قتل کیا اور پھر کمر ہمت باندھ کر مردانہ وار دشمن پر ٹوٹ پڑا اور کشمیریوں کو مولی کی طرح کترنے لگا۔ سینکڑوں مارے گئے ہزاروں زخمی ہوگئے۔ پامیدہ قزاق جو دلاوران جلادت شعار سے تھا میدان کارزار میں شیر ببر کی طرح گرجتا جدھر گرتا صفوں کے صف خالی کر جاتا۔ علی میر کوکہ بھی اسی جوان قیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آخر کار سید ابو المعالی جسارت کر کے اس موذی کے مقابلہ پر آیا اور نیزے کے ایک ہی وار میں اس نے اس خونخوار کو چاہ عدم میں ڈال دیا۔

اس پر فریب ستم سپاہی کیبارگی سیتھ پر آپڑے اور وہ تن تنہا ان کے حلقہ میں آ گیا تاہم اس
نے حوصلہ نہ ہارا اور بڑھ بڑھکر تمتمہ مارنے لگا۔ اسی جد وجہد میں گھوڑا
حملہ آوروں کے سروں کے اوپر سے گذر کر گھیرے سے باہر نکل گیا اور دوبارہ بڑی
آب وتاب سے حملہ آور ہوا تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں۔ خون کی ندیاں بہ گئیں
آخر کار اکبری سپاہ حوصلہ ہار کر منتشر ہو گئی اور یعقوب شاہ پھر ایک مرتبہ فتح و نصرت
کا ڈنکا بجاتا ہوا دولت خانہ شاہی میں داخل ہو گیا۔ مسند حکومت پر جلوس کر کے اس نے
مغلوں پر قتل عام مچانے کا حکم دیا۔ راستے روک دیئے کہ ہندی لشکر سے ایک فرد بشر
بھی زندہ نہ بچ نکلے۔ اسی موقعہ پر اس نے ظاہر کیا کہ ان لوگوں کو جو ہیرہ پور کے معرکہ
میں منحرف ہو کر دشمن سے جا ملے تھے مقتول کئے جائیں۔ یہ سنتے ہی کئی سردار جو اس گروہ
میں شامل تھے۔ دربار سے اٹھکر چلے گئے۔ اور یعقوب شاہ کے پاس معدود آدمی رہ
گئے۔ قاسم خان بھی موقعہ کی تلاش میں تھا فوراً چڑھ آیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ بیچارہ یعقوب
پھر تاج و تخت اور محل و شاہ نشین کو خیر باد کہکر کوہستان اولر کی طرف بھاگ گیا۔ اور
قاسم خان دوبارہ ملک پر قابض ہو گیا لیکن امرائے کشمیر جو ایک عرصہ سے فتنہ و
فساد کے عادی ہو رہے تھے اس بیچارے کو کب چین لینے دیتے تھے یعقوب شاہ
تو بھاگ گیا لیکن شمسی چک۔ سید حسین بیہقی اور شمس ڈولی سوپور میں بغاوت کا جھنڈا
کھڑا کئے مغلوں کے خون کے پیاسے بیٹھے تھے۔ مرزا نے ان کے قلع قمع کے
لئے قوم گکھڑ کی ایک بھاری جماعت مامور کی لیکن یہ لوگ ابھی پٹن میں ہی پہنچے تھے
کہ شمسی چک نے شبخون مار کر سب کو تتر بتر کر دیا اور خود سوپور کو لوٹ گیا۔ لیکن
جلدی ہی جاڑہ شروع ہونے پر کوہستان کرناہ کو چلا گیا۔ یعقوب شاہ اپنے ہمراہی ساتھ
لیکر کشتواڑ چلا گیا۔ سید ابو المعالی نے بنیالچوں کے ہاں موضع لاڑہ میں پناہ لی۔ اور باقی کے
سارے باغی شدت سرما کے خوف سے زمینداروں کے ہاں جہاں سینگ سمائے
روپوش ہو گئے۔ مگر یوسف خان، حسین خان اور ابراہیم خان نے مرزا کی اطاعت
قبول کر لی۔ اس کے بعد مرزا قاسم خان نے مصلحت وقت سوچکر سید مبارک خان
بابا مہدی۔ بابا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو بکمال اعزاز و اکرام حیدر بیگ کے
ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھجوا دیا جس نے مراحم خسروانہ سے سرشار کر کے انہیں خلق

عاطفت میں لے لیا جب زمستان گذر گیا تو پہلے یعقوب شاہ نے براقفت ابراہیم چک اور بنیہ چک وغیرہ لشکر گرانقدر آراستہ کرکے پرگنہ اولپس کوہ ڈگول پر فتنہ و فساد بر پا کیا اور پھر سید ابو المعالی نے ابراہیم خان۔ تیجے رینہ زمیندار برتل۔ بہرام نیا یک احمد نیا یک زمینداران ماگام اور یوسف رشی زمیندار گیر و وغیرہ کو ہمراہ لیکر غازی ناڑی میں علم بغاوت کھڑا کیا اس کے بعد شمس چک بھی کرناہ سے مراجعت پذیر ہو کر علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا۔ مرزا قاسم خان نے بھی فوج آراستہ کی اور سید جلال خان کو سید ابو المعالی کے مدافعہ کے لئے اور مبارک خان گکھڑ کو شمسی چک کے تدارک کے لئے مامور کیا اور خود علم شہر آگرے۔ میرزادہ علیخان سید عبداللہ خان۔ گوجر خان۔ مرزا علی اکبر شاہی۔ جلال مسعود اور آٹھ ہزار سوار ہمراہ لیکر یعقوب شاہ کے مقابلہ کو بڑھا اور موضع گاسو میں صفوف محاربہ آراستہ کرکے لڑائی میں مشغول ہوا میرزادہ علیخان بے شمار شاہی سپاہیوں کے ساتھ مارا گیا اور مرزا قاسم خان سینکڑوں اسیر چھوڑ کر سرینگر بھاگ گیا۔ یہاں پہنچکر سید جلال۔ اور مبارک خان کو بھی اس نے واپس بلا لیا۔ اسی اثناء میں یعقوب شاہ بھی کوہ ڈگول سے اتر کر کوہ سلیمان کے دامن میں آ بیٹھا۔ سید ابو المعالی بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ شمسی چک اور شمس ڈوبلی سوپور سے ادھر کر بیوہ مانجک پر آ بیٹھے۔ اس طرح سرینگر کے سوا باقی تمام ملک مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مرزا قاسم بھی گھبرا گیا تاہم حوصلہ کرکے اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ پاندریٹھن کی جانب سے اور دوسرا گوپہ کار کی طرف سے یعقوب شاہ پر حملہ آور ہوا۔ اور طرفین کے بہادر دل کھولکر لڑنے لگے صبح سے دو بجے تک سخت دار و گیر رہی سینکڑوں مارے گئے۔ ہزاروں جانیں لے کر میدان چھوڑ گئے کشمیریوں نے وہ قیامت برپا کر دی کہ مغل سخت پریشان ہو گئے۔ قریب تھا کہ میدان خالی کر جائیں کہ اتفاقاً ایک تیر یعقوب شاہ کے سپہ سالار لوردز چک کی آنکھ میں لگا۔ سردار کا گرنا تھا کہ فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئی۔ مغل بھی تعقب کی جرأت نہ کر سکے اور فتح و نصرت کو غنیمت سمجھکر واپس لوٹ آئے لیکن باوجود اس شکست کے یوسف شاہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور نئے سرے سے لڑائی کی طیاریاں

کرنے لگا۔ دوسرے دن اس نے شمسی چک کے نام لکھ بھیجا کہ اگر ملک اور قوم کی آبرو رکھنی ہے تو جب شنیم ہم لوگوں پر حملہ آور ہو تم لوگ سرینگر پر قبضہ کر لو۔ اسی طرح اگر دشمن تمہاری طرف بڑھیگا تو شہر پر ہم قبضہ کر لینگے۔ بہر حال لازم ہے کہ ایکدل ہوکر دشمن کو ملک سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ورنہ نااتفاقی کی حالت میں ناحق خلق خدا کی جانیں ضائع کرانا کیا فائدہ رکھتا ہے۔ شمسی چک نے جواب میں حسن ملک ناجی کو یعقوب شاہ کی خدمت میں بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ آپ مع فوج نانجک تشریف لے آئیں۔ جیسے مصلحت ہوگی کیا جائیگا۔ دوسرے دن یعقوب شاہ کوہ سلیمان سے اٹھکر نانجک پونچگیا۔ جب مرزا قاسم نے تازہ دم فوج لیکر مخالفوں پر حملہ آور ہوگیا اور صفوف محاربہ آراستہ کرکے اس نے ایک فیل مست غنیم پر ہانکا جس نے حسن چک کے سر پر موٹھ پھیلایا لیکن اس نے ہاتھی کی ناک پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ بدحواس ہوکر واپس بھاگا اور اپنی ہی فوج کی صفوں کو پامال کرتا ہوا قریب ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کو مقتول و مجروح کر گیا۔ یعقوب شاہ کی طرف سے شمس ڈولی اور حسن ملک چاڈورہ سے میدان کارزار میں ہنگامہ وحملہ کرکے دشمن کو سخت مضطرب کر دیا لیکن شاہی افواج نے ان کے اردگرد گھیرا ڈال لیا۔ ادہر سے سید مبارک کے بیٹے اور شمسی چک تنخر نکالکر مغلوں پر ٹوٹ پڑے اور خوب گھمسان کی تلوار چلی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ شام کو فریقین اپنے اپنے قیام گاہوں کو لوٹ گئے۔ اڑہائی ماہ تک یہی حال رہا کوئی دن خونریزی سے خالی نہ رہتا۔ کشمیری سپاہی بھوکے بھیڑیئے کی طرح شہر میں آگھستے۔ اور مغلوں کا ساز و سامان دور دیراق و براق تک لوٹ کر لے جاتے۔ یہانتک کہ آئے دن کے شور و فساد اور خرابی اور تباہی سے مرزا قاسم خان اور اس کی فوج سخت پریشان ہوگئی۔ چنانچہ تنگ ہوکر مرزا قاسم نے یہاں کی بدامنی اور بےچینی کا احوال اکبر کے پاس لکھ بھیجا اور اس سے امداد مانگی جس نے یوسف خان رضوی مشہدی کو پچیس ہزار جریدہ سواروں کے ساتھ روانہ کشمیر کیا۔ ساتھ ہی اس نے سید مبارک خان۔ محمد بٹ اور بابا خلیل کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی یوسف کے ہمراہ رہکر کشمیر کے فتنہ و فساد کا انسداد کرنے میں اس کو امداد دیں۔ سید مبارک خان نے اس امر

کو قبول نہ کیا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور اسے شاہباز خان حاکم بنگالہ کے پاس بھجوا دیا۔ لیکن فیروز پور کے حدود میں پہنچکر اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات

میر مبارک ضمیر سید صاحب سیر　　پور شہ کا شمیر۔ راہ صفا رشید رفت
کرد چو عمر جہان یافت جنت مکان　　سال وفاتش عیاں گفت خرد نیز رفت ۹۹۹

محمد بٹ اور بابا خلیل حسب الحکم بادشاہ یوسف شاہ رضوی کے ساتھ کشمیر کو روانہ ہوئے۔ محمد بٹ نے وزارت کے دنوں میں کشمیر میں بڑا رسوخ اور عروج حاصل کر لیا تھا۔ رعایا اس کے عدل و احسان کی شکر گذار تھی۔ اب بھی جس وقت وہ کشمیر پہنچا تو لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے خصوصاً لوہر چک تیپو دولت بہرام نیا یک اور اسمعیل نیا یک۔ جو اعیان سلطنت کے نامدار رکن تھے۔ یوسف کی فوج سے آملے۔ رعایا اور امرا کی یہ حالت دیکھکر یعقوب شاہ۔ سید ابو المعالی اور ایبہ خان کو ساتھ لیکر کشتواڑ کی جانب نکل گیا۔ شمس چک اور شمس ڈولی کوہستان پونچھ کو بھاگ گئے۔ غرض اکبر کی حکمت عملی اور محمد بٹ کی ہر دلعزیزی نے تمام مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو منتشر کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ رعایائے کشمیر فرمانبردار ہو گئی۔ اور مرزا قاسم خان امرائے کشمیر سے کئی ایک نامور اشخاص مثل علی شیر خان ماگرے۔ یوسف خان۔ میر حسین خان۔ اور ابراہیم خان وغیرہ کو ساتھ لیکر ۲۲۔ ماہ شوال ۱۵۸۷ء / ۹۹۵ھ کو متوجہ آستانہ عرش آشیانی ہوا۔ جہاں پہنچکر بادشاہ نے یوسف خان کو منصب ڈیڑھ ہزاری اور ابراہیم خان کو منصب ہزاری عطا کر کے پرگنہ دوابہ میں جاگیریں عطا کیں۔ مرزا قاسم خان ۱۱ ماہ ۵ روز کشمیر میں رہا۔

سید یوسف خان رضوی مشہدی
۲۔سال ۵ماہ ۱۵۸۷ء / ۳۔سال ۷ماہ ۷روز ۹۹۵ھ　　۱۵۹۰ء / ۹۹۹ھ

مرزا قاسم کے بعد سید یوسف خان رضوی نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ محمد بٹ کی کوششوں سے کچھ عرصہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا اس لئے یوسف خان کو ملک کا انتظام کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے عوام الناس کو عدل و احسان سے سرفراز کر کے لوگوں کے دلوں سے ظلم و تعدی کا وسوسہ دور کر دیا۔ اگرچہ کشمیر اندرونی

مدت میں تو فتنہ و فساد سے پاک ہو گیا۔ لیکن یعقوب شاہ شمسی چک وغیرہ
کی سرکشی ابھی تک اس کے گرد و نواح میں اس غرض سے منڈلا رہے تھے کہ
موقعہ پائیں تو مغلوں کو ملک سے نکال دیں چنانچہ پہلے پہل شمس چک و شمس دونی
نے نواح پونچھ سے فتنہ و فساد کا آغاز کیا۔ ادھر سے محمد بٹ اور سید بہاؤ الدین
ان کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئے۔ جب یہ لوگ پرگنہ بیرو ہ میں پہنچے
تو شمس چک نے موقعہ پاکر ان پر شبخون مارا جس سے بہادران محمد بٹ کو سخت
نقصان پہنچا لیکن آخر کار منہزم ہو کر پونچھ کو لوٹ گیا۔ اور محمد بٹ مظفر و منصور
مراجعت پذیر ہوا۔ سید یوسف خان نے اہل حرب کو انعام و اکرام سے سرفراز کر کے
ممنون احسان کیا۔ اس کے بعد یعقوب خان اور ابو المعالی نے کشتواڑ سے
دیٹ کر کوہستان وچین بارہ میں شور و شر اٹھایا۔ اس مہم کے سر کرنے کے
لئے یوسف خان رضوی نے محمد بٹ اور حاجی میرک کو متعین کیا۔ محمد بٹ نے
پہلے تو مخالفوں کو حکمت عملی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن ابو المعالی کی روشن دماغی
اس کے دام تزویر سے چوکنی ہو گئی اور وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ محمد بٹ
کی فوج پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کر کے محمد بٹ کو بھگا دیا جس
نے میدان کارزار سے بھاگ کر شاہی فوج میں جو تھوڑے فاصلہ پر تھی جا پناہ
لی۔ دوران تعقب میں سید ابو المعالی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا اور یعقوب شاہ
اس کی خورد برداخت میں مصروف تھا۔ اسی اثنا میں بارش شروع ہو گئی اور غنیم
کو نیدے کھنگا کیمپ میں پہنچنے کا موقعہ ملگیا۔ دس روز متواتر جانبین کی فوجیں اپنے
اپنے مقام پر پڑی رہیں اور کسی کو پیشہ دستی کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کے بعد
یعقوب شاہ کوچ کر کے پرگنہ اولر میں آگیا اور وہیں بیٹھکر مزید فوج جمع کرنے
کی جانب متوجہ ہو گیا مگر بد قسمتی سے اس کے پرانے ہمراہی بھی اکثر منحرف
ہو گئے اور محمد بٹ سے جا ملے۔ اور یعقوب شاہ گھبرا کر محفوظ مورچے کی تلاش
میں کوہ اولر کی بلندی پر خیمہ زن ہو گیا۔ محمد بٹ کوہ مارستان کے دامن میں جا بیٹھا
دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی جس میں یعقوب شاہ کے بہت سے آدمی
مارے گئے۔ وہ مغلوب ہو کر کشتواڑ کو بھاگ گیا تاہم سید ابو المعالی جان بر

کھیل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور دلیرانہ لڑتا رہا۔ آخر کار شاہی فوج نے اسے گرفتار کر لیا۔ سچ ہے ؎

چو اقبال برگشت در روزگار دلیری و مردی چہ آید بکار

یوسف خان رضوی کے سامنے جب سید ابوالمعالی پیش ہوا۔ تو اس نے اس کی شجاعت اور جلادت کی پوری داد دی۔ اور بجائے اس کے کہ ایک قوی ہیکل اور زبردست دشمن کو فوراً ہلاک کر دیتا اس نے خاص خلعت جو خود پہنے ہوئے تھا۔ عنایت کر کے اسے صدر عزت پر بٹھایا۔ اس عاقلانہ پالیسی نے مخالفوں کے دلوں پر پورا اثر کیا۔ اور شمس چک اور شمس ڈولی بھی جلدی ہی سید بہاؤالدین کی وساطت سے یوسف خان رضوی سیاست ملک کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سیف خان بیہقی۔ علی خان وچھن پارہ۔ ایبہ چک برادر حیدر چک کو جن میں سے ہر ایک بجائے خود مرکز فساد تھا گرفتار کر کے ان سب کی آنکھیں نکال دیں۔ لوہر چک کو دار پر چڑھایا۔ بہرام نیایک اور اس کے لڑکے خود زہر کھا کر ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح علاوہ ہر روز کوئی نہ کوئی مفسد مورد عتاب ہو کر مقتول ہوتا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ سرزمین خار و خاشاک فتنہ سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔

چند ماہ کے بعد فرمان شاہی کے بموجب یوسف خان کو دربار اعلیٰ میں حاضر ہونا پڑا۔ پیچھے اس کا بھائی باقر خان مہام ملکی سرانجام دینے لگا۔ انہیں دنوں میں ستالو نجار جو باقر خان کا مصاحب خاص اور اول درجہ کا خود غرض اور حاسد شخص تھا امرائے کشمیر کی بدگوئیاں سنا سنا کر پریشان خاطر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے بغیر سوچ و بچار۔ سید ابوالمعالی۔ علم شیر خان ماگرے وغیرہ بعض امرائے کشمیر کو قید کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ کہ اعیان ملک پھر فتنہ و فساد پر مستعد ہو گئے ہیں اور اگر یوسف خان جلدی نہ پہنچا تو ملک ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اکبر نے عریضہ دیکھتے ہی یوسف خان کو روانہ کشمیر کر دیا جس نے یہاں پہنچکر سید ابوالمعالی۔ علم شیر خان اور بہادر خان وغیرہ کو حضور انور کی خدمت میں بھجوا دیا۔ جہاں پہنچکر سید ابوالمعالی۔ راجہ مان سنگھ کا مصاحب مقرر ہو گیا۔ اسی اثناء میں تازی چک اور لوہر چک جو عرش آشیانی کے ہمرکاب آگرہ میں رہتے تھے۔ فتنہ پردازی کی نیت

سے بھاگ کر جموں کے راستے کشمیر آ گئے لیکن یوسف خان اور محمد
انہیں فوراً گرفتار کر لیا اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ استالو سنجار جو پرلے درجہ کا
عیار اور ریاکار بھی تھا۔ باقرخان کی وساطت سے یوسف خان کے مقربوں
میں داخل ہو گیا اور روباہ بازی اور حیلہ گری سے اس کو اس نے ایسا ہاتھوں پر
چڑھا لیا کہ وہ تمام کام اسی کے مشورہ اور صواب دید سے کرنے لگا۔ اب وہ محمد بٹ
کی بیخ کنی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے یوسف خان کو بدگمان کر کے
اس بیچارے کو بھی کشمیر سے نکلوا کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔

اکبر خود کشمیر جاتا ہے

۱۵۸۷ء مطابق ۹۹۷ھ میں جبکہ جلوس کا تینتیسواں سال تھا۔ اکبر نے خود گلگشت کشمیر کا ارادہ کیا۔ رستے کے نشیب و فراز کو ہموار کرنے کے لئے بسرکردگی قاسم خان تین ہزار سنگ تراش و خارا شگاف اور دو ہزار بیلدار روانہ کئے۔ بادشاہ کے جلوس میں شاہزادہ سلیم۔ شاہزادہ سلطان مراد۔ شیخ فرید بخشی۔ مرزا خان خاناں۔ زین خان کوکہ عضد الدولہ حکیم ابوالفتح۔ جگن ناتھ۔ میر شریف آملی۔ قاضی حسین نور قلیچ۔ رامداس۔ ابوالفضل۔ مرزا کیقباد خلف مرزا حکیم شیخ فیضی۔ سلطان خسرو اور بہت بڑے بڑے نامی آدمی تھے۔ لشکر اور جلو کے آگے قاسم خان راستہ صاف کرنے کے لئے جاتا تھا۔ بھمبر راجوری سے ہو کر تھنہ پونچھے۔ جو رتن پنجال کے ایک کریوہ کے نیچے نہایت سرد قصبہ ہے۔ یہاں سے کشمیری لباس اور کشمیری زبان شروع ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں کوہ۔ دریا۔ جنگل اور زبان کے ذریعے جدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کا ملک دراصل یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ بہرام گلہ سے آگے بادشاہ پہنچا تھا کہ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کئی کشمیری امراء کے ساتھ خود حاضر ہو گیا۔ فروری کے دن تھے۔ برف باری کی کثرت تھی۔ مگر بہرام گلہ تک چنداں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ ندی نالے بہت تھے جن پر ساتھ ہی ساتھ پل (کدل) تیار ہوتے جاتے تھے۔ بہرام گلہ سے اگلی منزل پر برف کی شدت سے بادشاہ کے ہمراہی ڈر گئے۔ برف پر کشمیری لوگ پول کی جوتی پہن کر بڑی آسانی سے گذر جاتے ہیں۔ بہت سی جوتیاں بنوائی گئیں۔ بادشاہ نے خود بھی پہنی۔ اور برف پر سے گذر گئے۔ چودہ کوس تک تھی

جاڑے کی سختی۔ برف کی شدت ہندوستانیوں اور پنجابیوں کی سراسیمگی پہاڑوں کے پیچ در پیچ رستے۔ رستے کے نشیب و فراز اس پر مینہ اور اولے برسنے شروع ہو گئے۔ جو لوگ گذر گئے۔ وہ تو بچ گئے۔ جو پیچھے رہ گئے اُن میں سے اکثر آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔ اہل حرم بھی ساتھ تھے۔ بادشاہ نے تاکید کی کہ خبرداران کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بادشاہ ہیرہ پور پہنچے۔ وہاں خیمہ و خرگاہ سب موجود تھے۔ یہاں تک پونچکر پچھلی سب کلفت بھول گئے۔ پھولوں کی شگفتگی۔ ہوا کی موافقت۔ آبشاروں کی لہریں۔ غرض ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ یہاں کشمیر سے اکثر خدا پرست۔ دانایان ملک اہل ہنر اور عالم و شاعر لوگ باریاب ہوئے۔ اہل حرم پیچھے تھے۔ شاہزادہ سلیم اُن کے لینے کو گیا۔ لیکن وہ رستے کی دشواری سے ہمراہ نہ آسکیں۔ بادشاہ ناراض ہوا۔ شاہزادہ کو باریابی کی اجازت بھی نہ دی۔ جوش غضب میں خود لینے کو چلا لیکن اخلاصمندوں نے جوش کو نرم کیا اور خان خاناں روانہ ہوا۔ بادشاہ کو خان پور میں ایک درخت دکھایا گیا جس کا تنہ نہایت موٹا اور جسیم تھا۔ شاخیں اُس کی بہت تھیں اور پتے بےشمار تھے۔ اُس میں عجیب بات یہ تھی۔ کہ اگر اُس کی پتلی سی شاخ کو بھی ہلا دیتے تو سارا درخت ہل جاتا۔

اکبر کا سری نگر میں داخلہ — جلوس کا چونتیسواں سال شروع تھا کہ جلالت مآب شہر سری نگر میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے صوبہ گورنر کشمیر مرزا یوسف خان کے مکان میں قیام فرمایا۔ تیسرے دن شہاب الدین پورہ کی سیر کی۔ جو دریا کے کنارے ایک عجب دلکشا جگہ ہے۔ چند دنوں کے بعد اہل حرم بھی آ گئے۔ مریم مکانی بھی ساتھ تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس آنے کی خواہش کی بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

حاجی سوئے کعبہ رود از برائے حج ۔ یارب بود کہ کعبہ بیاید بسوئے ما

بادشاہ نے علاقہ مراج کی سیر کا ارادہ کیا۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں۔ مگر بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ چند ہی دنوں میں دریائی محل ایک ہزار سے زیادہ تیار ہو گئے۔ اور دریا کے کنارے ایک شہر آباد ہو گیا۔ دریا کے دونوں طرف نظر فریب گلزار اور نشاط افزا سبزہ چشم افروزی کا کام

مرتا تھا۔ لٹی دنوں کے سفر مدت میں تین ہزار بیگہ زمین نہایت ہموار اور شاداب نظر آئی۔ جہاں سیر و شکار کی تکان کے باعث ایک دن سردرد بھی رہا۔

یعقوب شاہ کا بادشاہ سے معافی مانگنا

یعقوب شاہ آوارہ گردی میں اوقات بسری کر رہا تھا آج کسی زمیندار کے ہاں چھپا ہے تو کل کسی جاگیردار کی پناہ میں چلا گیا ہے۔ آخر تنگ آکر بادشاہ کی آستان بوسی کا ارادہ کیا۔ اپنے آدمی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کرکے ان کو واپس کیا۔ لیکن پھر اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ اپنی زبان سے مژدہ بخشائش سنکر آئے۔ جب اس کے بھائی نے جان بخشی کا مژدہ سنایا۔ تو مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے کام لیکر بیس ہزار کی جاگیر عطا کی لیکن احتیاطاً راجہ مان سنگھ کی نگرانی میں رکھا۔ اور مدت العمر اسی حالت میں رہا بعض حاسدوں کی وجہ سے قلعہ رہتاس میں نظر بند بھی ہو گیا لیکن جلدی ہی آزاد ہو کر اپنے منصب پر سرافراز ہوا۔ آخر ۱۵۹۳ء میں اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسموم ہو کر انتقال کر گیا اور کشتواڑ میں دفن ہوا۔

بادشاہ کی رعایا پروری اور خیرات

بادشاہ مراج کے سفر سے واپس دارالریاست میں آکر پٹن کی سیر کو روانہ ہوا۔ مقام ست پور میں باغ صفا کی سیر کی۔ جو مرزا حیدر کا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے آکر پٹن میں آیا۔ اور شیخ فیضی اور میر شریف آملی کو بہت سا روپیہ حاجتمندوں اور مساکین کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کا حکم تھا۔ کہ کوئی فوجی افسر اور فوجی سپاہی بلکہ کوئی بادشاہی اہلکار رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے ورنہ سخت بازپرس ہوگی غرض ایک ماہ پانچ دن کی سیاحت کے بعد پان پور۔ بج بہارہ۔ اندری ناگ اور اننت ناگ وغیرہ مقامات کی سیر کرکے براہ بارہ مولہ بادشاہ سلامت واپس آگئے۔ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر بھی اپنی جگہ اپنے بھتیجے مرزا یادگار کو چھوڑ کر بادشاہ کے ایما سے اس کے ساتھ ہندوستان میں آگیا۔

جب آگرہ پہنچے۔ تو انشا لولو سی بجار نے اکبر کی خدمت میں عرضداشت کی۔ کہ محاصل سرکاری کا انتظام کشمیر میں ٹھیک طور پر نہیں کیا جاتا۔ جس سے سخت نقصان ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے قاضی نوراللہ اور قاضی علی کو بندوبست مالیہ کے لئے کشمیر بھجوایا۔ یہاں لوگ جدید انتظام سے بالکل بے خبر تھے۔ اس لئے مہتممان بندوبست کو نئے احکام کے اجرا میں سخت دقتیں در پیش آنے لگیں۔ تنگ آکر قاضی نوراللہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ حکامان ملکی کی امداد کے بغیر بندوبست مالیہ سرکاری کا تدارک ہو سکنا امر محال ہے اور یوسف خان کے معتمد اس بارے میں پوری امداد نہیں دیتے۔ اس لئے بادشاہ نے حسن بیگ اور شیخ عمری کو بھی قاضی علی کی امداد کے لئے کشمیر بھیجدیا۔ قاضی علی نے تمام اماکن محال ضبط کر کے خالصہ سرکار میں داخل کر لئے۔ سپاہ اور اہلکاروں کی تنخواہیں بھی زر نقدی مقرر کیں جس سے تمام خطہ کشمیر میں شور و واویلا اٹھا۔ قدیم الایام سے تحویلدار ہاتھ مارنے کے عادی تھے۔ جدید انتظام سے انہیں سخت نقصان پہنچا کیونکہ تغلب کی چنداں گنجائش نہ رہی۔ اس لئے بعض خود غرض فتنہ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے ان لوگوں نے کمال الدین حسین کو جو احدیوں میں سے تھا اپنا سردار بنانا چاہا لیکن جب اس نے انکار کیا۔ تو درویش علی۔ عادل بیگ۔ یعقوب ترکمان۔ امام قلی چولاقی وغیرہ اور بعض اوباشوں نے اتفاق کر کے مرزا یادگار کو ورغلانا شروع کیا اور اسے اپنا معاون و مددگار بنا کر جملہ بندوبست کے برخلاف کر دیا۔ انہیں ایام میں حسن بیگ اور شیخ عمر کے آدمی میرزا یادگار کے ایک سپاہی کی بیوی کو اغوا کر کے اپنے ڈیرے پر لے گئے۔ مفسدوں نے سپاہی کو برانگیختہ کر کے فساد اٹھا دیا۔ چنانچہ کئی شریر کمینہ اوباش بے خبر حسن بیگ کے مکان میں گھس گئے اس وقت وہ بیچارہ اکیلا تھا۔ لیکن بڑی جوانمردی سے اس نے سب کا مقابلہ کیا۔ قاضی علی اور شیخ بابا دالی درمیان آگئے۔ اس وقت تو آتش فتنہ و فساد فرو ہو گئی لیکن دوسرے دن باغیوں نے کوہ ماران کے دامن میں پھر ہجوم کیا اور حسن بیگ سے جنگ برپا کر دی۔ اس مرتبہ بھی بعض اہل صلح نے



اس جھگڑے کو رفع کرنا چاہا۔ لیکن حسن بیگ نے نیرہ دروئی سے چند آدمیوں کو مصالحت کے لئے اپنے پاس بلاکر قتل کردیا۔ جس سے فساد اور بھی بھڑک اٹھا۔ حسن بیگ اور قاضی علی نے باغیوں کا کوئی انسداد نہ کیا۔ اور سرینگر سے نکلکر کرالہ پورہ جا بیٹھے۔ اس اثناء میں باغیوں نے پورا پورا استحکام حاصل کرلیا۔ اور ہیرہ پور کا راستہ بھی مسدود کردیا۔ ادہر مرزا یادگار نے بھی کامراج میں شورش پیدا کردی۔ اب حسن بیگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور مرزا کے تدارک کے لئے فوراً روانہ ہوا۔ لیکن جس جلدبازی میں سرینگر سے نکلا اتنی ہی جلدی پشیمان ہوکر راستہ ہی سے واپس لوٹ آیا۔ اور خاموش گھر میں بیٹھ رہا۔ اس سے مرزا یادگار کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس نے سرینگر پر حملہ کردیا۔ حسن بیگ اس کے جوش وخروش سے سراسیمہ ہوکر ہندوستان کو بھاگ گیا جب ہیرہ پور پہنچا۔ تو مخالفوں نے دریا کے پل توڑ دیئے۔ حسن بیگ بکمال اضطراب دریا میں کود پڑا۔ بہت سے آدمی دریا برد ہوگئے۔ لیکن حسن بیگ چند بدخشی اور قاضی علی دریا کو عبور کر گئے۔ مخالفوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور انہیں پیر پنچال پر جا پکڑا۔ قاضی علی تو مارا گیا لیکن حسن بیگ معہ چند بدخشیوں کے تیر اندازی کے زور سے بچکر نکل گیا۔ اس واقعہ کی خبر جب اکبر کو پہنچی۔ تو اس نے زین خان کوکلتاش کو مظفر آباد کے راستے اور صادق خان کو پونچھ کے راستے روانہ کشمیر کیا۔ شمالی کوہسار کے زمینداروں کو جموں کی راہ سے روانہ کیا۔ شیخ فرید بدخشی کو بھی بہت سی جریدہ سپاہ دیکر بھیجا۔ یوسف خان کو ابوالفضل کے حوالہ کیا۔ اور اس کے لڑکے جو مرزا یادگار کی لڑائی سے جان بچاکر بادشاہ کے پاس پناہ گزین تھے نظر بند کردیئے۔ مرزا یادگار حسن بیگ کی ہزیمت کے بعد داخل سرینگر ہوگیا۔ تمام خزائن و دفائن اور اسلحہ و سامان قبضہ تصرف میں لے آیا۔ اور اپنے آپ کو سلطان مشہور کرکے اس نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کردیا۔ اپنے ہمراہیوں۔ بہرام نیا ئیک کو خانخاناں درویش علی کو خان جہان۔ عادل بیگ کو عادل خان۔ مقصود احمدی کو مقصود خان۔ خواجہ مومن کو آصف خان۔ اور موسیٰ میر کو مرزا خان کا خطاب

عطا کر کے اس نے مقصدوں اور جرنیلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ اسے یقین کامل تھا کہ موسم سرما کے باعث راستے جلد ہی مسدود ہو جائینگے اور باہر کا غنیم ملک میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس عرصہ میں میں انتظام کر لوں گا سلطنت مستحکم ہو جائیگی اور پھر کسی کو میری ہمسری اور مقابلہ کی طاقت نہ رہیگی +

اکبر کا دوسرا مرتبہ سفر کشمیر بادشاہ نے دوسرے سال پھر کشمیر کا ارادہ کیا۔ بعض لوگ اس لمبے سفر کے مانع ہوئے۔ لیکن بادشاہ نے شورش کشمیر کے بہانے سے خود ہی جانا مناسب سمجھا۔ اہل حرم کو بھی ساتھ لیا اور ۱۰۰۰ھ کو براستہ راجوری روانہ کشمیر ہو گیا۔ ابوالفضل نے دیوان حافظ سے فال نکالی۔ تو یہ دو بیت نکلے ؎

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد | تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
از باز گشت شاہ دریں طرفہ منزل | آہنگ خصم او بسراپردۂ عدم

یہ وہ وقت تھا جبکہ مرزا یادگار اپنا سکہ و خطبہ جاری کر چکا تھا۔ سکہ و خطبہ کے بعد فوراً اس کو تپ لرزہ چڑھا جس سے بد اقبالی کا شگون لیا گیا۔ اس کے علاوہ مہرکن جو اس کی مہر کو کھود رہا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ایک ریزہ جا لگا۔ جس سے وہ کام کاج سے رہ گیا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ اس کا اقبال بہت جلد زوال میں آنے والا ہے۔ غرض مرزا یادگار انجام سرکشی سے بے خبر ہو کر حکومت کے خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اکبر کی آمد آمد نے حواس باختہ کر دیا۔ خان جہان۔ درویش علی کو فوج کثیر کے ساتھ راجوری کے نالہ پر روانہ کیا۔ درویش علی نے پیر پنجال کے پاس ایک عارضی قلعہ تیار کیا۔ اور بادشاہ کی آمد اور اپنی پشیمانی کا انتظار کرنے لگا۔ شیخ فرید بخشی بیگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کراوہ کے نیچے پہنچ گیا۔ درویش علی مقابلہ کو نکلا۔ لیکن اکبر جیسے با اقبال اور شاہ جم جاہ کے لشکر کے مقابلہ میں درویش بیچارے کی کیا حقیقت تھی ایک دو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حوصلہ ہار بیٹھا اور میدان خالی کر گیا۔ غرض لشکر شاہی کراوہ کو طے کر کے ہیرہ پور آیا۔ جہاں خود مرزا یادگار بادشاہ کا مقابلہ کرنے کو موجود تھا۔ بادشاہی لشکر کی یلغار دیکھ کر اس نے عادل خان کو ایک گروہ کے



ساتھ سرینگر روانہ کیا تاکہ شہر کی حفاظت کرے ۔ کچھ فوج معدز کشمیر کے
امیرہ پور سے آگے روانہ کی تاکہ روپیہ کے لالچ سے وہ رعایا کو اپنے ساتھ ملائے
رکھے ۔ مرزا کے درباریوں نے نگاہ دوربین سے اس کی بد اقبالی کا نظارہ دیکھ لیا
اور وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے ۔ بادشاہی آدمیوں میں سے شاہم
خان جلائر ۔ ابراہیم خان لکہ ۔ سارد بیگ شامی ۔ حسین بیگ وصلو ابراہیم خان
بیانہ بابا بیگ اوزبک اور ایک شخص نے مرزا یوسف کے چند ملازموں کو
اپنے ساتھ ملا لیا ۔ اور اس کی گرفتاری کی تدبیریں سوچنے لگے ۔ آدھی رات
کو اس کے خیمہ میں جا گھسے ۔ یادگار گھبرا کر باہر نکل آیا ۔ حبش ایک نوکر یوسف
نامی اس کے ساتھ تھا ۔ تھوڑی دور چلکر ہمراہی کو گھوڑا لانے کو بھیجا ۔ بادشاہی
آدمی اس کی تلاش میں سرگرداں تھے ۔ دفعتہ سارد بیگ شامی کی نظر
یوسف پر جا پڑی ۔ اور اسے فوراً گرفتار کر لیا ۔
سارد بیگ چاہتا تھا کہ وہ اسے زندہ ہی بادشاہ کے پاس لیجائے ۔ لیکن
شاہم خان نے پیش دستی کر کے اس کا سر کاٹ ڈالا ۔ اگلے دن صبح تک مرزا
یادگار کا ہنگامہ برپا رہا ۔ منجملہ ازاں ایک بادشاہی ملازم نے یادگار کا سر بادشاہ
کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈالدیا جس پر اکبر بہت خوش ہوا ۔ اور شکر یزدی
بجا لایا ۔ آخر شوپیان سے ہوکر سرینگر میں پہنچگیا ۔ برف سے رستہ ایسا خراب
ہو رہا تھا کہ ایک جگہ بادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا ۔ بادشاہ نے رستے میں درخت
چنار کا ایک کھوکھلا تنہ دیکھا ۔ وہ اسقدر فراخ تھا کہ اس میں ۳۴ آدمی سما سکتے تھے
چنانچہ بادشاہ نے یہ نظارہ دیکھا اور محظوظ ہوا ۔

کشمیر میں بادشاہ کے جشن وغیرہ

بعض بدنہادوں نے مشہور کر دیا کہ بادشاہ تک ہیں قتل
عام مچا دنگا ۔ لوگ سراسیمہ ہوگئے ۔ بادشاہ کو خبر ہوئی ۔
اپنے آدمیوں کو کہا کہ لوگوں کو تسلی و تشفی کے دام میں اسیر کرو ۔ اور مفسدوں
کے مرغ روح کو قفس عنصری سے رہا کرو ۔ عادل خان فلسفہ رمی کو کشمیر
بدلکر دکن چلا گیا ۔ باقی شوریدہ سروں کو سزا ملی ۔ ہیواخواہ انعام و اکرام سے
مالا مال ہوئے ۔ چند دنوں کے بعد طلادان کا جشن ہوا ۔ ابوالفضل نے بادشاہ

نے حکم سے چودہ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ ابوالفضل لکھتا ہے۔ اس ملک میں بہ نسبت ہندوستان کے چور اور گداگر بہت کم نظر آتے ہیں اس کے بعد بادشاہ زعفران زار کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی شادابی اور خوشبو اور اس کے دلفریب نظارہ نے بادشاہ کو نہایت محظوظ کیا۔ دیوالی کا تیوہار بھی وہاں ہی منایا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے دربار کیا۔ دریا کے دونوں کناروں تمام کشتیوں اور مکانوں اور کوٹھوں پر اس قدر چراغ روشن کئے گئے۔ کہ شہر بقعہ نور بن گیا۔ کشمیر کے صناعوں نے ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش کی جو ہاتھ کے مٹانے اور پانی کے دھونے سے بھی محو نہ ہوتی تھی۔ اور خط کو بھی خراب نہ کرتی تھی۔ بادشاہ نے کشمیریوں کی اس ایجاد کی تعریف کی۔

کشمیر میں بادشاہ کا اور شاہزادہ سلیم کی شادیاں

اکبر نہایت دور اندیش بادشاہ تھا اس نے ہندو راجپوت راجاؤں کی لڑکیوں سے شادیاں کر کے ان سب کو حلقہ اطاعت و ہواخواہی میں لے لیا تھا۔ یہی چال اس نے کشمیر میں چلی۔ چکوں کی سلطنت گو مٹ گئی تھی لیکن ابھی ان میں سے بارسوخ خاندان باقی تھے جو ہاتھ پاؤں ہلانے سے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جشن دیوالی کے اختتام پر شمس الدین چک کی بیٹی کے بخت جاگے۔ وہ بادشاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلیم سے کیا۔ اور اس طرح بادشاہ نے کشمیر کے اولوالعزم خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا۔

اکبر کے کشمیر میں دیگر احکام اور واپسی

چکوں کے عہد سے رعایائے کشمیر خستہ حال ہو رہی تھی۔ ان کی ہمدردی اور امداد اور اپنے جاہ و جلال کے اظہار کی خاطر کوہ ماران دہری پربت پر ایک شاہی محل اور ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور خواجہ حسین کابلی کو میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ ٹوڈرمل نے کشمیر کا بندوبست الیہ سرانجام دیا جس کے رو سے محال زعفران۔ ابریشم۔ پرورش جانوران وغیرہ خالصہ سرکار میں داخل ہو گئے۔ باج تمغہ



بالکل موقوف ہوگیا۔ بادشاہ کو یہاں کی آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ موسم سرما یہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب اہل لشکر نے جو گرم ملک کے رہنے والے تھے کہا کہ ہم سے کشمیر کی سردی برداشت نہ ہو سکے گی۔ اور نیز جب اکبر کو معلوم ہوا کہ گرانیٔ اشیاء سے کشمیریوں اور ہندوستانیوں دونوں کا ناک میں دم آجائیگا۔ تو ۲۰۔ آبان ۹۹۷ھ کو کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہندوستان ہوا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے واپسی پر زینہ لنک کی بھی سیر کی جس پر سلطان زین العابدین نے عجیب حکمتوں سے مکانات تعمیر کرائے تھے۔ غرض بارہ مولا اور پکھلی سے ہو کر رہتاس میں آیا اور ۱۲۔ ربیع الاول کو ۹۹۸ھ میں داخل لاہور ہوا۔

یوسف خان تین سال پانچ ماہ تک کشمیر کا صوبیدار رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو کشمیر کا انتظام سپرد کیا۔ اور تین ہزار سوار اسکی ہمراہی میں دیئے۔ لاہور پہنچکر کشمیر کی صوبیداری پر محمد قلی خان کو ممتاز فرمایا۔

محمد قلی خان صوبۂ کشمیر
۱۱ سال ۱۵۹۰ء نیابت ۱۶۰۱ء
۹۹۹ھ

۹۹۹ھ میں محمد قلیخان صوبۂ کشمیر بنا۔ مرزا قاسم خان اور یوسف خان کے زمانہ کی بغاوتوں اور سرکشیوں اور نئے ممالک کے تسلط میں جن پیش بندیوں کی ضرورت ہوتی ہے سب کو مدنظر رکھکر اس نے حکمت عملی سے کام لینا چاہا۔ اور فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی سرکوبی کے درپے ہوا۔ ہر وقت چوکنا رہتا۔ جہاں کہیں کسی سازش یا فساد کا دھواں اٹھتا دیکھتا اس کا فوراً انسداد کرتا۔ اگر کسی شخص کو جادہ اعتدال سے باہر دیکھتا تو اس کی سرزنش اور سرکوبی کے لئے اس کا جابر ہاتھ فوراً موجود رہتا۔ اس کے سردار محبت علی نے پرگنہ وچھن پارہ میں مفسدوں کی ایک بھاری جماعت کو شاہی ملازمت کی ترغیب دیکر چہرہ نویسی کے لئے چشمہ مچھہ بون پر جمع کر کے سب کو خاک عدم میں ملا دیا۔ اسی طرح حسین چک اور شمس چک کو موضع رنگی پور میں ملا جمیل کے آدمیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔

اس کے عہد میں شمسی چک کے بیٹے حسین چک اور ظفر خان ہندوستان

سے بھاگ کر کشمیر آ گئے تھا اور کوہستان عزل میں سکونت اختیار کر کے قزاقی اور غارتگری میں مشغول ہوتے تھا اور رعایائے کشمیر کے مال و مویشی کو لوٹ کر لے جاتے تھے کچھ عرصہ کے بعد حسین خان اور دیگر خان وغیرہ سے تاریخ ہو کے مرزبان تبت کے پاس چلے گئے۔ اور اس کی معاونت سے پرگنہ لار میں آ کے فتنہ و فساد ہوئے لیکن ملک گیری کی نسبت زیادہ تر لوگوں کا مال و اسباب لوٹنے پر کفایت کرتے تھے اور جہاں تک تباہی اور خرابی پہنچ سکی پہنچائی حاکم تبت بھی ان کے اوضاع و اطوار سے بیزار ہو کر اپنے ملک کو لوٹ گیا اس کے بعد یہ قزاق میدان سے نکل کر پہاڑوں پر جا رہے تھے عموماً رات کو تنبیہ جات اور دہات پر دھاوا کرتے اور غریب رعایا کا اسباب البیت جو کچھ ہاتھ آتا لے جاتے محمد قلیخان نے ان کی سرزنش کے لئے پرگنہ کھویامہ کے کوہ شیرہ کوٹ پر فوج کمین گاہ میں بٹھائی جس نے موقعہ پا کر ان پر حملہ کر دیا اور سینکڑوں قزاقوں کے سر کاٹ کر ایک مینار طیار کر دیا اس کے بعد ظفر خان چک کچھ پیادہ اور کچھ سوار ساتھ لیکر ایماعون پرگنہ ... میں ... ثروت و تمکنت قوم تھی شبخون مارا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور خود کوہستان بیروہ میں جا چھپا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں محمد قلیخان نے دام حکمت میں لا کر اسے بھی قتل کر دیا اسی طرح تقریباً تمام مفسدوں اور اوباشوں کو ورطہ عدم میں پہنچا کر مطمئن ہو گیا۔ خصوصاً قزلچکان کو اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ وہ لوگ وجہ معاش کے لئے جاگیرداروں اور منصب داروں کی ادنے ادنے ملازمت و خدمتگاری اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سے پہلے میوہ دار درختوں کو پیوند لگانے کا رواج کشمیر کیا ہندوستان میں بھی نہ تھا اس صوبہ کے عہد میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے پہلے پہل کابل سے شاہ آلو منگا کر یہاں اس کا پیوند لگایا جس میں کامیابی ہوئی اس کے بعد اور بھی کئی درختوں کو آزمایا گیا جس سے باغات کشمیر کو روز افزوں ترقی ہونے لگی باغات کے علاوہ اس صوبہ دار نے بہت ہی عالی شان

عمارتیں بھی بنوا کر کشمیر کو رشک چمن بنا دیا۔ اگرچہ اکبر کی حکومت کشمیر ۱۵۸۶ء سے شروع ہوتی ہے لیکن محمد قلی کی صوبیداری کے زمانہ تک فتنہ و فساد قائم رہا۔ اس صوبہ نے چکوں کو ذلیل و خوار کرتے سے تمام خانہ جنگیوں کو معدوم کر دیا۔ اور رعایائے کشمیر عدل و انصاف کے سایہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگی۔ صوبیدار کو بھی فراغت مل گئی۔ اور اس نے ملک کی رونق اور ترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔ خواجہ حسین کابلی میر عمارت کوہ ماران ۱۵۸۹ء سے حسب الحکم عرش آشیانی تعمیر میں مصروف تھا قلعہ کے مصارف کے لئے اکبر نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے اس کے پاس بھجوایا۔ ہزاروں غربا اور مساکین جو فاقہ سے مر رہے تھے مزدوری کرنے سے مالا مال ہو گئے۔ صوبیدار کی نیک نیتی کے ساتھ بادشاہ کی اس دریادلی نے افلاس زدہ رعایا کی بہت امداد کی۔ دس سال تک یہ کام جاری رہا اور ۱۵۹۵ء میں خواجہ حسین کابلی کی کوششیں تعریف کے ساتھ تکمیل کو پہنچیں۔ اس کے تنگ دروازے پر یہ شعر کندہ ہیں۔ جو اکبر کی دریادلی اور جاہ و جلال کی قابل قدر یادگار جب تک عمارت کھڑی ہے بہم پہنچاتی رہیگی ؎

بنائے قلعہ ناگر نگر کوٹ بحکم پادشاہِ دادگستر
کروڑ و دہ لک ز مخزن فرستاد دو صد استاد ہندی جملہ چاکر
نکردہ ہیچکس بیگار آنجا تمامی یافتند از مخزن نقش زر
چہل چار از ظہور بادشاہی ہزار و شش ز تاریخ پیمبر

اکبر کا تیسری اخر سے ما بعد سفر کشمیر

۱۵۹۷ء میں شہنشاہ اکبر نے پھر کشمیر کی تیاریاں شروع کیں۔ کہسار کشمیر میں ایک غوری نژاد چالباز نے اپنے آپ کو تیموری نسل سے ظاہر کر کے مرزا سلیمان کا بیٹا بتایا۔ اور اندر ہی اندر کئی ہزار بدخشیوں اور کشمیریوں کی ایک جماعت بہم پہنچا لی۔ بادشاہ کی آمد آمد سنکر خود اسی کے رازداروں نے اسے گرفتار کر کے محمد قلی خان صوبہ کشمیر کے حوالے کر دیا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جس نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ براہ ہیرہ پور دیوسر اننت ناگ اور مچھی بھون کی سیر کرتا ہوا موسم

کرانے کے وسط میں کشمیر پہنچ گیا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رعایا پر اہل کاروں کے ہاتھوں سے سخت ظلم ہوتا ہے اس کا انتظام کیا۔ مالیوں اور ماہیگیروں کو بیگار دی جن زمینداروں کی حالت بہت سقیم تھی۔ ان کو جمع معاف کردی۔

کشمیر میں قحط

کشمیر اور قحط ہمیشہ سے لازم ملزوم چلے آتے ہیں بارش زیادہ ہو جاتے جب بھی تباہی اور اگر نہ ہو جب بھی کشمیر میں خانہ ویرانی ہو جاتی ہے۔ اس سال بارش کی کمی۔ عمال کی ایذا رسانی اور زمینداروں کی پراگندگی کی وجہ سے قحط شدید ظاہر ہوا اسی دوران میں بادشاہی لشکر بھی آگیا جس سے اس بلا کو اور سختی ہوئی۔ بادشاہی نوازشوں نے قحط کو بہت کم کیا۔ لیکن (ع) کہیں اوسوں پیاس بجھتی ہے۔ ہیر انوار کو عیدگاہ کے میدان میں اسی ہزار بھوکوں اور کنگالوں کی خورد ونوش کا انتظام کیا جاتا۔ قلعہ ناگر نگر کی تعمیر میں بھی ہزاروں لوگ مصروف تھے اور اپنا پیٹ پال رہے تھے۔

بادشاہ کی سیاحت اور جشن

قلعہ ناگر نگر میں مرزا یوسف خان سابق گورنر کشمیر نے کئی دلکش محل تعمیر کرائے تھے۔ ایک محل میں تین سو سیڑھیاں تھیں۔ اکبر نے اس محل کی سیر کے بعد شہاب الدین پورہ اور زین لنک کو دیکھا۔ اور ایک بہت بڑا جہاز جیسا کہ سمندر میں چلتا ہے بعجلت تیار کرایا۔ اور اس میں بیٹھ کر دریا کی سیر کی۔ کشمیر میں ۱۳ بھادوں کو سب کشمیری روشنی اور پوجا کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس رات کو دریائے بہت (جہلم) جو شہر کے اندر بہتا ہے پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ کو رعایا کی خاطر منظور تھی۔ ہر رنگ اور ہر حال میں تالیف قلوبی کو مد نظر رکھتا تھا حکم دیا کہ پہاڑوں اور کریودں کشتیوں اور دریا کے کناروں پر روشنی ہو۔ اس دن کے لئے خاص طور پر ایک لکڑی کا محل تیار کرایا جس میں جشن اور دربار کیا۔ خزان کے موسم میں سیب شفتالو اور چنار کی فصل دیکھی۔ اور کشمیر کی خزان کے متعلق فرمایا۔

ذوق قبا نیافتہ در شہر در منظر
رنگین تر از بہار بود جلوۂ خزان

والئی تبت کی لڑکی سے سلیم کی شادی

جب کشمیر مستحکم طور پر اکبر کے زیر نگین ہوگیا تو تبت خورد کے حاکم علی رائے نے بادشاہ کے پاس اس غرض سے اپنے ایلچی بھیجے کہ شاہزادہ سلیم کے لئے اس کی لڑکی منظور کی جائے بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔ اور لڑکی کا بیاہ سلیم سے ہوگیا۔

تسخیر تبت کے واقعات

قیام دوران کشمیر میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ تبت خورد و تبت کلان دونوں اپنے قبضے میں لانے چاہئیں لیکن ملک میں چونکہ قحط سالی کا زور تھا۔ اور چالیس دن کا آذوقہ تمام لشکر کیلئے بہم پوہنچانا مشکل تھا۔ اس لئے فوج کشی کے ارادہ کو فسخ کر کے طالب اصفہانی اور محمد قلی کشمیری کو ایک مختصر جماعت کے ساتھ علی رائے حاکم تبت خورد۔ اور ایوب بیگ سلیم کا شتری۔ مرزا کوکلتاش اور عبدالکریم کشمیری کو چند آدمیوں کے ساتھ حاکم تبت کلان کے پاس روانہ کیا کہ ان کو متابعت پر آمادہ کریں۔ ان کے پوہنچنے سے پہلے ہی علی رائے نے حاکم تبت کلان کے وزیر راجو رائے سے ملکر تبت کلان پر قبضہ کر لیا۔ اور خزانہ کو معمور دیکھکر نواح کشمیر تک تاخت و تاراج کرنے لگا۔ بادشاہ نے یہ خبر سن کر قلیچ خان صوبہ لاہور کو کمک کے لئے لکھا۔ وہاں سے تین ہزار سوار پانچ سو برق انداز دوڑے آئے کچھ سپاہ کشمیر سے ساتھ ہوگئی۔ علی رائے بغیر لڑائی کے بھاگ گیا۔ اور بادشاہی لشکر نے کامیابی حاصل کی۔

عمل اکبری میں جمع کشمیر

کشمیر میں پیداوار کا حساب خروار میں ہوتا ہے۔ ایک خروار تین من سات سیر بادشاہی کا شمار کیا جاتا ہے فصل ربیع میں ایک پٹہ[1] کی پیداوار میں سے جس میں گیہوں۔ جو۔ سرسوں ہوں۔ دو ترک بادشاہ کو لگان میں دیئے پڑتے ہیں۔ ایک ترک آٹھ سیر کا ہوتا ہے۔ فصل خریف میں ایک خروار شالی مونگ۔ موٹھ۔ ماش وغیرہ میں سے دو ترک بادشاہ کو دیئے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اس خیال سے کہ جو ملک نیا ہو اس پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے صرف دو لاکھ خروار شالی کا اضافہ کیا۔ یعنی بجائے

---

[1] کشمیر میں ڈھائی پٹہ کسر سے زائد کو بگیھہ کہتے ہیں۔

بیس لاکھ جمع کے باعث بیس لاکھ خروار ہو گئی جو آہستہ آہستہ اسی لاکھ خروار شالی تک پہنچ گئی۔ اکبر کی عملداری سے پہلے زعفران کے ہر تخم میں تین پھول سے زیادہ نہ کھلتے تھے۔ لیکن اس کے عہد میں آٹھ پھولوں تک نوبت پہنچ گئی۔ زعفران کا محصول پہلے سات ہزار سے بیس ہزار ترکھ کے درمیان ہوا کرتا تھا۔ صرف مرزا حیدر کے زمانہ میں ایک مرتبہ ۲۶ ہزار ترکھ تک نوبت پہنچی تھی۔ لیکن جب زعفران خالصہ شاہی میں داخل ہوا اور کچھ زمین اور زیر کاشت کی گئی تو محصول نوے ہزار ترکھ وصول ہوا۔ بادشاہ نے چند رسمیں ایسی معاف کیں جن سے زمینداروں اور عوام الناس کو سخت تکلیف تھی۔ ان میں سے دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب زمیندار لوگ محصول شاہی کے لئے زعفران کو صاف کرتے۔ تو اس کے کئی حصے ہوتے جن میں سے نصف من کے قریب زعفران اہل کار ہی اکٹھا کر لے جاتے۔ دوسری بیگار کہ بیگار سے تمام رعایا کو معاف کر دیا۔ اکبری عہد سے پہلے یہ دستور تھا کہ غربا اور عوام لوگ زبردستی سے پکڑ لئے جاتے۔ اور ان سے سرکاری کام بلا اجرت کرائے جاتے۔ خصوصاً جنگلوں سے لکڑیاں کٹوائی جاتیں۔ جو لوگ انکار کرتے وہ روپیہ دیکر جان چھڑاتے۔ اکبر نے ان سب سختیوں کی سختی سے روک تھام کی۔

اکبر کی ہندوستان کو واپسی

جاڑے کا آغاز ہو رہا تھا۔ دہلی کے بانکے اور پنجاب کے شہ زور برف اور سردی کی آمد سے کانپ رہے تھے۔ جسم بادشاہ نے ان پر رحم کیا۔ اور تین مہینے ۲۹ دن کی سیاحت کے بعد براہ پیر پنجال مراجعت پذیر ہو گیا۔

محمد قلی خان کی صوبیداری کو گیارہ سال گذر رہے تھے کہ بادشاہ نے اُسے ۱۶۰۱ء میں واپس بلوا لیا۔ اور اس کی جگہ مرزا علی اکبر کو منصب صوبیداری پر ممتاز کیا۔

مرزا علی اکبر صوبہ کشمیر
۱۶۰۱ء سے ۱۶۰۲ء
۱ سال ۵ ماہ ۱۰ روز

محمد قلیخان کی کوششوں سے کشمیر میں پورا پورا امن قائم ہو چکا تھا اس لئے اس کے

جانشین کو اس طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہ ہوئی ۔ اس کے زمانہ میں بے وقت بارش سے بہت سخت قحط نازل ہوا ۔ دریا کو بہت طغیانی آئی ۔ اور نقصان آیا ۔ بادشاہ اکبر نے لاہور اور سیالکوٹ سے بیشمار غلہ بھیج کر اس کی شدت کو بالکل کم و دور کر دیا ۔ اسی اثنا میں مرزا علی اکبر کی صوبیداری کے چوتھے سال ۱۶۰۵ء کو اکبر کا انتقال ہو گیا ۔ اور اس کا بیٹا شاہزادہ سلیم تخت نشین ہوا ۔

نور الدین جہانگیر شاہ

ایام حکومت ۲۲ سال ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء مطابق ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ

اکبر کی وفات کے آٹھویں دن ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو شاہزادہ سلیم نے زینت بخش سریر سلطنت ہو کر اپنے لئے جہانگیر شاہ کا لقب اختیار کیا ۔ رعایا کی دلجوئی اور ملک کے رفاہ کے لئے نئے نئے احکام جاری کئے ۔ مختلف صوبوں کے انتظام سے فارغ ہو کر کشمیر کی طرف بھی متوجہ ہوا ۔ اس نے سب سے پہلے مرزا علی اکبر کے نائب قلیچ خان کو صوبہ کشمیر کی نظامت سے مشرف فرمایا ۔

جہانگیر کا پہلا سفر کشمیر — تمہید

توزک جہانگیری کو پڑھئے ۔ جہانگیر میں مظاہر فطرت اور مناظر قدرت کی ایک عجیب استعداد خداداد مخفی تھی ۔ اس کو باغوں اور پھولوں سے خاص شوق تھا ۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نے پھولوں کا کوئی گلدستہ پیش کیا ہے تو اس نے اپنی ہاتھی سواری ٹھہرا لی ہے ۔ اور اس گلدستہ کو خود ہاتھ میں لیا ہے ۔ اپنی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے تالابوں جھیلوں اور آبشاروں کی خوبی و حسن کو خوب بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر و مظاہر کی نہایت دلکش تصویر کھینچتا ہے ۔ وہ کشمیر بھی گیا اور کئی مرتبہ گیا ۔ راستوں کی کیفیت کشمیر کے سبزہ زاروں مرغزاروں اور ڈل کے نظاروں سے وہ نہایت محظوظ ہوا ۔ یہ تمام حالات اس نے اپنی توزک میں اپنے قلم سے لکھے ہیں ۔ پہلا

صرف اُن کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔
رستے کی کیفیتیں حسن ابدال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا پچھتر کوس کی مسافت تھی جس کو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۲۰ مقام کرکے ۳۹ روز میں طے کیا حسن ابدال کا حال بادشاہ نے تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس منزل سے آگے پہاڑ کے نشیب و فراز کثرت سے ہیں سارے لشکر کا ایک ہی دفعہ گذرنا محال تھا اس لئے مقرر ہوا کہ حضرت مریم مکانی بیگمات کے ساتھ توقف کریں اور سہولت کے ساتھ تشریف لائیں۔ عملۂ بیوتات کے میر سامان مدار الملک اعتماد الدولہ وغیرہ کو حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے آدمی گذریں۔ رستم مرزا صفوی اور خان اعظم اور اُن کی جماعت کو ہدایت ہوئی کہ پونچھ کی راہ سے آؤ۔ بادشاہ خود خاص خدمت گاروں کے ساتھ موضع سلطان پور میں آیا اس ملک کے آدمیوں کی زبانی سُنا کہ غیر ایام برسات میں جبکہ بجلی اور بارش کا مطلق اثر نہیں ہوتا اس پہاڑ سے صدائے ابر کی مانند آواز آتی رہتی ہے جس سے اس کا نام کوہ گرج مشہور ہو گیا ہے بیس سال ہوئے جب سے یہاں قلۂ کوہ پر ایک قلعہ بنایا گیا ہے آواز کا آنا موقوف ہے۔ اب اس قلعہ کو گندگڈھ کہتے ہیں جو بظاہر گنج گڈھ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ پہاڑ درختوں اور سبزہ کے نہ ہونے سے خشک اور برہنہ ہے سلہر اور پکھلی کے حالات میں بادشاہ لکھتا ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی یہ قلعہ سبزہ زاروں سے شگفتہ اور پھولوں سے گلزار نظر آتا تھا۔ سلہر میں ایک پھول دیکھا کہ اندام میں گل خطمی کے برابر اور رنگ میں سرخ آتشین تھا اسی رنگ کے اور بھی بہت پھول تھے لیکن وہ سب چھوٹے تھے۔ دور سے ان پہاڑوں کا نظارہ نہایت دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ دامن کوہ میں بھی نہایت عجیب منظر تھا۔ یہاں سے گذر کر پکھلی کے علاقہ میں داخل ہوا یہاں معمولی برف باری سے بھی روشناس ہونا پڑا چونکہ اس راہ میں کثرت سے شفتالو اور زردآلو کے درختوں میں شگوفے لگے ہوئے تھے۔ صنوبر کے درخت مثل سرو کے دیدہ فریب تھے۔ پکھلی کا رئیس سلطان حسین مزا میں ہی

ہوا اس نے اپنے مکان پر مجھے مدعو کیا چونکہ والد ماجد اکبر بھی دوران سفر کشمیر میں اس کے گھر گئے تھے اس لئے میں نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور اس کا درجہ بڑھایا۔ یہاں میوے بغیر پرورش کے خودرو ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں کشمیر کی روش پر خانہ و منازل چوب سے بناتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ چند منزل تک ایسی بستی نہیں ہے کہ وہاں غلہ اس قدر مل جائے کہ لشکر کو کفایت کرے۔ یہاں ہاتھیوں اور ہمراہیوں کی تخفیف ہوئی۔ جو بعد میں ہمارے ساتھ آ شامل ہوئے۔ پانچ کوس کے فاصلہ پر نین سکھ کی ندی آئی۔ جو بارخشان اور تبت کے درمیانی پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ ندی کی دونوں شاخوں پر دو پل ایک ۱۸ گز دوسرا چودہ گز طولانی اور عرض میں صرف پانچ گز بنائے گئے۔ ہاتھیوں کو پایاب اُتارا اور سوار اور پیادے پل پر سے اُترے۔ یہاں پل لکڑی کے بنائے جاتے ہیں اور سالہا سال برقرار رہتے ہیں۔ تین کوس آگے قریب چلکر دریائے کشن گنگا کے کنارہ پر منزل ہوئی۔ راہ میں ایک پہاڑ جس کا ارتفاع ڈیڑھ کوس ہے واقعہ ہے۔ پل سے گذر کر ایک آبشار آتا ہے جو نہایت لطیف و صاف ہے۔ میں نے نہایت شوق سے سایۂ درخت میں اُس کا پانی پیا۔ اس پل کے محاذی دوسرا پل میں نے بھی تعمیر کرایا۔ پانی عمیق اور تند تھا ہاتھیوں کو ننگا اس دریا سے عبور کرایا گیا۔ دریائے کے مشرق میں عین پہاڑ پر میرے باپ کے حکم سے ایک پختہ سرائے پتھر اور چونے کی بنی ہوئی ہے۔

بادشاہ مقام بھُول باص سے کچھ آگے نکل گیا تھا۔ کہ برف و باراں نے اسے گھیر لیا۔ جہانگیر معہ اہل حرم اس بلائے آسمانی سے بچنے کے لئے معتمد خان مصنف اقبال نامہ جہانگیری کے خیمہ میں جو بالکل خالی تھا چلا گیا اور وہاں شبانہ روز رہا۔ جب معتمد خان کو خبر ہوئی تو وہ پیادہ پا ڈھائی کوس کی مسافت کر کے دوڑا آیا جو کچھ نقد و جنس اس کی بساط میں تھی بادشاہ کے پیش کی۔ بادشاہ نے نذر معاف کر دی اور فرمایا۔ متاع دنیا ہماری چشم ہمت میں ہیچ ہے۔ ہم جوہر اخلاص کو گراں بہا سے خریدتے ہیں۔

راجہ کشتواڑ کی حاضری	غرض ۱۵۔ ربیع الاول سنہ ہجری مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۲۲ء

کو سر کشمیر میں جب بادشاہ شہاب الدین پور میں آیا تو دلاور خان صوبہ کشمیر بادشاہ کی پیشوائی کے لئے اس منزل پر حاضر ہوا۔ راجہ کشتواڑ کی سرکوبی کے لئے جو اپنے آپ کو سرکش و خود مختار سمجھتا تھا دلاور خان کو دس ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت دیکر کشتواڑ روانہ کیا۔ راجہ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد تاب مقاومت نہ لایا۔ گرفتار ہوکر جہانگیر کے حضور میں لایا گیا جہانگیر لکھتا ہے راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہیں تھی اس کی پوشش اہل ہند کی روش پر تھی اور وہ ہندی اور کشمیری خوب بولتا تھا۔ وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں دیکر مرحمت شاہی سے سرافراز ہوا۔

کشمیر کے قدیم فرمانروا | جہانگیر لکھتا ہے کشمیر اقلیم چہارم میں ہے۔ عرض اس کا خط استواء سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس ملک میں قدیم سے ہندو راجے حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت کی مدت چار ہزار سال بیان کی جاتی ہے۔ ان کا حال تاریخ راج ترنگ میں جو دالا راجہ کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہوچکی ہے مفصل مرقوم ہے۔ ۷۱۲ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۳۲ مسلمان بادشاہوں نے ۲۸۲ برس اس ملک پر سلطنت کی ہے ۹۹۴ھ میں والد ماجد نے اس کو فتح کیا اور اس تاریخ سے اب تک کہ ۳۵ سال ہوئے ہمارے قبضہ میں ہے +

شہر سری نگر | شہر کا نام سرینگر ہے اس کی آبادی کے اندر سے دریائے بہت جہلم گذرتا ہے اس کے سرچشمہ کا نام ویرناگ ہے۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جانب جنوب واقع ہے۔ میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا ہے۔ شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں اس ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۷۹۵ھ میں ایک مسجد نہایت عالیشان سلطان سکندر نے بنائی تھی۔ ایک مدت کے بعد وہ جل گئی ۹۰۹ھ ہجری میں ابراہیم ماگرے وزیر سلطان حسین شاہ کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہوئی حکام کشمیر کی سب سے عمدہ یادگار یہی مسجد ہے آدمیوں کی آمد و رفت اور غلہ وغیرہ کا کاروبار اکثر کشتیوں ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ شہر اور پرگنوں میں ۵۷۰۰ کشتیاں کار

۴۰۰ ملاح ہیں *

کشمیر کی بہار جہانگیر اکثر کہا کرتا تھا کہ کشمیر میری قلمرو میں بہشت روئے زمین ہے اور اسی لئے ہر سال کشمیر کی سیر کو جایا کرتا تھا اس نے کشمیر کی بہت تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کشمیر ایک باغ ہے سدا بہار قلعہ ہے آہنین حصار۔ بادشاہوں کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے۔ درویشوں کے لئے ایک خلوت کدہ دلکشا چمن خوش۔ آبشار دلکش۔ آب ہائے رواں شرح وبیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب وشمار سے باہر ہیں۔ بہار میں کوہ ودشت اقسام شگوفہ سے مالا مال۔ درودیوار اور صحن وبام۔ گھروں کے مشعل لالہ سے بزم افروز ہیں۔ کشمیر میں لکڑی کے مکانات یک منزلہ سے چار منزلہ تک بناتے ہیں اور چھتوں کو خاک پوش کرکے پیاز لالہ کو سال بسال لگاتے ہیں۔ موسم بہار میں وہ کھلکر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے (۱) اوستاد حضورؐ نے پھولوں کی جو تصویریں کھینچی ہیں وہ سو سے زیادہ ہیں *

باشندوں کی عادات اور دیگر کوائف چنا اس ملک میں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے دوسرے سال کم اور چھوٹا اور تیسرے سال مونگ کی دال کے برابر ہوتا ہے۔ زمانہ سابق میں یہاں اچھا اور قدر آور گھوڑا اور گاؤ اور گاومیش بالکل کمیاب تھے۔ تازہ طعام کھانے کا رواج بہت کم ہے عموماً ایک وقت کا پکا ہوا دو وقت کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ مردوں کے چہرہ میں نمک کا اثر نہیں ہے۔ عورت ومرد کا ملبوسات پشمینہ متعارف پٹو ہے۔ اس ملک کے باشندوں کا قول ہے کہ اگر ہم پٹو نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہو سکتا۔ اس پٹو کا ایک کرتہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اس کو دھلواتی نہیں ہیں۔ حالانکہ پانی کی یہ کثرت ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے۔ اس گل زمین کے باشندے جودت فہم وذکا اور جوہر رشادت سے آراستہ ہیں۔ کشمیری گول پگڑی پہنتے ہیں۔ ازار پہننا عیب جانتے ہیں۔ کرتہ دراز وفراخ سر سے پانک پہنتے ہیں اور کمر باندھتے ہیں۔ اس ملک کے آدمی سوداگر اور اہل حرفت ہیں۔ سنی شیعہ اور ہنود کے علاوہ ایک فرقہ نور بخشی مذہب کا بھی ہے جو اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے برخلاف ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے

کہ عبادات و معاملات میں اس فرقہ نے اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ تفرقہ عظیم ہوگیا ہے۔ میں نے اُن کی کتاب موطۂ نوربخشیہ علمائے ہندوستان کے پاس فتوے کے لئے بھیجی جنہوں نے بالاتفاق لکھا کہ اس قسم کی کتاب کا شائع اور معدوم کردینا واجبات و فرائض سے ہے۔ برہمنوں اور مسلمانوں کا لباس یکساں ہے لیکن اُن کی مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں۔ وہ اُن کو پڑھتے ہیں اور بت پرستی کی شرائط کو ادا کرتے ہیں۔ بت خانوں کی عمارتیں سنگین ہیں۔ اور بنیاد سے لیکر چھت تک ان میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ شہر کے متصل کوہ ماران یا ہری پربت ہے جہاں والد ماجد نے ایک قلعہ بنوایا ہوا ہے میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نام نور افزا رکھا ہے۔

چشمہ ویرناگ کی سیر جہانگیر لکھتا ہے جمعہ کو میں چشمہ ویرناگ کے سرچشمہ دریائے بہت (جہلم) کی سیر کو روانہ ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اُترا تب میں کشتواڑ سے جب یہ خبر آئی کہ نصر اللہ عرب کو جس کو دلاور خان حاکم کشتواڑ کشمیر کی فتح اور راجہ کی گرفتاری کے بعد کشتواڑ کا محافظ بنا آیا تھا کشتواڑیوں نے بوجہ اُس کے مظالم و سختیوں کے ایک لڑائی میں مار ڈالا تو تمام سیر منغص ہوگئی۔

جہانگیر نے زمانہ ولی عہدی میں اس چشمہ پر ایک عمارت اور باغ کی تعمیر کا حکم دیا تھا جو زمانہ حکومت میں تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ چشمہ موجودہ صورت میں ۷ ۳گز مدور اور ۰ ۵ فٹ عمیق ہے۔ اس کی نہم محرابیں ہیں۔ ایک محراب پر یہ عبارت کندہ ہے "پادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابو المظفر نور الدین جہانگیر ابن اکبر شاہ غازی بتاریخ ۱۵ سن جلوس دریں سرچشمہ فیض آئین نزول اجلاس فرمود" تاریخ

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ	ایں بنا کشیدہ بر افلاک
بانئے عقل یافت تاریخش	قصر آباد چشمۂ ویرناگ

سرینگر میں آتش زدگی جب بادشاہ واپس سرینگر پہنچا ۲۹ تو حادثہ آتش زدگی نمودار ہوا جس میں بارہ ہزار گھر جل گئے جامع مسجد بھی جلکر شہید ہوگئی جہانگیر

اس موقعہ پر بذات خود موجود تھا۔ آگ کے فرو کرنے میں بڑی کوشش کی گئی لیکن مشیت ایزدی اپنا کام کر کے ہٹی۔ اہل سنت نے اس آگ کا الزام شیعوں کو دیا۔ بادشاہ نے فساد رو کنے کے لئے ملک محمد ناجی کو مسجد مذکور از سر نو تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ جس نے سترہ سال کے عرصہ میں اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیکر خلق خدا کی تحسین و آفرین لی۔ اس کے ساتھ ہی تو جہانگیر کے فرمان کے مطابق خانقاہ حیدری بل از سر نو تعمیر کی گئی اور نہر محمد کول کی مرمت بھی کرائی گئی۔ اس کے علاوہ ملکۂ ہند نے خانقاہ معلی کے مقابلہ میں ایک سنگین مسجد بھی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جو سبد میں بڑے عالیشان پیمانے پر بنایا ہوا ہے اور اب تک موجود ہے اور سرکاری انباروں کا کام دیتی ہے

کشت زعفران جہانگیر جب سیر کشمیر سے فارغ ہوکر ہندوستان کو واپس چلا۔ تو زعفران کے پھول کھل رہے تھے بادشاہ شہر سے کوچ کرکے موضع پام پور میں آیا۔ جو زعفران کی پیدائش کے باعث تمام کشمیر میں مشہور ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے جہاں تک نظر کام کرتی تھی پھول ہی پھول دکھائی دیتے تھے اس کی نسیم دماغوں کو معطر کرتی تھی۔ زعفران کا تنہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے اس کے پھول کی پانچ پتیاں بنفشہ کے رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں ۔ ۵ ہزار من یعنی ۴۰۰ خراسانی من پیدا ہوتا ہے بنصف حصہ خالصہ یعنی بادشاہ کا ہوتا ہے اور نصف حصہ رعایا کا۔ ایک سیر دس روپیہ کو فروخت ہوتا ہے کبھی کبھی یہ نرخ کم و بیش بھی ہو جاتا ہے۔ گل زعفران کو توڑ کر کاریگر اپنے گھر لیجاتے ہیں اور زعفران اُس میں سے نکالتے ہیں۔ وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی اُجرت میں اُن سے زعفران کے وزن کے برابر نمک لیتے ہیں کشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان سے آتا ہے۔

کشمیر میں عمارات جہانگیری بادشاہ چونکہ سفر کشمیر کے تجربہ سے برف و باران کی تکالیف اٹھا چکا تھا اس لئے اس نے حکم دیا کہ کشمیر سے انتہائے کوہستان تک ہر منزل میں بادشاہ اور اس کے اہل حرم کیلئے ایک ایک عمارت عالیشان تعمیر کیجائے کہ سرما اور برف میں خیموں میں گذارہ نہیں ہوسکتا کشمیر کے معماران

جا بجا بدست اور کاردارانِ زیرک نے بہت تھوڑے سے دنوں میں یہ عمارتیں تعمیر کر دیں۔ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ میں ایک باغ تعمیر کر دیا اس میں ایک تصویر خانہ بنوایا جس میں سب سے اوپر اکبر اور ہمایوں کی تصویر تھی۔ پھر اپنی اور اپنے مقابل شاہ عباس والئے ایران کی۔ پھر درجہ بدرجہ شاہزادوں اور امرائے خاص کی تصاویر رکھی گئیں۔

ٹھٹہ اور راجوڑی کے رستے واپسی

جہانگیر میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ جن مشہور اضلاع و مقامات میں سے گذرتا تھا اُن کے تاریخی حالات کی خوب تحقیقات کرتا اور وہاں کے باشندوں کی حالتیں۔ رسم و رواج۔ طرزِ معاشرت۔ آب و ہوا غرض ہر چیز کا بیان لکھتا چنانچہ واپسی کے وقت جب وہ ٹھٹہ میں پہنچا جو پیر پنجال کے نشیب میں واقعہ ہے اور وہاں سے راجوڑی کو روانہ ہوا تو اس منزل کی کیفیت میں لکھتا ہے کہ یہاں کے آدمی فارسی اور ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں اصل زبان ان کی ہندی ہے۔ قرب وجوار کے سبب سے کشمیری بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح ناک میں نتھ کا استعمال کرتی ہیں۔ راجور کے باشندے پہلے زمانہ میں ہندو تھے یہاں کے رئیس کو راجہ کہتے ہیں۔ ہر چند یہاں مسلمان کثرت سے ہیں لیکن ہندوپنے کی رسمیں ان میں جاری تھیں۔ یہاں تک نوبت تھا کہ ہندو عورتوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی اپنے خاوندوں کے ساتھ زندہ دفن ہو جاتی تھیں۔ اکثر بے بضاعت اور جاہل آدمی اپنی لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ ہندوؤں سے رشتہ داری بھی جاری تھی لڑکی دیتے بھی تھے اور لیتے بھی تھے جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ حالات جب میرے گوش گذار ہوئے تو میں نے مفتی سے ایک فرمان جاری کیا کہ پھر یہ باتیں نہ ہونے پائیں۔ اور جو کوئی اُن کاموں کا مرتکب ہو اس کو خوب سزا دی جائے کسی مسلمان کا کسی ہندو کو لڑکی دے دینا سخت جرم قرار دیا گیا۔ لڑکی لینا چنداں جرم نہیں تھا۔

تیسرے سال ۱۶۲۳ء میں اعتقاد خان صوبیدار کے عہد میں جہانگیر پھر کشمیر پہنچا

اور چار ماہ کی سیر و سیاحت کے بعد اسی سال مراجعت اختیار کر گیا ۱۶۲۵ء میں تیسری
مرتبہ بادشاہ عازم کشمیر ہوا اثنائے راہ میں کچھ دن تک علاقہ بھمبر میں سیر و شکار
میں مصروف رہا۔ اور بمقام جوگی ہٹی جشن نوروز منانے کے بعد کشمیر کو روانہ ہوا۔ اس
وقت پیر پنجال کا راستہ برف سے مستور تھا اس لئے بادشاہ نے حیدر ملک
چاڈورہ کے بھائی علی ملک کو پونچھ کا راستہ درست کرنے پر مامور کیا جس نے
بڑی جانفشانی سے دنوں میں کوسہ میدان صاف کر دیا لیکن پھر برف باری شروع
ہو گئی۔ اور اس راستہ کو ترک کر کے بھگلی کے راستے جہانگیر روانہ ہوا۔ اور گلمرگ وغیرہ
مقامات کی سیر میں مصروف ہوا اس مرتبہ چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہا۔ اور زعفران
زار کا شگوفہ دیکھنے کے بعد دار السلطنت لاہور کو تشریف لے گیا۔ آخر ۱۶۲۷ء میں
جہانگیر کی طبیعت علیل ہو گئی اور پنجاب کی گرمی سے تنگ آ کر چوتھی اور آخری مرتبہ
ہیرہ پور کے راستے پھر کشمیر آ گیا۔ یہاں کی آب و ہوا نے اس مرتبہ اُلٹا اثر کیا۔ اور
طبیعت روز بروز بگڑتی گئی۔ یہاں تک کہ گھوڑے پر سوار ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ اور
پالکی میں بیٹھ کر آخری دورہ کرنے لگا جب کسی قدر افاقہ ہوا تو اس نے مراجعت اختیار
کی۔ اثنائے راہ میں بمقام بہرام گلہ سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ جہانگیر کا کیمپ اس میدان
میں تھا۔ جہاں اب پولیس کے کوارٹر واقع ہیں۔ اتفاقاً اس علاقہ کے کسی نوجوان
نے متصل کے پہاڑ کی چوٹی سے ایک زندہ ہرن پکڑا۔ اور انعام کے لالچ میں ہرن
کے گلے میں رسی ڈال کر وہ اُسے بادشاہ کی خدمت میں لا رہا تھا کہ ہرن پتھر کی آڑ
بنا کر کھڑا ہو گیا۔ اجل رسیدہ نوجوان نے اس کی رسی اس زور سے کھینچی کہ وہ ٹوٹ
گئی۔ شکار بھاگ گیا اور صیاد غلطان و پیچان ریزہ ریزہ ہو کر بادشاہ کے قدموں میں گرا
اس ہولناک سانحہ کے مشاہدے نے بادشاہ کے دل پر سخت چوٹ لگائی
طبیعت فوراً بگڑ گئی اور ضعف کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی۔ یہ حالت دیکھ کر
ہمراہی گھبرا گئے۔ اسی وقت کوچ کر دیا اور رات کو راجوری پہنچ گئے جہاں
۲۷ ماہ صفر ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۷ء کی رات کو پچھلے پہر دنیائے فانی کو الوداع
کر گیا۔ تابوت لاہور پہنچایا گیا۔ اور دریں بمقام شاہدرہ دفن ہوا۔ اس کی قبر پر کچھ عرصہ
بعد شاہجہان نے عالیشان عمارت تعمیر کر کے ایک بے نظیر مقبرہ طیار کر

دیا تاریخ وفات۔

شہنشاہِ شہاں شاہ جہانگیر　　کہ دست عدل او بر آسمان رفت
چو نورالدین محمد بود نامش　　ازاں از فقنش نور جہاں رفت
ازاں مات میراچوں رخت بربست　　جہان غمگین شد وا زجہاں رفت
چو تاریخ وفاتش جست کشفی　　خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت

جہانگیر کے زمانہ میں کشمیر کے دونوں حصے یعنی مراج اور کامراج ۳۸ پرگنوں پر منقسم تھے کل ملک کی جمع تیس لاکھ تریسٹھ ہزار پانچسو گیارہ ترکھ تھی جو بحساب نقدی سات کروڑ ۴۶ لاکھ اور ستر ہزار دام ہوتی ہے۔ اس وقت بھی کشمیر میں خرداروں[1] کے حساب سے خرید و فروخت ہوتی تھی لیکن خروار کا وزن تین من ۸ سیر کشمیری تھا۔ ایک سیر ۵۶ تولہ دو سیر کا ایک کشمیری من یا منوٹہ چار من یعنی آٹھ سیر کا ایک ترکھ اور سولہ ترکھ کا ایک خروار مروج تھا۔

صوبیدار جو جہانگیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

نمبر	نام	مدت	عیسوی		ہجری
(۱)	نواب قلیج خان	۳ سال	۱۶۰۶ء سے ۱۶۰۹ء	مطابق	۱۰۱۵ھ سے ۱۰۱۸ھ
(۲)	ہاشم خان		۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۲ء	″	۱۰۱۸ھ سے ۱۰۲۱ھ
(۳)	صفدر خان		۱۶۱۲ء سے ۱۶۱۵ء	″	۱۰۲۱ھ سے ۱۰۲۴ھ
(۴)	احمد بیگ خان		۱۶۱۵ء سے ۱۶۱۸ء	″	۱۰۲۴ھ سے ۱۰۲۷ھ
(۵)	دلاور خان	۲ سال	۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۰ء	″	۱۰۲۷ھ سے ۱۰۲۹ھ
(۶)	ارادت خان		۱۶۲۰ء سے ۱۶۲۲ء	″	۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۱ھ
(۷)	اعتقاد خان	۱۱ سال ۲ ماہ	۱۶۲۲ء سے ۱۶۳۳ء	″	۱۰۳۱ھ سے ۱۰۴۳ھ

نواب قلیج خان صوبہ دار کشمیر ۳ سال ۱۶۰۶ء سے ۱۶۰۹ء ۱۰۱۵ھ سے ۱۰۱۸ھ

۱۶۰۶ء میں نواب قلیج خان صوبہ کشمیر مقرر ہوا اور تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک عدل و انصاف سے صوبہ مفوضہ کے انتظام میں مصروف رہا۔ اس صوبہ کے زمانہ میں مسلمانان اہل سنت کو بہت

[1] حال میں ایک خروار دو من سولہ سیر کے برابر ہے۔ سیر دو قسم کے مروج ہیں۔ ایک خام کہلاتا ہے جو ۵۶ تولہ کے برابر ہے اور دوسرا پختہ جو بحساب انگریزی ۸۰ تولہ کا ہوتا ہے۔ ترکھ چھ سیر اور من ڈیڑھ سیر کا مروج ہے۔

ترقی ہوئی۔

ہاشم خان صوبہ کشمیر — ۳ سال ۱۶۰۹ء ۱۰۱۹ھ سے ۱۶۱۲ء ۱۰۲۱ھ

۱۶۰۹ء میں نواب قلیچ خان کی جگہ ہاشم خان صوبیداری کشمیر پر ممتاز ہوا۔ اور تین سال تک عدل و انصاف سے رعایاپروری اور معدلت گستری کر کے ۱۶۱۲ء کو واپس ہو گیا۔

صفدر خان صوبہ کشمیر — ۳ سال ۱۶۱۲ء ۱۰۲۱ھ سے ۱۶۱۵ء ۱۰۲۴ھ

اس نے بھی تین سال حکومت کشمیر سے ہمکنار رہ کر احمد بیگ خان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ عادل اور باذل حاکم تھا۔

احمد بیگ خان صوبہ کشمیر — ۳ سال ۱۶۱۵ء ۱۰۲۴ھ سے ۱۶۱۸ء ۱۰۲۷ھ

۱۶۱۵ء میں اس صوبہ کی حکومت احمد بیگ خان کے حصہ میں آئی یہ بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح بڑا نیک دل اور شفقت مزاج آدمی تھا اور خلق خدا کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہمیشہ سعی جمیلہ کرتا رہا۔ اس کی حکومت کے پہلے سال قہر الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور وبائے طاعون کے آثار نمودار ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں طاعون نے وہ زور پکڑ لیا کہ مکانوں کے مکان بند ہو گئے۔ حسن شال نام ایک متمول آدمی تھا اس کے کنبے کا کنبہ معدوم ہو گیا۔ اس کے مال مویشی جنگل کو نکل گئے۔ اور کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس خانمان ویران کی خبرگیری لیتا رہا اس کے مال و اسباب کو سمیٹتا۔ ایسی آپا دھاپی پڑ گئی کہ کوئی کسی کی تجہیز و تکفین میں بھی شامل نہ ہوتا۔ چالیس روز تک یہ قیامت بڑے زور و شور سے برپا رہی۔ آخر خداوند کریم کو آفت زدہ رعایا کے حال پر رحم آیا اور پہلا زور و شور گھٹ گیا۔

۱۶۱۷ء ۱۰۲۶ھ میں ایک ابریشم فروش کے ہاں دو توام لڑکیاں دانتوں سمیت پیدا ہوئیں۔ ان کے تمام عضو صحیح و سالم تھے اور پشت جڑی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک زندہ رہ کر مر گئیں۔ تین سال کے بعد بادشاہ نے اسے واپس ہندوستان بلوا لیا۔

دلاور خان صوبیدار — ۲ سال ۱۶۱۸ء ۱۰۲۷ھ سے ۱۶۲۰ء ۱۰۲۹ھ

کشمیر کی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر دلاور خان نے اسے امن و امان بنا دیا۔ ملک کی ترقی اور رعایا کی بہبودی میں ہمہ تن ساعی رہا۔ برار ندل کے کنارے پر اس نے ایک وسیع اور دلکش باغ تعمیر کرایا۔ جو آج تک باغ دلاور خان کے نام سے مشہور اس کی صوبیداری کی یادگار ہے۔ چنانچہ اسی سال [illegible] میں ایک دم دار ستارہ طلوع ہوا جس نے منجموں کی

پیشین گویوں کے باعث لوگوں کو سخت وسوسہ اور تشویش میں ڈال دیا۔ اتفاقاً اسی سال چوہے اس کثرت سے پیدا ہو گئے۔ کہ چیونٹیوں کی طرح پھرنے لگے۔ انہوں نے ہندوستان اور کشمیر دونوں ممالک کی زراعت کو سخت نقصان پونچایا۔ سنہ ۱۶۲۰ء میں جہانگیر کے حکم سے کشتواڑ فتح کرنے کے صلہ میں بادشاہ نے اس صوبہ کو خلعت زرکار عطا کیا۔ اور صوبہ کشمیر کا ایک سال کا مالیہ بھی اسی کو بخش دیا۔ آخر سنہ ۱۶۲۰ء کی پہلی سیاحت کشمیر کے بعد جب جہانگیر مراجعت پذیر ہوا۔ تو دلاور خان کو ہمرکاب لے گیا۔

ارادت خان صوبہ کشمیر
۲۔سال سنہ ۱۶۲۰ء سے سنہ ۱۶۲۲ء
۱۰۲۹ھ ۱۰۳۱ھ

دلاور خان کی واپسی پر دو سال کے لئے ارادت خان گلشن کشمیر کی خوشہ چینی کرنے لگا۔ اور عدل و انصاف سے امن و امان کی حکومت کرتا رہا۔ تادہ پور کے نزدیک اس نے ایک دلکشا روضہ تعمیر کرایا جس کے اردگرد ایک فرحت افزا باغ بھی بنوایا۔ یہ عمارت اس شان و شوکت کی تیار کی گئی تھی کہ اقران زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملتی تھی۔ اس کی تکمیل پر ارادت خان نے کاریگروں کے سرگروہ نجار کو جس کے ہنرمند ہاتھوں نے اسے تعمیر کیا اور کرایا تھا۔ بہت سے انعام و اکرام دیکر اس کے ہاتھ کٹوا دیئے تاکہ وہ دوسری جگہ ایسی عمارت نہ بنا سکے۔

اعتقاد خان صوبہ کشمیر
۱۱۔سال ۲ماہ سنہ ۱۶۲۲ء سے سنہ ۱۶۳۳ء
۱۰۳۱ھ ۱۰۴۲ھ

ارادت کے بعد سنہ ۱۶۲۲ء میں اعتقاد نے لوگوں کو ارادت ازلی کا سبق سکھانا شروع کیا۔ یہ صوبیدار جابر اور خودرائے تھا۔ محمد قلیخان صوبیدار کی واپسی پر فرقہ چک جو سرکشی اور شرارت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ جادہ اعتدال سے باہر نکل آیا۔ لیکن اب اعتقاد خان نے ان کو بہت ستایا گروہ کے گروہ گرفتار کر کے حوالہ تیغ کر دیئے یہاں تک کہ ملک گیری کی ہوس سے ناامید ہو کر بجان و دل تائب ہو گئے۔ اور محنت مشقت اور زراعت و کاشتکاری کو اپنا خاندانی پیشہ بنا کر مصیبت کے دن کاٹنے لگے۔ راجہ مان سنگھ کی وفات پر سید ابوالمعالی کو کشمیر آنے کی اجازت مل گئی لیکن جونہی کہ وہ یہاں پونچا مصیبت زدہ چک جوق جوق اس کی خدمت میں جمع ہو کر اعتقاد خان کے جور و ستم کی شکایت کرنے

سے لگے لیکن اعتقاد خان نے سید صاحب کو اتنا موقعہ ہی نہ دیا کہ کسی کی دلجوئی کر سکتا اور جلدی ہی اسے بادشاہ کے پاس واپس بھجوا دیا۔ اب سید ابوالمعالی کو پچیس ہزار کی جاگیر ملک سندھ میں عطا ہوئی اور وہ مدت العمر وہیں سکونت پذیر رہا۔ اس کے بھائی سید ابراہیم خان کو پرگنہ جھراٹ میں نبوہ بطور جاگیر ملا اور وہ اپنا اہل وعیال لیکر وہیں چلا گیا +

اعتقاد خان شیعہ مذہب رکھتا تھا چنانچہ اس نے مذہبی تعصب سے خلق خدا کو سخت آزار پہنچایا اور بہت سی بدعتیں ملک میں جاری کردیں۔ اشجار باغات دہات اور جنگلات کی ضبطی اور زعفران زار اور سالانہ وغیرہ کی سختیاں۔ غرض کئی طرح کے مظالم سے ملک کو تباہ کر دیا۔ اگرچہ جہانگیر بادشاہ اس کے عہد میں تین مرتبہ وارد خطہ ہوا لیکن نورجہان بیگم جو خود بھی شیعہ تھی، کی سرپرستی نے اسے بالکل آنچ نہ آنے دی ۱۶۲۷ء میں جہانگیر کی وفات کے بعد بھی چھ سال تک اسی طرح دامن ہوس کو گل مراد سے بھرتا رہا۔ رعایا تمام ظلم وستم برداشت کرتی اور اُف تک نہ کرتی اور نہ اس کے رعب وداب کے باعث کسی کا حوصلہ پڑتا کہ بادشاہ تک اس کی شکایت پہنچا سکے۔ قہر درویش برجان درویش ہو کے گھونٹ پیکر خاموش ہو جاتے۔ آخر ۱۶۳۳ء میں شاہجہان پہلی مرتبہ جب وارد خطہ ہوا تو اعتقاد خان کا کچا چٹھا کھل گیا۔ بادشاہ نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ خواجہ ابوالحسن کو عطا کی ؛

ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان

ایام حکومت ۳۱ سال ۱۶۲۷ء تا ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۳۶ھ تا ۱۰۶۸ھ

نورجہان کی خودغرضی نے جہانگیر کی زندگی ہی میں جانشینی کے لئے جھگڑے پیدا کر دیئے تھے اس کی وفات پر آصف خان کی حسن سعی سے ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان دکن سے آکر تخت نشین ہو گیا۔

شاہجہان اُن اولوالعزم اور نامور شاہان چغتائی میں سے ہے جن کے لئے تاریخ ہندوستان جس قدر فخر و ناز کرے کم ہے تخت نشینی سے پہلے شاہزادہ

حرم کے نام سے مشہور تھا امورات ملکی و مالی کے سرانجام دینے کا اسے وہ ملکہ حاصل تھا کہ اس کی حسن تدبیر پر بڑے بڑے مدبر انگشت بدندان تھے۔ دیگر ممالک کے بادشاہوں کو بھی اس نے اپنے دام محبت میں اسیر کر رکھا تھا۔ جو شان و شوکت اس بادشاہ کے دربار کو حاصل تھی اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ مشہور تخت طاؤس جو چھ کروڑ روپے کے صرف کثیر سے طیار ہوا تھا اسی بادشاہ کی دریا دلی اور جاہ و جلال کا ایک ادنےٰ نمونہ تھا۔ عمارتوں کا اسے بڑا شوق تھا چنانچہ آج کل جس قدر پرانی عمارتیں ہندوستان یا کشمیر میں عجائبات زمانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اسی کے مذاق کا نتیجہ ہیں۔

اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر پہلے خانہ جنگیوں کا تدارک کیا۔ نورجہاں بیگم جو اس کی سوتیلی ماں تھی پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کر کے کاروبار سلطنت سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

شاہجہان بھی باپ کی طرح کئی مرتبہ کشمیر کی سیر کو آیا اور ہمیشہ اپنی حرم محترمہ ممتاز محل کے ساتھ مہینوں گلگشت باغ جناں سے دل بہلا کر راجعت پذیر ہوتا رہا۔
آخرکار ۱۶۵۸ء میں شاہجہان کی طبیعت سخت علیل ہوگئی۔ اس کے بیٹوں داراشکوہ ولیعہد۔ اورنگ زیب اور شاہزادہ مراد میں تخت نشینی کے لئے عرصہ دراز سے لڑائی چلی آتی تھی۔ باپ کا تیسرا بیٹا ہونے کے باعث اور ولیعہد کی موجودگی میں اورنگ زیب کو تاج پوشی کا کوئی حق نہ تھا۔ اس لئے اس نے باپ کی علالت کو غنیمت سمجھا اور عیادت کے بہانہ دکھن سے واپس آگیا۔ داراشکوہ کے مزاحم ہونے پر اس سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آخرکار اس نے شاہجہان کو قلعہ اکبرآباد میں قید کر دیا۔ اور تخت خود سنبھال بیٹھا۔ اس کے بعد آٹھ سال تک حالت قید ہی میں زندہ رہکر ۱۶۶۶ء میں یہ اولوالعزم بادشاہ اپنی بیٹی جہان آرا بیگم کے سامنے جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ آگرہ کے قلعہ میں انتقال کر گیا۔

سال تاریخ گفت شاہجہان رضی اللہ گفت اشرف خان

صوبیدار جو شاہجہان کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ظفر خان (خواجہ ابوالحسن) ۷ سال ۴ ماہ ۱۰۴۲ھ لغایت ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۳۲ء لغایت ۱۶۴۰ء

(۲) شاہزادہ مراد بخش ایک سال ۱۶۴۰ء لغایت ۱۶۴۱ء مطابق ۱۰۵۰ھ لغایت ۱۰۵۱ھ
(۳) نواب علی مردان خان ،، ،، ۱۶۴۱ء ،، ۱۶۴۲ء ،، ۱۰۵۱ھ ،، ۱۰۵۲ھ
(۴) ظفرخان بار ثانی ۴ ،، ۱۶۴۲ء ،، ۱۶۴۶ء ،، ۱۰۵۲ھ ،، ۱۰۵۶ھ
(۵) تربیت خان ۲ ،، ۱۶۴۶ء ،، ۱۶۴۸ء ،، ۱۰۵۶ھ ،، ۱۰۵۸ھ
(۶) حسن بیگ خان ۱½ ،، ۱۶۴۸ء ،، ۱۶۵۰ء ،، ۱۰۵۸ھ ،، ۱۰۶۰ھ
(۷) علی مردان خان بار ثانی ۷ ،، ۱۶۵۰ء ،، ۱۶۵۷ء ،، ۱۰۶۰ھ ،، ۱۰۶۷ھ
(۸) لشکر خان ۲ ،، ۱۶۵۷ء ،، ۱۶۵۹ء ،، ۱۰۶۷ھ ،، ۱۰۶۹ھ

ظفرخان احسن صوبۂ کشمیر ۷ سال ۴ ماہ ۱۶۳۲ء سے ۱۶۳۹ء

شاہجہان کی تخت نشینی کے بعد چھ سال دو ماہ تک سابقہ صوبیدار ہی حکومت ملک پر مامور رہا۔ جس کو ۱۶۳۲ء میں شاہجہان نے معزول کردیا اور خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ مقرر کیا۔ خواجہ ابوالحسن ضعیف العمر آدمی تھا اس لیئے اس نے اپنے بیٹے ظفرخان احسن کو قائم مقام صوبیدار بنا کر کشمیر بھجوایا۔ ایک سال بعد جب خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہوگیا۔ تو بادشاہ نے ظفرخان ہی کو مستقل صوبیدار بنا دیا۔ اس کا اصلی نام احسن اللہ تھا۔ بے مثال شجاعت اور غیر معمولی کامیابیوں اور ظفریابیوں کے باعث اسے ظفرخان کا خطاب ملا۔ اور اسی خطاب سے بعد میں مشہور ہوا۔ خوش خلق۔ نیک اطوار۔ عادل اور خوش باش تھا۔ شعر گوئی میں بھی اسے خاص مہارت تھی۔ تخلص احسن تھا۔ خطہ کشمیر کی تعریف میں اس نے بہت مثنویاں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ رباعی بطور نمونہ درج کی جاتی ہے ؎

جہان خواں شد و عقد خیاط مے بندد   بہار پائے چمن در نگار مے بندد
مسافران چمن نارسیدہ در کوچ اند   شگوفہ مے رود و شاخ بار مے بندد

نظامت کشمیر سے پہلے ظفرخان حکومت کابل پر ممتاز تھا۔ جہاں اس کی رنگینی طبع کا شہرہ سنکر مشہور ایرانی شاعر صائب جو ملک الشعرا کا رتبہ رکھتا تھا۔ ملاقات کے لیئے گیا۔ اس کی شان میں اس شاعر بے بدل نے یہ بند منظوم کیا جس نے اس کی ہنرمندی اور قابلیت کا سچا فوٹو کھینچکر دریا کو کوزہ میں بند کردیا ؎

خان توئی کہ نزد تو در بند سخن وراں   خواستہ دیگراں بیک خوانی است

اس کے صلہ میں ظفرخان نے اُسے ایک ہزار اشرفی عطا کی جس سے صائب کے شعر کی صداقت بھی بہم پہنچ گئی سہ

خان خاناں را بہ بزم و رزم صاحب دیدہ ام   در سخا و در شجاعت چو ظفرخان نو بست

عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس نے اعتقاد خان کے وقت کے مظالم کی فہرست طیار کی اور اُسے بادشاہ کی خدمت میں گذارش کر کے بعض بدعتوں کی تنسیخ کا فرمان بدیں مضمون نافذ کرایا اور جس کو عوام الناس کی آگاہی کے لئے پتھر پر کندہ کر کے جامع مسجد کے دروازہ میں نصب کرایا جو آجتک اصلی کالنقش کالحجر کی طرح شاہجہان کی رعایا پروری اور رحمدلی کا ثبوت دیتا ہے +

نقل فرمان شاہی

"چون ہمگی ہمت والا ہمت معروف و معطوف بر رفاہیت خلق است. بنابران بعض امور کہ در خطہ دلپذیر باعث آزار سکنہ آن دیار شدہ حکم فرمودیم کہ برطرف باشند. از جملہ آن مقدمات یکے آنست کہ وقت چیدن زعفران مردم را بیگار می بردند کہ زعفران بچینند و قلیلے نمک بعلت اجورہ آن بآن مردم میدادند ازین جہت آن جماعت آزار بسیارے رسید. حکم فرمودیم کہ تکلیف چیدن زعفران اصلا بکسے نکنند. آنچہ متعلق بخالصہ شریفہ باشد. مزدوران را راضی ساختہ اجورہ واجبی بدہند و آنچہ تعلق بجاگیر داشتہ باشد گل زعفران را بجنس حوالہ جاگیر دار نمایند بہر طریقے کہ بدانند بچینند. مقدمہ دیگر آنست کہ در زمان بعضے از صوبہ ہائے کشمیر بر سر خروار شالی دو دام بعلت ہیزم میگرفتند و در عمل اعتقاد خان چہار دام بآن علت بر سر خروار گرفتہ میشد. چون ازین جہت آزار بسیار بمردم میرسید بنابران حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را طلب این وجہ معاف دارند بعلت ہیزم چیزے نگیرند + مقدمہ دیگر آن است کہ دہے کہ جمع آن زیادہ از چہار صد خروار شالی نباشد از آن دہ دو گوسفند حکام آنجا ہر سال میگرفتند. اعتقاد خان در ہنگام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفندے شصت و شش دام میگرفت چون ازین جہت بر رعایا نیز آزار تمام میرسید. بالکل حکم فرمودیم کہ برطرف باشد نہ گوسفند بگیرند نہ نقد. دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود بر سر ہائے

خواہ جوان خواہ پیر خواہ خورد سال ہفتاد و پنج دام میگرفتند و معمول قدیم آں بود که بر سر جوانے شصت دام - بر سر پیرے دوازدہ دام و بر سر خورد سالے سی و شش دام میگرفتند۔ حکم فرمودیم که دستور سابق را معمول داشته باعث که اعتقاد خان کردہ برطرف باشد۔ بمقتضائے آں عمل نه کنند۔ مقدمه دیگر آنست که صاحب صوبه در وقت میوہ در ہر باغ و در ہر باغچه که میوہ خوبے گمان داشتند۔ کسان خود تعیین مے نمودند که آں میوہ را بجہت آنہا محافظت نمائند و نمے گذاشتند که صاحبان باغہا و باغچه ہا متصرف شوند۔ ازیں جہت آزار بسیار بآں جماعت میرسید چنانچه بعضے ازاں مردم درخت ہائے میوہ دار دور ساختند۔ حکم فرمودیم که ہیچ صاحب صوبه قرق میوہ و باغ و باغچه کسے نه کند +

مے باید که حکام کرام و دیوانیاں کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبه کشمیر ایں احکام جہان مطاع را شمیر ابدی دانند تغیر و تبدیل مقوا عد ایں راہ ندہند۔ ہر کسیکه تغیر و تبدیل دہد به لعنت خدا و غضب پادشاہ گرفتار خواہند شد فقط"

ظفر خان کو باغ بنانے کا بڑا شوق تھا چنانچه قیام کشمیر کے دنوں میں اس نے بصرف کثیر یه چار باغ بنوائے۔

(۱) سری نگر محله مزیه وار میں باغ ظفر آباد۔ (۲) سری نگر محله بورنه کدل میں باغ گلشن (۳) سید ہمدانی کی زیارت کے متصل باغ عنایت (۴) محله حسن آباد میں باغ حسن آباد +

ان باغات میں اس نے دور دور سے میوہ دار اور پھولدار درخت اور پودے منگا کر لگائے۔ چنانچه زنبق۔ گلاب۔ گیلاس اور کئی قسم کے انگور پہلے پہل اسی کے عہد میں یہاں آئے +

جہانگیر کے زمانہ میں بھی تسخیر تبت کے لئے فوج کشی کی گئی تھی لیکن سوائے کشت و خون کے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ شاہجہان نے جلوس کے دسویں سال ۱۰۴۷ھ مطابق ۱۶۳۷ء میں ظفر خان گورنر کشمیر کو تسخیر تبت کا فرمان بھیجا۔ ظفر خان آٹھ ہزار سوار اور پیادہ کی جمعیت سے ایک ماہ میں سکردو پہنچا جو تبت کا آغاز ہے۔ یہاں کے مرزبان نے دو بلند پہاڑوں پر دو نہایت مضبوط

قلعے بنوائے ہوئے تھے ظفر خاں نے جب ان قلعوں کی رفعت و استواری دیکھی تو محاصرہ دیکار کا مع بدکر پولیشکل چالبازی کی طرف رجوع کیا۔ کشمیری فوج یہاں صرف دو مہینے قیام کرسکتی تھی کیونکہ کثرت برف و شدت سے اس کے بعد راستے بھی بند ہوجاتے ہیں اور رہنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ ابدال حاکم تبت کا خواہرزادہ احسن بادشاہی لشکر میں شامل تھا۔ اُس کے ساتھ کشمیر کے کچھ زمینداروں کو جو اس علاقہ کے رہنے والے تھے اس غرض سے تبت کی طرف روانہ کیا کہ اُن کو شاہی نوازشوں کی امید دلائے محصول کی کمی کا مژدہ سنائے۔ اور اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے۔ اہل تبت نے دریا کے کنارہ پر بادشاہی آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ احسن کے ساتھ بھی دو ہزار سپاہی تھے جو آہستہ آہستہ پیچھے آرہے تھے۔ جب یہاں رکاوٹ دیکھی تو بادشاہی آدمی مخالفوں کو بھگا کر اور کشتیوں کے ذریعے دریا کے پار آکر قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے دوسرے دن ابدال حاکم تبت کے پندرہ سالہ لڑکے نے بادشاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ ظفر خان کے بہت آدمی مقتول ہوئے لیکن آخر دشمن کو فرار ہونا پڑا۔ غرض ۲۹ ربیع الاول کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا۔ اور ابدال کے اہل وعیال کو شاہی حراست میں لے لیا۔ دوسرے قلعہ پر جو لوگ تھے اُن کے لئے آذوقہ بند کیا گیا چنانچہ قلعہ دار نے تنگ آکر قلعہ خالی کردیا۔ ابدال رعایا کی مخالفت اہل وعیال کے گرفتار اور قلعہ کے خالی ہونے سے سخت گھبرایا۔ آخر اُس نے بھی اپنے آپ کو حوالے کردیا ظفر خان نے ابدال کی موجودگی میں قلعہ میں داخل ہوکر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ چونکہ برف کی وجہ سے راہیں بند ہوجانے کا خوف تھا اس لئے ظفر خان عارضی انتظام کرکے اور قیدیوں کو ہمراہ لیکر واپس آگیا +

۱۰۴۳ھ میں ایک سخت حادثہ پیش آیا۔ موسم بہار میں لوگ توت کھانے کے لئے موضع ایہ سومہ میں جمع ہوئے۔ جہاں مسلمانان سُنی وشیعہ میں توت کھانے پر جھگڑا پیدا ہوگیا۔ شیعوں نے صحابہ کبار کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سُنیوں کے سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار کا ہنگامہ برپا کردیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی لیکن ظفر خان درمیان آگیا اور اس

نے اس آتش کینہ کو فرو کر دیا اور سنیوں کے سرگردہ خواجہ خاوند محمد کو نظر بند کرکے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔

شاہجہان کا بحیثیت بادشاہ پہلا سفر کشمیر

شاہجہان جب شہزادہ یعنی سلطان خورم تھا کشمیر کی سیر کر چکا تھا لیکن جب سے بادشاہ ہوا تھا۔ لاہور اور کشمیر کی طرف نہ آیا تھا۔ آخر سال ہفتم جلوس ۱۰۴۳ھ/۱۶۳۴ء میں بعزم لاہور آیا اور وہاں سے ۴ ۲۔ ذیقعدہ کو بادشاہ براستہ بھمبر روانہ کشمیر ہوا۔ آصف خان وزیر اور اہل حرم ہمراہ تھے۔ ۱۸۔ ذی الحجہ کو بادشاہ دارالسلطنت میں داخل ہوا۔ بادشاہ ہر صبح و شام یہاں کے لالہ و ریاحین۔ اشجار سراپا بہار۔ اثمار رنگین انہار و چشمہا ئے شیریں سے مشام جان کو معطر کرتا۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو محفل میلاد دولت خانہ خاص میں عام و خاص کے لئے منعقد کی۔ کشمیر کے علماء، فضلا۔ اور حفاظ اور نعت خوانوں کو خلعت سے زیر بار کیا۔ بعض کے روزینے بعض کے ماہوار اور بعض کو جاگیریں عطا کیں اور حکم دیا کہ ہر سال بادشاہ کی طرف سے مولود ہوا کرے جس کے لئے بارہ ہزار کا خرچ منظور کیا۔ اہل کشمیر کی بڑی بڑی دعوتیں کیں تین مہینے کے قیام کے بعد ۲۴۔ ربیع الاول کو لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اسلام خان کی جاگیر میں ایک پرگنہ تھا جس میں ایک پرانا بیت خانہ تھا۔ بادشاہ نے معبد کو گرا کر اس موضع کا نام اسلام آباد رکھا۔ اور وہاں عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا۔

بھمبر میں بادشاہ کی پینتالیسویں سالگرہ ہوئی جگن ناتھ کلاونت کو جس نے دوہرے سنا کر بادشاہ کو خوش کیا تھا۔ چار ہزار پانچسو روپے انعام دیئے گئے۔ بادشاہ کو بھمبر میں رہنے سے معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان آئین اسلام سے بالکل ناواقف ہیں اُن کے لئے قاضی اور معلم مقرر کئے پھر معلوم ہوا کہ اکثر ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں بادشاہ نے حکم دیا اگر وہ ہندو مسلمان ہو جائے تو اس عورت سے نکاح دوبارہ پڑھوایا جائے۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہو تو عورت کو اس سے آزاد کرایا جائے۔ بھمبر کا رئیس جو ہندو تھا مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے راجہ دولت مند اُن کو خطاب دیا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے کہ کن کن ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں اور کن کن مسجدوں میں اپنی عمارتیں اور ہندوانہوں نے

تعمیر کرلیے ہیں شیخ محمود گجراتی مقرر ہوا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہندو لوگ مسلمانوں پر نہایت سختی کرتے ہیں اور قرآن شریف تک کو جلا دیتے اور اس کی کمال بے ادبی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو بعد ثبوت بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ بہت سی عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا اور ان کے نکاح مسلمانوں سے کئے گئے۔ چار سو ہندو اپنی بیویوں کی خاطر مسلمان ہو گئے سات مسجدیں ہندوؤں کے تصرف سے نکالیں تین بت خانے مسمار کرکے وہاں مسجدیں بنائی گئیں۔ غرض سخت گیروں کا سختی سے انتظام کیا۔

بادشاہ کا دوسرا سفر کشمیر

شاہجہان ۲۵۔ شوال ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۸ء کو پھر براستہ پونچھ کشمیر روانہ ہوا اسی دوران میں سلطان مراد والئے روم کا سفیر اس کے دربار میں آیا اور چونکہ بادشاہ کشمیر میں تھا اس لئے سفیر بھی کشمیر ہی آگیا۔ بادشاہ نے سفیر روم کو کشمیر کی خوب سیر کرائی۔ نہم ذی الحجہ کو بادشاہ نے تالاب ڈل کی سیر کی۔ جہاں تک گوش اور چشم کام دیتے تھے صدائے نغمہ ہائے روح پرور اور نظارہ گل دریاچین دکھائی دیتے تھے رات کو نواب علی مردان خان نے ڈل کے کناروں پر اس شان سے روشنی کرائی کہ کشمیر ایک بقعۂ نور نظر آتا تھا۔ سفیر روم اور دیگر ممالک کے سفیروں کو بھی اس سیر کے لئے مدعو کیا گیا۔ بادشاہ سنگ سفید کی بہار دیکھنے کے لئے گیا جو کشمیر سے دو تین منزل کے فاصلہ پر ہے اس کی راہ بڑی ناہموار اور دشوار گذار تھی۔ وہاں بارہ مہینے بارش ہوتی رہتی ہے بادشاہ ضروری ساز و سامان کے ساتھ وہاں آیا۔ ہوا ایسی ٹھنڈی تھی اور بارش اس زور سے تھی کہ سوار اور گھوڑے لرزتے اور کانپتے تھے تین چار دن تک بارش موسلادھار رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان اور پہاڑ پھٹ گئے ہیں۔ اور ان کے اندر جس قدر پانی ہے وہ اب ختم ہونے والا ہے۔ بارش اور کیچڑ کی شدت سے راہیں ناپید ہو گئیں۔ بادشاہ سخت تکلیف اٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ چار کوس کی منزل چھ پہر میں طے کی گئی۔ اور اس پر بھی اکثر گھوڑے اور سوار ضائع ہو گئے۔ اس سال خلاف معمول سے زیادہ سیلاب تھا۔ کشمیر اور اس کے مضافات میں سے آٹھ ہزار چار سو شاہی گھر اس طوفان کی نذر ہو گئے علاوہ

کی زراعت کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بیشمار عمارتیں گر گئیں۔ کئی دنوں تک بازار مطلق بند رہے۔ غلوں کے انبار جو جمع تھے وہ ضائع ہو گئے۔ غرض قحط عظیم پیدا ہو گیا بادشاہ اس قحط سے خوف زدہ ہو کر واپس آ گیا۔ اہل کشمیر میں سے جو لوگ ضعیف اور مسکین تھے یا اس سیلاب سے تباہ ہو گئے تھے۔ ان کی ایک عظیم تعداد (اور بقول بعض تیس ہزار) شاہجہان آباد (دہلی) میں فریاد لیکر آئی۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ ان کی امداد کے لئے عطا کیا۔ اور ان کے لئے پختہ اور خام لنگر خانوں کے اجرا کا حکم دیا اور دو سو روپیہ لنگر کا روزانہ خرچ مقرر کیا۔ اور تیس ہزار روپیہ خاص کشمیر میں مستحقین کے لئے ارسال کیا۔ ان میں سے اکثر لوگ دہلی میں رہکر دہلی ہی کے ہو گئے اور بعض واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔

ظفرخان پہلی مرتبہ ۱۰۴۹ھ میں سات سال چار ماہ کی نظامت کے بعد حسب الحکم صاحبقران ثانی دارالسلطنت میں واپس بلوا لیا گیا۔

شاہزادہ مراد بخش صوبہ کشمیر ایک سال ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء سے ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء

ظفرخان کی جگہ ۱۶۴۰ء میں شاہجہان کا چھوٹا بیٹا مراد بخش صوبیدار ہو کر کشمیر آیا۔ بادشاہ کا بیٹا۔ شاہی محلوں کا پرورش یافتہ اسے انتظام ملک سے کیا کام۔ اکثر سیر و سیاحت اور تماشائی بہار و گلزار میں مصروف رہتا۔ شاہ آباد کے ملکوں کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں تھی جب ناظم بنا تو اس نے اپنے رشتہ داروں اور ان کے لواحقوں کو بہت اقتدار دے دیا جنہوں نے موقعہ غنیمت جانکر رعایا برایا کو لوٹنا اور ستانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی جس نے اسے واپس بلا کر ۱۶۴۱ء میں علیمردان خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر ایک سال ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء سے ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء

یہ شخص پہلے شاہ عباس صفوی کی طرف سے حاکم قندھار تھا۔ تنائیہ عقبی سے کوہستان قندھار سے لسے ایک چرانا دفینہ ملا جس کو لیکر یہ ہندوستان بھاگ آیا اور شاہجہان کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ عادل۔ متحمل۔ بردبار۔ دانا۔ آزمودہ کار اور فضول خرچ حاکم تھا۔ ایک سال تک حکومت کشمیر پر ممتاز رہکر تبدیل ہو گیا۔

ظفرخان صوبہ کشمیر بار ثانی ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء سے ۱۰۵۶ھ/۱۶۴۶ء بادشاہ کا تیسرا سفر کشمیر ۱۶۴۴ء میں

ظفر خان دوسری مرتبہ نظامت کشمیر پر سرفراز ہوا اس کے عہد میں بادشاہ دوسری مرتبہ لاہور سے بغرض سفر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ غرہ جمادی الثانی ۱۰۵۰ھ کو کشمیر ہی میں سال جلوس کا دوازدہم جشن منایا۔ شاعران نامدار نے طولانی قصائد پڑھے بادشاہ نے زر و جواہرات اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ رعایا کو بہت سی رعائتیں دیں۔ ایک کشمیری الاصل شاعر (غالباً ملا ندیم) نے بھی ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع اول یہ ہے ؎

چیست آنکس بستن و آویختن فرمود شاہ　　شاہ کیخسرو سریر خسرو خاقان کلاہ

یہ قصیدہ نہایت پرمعنے اور نہایت لاجواب ہے۔ اس میں صرف تعریف ہی تعریف نہیں ہے بلکہ رعایا کے دکھڑوں کا ذکر بھی ہے چند شعر اس میں سے لکھے جاتے ہیں ؎

سرورا دانش پژوہا داورا دیں پرورا　　اہل کشمیر اند در دیوان عدالت دادخواه
رانه انصافت که جمع پریشان دل که کرد　　آنکه ہست احسان او جور و ثواب او گناه
عدلت آگاه است کایں انبوه را برہم که زد　　آنکه نعما را کشاده در کرم را بسته راه
آن ستم کیشے که کاہی را عوض بگرفتند کوه　　آں جفا جوئے که کوہے را بدل نا داده کاه
عجز ایں قوم از زقوم خامه بر خواند خرد　　حال ایں جمع از شکنج نامه در یابد نگاه
روئے شان ہمچو زر او ہیغم است از زور مرگ　　قد شاں ہمچوں کمان او فارغ است از تیر آه
دیدهٔ ایں بیدلاں چوں چشم لطف و سفید　　بخت ایں بیچارگاں چوں روئے ظلم او سیاه
آں یکے در بند محنت ماند چوں یونس بحوت　　ویں دگر در کنج غم افتاده چوں یوسف بچاه
آں یکے در خاک و خون غلطیده چوں از زخم صید　　ویں دگر در پیچ و تاب افتاده چوں از شعله کاه
در چمن نا بود که بالا رو ہند شاخ درخت　　از زمیں مشکل که بیروں سر کشد برگ گیاه
دست بردی شد چناں بر پا که نرگس ہم بباغ　　میکند ہر موئیم سیم و زر و بیروں نگاه
زعفران گوئے خنداں ساز داند دہناک را　　آمد از زعفران در گریه جمع بے گناه
زیر دست آزار سیئے ظاہر که در کشمیر شد　　نے به نیشاپور و بلخ آں شد نه در مرو و ہراه
پیش از یں مسجد بنائے شد سیائے بت کده　　ایں زماں بت خانه بر پا شد سیائے خانقاه
عدل را فرما که ایں قوم از بلا گردد خلاص　　داد را بر گو که ایں جمع از الم یابد پناه

غرض اوائل شعبان میں بادشاہ کشمیر سے روانہ ہوا اور برف وباران کی تکلیفیں اٹھاتا ہوا وسط ماہ رمضان میں لاہور پہنچ گیا۔

ظفر خاں نے اپنی تصنیف سے ایک مثنوی ہفت منزل بادشاہ کی نذر کی جس میں کشمیر کے باغات وعمارات اور خود کشمیر کی صفت وثنا تھی۔ بادشاہ اس کے مطالعہ سے نہایت محظوظ ہوا۔

۱۰۵۵ھ میں کشمیر میں ایک عجیب واقعہ ہوا یعنی موضع بدرو واقعہ پرگنہ اڈون میں آسمان سے جبکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ برف کی ایک مستطیل چادر گری جس کا طول ستر گز عرض تیس گز تھا اور ضخامت ½ گز تھی جس کی صداقت مرزا سلیم کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے ؎

درسال ہزار وپنجاہ وپنج اے یار	درگوشۂ کاشمیر بہنگام بہار
ہفتاد گز وش طول بسی گز عرضش	لختے ز برف افتاد بہ تشکیل سیار

شاہجہان نے اس سیاحت میں چشمۂ ویرناگ کی مرمت کا حکم دیا اور چشمہ کے منبع پر ایک آبشار بنوائی جس کے ایک پتھر پر یہ تاریخ آج تک کندہ ہے ؎

حیدر بحکم شاہجہان بادشاہ دہر	شکر خدا کہ ساخت چنین آبشار جوئے
ایں جوئے دادہ است زجوئے بہشت یاد	زیں آبشار یافتہ کشمیر آبرو
تاریخ جوئے گفت بگوشم سروش غیب	ازچشمۂ بہشت بروں آمد است جو۔
چشمۂ بہشت ۱۰۶۳ء جولائی ۱۹ ۔	۱۰۵۴ھ

تربیت خان صوبہ کشمیر ۱۰۵۶ھ سے ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۶ء سے ۱۶۴۸ء) ہ سال

۱۶۴۶ء میں تربیت خان نظامت کشمیر پر زینت افروز ہوا۔ اتفاقاً اسی سال کثرت باران کے باعث قحط عظیم آیا جس سے ہزاروں بے خانمان فاقہ کشی کر کے مر گئے۔ سینکڑوں نقل مکان پر مجبور ہوئے۔ اس موقعہ پر شاہجہان نے بڑی دریا دلی اور ہمدردی سے قحط زدوں کی امداد کی۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ گجرات اور اطراف پنجاب سے بہت سا غلہ کشمیر بھجوایا۔ بیگمات شاہی اور دیگر امرا نے دولت سے بہت سا چندہ بطور خیرات جمع کر کے قحط زدوں کی امداد پر صرف کیا۔ تربیت خان بھی قحط کے انسداد کے لئے سخت کوششیں کرتا رہا۔ اگرچہ وہ خلق خدا کا بڑا خیرخواہ اور

خیر اندیش تھا لیکن قحط کی بدنظمی نے اسے بادشاہ کی نظروں سے گرا دیا اور دو سال کے بعد ۱۰۴۸ھ کو معزول ہو کر واپس طلب کیا گیا +

حسن بیگ خان صوبیدار کشمیر ڈیڑھ سال ۱۰۴۸ھ سے ۱۰۵۰ھ

۱۰۴۸ھ میں حسن بیگ خان نے نظامت کشمیر سنبھالی اس نے قحط فرو کرنے میں سعی جمیلہ کیں۔ قحط زدوں کی امداد کے لئے اس نے نوشہرہ سرینگر میں ایک باغ بھی تعمیر کرایا جس میں بہت سے مزدور کام کرتے رہے اور گرانی کی سختیوں سے بچ رہے۔

شاہجہان کا چوتھا سفر کشمیر

برسات کے نہ ہونے سے دہلی کی ہوا راس نہ تھی۔ بادشاہ نے سفر کشمیر کے لئے لاہور کا عزم کیا چنانچہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۵۰ھ کو لاہور کے شالا مار باغ کے باغ فیض بخش میں جشن نوروز منایا۔ ۹ جمادی الثانی کو لاہور سے کوچ کیا۔ پنجاب میں قحط کے لحاظ سے یہ سال نہایت منحوس تھا۔ ایک عالم کے ہاتھ بارش کے لئے آسمان کی طرف اٹھے رہتے تھے۔ لوگ جانوروں اور مردوں کو کھاتے اور اولاد کو بیچ بیچ کر پیٹ پالتے تھے۔ آخر مینہ برسا بھی تو اس قدر کہ رہا سہا بھی ڈوب گیا جو کچھ بویا گیا تھا وہ سب بارش کی نذر ہو گیا۔ بارش کے تھمنے پر بادشاہ کو روانہ کشمیر ہو گیا۔ اور نواب سعد اللہ خان کو رعایا کی استمالت کے لئے چند دنوں تک لاہور میں رکھا بادشاہ آخر جمادی الآخری میں سرینگر پہنچا۔

اہل حرم کے ہمراہ مزین کشتیوں میں زربفت کے پردے لاجوردی اور منقش ستون اور قبہ ہائے طلا و مرصع لگا کے سوار ہوتا اور ڈل کی سیر کیا کرتا۔ ملاحوں اور عام لوگوں کو زر و انعام سے مالا مال کرتا +

بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم نے شہر میں ایک مسجد ملا شاہ بدخشی کی عبادت کے لئے چالیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرائی تھی اور اس کے اطراف کے کمرے اور حجرے بیس ہزار روپیہ میں بنوائے تھے ملا شاہ اس مسجد میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ بادشاہ نے خود مسجد میں آ کر اس سے ملاقات کی اور کچھ دیر تک شاہ صاحب سے کلمات نصیحت آمیز سنتے رہے +

امساک باراں کے لحاظ سے کشمیر کا حال بھی پنجاب سے کم نہ تھا۔ وہاں بھی

بارش نہ ہونے سے پھلدار درخت بہت کم پھلے بلکہ اکثر خشک ہو گئے۔ اس لئے بادشاہ کو اس مرتبہ سیر کشمیر سے کچھ حظ حاصل نہ ہوا چنانچہ فرمایا کہ "لاہور اور شاہجہان آباد کے باغات و باصفا مکانات چھوڑ کر حظ نفس کے لئے اس مسافت بعیدہ کو برداشت کرنا اور خلق خدا کی ایذا رسانی پر راضی ہونا خدا پرستی کے طریقہ سے دور اور ایک فعل عبث ہے" غرض دو مہینے کے بعد بجانب لاہور روانہ ہو گئے۔ نواب سعد اللہ خان بادشاہ کے کشمیر پہنچنے کے چند دنوں بعد آ گیا تھا کشمیر میں بھی چونکہ پنجاب جیسی ہی مصیبت نازل تھی۔ اس لئے بادشاہ کے حکم سے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کشمیر کے مالی اور ملکی معاملات اور قحط کا انتظام کرنے کے لئے کشمیر میں رہ گیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر بار ثانی در سال ۱۰۶۰ھ سے ۱۰۵۶ھ

۱۰۶۰ھ میں پھر علی مردان خان کا ستارہ اقبال روشن ہوا اور وہ لاہور اور کشمیر دونوں صوبوں کا ناظم مقرر ہو گیا۔ اپنے عہد میں امورات ملکی بڑی قابلیت اور دانشمندی سے سرانجام دیتا رہا۔ عیش و عشرت میں بھی عموماً سرشار رہتا چونکہ اس کے پاس قارون کا خزانہ تھا۔ خرچ بھی بید ریغ کرتا تھا پرگنہ بویین بمقام تیل مل اس نے علی آباد کے نام سے ایک وسیع باغ تعمیر کرایا جس میں ایسی ایسی عالیشان عمارتیں کھڑی کیں۔ جن میں سے ہر ایک تحفہ روزگار متصور ہوتی تھی اسی طرح محلہ نوشہرہ میں بھی ایک وسیع اور دلکش باغ اور محل خاص تعمیر کرایا ان کے علاوہ شاہجہان کے حکم سے اس نے کشمیر سے راجوری تک تمام منزلوں پر سرائیں اور راستے میں باؤلیاں اور چشمے بنوائے جن کے آثار اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ سرائے مخصنہ بہرام گلہ سوخنہ۔ پوشیانہ۔ شاجہ مرگ اور ہیرہ پور کی عالیشان سرائیں جو اب تک علی مردان اور شاہجہان کی یادگار چلی آتی ہیں بنوا کر راہ روں کے لئے بہت سی تکالیف دور کر دیں۔ ان کے علاوہ ہیرہ پور کے راستے کو بھی سنگ تراشوں سے درست کرا کے آمد و رفت کے لئے صاف کر دیا۔ خصوصاً مقام لال غلام[1] کو عبور کرنے میں جو سخت [illegible]

[1] ہیرہ پور سے پنجاب کی طرف قریب ۹ میل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے جس کو مؤلف نے اپنی سیاحت میں بچشم خود دیکھا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں اتنا عمیق ہے کہ انسان نیچے [illegible]

کا سا شبہ ہوتا تھا اُن کو بالکل صاف کر دیا +

ایک مرتبہ گرانی غلہ کے موقعہ پر عوام نے خواجہ ام کے بہکانے سے پنڈت مہادیو چیکار نظامت کا گھر بار لوٹ لیا اور غلہ داری کے کوٹھے جلا دیئے جب بادشاہ کے سمع مبارک میں یہ واقعہ پہنچا تو اس نے چند روساے سرینگر کو بلوا کر ملا یوسف کو جو صوبہ کشمیر کا صدر تھا ان الفاظ دریافت کیا "بگو امر راہ آمدی و در مقدمہ مہادیو کدام کس در خیر ملزم است"۔ ملا نے اس خیال سے کہ فریقین کو نقصان نہ پہنچے۔ تمہید اجمالی اور عرض کیا "از راہ پوچھ آمدم دریں مقدمہ از مردم عوام و از مہادیو کسے را تصور نیست لیکن" ۔ ۔ ۔ ۔ اس طرز گفتگو اور لفظ لیکن پر بادشاہ سخت برآشفتہ خاطر ہوا اور جھنجھلا کر بولا "ہر دو فریق را گناہ ندارد بیں گناہ از من است کہ شل تو حرف لایعقل را پرسیدم راست است کہ از راہ پوچھ آمدی"۔ ملا یوسف اس عتاب شاہی سے کے خوف سے بیمار ہو کر چند دنوں میں راہیٔ عدم ہو گیا۔

علی مردان خان عموماً زمستان میں لاہور اور تابستان میں کشمیر میں قیام رکھتا۔ اس کی آمد و رفت بڑی دھوم دھام سے ہوتی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا۔ اس مرتبہ علی مردان خان سات سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہا اور ۱۶۵۷ء میں نیکنامی کے ساتھ تبدیل ہو گیا +

لشکر خان صوبہ کشمیر ۲۔ سال ۱۶۵۷ء سے ۱۶۵۹ء (۱۰۶۷ھ سے ۱۰۶۹ھ)	علی مردان خان کے بعد لشکر خان حاکم کشمیر مقرر ہوا یہ ناظم بھی بڑا رنگین مزاج تھا۔ ہمیشہ عیش و عشرت اور سیر و شکار

بقایا حاشیہ صفحہ ۲۱۳۔ اور نہ صحیح اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر گہرا یہ مقام ہے۔ اس مقام پر بشکل پل پختہ اینٹوں کی ایسی مضبوط سڑک بنی ہوئی ہے جو آج تک مرمت کی محتاج نہیں۔ عجیب قابل دید اور حیرت انگیز مقام ہے۔ اس کے نزدیک آبادی سوائے ہیرپور اور پوشیانہ کہیں نہیں۔ غالباً دو میل گزنے زیادہ گہرا ہو گا۔ اس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ سڑک کتنی مرتبہ بنائی گئی لیکن قائم نہ رہ سکتی تھی اور فوراً گر جاتی تھی آخر منجموں کی ہدایت کے مطابق بنیاد میں لعل رکھ کر اس پر عمارت بنائی گئی دوسرے سال جب بادشاہ آیا تو اس نے دریافت کیا کہ وہ لعل کس مقام پر ہے ایک غلام نے اس کا نشان دیا۔ تو بادشاہ نے اس خیال سے کہ وہ لعل نہ نکال لے قتل کر کے وہیں گاڑ دیا جس سے وہ مقام بھی لال غلام کے نام سے مشہور ہو گیا +

میں مصروف رہتا۔ باوجود اس کے رعیت پروری امورات سلطنت کے استحکام کے بارے میں بااحسن وجوہ کوشاں رہتا۔ اس کے زمانہ میں ارزانی غلہ اس حد کو پہونچی کہ خروار شالی ایک مرغ کو ملتی۔ ملک آسودہ حال اور رعایا فارغ البال ہوگئی۔ اس نے جھیل ڈل کے شمالی کنارے پر حارود پہاک میں ایک وسیع باغ بنا کر عالی شان عمارتوں سے مزین کیا۔ جو عوام کی سیر و تفریح کا مرجع تھا۔ اس کے عہد میں ایک دفعہ شدت سرما کے باعث دریائے بہت کا پانی ایسا یخ بستہ ہوگیا کہ ٹٹو بوجھ لیکر خشکی کی طرح سطح آب یخ بستہ پر چلتے۔ اسی اثناء میں ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں محبوس کر کے حکومت ہند خود سنبھال لی۔ جس سے لشکر خان کی صوبیداری بھی متزلزل ہوگئی تاہم ایک سال تک بدستور نظامت کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔ آخر جب اورنگ زیب بھائیوں کی خانہ جنگیوں سے فارغ ہوگیا تو اس نے اپنا سکہ جمانے کے لئے لشکر خان کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعتقاد خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

ایام حکومت ۴۹ سال ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۷ء مطابق ۱۰۶۸ھ تا ۱۱۱۸ھ

ہندوستان کے چار جلیل القدر اور اولو العزم بادشاہوں میں سے چوتھا بادشاہ اورنگ زیب ہے جو شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا بچپن میں ہی اس کی طبیعت میں جاہ پسندی اور عالی دماغی کے آثار پائے جاتے تھے۔ بڑے ہو کر چند در چند وجوہات سے اس نے ۱۶۵۸ء میں باپ کو تخت سے اتار کر قلعہ اکبر آباد آگرہ میں قید کر دیا۔ اور سلطنت خود سنبھال لی۔ اس کے بھائی دارا شکوہ ولیعہد شاہزادہ مراد بخش وغیرہ بڑے بھائی کی حق تلفی سے بیزار ہو کر اورنگ زیب کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اور اس سے لڑنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو مغلوب کر کے قتل کر دیا۔ اور ۱۶۶۰ء میں بے کھٹکے داد حکومت دینے لگا۔ یہ بادشاہ اول درجہ کا پولیٹکل۔ زبردست اور جابر آدمی تھا۔ دل کا بھید کسی کو نہ دیتا تھا اور اکثر مشیران عالی بھی اس کے ارادوں

اورکارروائیوں سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض معاملات جو اس نے امورات سیاسی ونظمی مدنظر رکھکر ذاتی رائے سے سرانجام دیئے اصلیت معلوم نہ ہونے کے باعث تعصب اور کینہ وری میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں وراثت تخت کے باہمی نزاع نے ملک میں ابتری پھیلادی تھی۔ اور امرائے دربار نے پارٹیاں بناکر ایسی روش اختیار کر لی تھی جس کی نظیر تاریخ کشمیر میں چکوں کے دور حکومت میں بخوبی ملتی ہے شاہزادوں کی خانہ جنگیوں نے امرائے دولت کو جادہ اعتدال سے منحرف کرکے فتنہ وفساد پر آمادہ کردیا تھا۔ ہندو راجے اور مہاراجے جن کی اصلاح کے لئے اکبر نے بڑی حکمت عملی سے کارروائی کی تھی اس کی وفات کے بعد فوراً سرکوشیاں کرنے لگے۔ تاہم اکبری نظم ونسق اور جہانگیر اور شاہجہان کے بے لوث طرز حکومت نے دارا شکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائیوں کے آغاز تک اونہیں سرنہ اٹھانے دیا لیکن ان خانہ جنگیوں نے ان کا حوصلہ بڑھادیا اور وہ لوگ بھی فتنہ وفساد کے لئے مستعد ہو گئے۔ ایسے ملک کی اصلاح کی خاطر عالمگیر جیسے دوربین بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ شوروشر برپا ہونے سے پہلے ہی وہ ایسے وسائل اختیار کرتا جو سیاست قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوں اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی کارروائیوں کو مذہبی رنگ دیکر غیر مذاہب کو اس سے کشیدہ خاطر کردیا تھا لیکن اگر تعصب چھوڑکر اس کی ہر ایک کارروائی کی ماہیت پر غور وخوض کی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ نادر الوجود بادشاہ ان اتہام سے جو اس کے سرمنڈھے جاتے ہیں بالکل بری ہے اس نے غیر مذاہب پر ایسے ایسے احسان کئے اور اون کے افراد کو ایسے ایسے مناصب جلیلہ بخشے جو کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں رشی بیر پنڈت کا تذکرہ ہمارے سامنے ہے اگرچہ عوام کا اجتماع اور ان کا اظہار خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ مشارٌالیہ کے حق میں جس قدر سختی ممکن برتی جاتی۔ لیکن حکم طلبی صادر کرنے کے بعد جب اسے اصلیت معلوم ہوئی تو اس نے پہلے حکم کے بعد فوراً ہی دوسرا حکم اس[1] مضمون کا بھیجوادیا کہ پہلے لوگ

[1] رشی بیر پنڈت کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ صاحب کشف وکرامات اور خوارق

اسے رشی پیر پنڈت بادشاہ کہتے ہیں۔ اب اسے بادشاہ ہر دو جہان کہا کریں۔ یہ خطاب اس قسم کا ہے کہ مسلمان پیغمبر خدا کے سوا دوسرے کسی سے منسوب نہیں کر سکتے۔ اور پھر عالمگیر جیسے متقی اور پرہیزگار بادشاہ کا یہ خطاب غیر مذہب والوں کو دینا اس کی بے ریائی اور بے تعصبی کی کم دلیل نہیں۔ باپ یا بھائیوں سے جو سختیاں اس نے کیں ان کی اصلیت اکثر سوانح عمریوں سے منکشف ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب اول درجہ کا عابد زاہد اور پکا مسلمان تھا اور امورات خلاف شرع کا دشمن تھا مگر یہ امر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ضرور متعصب تھا تاریخ نویسوں کا اسے ایسا ظاہر کرنا کئی ایک پہلو لئے ہوئے ہے جن کا انکشاف اس موقع پر ایک لمبی بحث کی تمہید قائم کرنا ہے جس کا تاریخ کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باپ کو قید کرنے کے بعد اورنگ زیب ایک سال سے زیادہ عرصہ تک لڑائی جھگڑوں میں مصروف رہا۔ اور حکومت ملک کا سلسلہ شاہجہانی انتظام کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔ عادت تھا اور لوگ خصوصاً ہندو اسے اوتار اور مہاتما سمجھتے تھے چونکہ ہندو مسلمانوں میں اس کی عزت تھی اس لئے رفتہ رفتہ یہ شخص بادشاہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف ایسے متوجہ ہوئے۔ کہ ناظم صوبہ تو در کنار عالمگیر سے بھی اس کی عزت و حرمت بڑھنے لگی جس سے ناظم صوبہ کو اس کی روز افزوں ترقی اور طرز زندگی پر اشتباہ ہوا۔ اور اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا جس نے اسے اپنے پاس بلایا اسی اثنا میں بعض درباریوں نے جو دربار عالمگیری میں موجود تھے ناظم صوبہ کی غلط فہمی پر استدلال کر کے اسے یقین دلا دیا کہ رشی پیر ایک متبرک آدمی ہے اور اسے ملک گیری کی ہوس بالکل نہیں چنانچہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم جاری کر کے اسے "بادشاہ ہر دو جہان" کا خطاب دے دیا۔ ہندوؤں کا قول ہے کہ جب پروانہ طلبی رشی پیر پنڈت کے پاس پہونچا تو وہ خاموش ہو رہا۔ رات کو بزور کرامت عالمگیر کے پاس پہنچا۔ اور اس کو کہا کہ فقیروں کی دل آزاری اچھی نہیں بادشاہ نے خوف کھا کر دوسرا پروانہ جاری کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

موافق چلتا رہا۔ ان سے فراغت حاصل کر کے اس نے ماہ رمضان ۱۰۶۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء میں اپنا جلوس شاہی مرتب کیا +

اور پھر اندرونی معاملات نظمی و نسقی کے سنبھالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت تک شاہجہان کے زمانہ کا صوبہ لشکر خان ہی نظامت کشمیر پر مامور رہا۔ اب اورنگزیب نے اپنا سکہ جمانے کے لئے اسے واپس بلالیا۔ اور اس کی جگہ اعتماد خان کو صوبہ کشمیر بنا کر بھیجا۔ عالمگیر اندرونی جھگڑوں جھمیلوں میں بہت مبتلا رہا۔ اس لئے صرف ۱۶۶۳ء کو ایک ہی مرتبہ کشمیر میں رونق افروز خطہ ہوا۔

آخری دم تک اورنگ زیب مہام مملکت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا رہا۔ ضعف پیری کے باعث عرصہ سے اس کی طبیعت ناساز ہو رہی تھی اسی زمانہ میں اسے شاہجہانی دور دورہ کا خیال آیا اور اپنی موت بھی یاد آئی بیٹوں کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں سخت وہم پیدا ہوگیا اور اس نے وصیت لکھی۔ ممالک محروسہ کے تین حصہ کر کے اس نے محمد معظم خلف اکبر کو بادشاہ ہندوستان اعظم شاہ کو حاکم دکن اور محمد کام بخش کو حاکم بیجاپور مقرر کیا اور ہدایت کی کہ تینوں بھائی باتفاق یکدیگر عیش و کامرانی سے حکومت کریں اور فتنہ و فساد سے اجتناب رکھیں۔ چنانچہ محمد معظم شاہ تو پہلے ہی سے کابل میں حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے اعظم شاہ اور محمد کام بخش کو بھی دکن اور بیجاپور بھجوا کر دارالسلطنت کو فتنہ و فساد سے خالی کر دیا۔ آخرام- فروری ۱۷۰۷ء مطابق ۱۰ ذیقعد ۱۱۱۸ھ میں عالمگیر جہان فانی سے عالم جاودانی کو رخص ہوگیا۔ اس کی تاریخ تولد۔ تاریخ جلوس اور تاریخ وفات میں عجیب مناسبت پائی جاتی ہے +

تاریخ تولد ...... آفتاب عالمتاب ۱۰۲۸ھ ... تاریخ تاجپوشی ... آفتاب عالمتاب ۱۰۶۹ھ

تاریخ وفات ... آہ شد آفتاب بزیر زمین ۱۱۱۸ھ ... تاریخ دیگر .... دخل الجنت ۱۱۱۸ھ

اعظم شاہ راستہ میں تھا کہ اسے باپ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہیں سے لوٹ آیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر تخت نشین ہوگیا۔ جب محمد معظم شاہ کو خبر ملی تو وہ بھی بسارعت تمام آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اول محرم ۱۱۱۹ھ کو دارالسلطنت لاہور میں وارد ہو کر جلوس تاجپوشی منعقد کر کے اس نے بھائی کو لکھ بھیجا کہ دکن ٹرادیں

ملک سے ہے چاہیئے کہ باپ کی وصیت پر عمل کر کے ملک مفوضہ پر قناعت کریں کیونکہ باہمی جنگ و جدل سے بہرحال صلح بہتر ہے لیکن اعظم شاہ نے اس کا جواب دیا کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند اور فوج آراستہ کر کے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو نواح اکبر آباد میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا جس میں اعظم شاہ مارا گیا۔ اور محمد معظم شاہ کوس ظفر منبدی بجاتا دار الخلافہ آگرہ میں داخل ہو گیا۔

صوبیدار جو عالمگیر کے زمانہ میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) اعتماد خان - ۳ - سال ۱۶۵۹ء سے ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۶۹ھ سے ۱۰۷۲ھ
(۲) ابراہیم خان - ۱ سال ۲ ماہ ۱۶۶۲ء سے ۱۶۶۳ء ،، ۱۰۷۲ھ ،، ۱۰۷۳ھ
(۳) اسلام خان ۱ ،، ۱۶۶۳ء ،، ۱۶۶۴ء ،، ۱۰۷۴ھ ،، ۱۰۷۵ھ
(۴) سیف خان ۳ ،، ۱۶۶۴ء ،، ۱۶۶۶ء ،، ۱۰۷۵ھ ،، ۱۰۷۸ھ
(۵) مبارز خان ۱ ،، ایکماہ ۱۶۶۷ء ،، ۱۶۶۸ء ،، ۱۰۷۸ھ ،، ۱۰۷۹ھ
(۶) سیف خان بار ثانی ۳ سال ۱۶۶۸ء ،، ۱۶۷۱ء ،، ۱۰۷۹ھ ،، ۱۰۸۲ھ
(۷) افتخار خان ... ۴ سال ۱۶۷۱ء ،، ۱۶۷۵ء ،، ۱۰۸۲ھ ،، ۱۰۸۶ھ
(۸) قوام الدین ... ۳ ،، ۱۶۷۵ء ،، ۱۶۷۸ء ،، ۱۰۸۶ھ ،، ۱۰۸۹ھ
(۹) ابراہیم خان - ۸ ،، ۱۶۷۸ء ،، ۱۶۸۶ء ،، ۱۰۸۹ھ ،، ۱۰۹۵ھ
(۱۰) حفظ اللہ خان - ۴ ،، ۱۶۸۶ء ،، ۱۶۹۰ء ،، ۱۰۹۸ھ ،، ۱۱۰۲ھ
(۱۱) مظفر خان - ۲ ،، ۱۶۹۰ء ،، ۱۶۹۲ء ،، ۱۱۰۲ھ ،، ۱۱۰۴ھ
(۱۲) ابو نصر خان - ۶ ،، ۱۶۹۲ء ،، ۱۶۹۸ء ،، ۱۱۰۴ھ ،، ۱۱۱۰ھ
(۱۳) فاضل خان - ۳ - ۲ ماہ ۱۶۹۸ء ،، ۱۷۰۱ء ،، ۱۱۱۰ھ ،، ۱۱۱۳ھ
(۱۴) ابراہیم خان - ۵ ،، ۱۷۰۱ء ،، ۱۷۰۶ء ،، ۱۱۱۳ھ ،، ۱۱۱۸ھ
(۱۵) نوازش خان ۱½ ،، ۱۷۰۶ء ،، ۱۷۰۸ء ،، ۱۱۱۸ھ ،، ۱۱۱۹ھ

اعتماد خان صوبہ کشمیر ۳ سال ۱۶۵۹ء-۱۶۶۲ء / ۱۰۶۹ھ-۱۰۷۲ھ

۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب نے لشکر خان ناظم سابق کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اعتماد خان کو حاکم کشمیر بنایا۔ اعتماد خان رعایا پرور حاکم تھا۔ وہ اہل ملک کی بہبودی و بہتری کے لئے بڑی کوشش کرتا رہا۔

اس نے تنہا پیش قاضی روی زاضی آئی کی عدالتوں کو موقوف کردیا۔ مدعی مدعا علیہ دونوں کی موجودگی میں مقدمہ کی سماعت ہوتی۔ دونوں کو پیروی کے مساوی حقوق تھے اور دونوں کی حاضری میں مقدمات فیصلہ ہوتے۔ اس کا دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا اور دربان دعاجیب مجاز نہ تھے کہ کسی کے مزاحم ہوں۔ علمیت بھی کافی رکھتا تھا۔ ایک اچھا مولوی تھا۔ خصوصاً علم فقہ میں تو اسے خاصی دسترس تھی۔ اور علماء و فضلاء سے بھی بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آتا تھا۔ ارادت خان کے باغ کے متصل جانب شرق اس نے ایک دلکش اور وسیع باغ تعمیر کرایا۔ آخر تین سال کے بعد منصب صوبیداری سے سبکدوش ہوکر ۱۶۶۲ء میں عالمگیر کی مصاحبت پر ممتاز ہوا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر
۱ سال ۱۶۶۲ء سے ۱۶۶۳ء

۱۶۶۲ء میں علی مردان خان سابق صوبیدار کشمیر کا بیٹا ابراہیم خان رایت نظامت بلند کرکے خطہ کشمیر میں رونق افروز ہوا۔ یہ شخص شیعہ مذہب کا معتقد تھا۔ اس لئے اس کے ہم قوموں کو اس کے عہد میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے کہنے پر سید جلال الدین کی خانقاہ اور مسجد حمام واقعہ محلہ آروٹ پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ مسلمانان اہل سنت نے ان کے جبر و تشدد کے خلاف اس کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ لیکن ابراہیم خان نے نہ صرف انصاف ہی کو بالائے طاق رکھدیا۔ بلکہ وہ عمارات مستنازعہ بھی ان کے حوالہ کردیں۔ آخر سنیوں نے عالمگیر کے دربار میں استغاثہ دائر کیا۔ اس نے قاضی ابوالقاسم کو تحقیقات کا حکم دیا جس نے کافی شہادت کے ثبوت پر مکانات متنازعہ اہل سنت کو دلوادیئے۔ بادشاہ کو جب ابراہیم خان کی متعصبانہ کارروائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کرکے اس کی جگہ اسلام خان کو تعینات کیا۔ جس سے عوام کا جوش و خروش فرو ہوگیا۔

اسلام خان صوبہ کشمیر
ایکسال ۱۶۶۳ء سے ۱۶۶۴ء

اسلام خان اول درجے کا زاہد اور متقی آدمی تھا۔ اصلی نام اس کا ضیاء الدین تھا۔ زہد اور اتقا اور پرہیزگاری کے باعث اسلام خان کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ علماء و فضلا کی تعظیم و تکریم اور اولیائے کرام کی عزت و حرمت بدرجہ غایت کرتا تھا۔ کشمیر آکر اس نے اسلام کی ترویج و تشہیر

میں سعی جمیلہ کیں۔ میدان عیدگاہ میں جس کی ۔ تعمیر لیا تھا۔
اور انقلاب زمانہ اور حکاموں کی عدم توجہی سے خستہ حال ہو رہی تھی۔ اس نے اسے ازسر نو بکمال زینت و رفعت تعمیر کرایا۔ اس کے صحن میں درختان توت کے جھنڈ کے جھنڈ زمین کو ناہموار کر رہے تھے۔ اس نے سب توت کٹوا ڈالے۔ اور زمین صاف اور ہموار کر کے اس میں چنار کے درخت نصب کرا دیئے۔ جو آجتک اس کی یادگار میں موجود چلے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے عوام کی سیر و تفریح اور کھیل و کود کے لئے میدان عیدگاہ میں ایک ستون گاڑ دیا جو مرجع خلائق بن گیا۔

اسلام خان شاعر بھی تھا اور عموماً شعر گوئی میں مستغرق رہتا تھا۔ یہ رباعی اس کی جوشش طبع کا نتیجہ ہے ؎

مردم چشمم زگریہ بغوطہ در خون میزند   بے تو شامم تا بروز ما شبخون میزند
لشکر آہ از دل من خیمہ بیرون میزند   دشتنے پیدا کن کہ صحرا کہ امشب در غمش

اورنگ زیب کا سفر کشمیر

بادشاہ سیر کشمیر کے لئے ۲۵ رمضان المبارک ۱۰۷۵ھ کو معہ اسلام خان صوبیدار کشمیر قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ اہل حرم کی کئی پالکیاں۔ ہاتھی گھوڑے فوج لشکر غرض ایک عظیم شان و شوکت سے ماہ ذیقعدہ میں وارد سری نگر ہوا۔ اس سفر میں کئی جانور اور آدمی پہاڑوں کے نشیب و فراز کی نذر ہو کر غاروں کے منہ میں گرتے رہے۔ ایک فیل کوہ پیکر بھی لغزش کھا کر گرا اور پہاڑ کے ڈھلوان سے قلابازیاں کھاتا۔ اور اپنی لپیٹ میں بہت سے لشکریوں اور کئی کنیزوں کو لیکر چاہ عدم میں جا گرا۔ کشمیر اور اس کے پرخطر راہ کی نسبت قدسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

بکشمیر اعتقادم درست است   ولے ایمان براہش سخت سست است

بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں راجہ رگناتھ متصدی مہمات دیوانی کے عہدہ پر فائض تھا۔ اس کے روزنامچہ حیات کو جو دفتر ہستی کی ایک بہترین کتاب تھی۔ دست اجل نے چاک کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے قابل اہلکار کی موت کا افسوس کیا۔ بادشاہ نے عہد کشمیری میں منائی۔ عید کی رات کوڈل کے دونوں کناروں پر

روشنی کا عظیم سامان کیا گیا چند دنوں کے بعد چشمہ دیرناگ کی سیر کو گیا جہاں جہانگیر اور شاہجہان کی عمارتوں اور چشموں کے دلفریب نظارے ملاحظہ کئے۔ موضع پانپور میں جا کر زعفران زار کو دیکھا بادشاہ کو کشمیر کی آمد و رفت میں اس قدر تکلیف پہنچی کہ اس نے آئندہ کشمیر آنا ترک کر دیا بلکہ کہہ بھی دیا کہ بدون ضروری امور ملکی کے سرزمین کشمیر میں صرف سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا اسے ضائع کے خلاف ہے آخر تین ماہ کے قیام کے بعد صفر کو لاہور پہنچ گیا۔ اسلام خان بھی بادشاہ کے ہمرکاب لاہور آگیا اور ایسا آیا کہ پھر واپس نہ گیا اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایائے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

سیف خان صوبہ کشمیر بار اول
دور سال ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۴ء سے ۱۰۷۸ھ مطابق ۱۶۶۷ء

سیف خان شاہجہان کے زمانے کے صوبیدار کشمیر تربیت خان کا بیٹا تھا اس نے ۱۶۶۴ء میں نظامت کشمیر کا چارج لیا حد لنے اس کی طبیعت بھی نام کی مناسبت سے بنائی تھی مذہبی تعصب اور شخصی پاسداری سے پاک صاحب رعب۔ جابر بیلے لحاظ انصاف پسند اور اول درجے کا منتظم تھا پیمائش اراضیات و رقبہ جات وغیرہ پہلے پہل اسی نے سرینگر میں جاری کی۔ ایک مرتبہ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی تفاوت پر کسی پنڈت کو ایسا زدوکوب کیا کہ وہ مجروح ہو گیا سیف خان نے برآشفتہ ہو کر خواجہ صاحب کو اسی کے مکان پر برج دارائی کے نیچے اس قدر تازیانے لگوائے کہ وہ اپنی جگہ بیہوش ہو گیا اندر اٹھا کر لے گئے تو بیچارے نے راستے ہی میں سسک سسک کر جان دیدی اس واقعہ سے سیف خان کی بے لوثی کا سکہ عوام کے دلوں پر ایسا جما کہ بڑے بڑے منصب دار اور رؤسائے ملک بھی اس کی بے تعصب معدلت شعاری سے کانپ اٹھے اس کی ہیبت اور رعب سے لوگ بید کی طرح تھر تھر کانپتے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اس کے عہد میں مرزبان رولائے تبت نے سرکشی اختیار کر لی۔ بادشاہ نے سیف خان کو کہلا بھیجا کہ ایک معتمد اور فہمیدہ ایلچی کی معرفت مرزبان تبت

کو پیغام بھیجو کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر شہنشاہ ہند کی متابعت [illegible] اور سکہ و خطبہ بادشاہ کے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے اور مسلمانوں کے لئے وہاں ایک مسجد بنوائے اگر ان باتوں سے وہ انکار کرے تو اس کو اور اس کے ملک کو پامال کرے۔ سیف خان نے محمد شفیع ایک معتمد کے ہاتھ شاہی فرمان مرزبان تبت کو روانہ کیا۔ مرزبان کئی دنوں تک کشمکش و پیچ میں تا آخر سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جمعہ کے دن اہل شہر کو جمع کر کے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا اور خطیب کے سر پر سے سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ خلعت فاخرہ دیا۔ عالمگیر کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔ مسجد کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اس کے ثبوت میں مسجد کا نقشہ اور عالمگیری سکہ کی دو ہزار اشرفیاں اور نو ہزار روپیہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

ایک دن شیخ عبدالرشید چکنی آستانہ چرار شریف کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں حیدر ملک چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک سے دوچار ہو گئے۔ اثنائے گفتگو میں سخت کلامی درمیان آئی۔ حسین ملک نے صحابہ کرام کے نام سب و شتم کہنا شروع کر دیا جس سے سخت تنازعہ برپا ہو گیا۔ اور ہاتھا پائی کو نوبت آپہنچی۔ شیخ صاحب نے سرینگر واپس آ کر ناظم کے پاس مرافعہ کیا جس نے بعد تحقیقات بسیار اس خیال سے کہ کوئی فساد نہ برپا ہو مثل سرکار عالمگیر کے پاس بھجوا دی جس نے فریقین کو طلب کیا اور بعد تحقیقات کے بموجب فتوی قاضی ملک کے فتوی حسین ملک کو قتل کرا دیا۔ اہل تشیع نے اس دردانگیز واقعہ کا پُر درد الفاظ میں ایک مرثیہ منظوم کیا جس کا ایک شعر بطور نمونہ یہاں بھی درج کیا جاتا ہے ؎

شد از ظلم و سب و داد قوم یزید　　حسین ابن حیدر دوبارہ شہید

سیف خان کے شمالی کنارے پر باغ سیف آباد تعمیر کرایا اور اس کی سیرابی کے لئے نالہ ست سر واقعہ لار سے نہر کھدوانی شروع کی لیکن جب یہ نہر باغ کے نزدیک پہنچی تو اس کی تبدیلی کا حکم آپہنچا۔ آخر باغ اور نہر ادھوری چھوڑ کر ۱۰۶۶ھ میں واپس ہو گیا +

مبارز خان صوبہ کشمیر ایک سال ایک ماہ ۱۰۶۶ھ سے ۱۰۶۷ھ	۱۰۶۶ھ میں مبارز خان نے

نظامت کشمیر پر جانشین ہو کر معدلت گستری اور نصفت شعاری سے حکومت شروع کی یہ صوبیدار قوم کا سید تھا اور خود تو بڑا صالح اور نیک اطوار تھا اور باوجود اس منصب جلیلہ کے نقش پینک یا پیادہ جامع مسجد جاتا اور غربا اور مساکین کے لئے دستر خوان کھلا رکھتا لیکن قوم اوزبک جو اس کی مصاحب اور مشیر تھی لوگوں کو سخت ستانے لگی اس قوم کے افراد شریفوں کی پردہ دری اور عفت شعاروں کی عصمت شکنی کے علاوہ ناحق لوگوں کا خون بہانے لگے جس سے نیک سیرت مبارز خان کی عزت وحرمت میں بھی فرق آنے لگا۔

اس کی حکومت کے دوسرے سال ۱۰۷۹ھ میں عبداللہ خان والئے کاشغر اپنے لڑکے نوازش خان کی مخالفت سے تارک السلطنت ہو کر زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم مکہ ہوا عالمگیر نے ازراہ مہمان نوازی محمد صادق بخشی اور بعض دیگر امراء کو اس کی خاطر تواضع پر مامور کیا۔ کشمیر پہنچنے پر مبارز خان نے اس کی ضیافت میں پچاس ہزار روپیہ خرچ کیا جس کے علاوہ بیشمار تحفہ وتحائف از قسم ظروف طلا ونقرہ اور دیگر عجائبات کشمیر بھی اس کے پیش کئے اور روانگی کے وقت خود بھی اس کے ساتھ ہی عالمگیر کی خدمت میں روانہ ہو گیا صرف ایک سال ایک ماہ نظامت ملک پر مامور رہا۔

سیف خان صوبہ کشمیر بار ثانی
۲۔ سال ۱۰۸۰ھ سے ۱۰۸۲ھ

۱۶۶۸ء میں دوسری مرتبہ سیف خان نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر آیا اور اپنے تکمیل طلب باغ میں بتمام وکمال اقامت پذیر ہوا اب کے اس نے قاضی عبدالرحیم کو مدارالمہام جزو وکل بنایا لیکن ملا محمد رضا کے بیٹے قاضی ابوالقاسم کو سابقہ کدورت کے باعث ملک سے نکال دیا اور وہ اپنے مہربان مبارز خان سابق صوبہ کشمیر کی حمایت میں چلا گیا جس کی رفاقت نے اُسے ملک سے اخراج کرایا تھا۔

دوسری ماہ ستمبر سال ۱۶۶۹ء مطابق ماہ صفر ۱۰۸۰ھ میں قریب غروب آفتاب بھونچال آیا اور شام سے صبح تک زمین یکساں حرکت میں رہی لیکن چنداں نقصان نہیں ہوا +

اس مرتبہ سیف خان نے آبادی ملک کی طرف گہری توجہ مبذول کی

بہت سے دیہات آباد کئے۔ ۱۰۸۰ھ میں دہلی سینا کدل تعمیر کرایا جس کی تاریخ یہ ہے

زین سال ہاتف حضرتش گفت صراط المستقیم اہل دین گفت

اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بھی آبادی شروعات اور ترقی ملک کی کوششوں میں مصروف ہوگئی۔ چوہدری ہیبش شنکر نے جو ایک منصب دار صوبہ تھا۔ موضع الٹ براری متصل سرینگر میں باسٹھ طبقوں کا ایک وسیع اور دلکش باغ بنایا جس میں جابجا فوارے اور آبشار تعمیر کرا کے اس نے اسے باغ رضوان بنا دیا۔ اس باغ کی سرینگر سے آمد و رفت کے لئے اس نے سلطان سکندر کی قائم کی ہوئی نہر دوبارہ آب طیار کرائی جو اس کے مکان واقعہ محلہ نائید یار سے شروع ہو کر چھل ڈل کے بیچوں بیچ اڑھائی کوس یعنے چار میل لمبی موضع ابیتہ براری تک چلی گئی ہے جو اس وقت فراخ سڑک کا کام دے رہی ہے۔ اس سڑک پر بارہ پل ہیں جو ڈل کے دونوں جدا شدہ حصوں کا پانی ملاتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر یہ شعر کندہ ہے۔

ہست تاریخ این خجستہ اساس بانئے پل ہیبش شنکر داس۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف خان کے عہد میں شروع ہو کر یہ سڑک اسی سال میں طیار ہوئی۔ ناظم صوبہ چوہدری کا باغ دیکھنے کے بعد اکثر کہا کرتا تھا۔

"چوہدری ہیبش باغ نکرد۔ در دل سیف خان داغ کرد"

اس کے آخری عہد میں حضرت خواجہ عبدالاحد سرہندی جو دلی اکمل تھے۔ بتقریب سیاحت رونق افروز خطہ ہوئے۔ ناظم بڑی ارادت مندی اور خلوص سے اُن کی خدمت گذاری میں سرگرم رہا۔ اور اپنے مکان کے ساتھ ہی آتش خانہ دارا شکوہ میں سکونت کے لئے جگہ دی جس سے اسے بھی فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملگیا۔ حضرت خواجہ تین ماہ کے قیام کے بعد خود تو واپس تشریف لے گئے لیکن سیف خان کے دل کو انہوں نے ایسا پکڑا کہ تمام شیخیاں اور چالاکیاں اور شان و شوکت ایک دم دور ہوگئیں۔ یہاں تک کہ ۱۶۷۱ء میں منصب نظامت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشین ہوگیا۔

افتخار خان صوبہ کشمیر ہم۔ سال ۱۶۷۱ء / ۱۰۸۲ھ سے ۱۶۷۵ء / ۱۰۸۶ھ	افتخار خان نے مسند نظامت پر

قدم رکھکر حویلی شاہزادہ محمد سلیم میں سکونت اختیار کی اور عدل وانصاف اور رعایا پروری سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کی چار سالہ صوبیداری اس امن وامان سے دنوں کی طرح گذر گئی کہ معلوم بھی نہ ہوسکی۔ اس کی واپسی کے نزدیک ہی مشہور حادثہ آتشزدگی کاوڈارہ جس میں بارہ ہزار گھر اور مسجد جامع بھی جل گئے تھے واقعہ ہوا۔

قوام الدین خان صوبہ کشمیر
۳۔ سال ۱۶۷۵ء سے ۱۶۷۸ء (۱۰۸۶ھ سے ۱۰۸۹ھ)

۱۶۷۵ء میں صوبیداری کشمیر قوام الدین کے نام منتقل ہوئی اس نے بھی شاہزادہ سلیم کی حویلی میں قیام کیا۔ قوام الدین شاہزادگان ایران کے احفاد سے تھا اور بڑا صاحب علم ومتانت تمام اوصاف حسنہ سے متصف تھا۔ مجرموں کی شناخت اور تنبیہ کے لئے اس نے کلاہ تختہ ایجاد کی جو پرانی انگلینڈ کے فلزکیپ کی طرح اثبات جرم کے موقعہ پر ملزم کے سر پر پہنائی جاتی تھی۔

اس کے عہد میں خواجہ محمد شریف اور خواجہ محمد صابر جو سادات دہ بیدی کے جد امجد اور مخدوم اعظم دہ بیدی کی نسل سے تھے وارد خطہ ہو کر مستقل طور پر یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔

افتخار خان کی نظامت کے اختتام پر آتشزدگی کاوڈارہ میں جو مکانات جل گئے۔ قوام الدین نے نئے سرے سے تعمیر کرادیئے خصوصاً جامع مسجد سرینگر کی تعمیر پانچویں مرتبہ اسی کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔

تین سال تک عدل وانصاف سے حکومت پذیر رہکر ۱۶۷۸ء میں قوام الدین واپس چلا گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار ثانی
۵۔ سال ۱۶۷۸ء سے ۱۶۸۲ء (۱۰۸۹ھ سے ۱۰۹۴ھ)

۱۶۷۸ء میں پھر ابراہیم خان منصب صوبیداری کی عنان دوسری مرتبہ ہاتھ میں لیکر روانہ کشمیر ہوا۔ اب کے سابقہ حکومت کی بدنامی رفع کرنے کی کوشش میں اس نے خلق خدا کو بہت آسائش و آرام پہنچایا۔ اور ملک کا انتظام بطریق احسن کیا۔

اورنگ زیب کی فرمانروائی میں ابراہیم خان کی صوبیداری متواتر حوادثات سے مملو ہے۔ پہلے پانچ سال تو امن وامان سے گذر گئے۔ لیکن ۱۶۸۳ء کے آغاز سے رنج ومحن کا گذر ہوا۔ زمانہ از سر نو تازہ ہوگیا۔ اس کی ابتدا ایک ماہ کامل کی

متواتر و متراکم بارش باران سے ہوئی۔ جس سے طغیانی اس زور سے واقع ہوئی کہ تمام ملک پانی ہی پانی ہوگیا۔ مکانوں کے مکان بنیاد سے اوکھڑ گئے اکثر چوبی مکان سینے بنائے مثل حباب پانی پر تیرنے لگے ان میں سے بعض مکانوں میں تو اہل خانہ بدستور بیٹھے ہوئے روتے پیٹتے چلے جاتے تھے دریا کے تمام پل بھی بہ گئے۔ زراعت اور مال مویشی بھی دریا برد ہوگئے۔ طوفان بجید (۱۱۱۲ھ) اس طوفان کی تاریخ ہے۔ جو مقامات طوفان سے بچ رہے ان کی خبر گیری کو حضرت بھونچال نمودار ہوگئے۔ عرصہ تک زمین پانی کی طرح متحرک رہی۔ اس سے بھی سینکڑوں جانیں تلف ہوگئیں۔ ہزاروں مکانات گر کر خاک میں مل گئے۔ جب ان سے کسی قدر نجات ملگئی۔ نواحی سال کوہستان کاشغر سے نکلکر قوم قلماق ملک تبت پر حملہ آور ہوئی۔ حاکم تبت مغلوب ہوگیا اور اس نے بادشاہ سے امداد مانگی۔ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے عالمگیر نے افواج کابل و کشمیر امور کیں اور ابراہیم خان کے بیٹے فدائی خان کو سالار فوج بناکر خوانین کابل کے ساتھ تبت بھجوایا۔ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد قلماق پس پا ہوگئے۔ اور فدائی خان بیشمار مال غنیمت اور یرغمال کے ساتھ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا ہوا مراجعت پذیر ہوا۔

اس کے بعد سنہ ۱۰۹۶ھ میں ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا جس نے ابراہیم خان کی ساری خدمات اس کی ذراسی لغزش سے خاک میں ملا دیں۔ بلکہ نظامت سے بھی معزول کر کے مقہور شاہی بنا دیا۔ وہ یہ ہے کہ محلہ حسن[15] آباد کے شیعوں میں سے عبد الشکور نے صادق نام ایک سنی کو مارپیٹ کی۔ اس موقعہ پر بہت سے شیعہ اور سنی جمع ہوگئے۔ اور اس جھگڑے نے شخصی شکر رنجی کی حدود سے نکلکر قومی عناد کی صورت اختیار کر لی۔ گالی گلوچ کے بعد تند مزاج نوجوانوں نے لاٹھی اٹھالی اور فریقین دھڑا دھڑ پٹنے لگے۔ ناظم بھی موقع پر پہنچا اور شیعوں کی حمایت اور پاسداری پر مستعد ہوگیا۔ اور عبد الشکور وغیرہ بانیان فتنہ کو اپنے

---

۱۵ حسن آباد اگرچہ سرینگر سے کچھ فاصلہ پر ہے لیکن اسی کا محلہ شمار ہوتا ہے اور اس میں شیعہ لوگ رہتے ہیں۔

مکان پر لے گیا۔ جس سے قاضی محمد یوسف کے دل میں آتش غیرت بھڑک اٹھی یہ تایرہ فساد آناً فاناً تمام سرینگر میں مشتعل ہوگئی اور تمام مسلمان لاٹھیاں اور ہتھیار لیکر اوٹھ کھڑے ہوئے۔ ابراہیم خان کے مقابلہ میں تو کچھ نہ کر سکتے تھے اور عبد الشکور بھی اس کے مکان میں پناہ گزین تھا۔ اس لئے انہوں نے موجد فساد کو چھوڑ کر حسن آباد کا رُخ کیا اور تمام محلہ کو آگ لگا دی۔ یہ خبر سنکر فدائی خان جوش جوانی اور خروش جہانبانی سے سرشار نظامت کی فوج آراستہ کر کے شیعوں کی امداد کے لئے حسن آباد پونچا۔ ادہر سے تمام اہالیان شہر اور افواج کابل کے خوانین ۔ مرید خان ۔ الف خان اور مرزا مقیم وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لیکر شیعوں کی امداد کے لئے بڑہے ۔ خواجہ محمد یوسف دہ بیدی ۔ خواجہ محمد صابر ۔ مرزا سلیم اور مرزا حلیم بیگ کاشغری سے شامل ہوکر شیعوں اور فدائی خان کی جماعت پر جا پڑے اور کشت و خون کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جانبین کی بہت سی جانیں تلف ہوگئیں ۔ اُچکے ۔ بدمعاش لوٹیرے اور مفسد چاروں طرف لوٹ مار اور غارت و تاراج مچانے لگے آخر کار ابراہیم خان نے مجبور ہوکر عبد الشکور وغیرہ کو اُن کے حوالہ کر دیا۔ جس کو عوام نے اُس کے بیٹوں سمیت قتل کر دیا۔ قاضی محمد یوسف لوگوں کی خود سری اور جوش و خروش سے خائف ہوکر اپنے مکان کو واپس چلا آیا۔ اسی اثنا میں ملا محمد طاہر مفتی اعظم اوٹھا اور لوگوں کو ایسی سرکشی سے باز رکھنے کے لئے وعظ و نصائح کرنے لگا لیکن اس گفتگو نے اولٹا اثر کیا۔ لوگ مفتی سے بھی منحرف ہوگئے بلکہ اس کے مکان پر حملہ کر کے اوسے بھی لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے شیعوں کے مقتدا بابا قاسم کو سر راہ پکڑ لیا۔ اور عذاب شدید سے مار ڈالا۔ اس پر فدائی خان فوج لیکر عوام کی ہدایت کے لئے دوبارہ نکلا اور مرزا سلیم کے مکان کے متصل لڑائی شروع ہوگئی۔ جس میں علاوہ کئی غریبوں کے مرزا سلیم بھی مارا گیا۔ اُدہر بقا بابا نے جو خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے احفاد سے تھا ۔ ناظم صوبہ کی حویلی کو آگ لگا دی جس پر ابراہیم خان نے غضبناک ہوکر سرکشوں کی تادیب کے لئے افواج قاہرہ تعینات کی۔ بقا بابا

قاضی محمد یوسف۔ خواجہ لالہ گنائی۔ خواجہ حاجی باٹھنے خواجہ قاسم لنگہ وغیرہ رؤسائے شہر گرفتار ہو گئے اسی اثناء میں جب اورنگ زیب کو اس واقعہ کی خبر ملی۔ تو اوس نے ابراہیم خان کی معزولی اور حفظ اللہ خان حاکم لاہور کی تقرری کا فرمان بدیں مضمون بھجوا کر اوسے واپس بلا لیا۔

مضمون فرمان

مغفور حضرت سبحان ابراہیم خان بداند۔ جم غفیر و جمع کثیر از مردم کشمیر بغرض استادیئے ما پایہ سریر خلافت منیر رسانیدند کہ آں مغفور فقیہ اسلام را سزاوار قرار دادہ اکثرے از فرقہ مسلمین بشہادت رسانید۔ حال بحفظ اللہ خان حفظ المنان صوبہ مفوض شدہ لازم کہ آں معزول خود را معزول دانستہ سرخود در فرمان الہی بسپارد وغیر ازیں چارہ ندارد۔

اس حکم کے صادر ہوتے ہی ابراہیم خان اور فدائی خان کی آنکھیں کھل گئیں اور محبوس مسلمانوں کو ساتھ لیکر بغیر قیل و قال دار الخلافہ شاہی کو روانہ ہو گئے جب لاہور پہنچے تو اسیروں کی رہائی کا حکم بھی پہنچ گیا اور وہ واپس آ گئے۔ ابراہیم خان آٹھ سال کی حکومت کے بعد بدستور سابق بدنامی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر نظامت کشمیر حفظ اللہ خان کو سونپ گیا۔

حفظ اللہ خان صوبہ کشمیر ۴ سال ۱۰۹۷ھ ۱۶۸۶ء سے ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء

۱۶۸۶ء میں حفظ اللہ خان نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر سرکشوں کی گوشمالی کی۔ اور ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ دو سال کے بعد ۱۶۸۸ء میں اس نے عالمگیر کے فرمان سے ابوالفتح دیوان صوبہ کو قائم مقام چھوڑا اور خود راجہ جموں کی سرکوبی کے لئے لشکر لیکر جموں کو روانہ ہوا۔ لیکن جموں فتح کر کے سیدھا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اور ابوالفتح بدستور نیابت صوبہ کا کام سرانجام دیتا رہا۔ ایک سال بعد ۱۶۸۹ء میں اوس کو بھی بادشاہ نے بلا لیا اور یہاں ناظم صوبہ کے مقرر ہونے تک ایک شخص شیخ ابوالفتح نام نیابت صوبہ کا کام کرنے لگا اس کے زمانہ میں قحط شدید سے لوگوں نے سخت تکلیف اوٹھائی۔ آخر ۴ سال کے بعد ۱۶۹۱ء میں حفظ اللہ خان کی صوبیداری مظفر خان کے نام منتقل ہو گئی۔

مظفر خان صوبہ کشمیر دو سال ۱۱۰۱ھ سے ۱۱۰۲ھ / ۱۶۹۰ء سے ۱۶۹۲ء

مظفر خان شاستہ خان کا لڑکا تھا۔ ظالم۔ سفاک اور بد کردار اس نے اپنی بد افعالیوں سے خلق خدا کو سخت ایذا پہنچائی جور و بدعت پھر جاری کر دیے چوتھائی زر دام داری حاصل نمک وغیرہ مظالم از سر نو پھر شروع ہو گئے خصوصاً علت چوتھائی نے ایسا رواج پالیا کہ ایک مرتبہ کسی نے کلام اللہ کی ملکیت کا دعویٰ اس کی عدالت میں دائر کیا۔ ثبوت کافی ہو گیا تو دخلیابی کے موقعہ پر اس نے قرآن مجید سے ساڑھے سات سپارے بصیغہ چوتھائی کٹوا لیے ایسے ظالم حاکم کو خدا نے زیادہ عرصہ نہ رہنے دیا۔ اور ۲۔ سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اورنگ زیب تک شکایتیں پہنچنے لگیں آخر اس نے بعد ثبوت اسے معزول کر کے واپس بلا لیا۔

ابو النصر خان صوبہ کشمیر ۲۔ سال ۱۱۰۲ھ سے ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۲ء سے ۱۶۹۳ء

۱۶۹۲ء میں شاستہ خان کا دوسرا بیٹا ابو النصر خان صوبہ کشمیر بنکر آیا۔ بھائی سے بڑھکر ظالم اور سفاک تھا۔ اُس نے جبر و تعدی سے خلق خدا کو بالکل مجبور و مفلوک کر دیا۔

اس کے عہد کے دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ رستم مانٹو نام ایک شخص نے صحابہ کرام کی توہین کی سنیوں نے توہین مذہب اور دل آزاری میں اس پر استغاثہ کیا۔ تحقیقات اور چھان بین ہونے کے بعد قاضی عبد الکریم کے فتویٰ سے رستم مانٹو قتل کیا گیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ انہیں دنوں میں ماہ شعبان کے اندر ایک شخص میر حسین سبزواری کشمیر میں آیا۔ اور اپنے آپ کو صاحب کشف و کرامت ظاہر کر کے کوہ سلیمان کے دامن میں سکونت پذیر ہوا ضعیف الاعتقاد کہاں نہیں ہوتے۔ اور بقول شخصے ع چو احمق در جہان باقی است مفلس کس نے ماند کشمیر میں بھی زود اعتقادوں کی کمی نہ تھی۔ لوگ جوق جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس کی خدمت اور اس کے احترام میں مبالغہ کرنے لگے ایک دفعہ ماہ رمضان کے دنوں میں ابھی دن کا حصہ باقی تھا کہ آسمان پر سیاہی چھا گئی اور طوفان باد و باراں نے اندھیری رات کا سماں پیدا کر دیا۔ لوگوں نے روزہ افطار کر کے نماز شام بھی پڑھ لی۔ نماز کے بعد جبکہ اکثر لوگ کھانا بھی کھا چکے تھے یکایک سیاہی دور ہو گئی اور سورج نکل آیا۔ مریدوں نے دیوانہ وار

والوں نے پیر صاحب کو آسمان پر پہنچا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ یہ سب کچھ سبز واری صاحب ہی کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ سبز واری کی شامت اعمال سے رفتہ رفتہ اس کی مصنوعی اور ہوائی کرامتوں کا چرچا عالمگیر جیسے واقف کار بادشاہ کے کانوں میں پہنچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سبز واری صاحب کو بحکم شاہ عالمگیر

ع پا بدستے دگرے دست بدستے دگرے کشمیر سے نکلنا پڑا۔

آخر چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۹۸ھ میں ابو نصر خان نظامت کشمیر سے واپس دارالسلطنت میں بلوایا گیا۔

فاضل خان صوبہ کشمیر
[illegible] سال ۹ ماہ ۱۰۹۸ھ سے ۱۱۰۱ھ

ابو النصر خان کی جگہ فاضل خان ناظم صوبہ مقرر ہوا اس کا اصلی نام مرزا برہان تھا اور خان ساماں کا بھتیجا تھا۔ مسند نظامت پر قدم رکھکر اس نے ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔ رعیت پروری اور عدل و احسان میں شہرہ آفاق ہو گیا۔ بہت سے مظالم جو سابقہ صوبیداروں کے عہد میں رائج ہو گئے اس نے یک قلم دور کر دیئے۔ علت حاصل نمک۔ زر دام داری اور چوتھائی جو ظفر خان صوبیدار کے عہد میں بڑے زور و شور پر تھے۔ اس نے ان سب کو موقوف کر دیا۔ اس کے علاوہ آفات ارضی و سماوی سے اگر محاصل ملک کو نقصان پہنچتا۔ تو فاضل خان مظلوم رعایا کو مجرائی مالیہ میں مناسب رعایت دیتا۔ خیرات۔ میراث و وظائف و جاگیرات سے بھی اس نے رعایا کو بہرہ اندوز کیا اور اکثروں کو بڑے بڑے مناصب اور جاگیرات عطا کر کے یعقوب شاہ چک کے بعد پہلی مرتبہ عوام کو منصب داری صوبہ میں بلا مزاحمت داخل کرنے کا دستور جاری کیا۔ سد ہفت چنار۔ سرائے ہفت چنار۔ خانقاہ حسن آباد۔ خانقاہ جوگی لنگر اور نو مسجد کے متصل مدرسہ اور حمام بنوائے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مواضعات۔ باغات۔ سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔ اور پرانی عمارتوں کی مرمت اور ترمیم میں بھی بدرجہ اتم کوشش کرتا رہا۔

عیاں شاہ سوار بیگ داروغہ توپ خانہ اور خواجہ محمد طاہر دہ بیدی میں عرصہ سے باہمی کدورت چلی آتی تھی۔ اس کے عہد میں ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۹ء میں عید مبارک کی صبح کو لوگ نماز عید کے لئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے تھے کہ خواجہ محمد طاہر

بیگ نے قریب سے عید مبارک کا مصافحہ کرتے ہوئے اس پر پستول داغ دیا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ شاہنواز بیگ کے بھائی مومن بیگ نے جھپٹ کر قاتل کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

اس کے بعد اسی سال حضرت محمد مصطفےٰ رسول عربی کے گیسوئے راست کا مستند موئے مبارک خطہ جنت نشان میں ورود سعادت مورد ڈالا جس کی تاریخ قلندر بیگ شاعر نے ان الفاظ میں منظوم کی ہے ؎

محتاجاں را بوقت حاجت طلبی موئے مدداست یا رسول عربی
بہرِ نزول یکے ہاتف گفت کشمیر مدینہ شد ز موئے نبیؐ
۱۱۱۱ھ

یہ موئے مبارک خواجہ نورالدین المعروف بہ ابشیری نے قیام بیجا پور کے دنوں میں بڑی کوشش اور خرچ سے حاصل کیا تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو موئے مبارک لاش کے ساتھ کشمیر روانہ کیا گیا۔

مرزا براں خود بھی فاضل خان تھا اور علما فضلا کا اعزاز و اکرام بھی بہت کرتا تھا جن کی صحبت کے اثر نے اسے بھی ایک نیک سیرت حاکم اور سچا مسلمان بنا دیا۔ ادائے نماز جمعہ کے لئے عموماً مسجد جامع میں جاتا۔ اور مشائخ وقت کی خدمت اور مقابر اولیا کی زیارت کے لئے بھی بصدق دل حاضر ہوتا۔ آخر ساڑھے تین سال تک نظامت کشمیر کو حسن انتظام سے مستفیض کر کے ۱۱۱۲ھ میں مستعفی ہو گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار سوم ۵ سال ۱۱۱۲ھ سے ۱۱۱۸ھ

۱۱۱۲ھ میں پھر ابراہیم خان کا تعینہ جا گا۔ اور تقصیرات سابقہ کی معافی حاصل کر کے تیسری مرتبہ کشمیر آیا۔ راستے میں مستعفی فاضل خان سے ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رخصت کے موقعہ پر خواجہ علی اکبر وقائع نگار نے جو حاضر مجلس تھا۔ دونوں کی موجودگی میں سنِ الہیہ یہ کہا ؎

عید رمضان آمد و ماہ رمضان رفت صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

اس مرتبہ بخلاف سابق ابراہیم خان تلافی مافات میں مشغول ہوا۔ شیعہ و سنی دونوں فرقوں کو ایک نظر سے دیکھنے لگا۔ رعایا کی بہبودی اور بہتری کے لئے

حیلہ گری کے ایسا ہر دلعزیز ہو گیا کہ لوگوں کو ... بھول گئیں۔

ایک دن شاہی مخبروں نے ایک شخص کو اورنگ زیب کا بھائی شاہ شجاع سمجھکر اس کے روبرو پیش کیا۔ لیکن اس نے دیکھتے ہی اوسے رہا کر دیا اکثروں کا خیال ہے کہ ابراہیم خان نے پہچانکر از راہ ترحم عمداً اوسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد ۱۰۷۱ھ میں عبداللہ خان والئے کاشغر کا بھتیجا ارسلا خان بھتیجے کی دست تعدی سے بھاگ کر کمک کے لئے کشمیر آیا۔ لیکن ابراہیم خان اور اس کے درمیان کسی وجہ سے سوئی مزاجی پیش آئی اور ناظم نے عالمگیر کے حضور میں کثرت اخراجات۔ قلت محاصل۔ اور تعذر تسلط ملک کی مشکلات کا نقشہ کھینچکر اس کے ذہن نشین کر دیا۔ کہ اس بارے میں مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے اس کی تجویز پر۔ مُردِ آخرین مبارک بندہ ایست" کار بمبارک دیگر ارسلاخان کو اپنے حضور میں بلالیا۔ اور کابل کی فوج اس کی امداد کے لئے مقرر کی۔ ارسلاخان کے ورود کشمیر کی تاریخ۔ خان عالیشان سے ۱۰۷۳ھ

اس کے بعد جلدی ہی عبدالفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی اختیار کی لیکن گرفتار ہو گیا۔ آخرہ۔ سال کی نظامت کے بعد ۱۰۷۶ھ میں نیکنامی اور شادکامی کے ساتھ تبدیل ہو کر حکومت احمد آباد پر مامور ہوا۔

نوازش خان صوبہ کشمیر ایک سال چھ ماہ ۱۰۸۱ھ سے ۱۱۱۸ھ

ابراہیم خان کے بعد نظامت کشمیر کا سہرا نوازش خان کے سر بندھا۔ چونکہ اسے کشمیر پہنچنے میں کچھ توقف لاحق ہوا اس لئے اس نے پہلے تو ملا اشرف صدر دیوان کو اپنا نائب بنا کر مختار کار کر لیا۔ اور اس کے بعد خواجہ عبداللہ دہ بیدی کو نیابت کا کام سپرد کیا چند ماہ کے بعد جب اسے فراغت ہو گئی تو خود بھی عازم کشمیر ہوا۔ جب بارہ مولہ پہنچا۔ تو اورنگ زیب کے انتقال کی خبر نے اس کی آیندہ جہانبانی کے سارے کھیل کو درہم برہم کر دیا۔ اسی اثناء میں محمد معظم شاہ ولیعہد اورنگ زیب نے باپ کی وفات سے مطلع ہو کر نوازش خان کو متصدیان کشمیر سمیت پشاور بلا بھیجا۔ لیکن اس نے مردم کوہستان کے شور و فساد اور ملک کشمیر کی سرکشی کا عذر پیش کیا اور جواب آنے تک خود سرینگر میں داخل نہیں ہوا بلکہ میدان عیدگاہ میں خیام افگن رہا۔

جب بادشاہ کی طرف سے مستقل صوبیداری کا حکم پہنچ گیا تو اس نے داخل شہر ہو کر عنان حکومت سنبھال لی عرصہ تخمیناً ایک سال تک عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد ۱۷۰۸ء میں تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ جعفر خان ناظم صوبہ مقرر ہو کر آیا۔

قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

ایام حکومت ۵ - سال ۱۹ - روز ۱۷۰۷ء تا بابت ۱۷۱۲ء مطابق ۱۱۱۹ھ تا بابت ۱۱۲۴ھ ہجری

محمد معظم اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا ۱۰۵۳ھ ۱۶۴۳ء پیدا ہوا۔ اور بڑے بھائی سلطان محمد کے انتقال پر ولیعہد سلطنت مقرر ہوا۔ ایام شاہزادگی میں دکن اور ایران کی مہم سے بکامیابی فراغت حاصل کر کے اس نے باپ سے سرکشی اختیار کر لی۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔ اور سات سال تک قید رہا۔ آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کابل۔ پشاور۔ لاہور اور ملتان کا حاکم بنا دیا۔ باپ کی وفات تک بدستور اسی منصب پر ممتاز رہا۔ جب اورنگ زیب کے انتقال کی خبر اسے پشاور میں ملی تو فوراً آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ لاہور پہنچکر جب چھوٹے بھائی اعظم شاہ کی تاجپوشی کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا جشن تاجپوشی لاہور میں منایا۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اعظم شاہ کو بمقام اکبر آباد لڑائی میں قتل کر کے اول محرم ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں دربار شاہی آراستہ کیا۔ اور شاہانہ جلوس مرتب کر کے اعیان مملکت کو انعام و اکرام اور خلاع فاخرہ سے سرفراز کیا اور اپنے آپ کو شاہ عالم بہادر کے نام سے مشہور کیا۔ تاریخ جلوس میں یہ تین شعر قابل ملاحظہ ہیں ؎

قدسیان تہنیت سال جلوس بستہ مرشد کامل گفتند
عرصۂ جشن شہنشاہی را محفل خلد مشاکل گفتند
سال تاریخ ہمایون سعید جشن شاہنشاہ عادل گفتند ۱۱۱۹

تخت نشین ہو کر اس نے مرحوم اعظم شاہ کے بیٹوں اور دیگر لوا
سایۂ عاطفت میں لیکر مورد الطاف خسروانہ کیا اور انہیں بڑے بڑے مناصب
بیم وہراس سے بے وسواس کر دیا۔

اسی سال ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۸ء میں اس نے نوازش خان صوبیدار کشمیر کو واپس بلا لیا۔ اس کی جگہ جعفر خان کو ناظم صوبہ مقرر کر کے کشمیر بھجوایا۔ آخر ۱۱۔ ماہ محرم ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء کو شاہ عالم بہادر اکہتر ۷۱ سال کی عمر میں جبکہ بارادہ سیر کشمیر رونق افروز لاہور ہوا۔ راہرو عالم جاودانی ہو گیا۔

یہ بادشاہ بہادر۔ رحمدل اور صاحب جود و سخا اور منبع لطف و احسان تھا۔ لیکن امورات ملکی کی طرف سے کسی قدر لاپرواہ تھا۔ اس نے سلطان معز الدین الملقب جہاندار شاہ۔ سلطان عظیم الدین المعروف عظیم الشان سلطان رفیع القدر المعروف رفیع الشان اور سلطان خجستہ اختر المتخلص جہان شاہ چار لڑکے چھوڑے جنہوں نے حسب معمول ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے پیدا کر لئے۔ مگر انجام کار ذوالفقار خان میر بخشی کی حسن سعی سے سلطنت جہاندار شاہ کے ہاتھ لگی۔

صوبیدار جو شاہ عالم بہادر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے۔

(۱) جعفر خان یکسال ۲ ماہ ۔ ۱۷۰۷ء نہایت ۱۷۰۸ء مطابق ۱۱۱۹ھ نہایت ۱۱۲۰ھ
(۲) ابراہیم خان ...... تین ماہ ۱۷۰۸ء ،، ۱۷۰۹ء ،، ۱۱۲۰ھ ،، ۱۱۲۱ھ
(۳) نوازش خان بار ثانی یکسال ۶ ماہ ،، ،، ۱۷۱۰ء ،، ،، ،، ۱۱۲۳ھ
(۴) عنایت اللہ خان ایکسال ۱۷۱۱ء ،، ۱۷۱۲ء ،، ۱۱۲۳ھ ،، ۱۱۲۴ھ

جعفر خان صوبہ کشمیر
یکسال ۲ ماہ ۱۷۰۷ء تا ۱۷۰۸ء
۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۰ھ

جب تک جعفر خان خود کشمیر نہ پہنچ چکا۔ خواجہ عبید اللہ دیدہ مری منصب نیابت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ناظم صوبہ خود پہنچا تو اس نے حکومت کا رنگ ڈھنگ ہی بدل دیا۔ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر خلق خدا کو جور و ستم سے سخت آزار پہنچانے لگا۔ مدام نشہ شراب سے مخمور ہو کر طرح طرح کے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کا مرتکب ہوتا۔ لوگ مظالم سے تنگ آ گئے۔ اس کا تو کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے لیکن ناظم کے

بہت سے شیردل اور بیشکاروں کے گھروں کو آگ لگاکر آمادہ فساد ہو گئے۔ ابھی یہ شعلہ مشتعل نہ ہوا تھا کہ کثرت شراب خوری سے جس کے باعث پہلے بھی اکثر مریض رہتا تھا۔ اس کو ایک سال تین ماہ کی حکومت کے بعد دنیا سے معدوم کردیا۔ کسی مظلوم نے تاریخ وفات حسب ذیل کہی۔ جان جعفر خان بجہنم رفت ۱۱۳۱ھ

جعفر خان کے ورثا اس کی لاش کو ہندوستان لے گئے۔ منصب صوبہ داری کچھ دنوں تک خالی رہا لیکن اراکین حکومت نے جلدی ہی نئے صوبہ کے پہنچنے تک قاضی محمد فاروق عرف عارف خان کو انصرام مہام کے لئے مقرر کرلیا۔

اس کے عہد میں ایک عورت نے کھچکل سے آکر محکمہ قضا میں بخوشی خود ایسے جرم کا اقبال کیا جس کی سزا موت تھی۔ اہل عملہ نے اسے اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنی منشا پر قائم رہی۔ آخر بہت سی رد و کد کے بعد قاضی نے مجبور ہو کر اسے قتل کرادیا۔ مشہور قاضی القضات قاضی حیدر الملقب قاضی خان جو دار الخلافہ شاہی میں اواخر حکومت عالمگیر سے ابتک مقدمات قضا سرانجام دے رہا تھا [illegible] میں بمرض اسہال قضا پاگیا۔ اس کی لاش کشمیر لائی گئی۔ اور موضع پنچھ پورہ کے باغ میں سپرد خاک کیگئی۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بارچہارم ۳ ماہ [illegible] مطابق ۱۱۳۱ھ

احمد آباد۔ کابل اور پشاور کی خدمات نے ابراہیم خان سے اپنے باپ علیمردان خان کے نام اور رتبہ تک پہنچادیا تھا۔ اور اب چوتھی اور آخری بار ملک الموت نظامت کشمیر کے بہانے کشمیر لے آیا۔ جس نے تین مہینہ کے قلیل عرصہ میں اسے دار الآخرت میں پہنچادیا۔

نوازش خان صوبہ کشمیر بار ثانی ایکسال ۵ ماہ [illegible] مطابق [illegible]

نئے صوبہ کے پہنچنے تک بھی عارف خان بدستور سابق مہام نظامت سرانجام دیتا رہا۔ نوازش خان نے بھی وارد خطہ ہو کر اسے منصب نیابت پر بحال رکھا۔ بلکہ اس کی دیانت داری اور خدمات حسنہ سے محظوظ ہو کر اس نے بادشاہ سے امانت خان کا خطاب بھی دلوادیا۔

اس عہد میں پہلے تو کثرت باران باعث طوفان سیلاب نے مزروعات اور مکانات کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد حادثہ آتشزدگی نے شہر سرینگر میں صراف کدل سے محلہ ملچھ مر اور اس کے اطراف تک قریب بیس محلہ یا چالیس ہزار گھر صاف کر دیئے۔ ایک سال پانچ ماہ کی نظامت کے بعد بادشاہ نے نوازش خان کو واپس بلوالیا اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان کو جو منصب خانسامانی پر ممتاز تھا عنایت کی۔

عنایت اللہ خان خانساماں صوبہ دار
یکسال ۹ ماہ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء سے ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء

۱۱۲۳ھ میں عنایت اللہ خان نے بھی اپنی طرف سے عارف خان یعنی امانت خان کو نیابت کا پروانہ بھیجا۔ اس نے رعیت پروری و گستری اور نیک نیتی سے اپنے منصب کو نباہا۔ اور اپنے آقا کی متابعت اور فرمانبرداری میں سرگرم رہا۔ اس کی نیابت میں خلیل بیگ شیعہ صحابہ کرام کو تبریان کہنے کے جرم میں قاضی محمد اکرم کے فتوی سے قتل کیا گیا۔ پرانے ناظم جعفر خان کے عہد میں سودرش پنڈت منصب پیشکاری سرانجام دیتے ہوئے کئی ایک ظالمانہ اور ناشائستہ کارروائیوں کا مرتکب ہوا تھا۔ لوگ ناظم مذکور کے مظالم کا مصدر اسی کو سمجھتے تھے اور اسی کی ایذا رسانی کے لیے اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ اب امانت خان کے وقت میں موقعہ پاکر یہ لوگ اس پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن پنڈت عجب چال چلا۔ اس نے فوراً لڑکوں سمیت خواجہ محمد آفتاب نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت اسلام اختیار کر لی۔ جس سے لوگوں کا کینہ فرو ہو گیا۔ اور اُسے بھی نجات ملگئی۔ اسی سال ۹۔ ماہ کی نیابت کے بعد ۲۲۔ ماہ شوال ۱۱۲۳ھ میں امانت خان دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اور ناظم کشمیر کو دوسرا نائب ڈھونڈھنا پڑا۔ چنانچہ اب کے اس نے اپنے داماد مشرف خان کو نیابت صوبہ سے مشرف کیا۔ اس نیابت کے تین مہینے گذرنے پر ۱۹۔ ماہ محرم ۱۱۲۴ھ کو شاہ عالم بہادر کا انتقال ہو گیا۔ تاہم اس کے جانشین جہاندار شاہ نے بھی عنایت اللہ خان کو نظامت کشمیر پر بحال رکھا۔ اس تغیر کے بعد بھی تین مہینہ تک تو مشرف خان ہی بدستور نیابت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ لیکن اس کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱۲۴ھ ہجری میں



عنایت اللہ خان بذات خود وارد خطہ ہو کر مہام نظامت سرانجام دینے لگا۔ اس کی نظامت میں راجہ مظفر خان بمبہ نے مظفر آباد میں شورش برپا کی۔ اور علاقہ زنادہ اور کرناہ جو مقبوضات کشمیر میں شامل تھے اپنے قبضہ اقتدار میں لے آیا۔ عنایت اللہ خان نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج کشی کی۔ اسی اثنا میں ۹ ماہ کی حکومت کے بعد جہاندار شاہ کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی اور فرخ سیر بادشاہ بن گیا جس نے تخت نشین ہوتے ہی ۱۱۲۵ھ میں عنایت اللہ خان کو نظامت کشمیر سے معزول کر کے واپس بلوا لیا۔

عنایت اللہ خان اصل باشندہ کشمیر کا تھا۔ میر شکر اللہ خان کا بیٹا اور قاضی موسیٰ شہید کے اعتقاد سے تھا۔ اس کی ماں مریم بی بی بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی تشریف آوری کے موقعہ پر اپنی والدہ جان بی بی دختر ملا شریف میر عدل کی وساطت سے زیب النساء بیگم عالمگیر کی تعلیم و تدریس کے لئے داخل حرم سرائے سلطانی ہوئی۔ اسی کی بدولت عنایت اللہ خان عالمگیر کے دربار میں پہنچا اور رفتہ رفتہ ذاتی حسن لیاقت سے ترقی کرتے کرتے منصب صوبیداری کو پہنچ گیا۔

محمد معز الدین جہاندار شاہ

ایام حکومت ۹ ماہ ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء

یہ بادشاہ ۱۰ ماہ رمضان المبارک ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں اضلاع دکن میں پیدا ہوا اور ۱۱۲۴ھ میں ذوالفقار خان کی اعانت سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے معاون کی صوابدید سے پہلے عظیم الشان کو قتل کیا اور پھر دوسرے بھائیوں کو بھی یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ ان کے علاوہ اور کئی شاہزادوں کو قتل کیا۔ اور کئی ایک کو جیلخانہ بھجوایا۔ ذوالفقار خان کو عہدہ وزارت اور آصف الدولہ کو وکیل کل بنا دیا۔ عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر کے بیٹے ہدایت اللہ خان کو نائب وزارت کا عہدہ عطا کر کے سعد اللہ خان کا خطاب دیا۔ عنایت اللہ خان

بدستور نظامت کشمیر پر ممتاز رہا۔ اس کے عہد میں ناظم کشمیر نے راجہ مظفر خان
بمبہ کے بغاوت اختیار کرنے پر مظفر آباد پر فوج کشی کی لیکن ابھی لڑائی شروع
ہونے نہ پائی تھی کہ عظیم الشان کے دوسرے بیٹے فرخ سیر نے جو ان دنوں
حکومت بنگالہ پر مامور تھا بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور بہت سی فوج لیکر آگرہ
پر حملہ آور ہو گیا۔ جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے اعزالدین کو اس کی مدافعت کے
لئے بھجوایا لیکن وہ مغلوب ہو گیا۔ اور بادشاہ کو خود بھتیجے کے مقابلہ پر میدان
جنگ میں آنا پڑا لیکن اس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ خان جہان کوکلتاش
لڑائی میں مارا گیا اور جہاندار شاہ بھاگ کر آصف الدولہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا جہاں
اس احسان فراموش نے بجائے پناہ دینے کے جہاندار شاہ کو نظر بند کر لیا۔
فرخ سیر فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا شاہجہان آباد میں داخل ہوا۔ اس واقعہ کے ساتھ
ہی عنایت اللہ خان کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور مہم مظفر آباد بھی
نا تمام رہ گئی۔

معین الدین محمد فرخ سیر

ایام حکومت ۶ سال ۳ ماہ ۱۵ روز ۱۷۱۲ء لغایت ۱۷۱۹ء
مطابق ۱۱۲۴ھ لغایت ۱۱۳۱ھ

فرخ سیر ۱۵ ماہ رجب ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء میں شاہزادہ عظیم الشان
کے مشکوی معلی میں کشمیری حرم کے بطن سے پیدا ہوا۔ فرخ سیر پہلے اپنے
دادا شاہ عالم بہادر کے عہد میں حاکم بنگالہ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر جہاندار شاہ
کے عظیم الشان کو قتل کرنے نے اسے چچا سے منحرف کر دیا۔ خون بابری
نے جوش مارا چنانچہ سادات بارہہ کی معاونت سے فوج لیکر اکبر آباد پر چڑھ آیا اور نمایاں
فتح حاصل کر کے شاہجہان آباد آ گیا۔ پہلے تو اس نے جہاندار شاہ اور اس کے
معاون ذوالفقار خان کو قتل کیا۔ پھر حکومت مسند پر متمکن ہو گیا۔ تاریخ جلوس ہے

مژدہ بگوشم رسید از سپئے شعر بادشاہ ۔ از پئے تاریخ آں نکتہ جدا گفتہ ام
۱۱۲۴

خواجہ اعظم مورخ تاریخ اعظمی نے تاریخ جلوس اس طرح لکھی ہے ؎

ازاں جملہ گفت اعظم کم رموز — سلیمان ثانی بعدل و کرم

تخت حکومت پر قدم رکھکر اس نے پہلے تو اپنے خاندان کی صفائی کرنی شروع کی کئی بیگناہ شاہزادوں کو ملک عدم میں پہنچا دیا۔ پھر امرا کی طرف متوجہ ہوا اور بلند اختر وغیرہ بہت سے امرا جن کے دماغ میں خیال خیرہ سری سما رہا تھا۔ ملک الموت کے حوالے کردیئے +

سید عبداللہ اور سید حسین جن کی سرپرستی اور معاونت سے فرخ سیر بادشاہ بنا۔ مختار جزو و کل بنگئے۔ انہیں کی منشا کے مطابق بادشاہ نے عنایت اللہ خان ہو کشمیر کو معزولی کا حکم بھجوا دیا۔ اور اس کی جگہ سادات خان بہادر معروف میر تقی جو بادشاہ کا خسر بھی تھا نظامت کشمیر کے لئے منتخب کیا گیا +

اس کے بعد سادات بارھہ نے رفتہ رفتہ یہاں تک عروج پالیا کہ حکومت ہند کے مالک و مختار بنگئے۔ اور بادشاہ سے بھی بدسلوکی کرنے لگے فرخ سیر اپنی کوتہ اندیشی سے خود نادم تھا۔ کہ اس نے انہیں کیوں اس قدر دخل دیدیا تھا۔ لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے عموماً خاموش رہتا۔ مگر ان کی بے اعتدالیوں سے رات دن متردد رہتا۔ اسی اثنا میں اس نے اعتقاد خان کو قمقام الدولہ کا خطاب دیکر امورات ملکی اس کے تفویض کر دیئے اور محمد مراد خان توزک کو اپنی پیشگاہ میں رکھ لیا۔ اس بات سے سادات کے سینہ میں آتش کینہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے دکن سے کسی شاہزادے کو جعلی معین الدین بنالیا۔ اور اس کی معاونت میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے شاہجہان آباد (دہلی) آگئے۔ یہاں انہوں نے قمقام الدولہ سے طرح مصالحت پیدا کرلی۔ اور خفیہ عہد و پیمان کر کے قلعہ میں داخل ہوگئے۔ یہاں پہنچکر سیدوں کا ایمان قائم نہ رہا۔ اور انہوں نے فرخ سیر کو گرفتار کرلیا۔ پہلے تو اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ پھر ایک ماہ کے عذاب شدید کے بعد بعمر ۳۲ سال ۸ ماہ ۱۲ روز ۱۷۱۹ء میں اُسے مار ڈالا۔ اس عبرتناک واقعہ کی تاریخ بہت سے شعرا نے لکھی ہے مگر ذیل کا قطعہ سب سے زیادہ موزون اور مناسب حال ہے ؎

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند　　　صد جور و جفا از رہِ خامی کردند
تاریخ شہادت شہنشہ دل گفت　　　سادات بوے نمک حرامی کردند
۱۱۳۱ھ

فرخ سیر وسیع الاخلاق اور قدردان بادشاہ تھا لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں کر سکتا تھا اور جو نہیں کرنا چاہتا تھا وہ کرتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ناتجربہ کاری سے عبداللہ خان کو وزارت کا منصب دیکر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا حسین علی اور عبداللہ خان اور ان کے رسوخ سے دیگر سادات بارہ نے وہ عروج حاصل کیا کہ بادشاہ کٹ پتلی کی طرح ان کے قبضہ میں تھا۔ اس عروج سے نہ صرف بادشاہ کی جان ہی گئی۔ اور نہ صرف سادات بارہ اور یہ دونوں بادشاہ گر مگر خود غرض و بدکردار بھائی تمام عالم میں مطعون ہی ہوگئے بلکہ سلطنت کا شیرازہ بھی روز بروز بکھرتا گیا جو لوگ اہل بصیرت ہیں وہ فرخ سیر کو تمام عیوب سے بری سمجھتے ہیں۔

صوبیدار اور نائب جو فرخ سیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

سادات خان بہادر ۳ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز ۱۷۱۲ء لغایت ۱۷۱۶ء مطابق ۱۱۲۴ھ لغایت ۱۱۲۸ھ

نائب صوبیدار سادات خان۔

(الف) علی محمد خان　۲ سال　۱۷۱۳ء سے ۱۷۱۴ء مطابق ۱۱۲۴ھ سے ۱۱۲۶ھ
(ب) اعظم خان　ایک سال ۱ ماہ　۱۷۱۴ء رر ۱۷۱۵ء رر ۱۱۲۹ھ سے ۱۱۲۷ھ
(ج) علی محمد خان　ایک سال　۱۷۱۵ء رر ۱۷۱۶ء رر ۱۱۲۷ھ رر ۱۱۲۸ھ
(د) احترام خان　۱۷ روز　۱۷۱۶ء رر رر رر ۱۱۲۸ھ رر رر
(۲) عنایت اللہ خان ۲ سال ۱۱ ماہ ۶ روز ۱۷۱۶ء رر ۱۷۱۹ء رر ۱۱۲۸ھ رر ۱۱۳۱ھ

نائب صوبیدار عنایت اللہ خان

(الف) میر احمد خان ۳ سال ۱ ماہ ۲ روز ۱۷۱۶ء رر ۱۷۱۹ء رر ۱۱۲۸ھ رر ۱۱۳۱ھ
باقی نائب صوبیداروں کا حال محمد شاہ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔

سادات خان بہادر صوبہ کشمیر

۳ سال ۱ ماہ ۱۷ روز ۱۷۱۲ء (۱۱۲۴ھ) لغایت ۱۷۱۶ء (۱۱۲۸ھ)

سادات خان بہادر نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے انتظام صوبہ کے

سے لیکے بعد دیگرے چار نائب تعینات کئے اور ۳ سال ۱۱ ماہ ۲۰ روز کے بعد معزول ہوکر عنایت اللہ خان کے لئے جگہ خالی کرگیا۔

علی محمد خان نائب صوبہ کشمیر
دو سال ۱۷۱۲ء/۱۱۲۴ھ سے ۱۷۱۴ء/۱۱۲۶ھ

سنہ ۱۷۱۲ء میں سادات خان بہادر کا پہلا نائب صوبہ وارد کشمیر ہوا۔ عنایت اللہ خان کشمیر سے نکلکر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوگیا۔ جہاندارشاہ کی تباہی کے ساتھ ہی کشمیر میں بھی کھلبلی مچ گئی۔ جب عنایت اللہ خان مہم مظفرآباد کو ادھورا چھوڑکر واپس آگیا تو مظفرخان بمبہ کا حوصلہ بھی بڑھگیا۔ جس نے کرناہ اور دراوہ سے قدم نکالکر علاقہ کامراج میں بھی دست اندازی شروع کردی۔ اسی اثناء میں مظفرخان کا انتقال ہوگیا لیکن اس کا بیٹا ہیبت خان بدستور مخالفت پر جما رہا۔ علی محمد نائب صوبہ نے کشمیر پہنچکر مخالفوں پر فوج کشی کی اور ان کی پوری گوشمالی کی۔ آخر ہیبت خان نے تنگ آکر صلح کرلی جس سے مخالفوں کے تمام اسیر رہا کئے گئے۔ ہیبت خان نے اپنے بیٹے معزالدین کو بطور یرغمال بھجوایا۔ اس کے بعد عبدالعظیم خان دیوان صوبہ جو اکثر نائب صوبہ سے بدسلوکی سے پیش آتا تھا راہ راست پر لایا گیا۔ انہیں دنوں میں عبدالفتاح گوجر کے بیٹے عبدالرزاق نے پھر شورش برپا کی۔ علی محمد خان نے اس کا استیصال کیا بلکہ گرفتار کرکے سرینگر لے آیا۔ یہاں ناظم صوبہ نے اس سے عہد وپیمان مستحکم کیا۔ اور باج وخراج مقررہ وصول کرکے اسے حکومت پرگنہ پر بدستور بحال کردیا۔ اسی اثناء میں علی محمد خان کے ہمراہیوں اور اہلکاروں نے رعایائے کشمیر پر دست تطاول دراز کیا۔ اور بہت سی بدعتیں رائج کردیں۔ جب اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی تو سادات خان نے دو سال کے بعد اسے واپس بلالیا اور اس کی جگہ اعظم خان کو نائب صوبہ بناکر بھجوایا۔

اعظم خان نائب صوبہ کشمیر
ایک سال ۱۷۱۴ء/۱۱۲۶ھ سے ۱۷۱۵ء/۱۱۲۷ھ

اس نے کشمیر میں داخل ہوکر علی محمد خان کے پروردوں میں سے بہت سے آدمیوں کو معزول کردیا۔ اور گیارہ ماہ تک عدل وانصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد پھر علی محمد خان کے لئے جگہ چھوڑکر مرخص ہوگیا۔



علی محمد خان نائب صوبہ بار دوم — ایک سال ۱۷۱۴ء/۱۱۲۶ھ سے ۱۷۱۵ء/۱۱۲۷ھ

دوسری مرتبہ ایک سال کے لئے سادات خان کا نائب مقرر ہو کر آیا اور ۱۷۱۶ء میں معزول ہو کر واپس چلا گیا۔

احترام خان نائب صوبہ — ۱ ماہ ۱۰ روز در ۱۷۱۶ء مطابق ۱۱۲۸ھ

اب ناظم صوبہ نے احترام خان بخشی کو جو اس کا اپنا رشتہ دار تھا۔ نیابت صوبہ پر بھجوایا لیکن ابھی کشمیر پہنچا ہی تھا کہ سادات خان خود صوبیداری کشمیر سے برطرف ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان ناظم صوبہ مقرر ہوا۔

عنایت اللہ خاں صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱ ماہ ۶ روز ۱۷۱۶ء/۱۱۲۸ھ سے ۱۷۱۹ء/۱۱۳۱ھ

عنایت اللہ خان زیارت حرمین سے مراجعت پذیر ہو کر مورد عنایات خسروانہ ہوا۔ اور بادشاہ نے اسے دوبارہ نظامت کشمیر پر سرافراز کر دیا۔ احترام خان خود تو ہمیشہ دار السلطنت ہی میں رہا۔ لیکن انتظام صوبہ کے لئے اس نے میر احمد خان کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر ۱۷۱۶ء میں کشمیر بھجوایا۔ میر احمد خان انتظام امورات سلطنت میں جیسی شہرت رکھتا تھا ویسے ہی اس نے کشمیر میں بھی پہنچکر رعایا کو عدل و انصاف اور جود و احسان سے منور کر دیا۔ اس کی حکومت کے دو سال تین ماہ اور اٹھائیس روز بعد سلطنت ہند میں سادات بارہ کی سینہ زوری سے تغیر عظیم واقع ہوا۔ لیکن میر احمد خان اور اس کا آقا عنایت اللہ خان بدستور حکومت کشمیر پر مامور رہے یہانتک کہ تمام جھگڑوں جھمیلوں کا فیصلہ ہو کر ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔

شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

ایام حکومت ۳ ماہ ۱۱ روز ۱۷۱۹ء مطابق ۱۱۳۱ھ

فرخ سیر کا کام تمام کر کے سادات بارہ نے شاہزادہ ابوالبرکات کو قید سے نکالکر تخت پر بٹھایا۔ لیکن بدقسمتی سے تھوڑے ہی دنوں میں تپ دق

نے اس نوجوان شاہزادے کو ہمیشہ کے لئے دنیا کے مخمصوں سے نجات دلادی۔
یہ بادشاہ ۷۔جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ کو بمقام دہلی رفیع الشان کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۔رجب ۱۱۳۱ھ میں بیس برس ایک ماہ تیرہ روز کی عمر میں دنیا سے کوچ کر گیا۔
اس کے عہد میں نظامت کشمیر عنایت اللہ خان کے نام پر رہی۔ اور میر احمد خان نائب صوبہ بدستور حکمرانی کرتا رہا۔

رفیع الشان ملقب شاہجہان ثانی

ایام حکومت ۳۔ ماہ ۲۲ روز ۱۷۱۹ء مطابق ۱۱۳۱ھ

یہ شاہزادہ ۵۔ماہ صفر ۱۱۱۲ھ میں غزنی میں پیدا ہوا اور ۱۱۔رجب ۱۱۳۱ھ کو سادات کی معاونت سے قلعہ دہلی میں تخت نشین ہوا۔ادھر صفی خان قلعدار کی امداد سے عالمگیر کے بیٹے محمد اکبر کا لڑکا سلطان نیکو سیر قلعہ آگرہ میں تخت نشین ہوگیا۔ لیکن سید حسین شاہجہان ثانی کو ساتھ لیکر آگرہ پر حملہ آور ہوا۔ اور خونریز لڑائی کے بعد نیکو سیر کو شکست فاش دیکر قلعہ آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ نیکو سیر قید ہوگیا۔ موت نے اس بادشاہ کو بھی مہلت نہ دی اور ۳۔ماہ ۲۲ روز کی جہانبانی کے بعد ۷ ماہ ذیقعد ۱۱۳۱ھ میں پندرہ برس کی عمر میں باجل طبعی داعی ملک عدم ہوا۔
اس کے عہد میں بھی میر احمد خان بدستور عنایت اللہ خان کی طرف سے نیابت صوبہ کشمیر کا کام سر انجام دیتا رہا۔

ناصر الدین محمد شاہ غازی

ایام حکومت ۲۸ سال ۸ ماہ ۰ روز ۱۷۱۹ء لغایت ۱۷۴۸ء مطابق

۱۱۳۱ھ لغایت ۱۱۶۱ھ

یہ بادشاہ[1] ۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء کو بمقام غزنی جہانشاہ بن بہادر شاہ کے ہاں پیدا ہوا۔ اور اوائل ذیقعد ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں بمقام دہلی سادات بارہ کے انتخاب سے زیب آرائے سریر سلطنت ہوا۔ تاریخ جلوس ....ظل رب ہے
۱۱۳۱ھ

بادشاہ کا اصل نام روشن اختر تھا۔ اپنی ماں نواب قدسیہ بیگم کے ہاں قید خانہ ہی میں پرورش پائی۔ بادشاہ ہو کر جب اس نے اپنا نام روشن اختر سے ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ رکھا تو قید خانہ سے نکلنے اور تخت پر بیٹھنے کے متعلق ایک شخص نے یہ برجستہ تاریخ کہی ہے

روشن اختر بود اکنوں ماہ شد ۔ یوسف از زندان برآمد شاہ شد[2]

جب اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو اس کی عمر سترہ برس کی تھی۔ اور ملک فتنہ و فساد سے مملو تھا۔ البتہ اس کی ماں نے اچھی طرح اس کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ سادات بارہ خود غرض اور احسان فراموش ہیں۔ چنانچہ درپردہ پہلے ہی سے وہ ان کی بیخکنی کے درپے ہو گیا۔ محمد شاہ کے اشارہ سے نظام الملک فتح جنگ نے دکن میں شورش برپا کر دی۔ اور بہت سے سادات بارہ جو اس علاقہ کے فرمانروا اور منصب دار تھے مغلوب و مقتول کئے گئے۔ اس کی ہدایت کے لئے محمد شاہ بڑے جوش و خروش سے سید حسن علی خان کو ہمراہ لیکر روانہ دکھن ہوا۔ راستہ میں محمد امین خان بخشی کے ایما سے میر حیدر خان نے موقعہ پاکر سید حسن علی کا پیٹ چاک کر دیا۔ سید کے ہمراہیوں نے میر حیدر خان کو تو ریزہ ریزہ کر دیا۔ لیکن محمد امین بخشی کی فوج نے باتفاق محمد شاہ تمام سادات کو مغلوب و منکوب کر کے تباہ و ذلیل کر دیا۔ جب سید عبداللہ خان نے بھائی کا یہ حشر سنا تو اس نے رفیع الشان کے بڑے لڑکے سلطان ابراہیم کو قید سے نکالکر محمد شاہ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ لیکن آخر کار گرفتار ہو کر سلطان ابراہیم

[1] منقول بعض ۲۴ یا ۲۶ ربیع الاول
[2] اس تاریخ میں دو سال زیادہ ہیں لیکن تاریخ نہایت حسب حال اور برمحل بنائی گئی ہے

ساتھ ہی مقتول ہوگیا جب سارے سادات کیفر کردار کو پہنچ گئے تو محمد شاہ ترکی امراء کی معاونت اور حمایت سے باقتدار تمام حکومت کرنے لگا۔
محمد شاہ نے آغاز سلطنت میں کچھ فہم و فراست دکھائی سیدوں کو لینے بادشاہ کی ضرورت نہ تھی جو عقل و فکر سے کام لیتے۔ انہیں لیسے بادشاہ درکار تھے جو کاٹھ کے الو ہوتے آخر ان نمک حراموں نے اپنی عجیب حکمت عملیوں سے محمد شاہ کو لہو و لعب میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد شراب کے نشہ میں وہ ایسا مبتلا ہوا کہ تاج کو سر پر اور تخت کو قدموں کے نیچے نہ سنبھال سکا۔ ملک میں طوائف الملوکی اور جور و ستم کا بازار گرم ہوگیا۔ مطرب، مغنی اور ارباب نشاط ارکین بزم شاہی کا کام دینے لگے۔ یہ حالت دیکھکر ایک شخص نے شیخ سعدی کے اس شعر سے محمد شاہی دور کی یہ تاریخ نکالی ہے

چو خواہد کہ ویران کند عالمے نہد ملک در پنجہ ظالمے[1]

اسی اثنا میں نادر شاہ فرماں روائے ایران نے اس چار کروڑ روپے کا مطالبہ کیا جو شاہ طہماسپ والئے ایران سے ہمایوں بادشاہ بطور کمک اور معاونت لایا تھا۔ محمد شاہ نے اس کا بھی کوئی خیال نہ کیا اور خاموش انجمن عیش و عشرت گرم کئے بیٹھا رہا۔ آخر نادر شاہ ٹڈی دل لشکر لیکر ہندوستان پر چڑھ آیا۔ لیکن اس مدہوش بادۂ غفلت نے اس وقت تک کوئی خیال نہ کیا جبکہ وہ تمام پنجاب کو روندکر ۱۱۵۲ھ میں پانی پت نہ آپہنچا۔ اب محمد شاہ کی آنکھیں کھلیں اور ساز و سرود لیکر غنیم کے استقبال کو نکلا۔ صلح ہوگئی اور نادر شاہ بہمراہی محمد شاہ داخل دلی ہوگیا۔ اسی اثنا میں کسی بات پر کشیدہ خاطر ہوکر نادر شاہ نے قتل عام کا حکم دیا جس سے چوبیس گھنٹہ تک اہالیان شہر پر قیامت برپا رہی۔ آخر محمد شاہ کی منت درخواست اور الحاح اور تملق پر نادر شاہ کو رحم آیا۔ اور وہ پھر صلح جستائی کرکے واپس لوٹ گیا۔ اس حملہ نے محمد شاہ کی ساری قلعی کھولدی۔ اور امراء۔ وزراء۔ نواب رلہے صوبہ اور ناظم بھی آہستہ آہستہ اس کی مطابعت کا جوا گردن سے اتار نے لگے کشمیر میں بھی فتنہ و فساد برپا ہوا صوبیدار منافقانہ کارروائیاں کرنے لگے۔ الغرض

[1] ملک کے عدد اگر ظالم کے اعداد میں جمع کریں تو تاریخ کے سن حاصل ہوتے ہیں۔

محمد شاہ کے عہد میں سلطنت مغلیہ کو وہ ضعف پہنچا جس نے ایران کے ہاتھ سے حکومت ملک ہی نکال دی۔

رنگینی مزاج کے ساتھ محمد شاہ کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ اور یہ شوق اس نے اپنے جانشینوں کے لئے بطور ورثہ چھوڑا۔ اس کے اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے:

شعر: یار در صبح بر سر فکر بر جائش کنید — عاشقان شب میرود زنجیر بر پائش کنید

آخرکار ۴۸ سال ایک ماہ اور تین روز کی عمر میں ۲۷۔ ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء کو ناصر الدین محمد بادشاہ غازی راہی ملک عدم ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد ابو نصر مجاہد الدین احمد شاہ تخت خلافت پر بیٹھا۔

صوبیدار جو محمد شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے۔

(۱) عنایت اللہ خان ایکسال ۳ ماہ ۱۷۱۹ء سے ۱۷۲۰ء مطابق ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۳۲ھ

نائب صوبیدار

(الف) میر احمد خان ۲ ماہ ۱۷۱۹ء مطابق ۱۱۳۱ھ
(ب) عبداللہ خان دہ بیدی ۹ ماہ ۱۷۱۹ء سے ۱۷۲۰ء مطابق ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۳۲ھ
(ج) مومن خان ۷ ماہ ۱۷۲۰ء " " " ۱۱۳۲ھ سے ۱۱۳۳ھ
(۲) عبدالصمد خان ۲ سال ۵ ماہ " " ۱۷۲۳ء " ۱۱۳۳ھ " ۱۱۳۵ھ

نائب صوبہ

(الف) عبداللہ خان دہ بیدی ۵ ماہ ۱۷۲۰ء " ۱۷۲۱ء " ۱۱۳۲ھ " ۱۱۳۳ھ
(ب) ابوالبرکات خان و عارف خان ۶ ماہ ۱۷۲۱ء " ۱۷۲۲ء " " " " ۱۱۳۴ھ
(ج) نجیب خان ایک سال ۱۷۲۲ء " ۱۷۲۳ء " ۱۱۳۴ھ " ۱۱۳۵ھ
(۳) اعظم خان بہادر " ۱۷۲۳ء " ۱۷۲۴ء " ۱۱۳۵ھ " ۱۱۳۶ھ
(۴) عنایت اللہ خان " ۱۷۲۴ء " ۱۷۲۵ء " ۱۱۳۶ھ " ۱۱۳۷ھ

نائب صوبہ

(الف) فخر الدین خان ایکسال ۱۷۲۴ء " ۱۷۲۵ء " ۱۱۳۶ھ " ۱۱۳۷ھ
(۵) عقیدت خان ۲ سال ۱۷۲۵ء " ۱۷۲۷ء " ۱۱۳۷ھ " ۱۱۳۹ھ

نائب صوبہ۔

الف) ابوالبرکت خان ۲ سال ۱۷۲۵ء سے [illegible] مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۷) آقر خان ایک سال [illegible] ۱۷۲۸ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۸) امیر خان ۷ سال ۱۰ ماہ [illegible] ۱۷۳۵ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

نائب صوبہ

الف) ابوالبرکات خان ۲ سال [illegible] ۱۷۳۰ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

ب) اشرم خان ۱ ماہ [illegible] ۱۷۳۱ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

ج) ابوالبرکات خان ۵ سال [illegible] ۱۷۳۵ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۹) دل دلیر خان ۲ سال ۸ ماہ [illegible] ۱۷۳۸ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

نائب صوبہ

الف) ابوالبرکات خان ۲ سال [illegible] سے [illegible]ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

ب) جلیل الدین خان ۹ ماہ ۱۷۳۸ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۱۰) فخر الدولہ ۱۰ ماہ ۹ [illegible] ۱۷۴۳ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۱۱) عظیمت خان عرف عنایت اللہ خان ثانی ۲ سال ۱ ماہ [illegible] سے [illegible]ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۱۲) اسفندیار خان ۲ سال [illegible] سے [illegible]ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

(۱۳) ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ۲ سال ۸ ماہ ۲ روز [illegible] سے [illegible]ء مطابق [illegible]ھ سے [illegible]ھ

عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر

محمد شاہ نے سابقہ صوبیدار عنایت اللہ خان کو بدستور حکومت کشمیر پر مقرر کیا جس کی طرف سے میر احمد خان نائب صوبہ تمام ملکی سرانجام دیتا تھا۔

میر احمد خان نائب صوبہ ۱۰ ماہ [illegible] مطابق [illegible]ھ

میر احمد خان فرخ سیر کے زمانہ ۱۷۱۶ء میں تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک کشمیر کی نیابت پر ممتاز رہ چکا تھا۔ اس نے انتقال کے بعد رفیع الدرجات اور رفیع الشان کی برائے نام چند ماہ حکومت میں بھی وہ برابر اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ لیکن محمد شاہ کے زمانہ میں اس نے ابھی دو ماہ ہی بسر کئے تھے کہ ایک ایسا واقعہ عظیم پیش آگیا جس نے میر احمد خان کی تمام خدمات پر پانی پھیر دیا۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ زمانہ سلاطین استقلالی یعنی رفیع الدرجات اور رفیع الشان کے

حکومت میں جو عین انقلاب روزگار کا نمونہ تھا۔ ایک شخص عبدالنبی نے
محتوی خان نام رکھکر کشمیر میں فتنہ و فساد کی آگ لگادی۔ بہت سے اوباش
اور بیفکر بیسرے مرنے مارنے اور دست تطاول دراز کرنے کے لئے جمع
کرکے میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے پاس جا کر اُن سے
زبردستی یہ احکام جاری کرنے کو کہا کہ ہندو گھوڑوں پر سوار نہ ہوں۔ وہ جامہ
نہ پہنیں پگڑی اور ہتھیار کا استعمال نہ کریں اور باغوں اور سبزہ زاروں کی سیر
نہ کریں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ صریح ناانصافی ہے اور ایسے احکام
سیاست ملک سے بہت بعید ہیں محتوی خان آشفتہ خاطر ہو کر وہاں سے
چلا گیا۔ اور شہر میں ہندوؤں کے خلاف ایک جوش عظیم پیدا کر دیا ہندو
کو جہاں دیکھتا ستاتا اور ان کی بے عزتی کرتا۔ ایک معزز کشمیری مجلس رائے
کو بھی دار رسا ہو کار اایک جماعت کے ساتھ ایک باغ میں بہت سے
برہمنوں کو کھانا کھلا رہا تھا۔ کہ یہ شقی القلب دس بارہ ہزار اوباش اور
غیر ذمہ دار لوگ جمع کرکے وہاں جا پہنچا۔ اور اُن کی وہاں سخت بے عزتی
کی مجلس رائے نائب صوبہ میر احمد خان کے پاس دوڑا گیا۔ محتوی خان کو
بھی خبر ہوئی۔ اُس نے فریادی و فریاد رس دونوں کے مکانوں کو جا گھیرا۔ محلوں کو
آگ لگادی اور مکانوں سے جو کچھ مل سکا نکال لیا۔ جو اُس کا مزاحم ہوتا خواہ وہ
مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ تہ تیغ بیدریغ ہو جاتا تھا۔ غرض کئی لوگ زخمی اور کئی
قتل ہو گئے۔ میر احمد خان ایک دن اور ایک رات گھر سے باہر نہ نکل سکا
آخر کسی حکمت سے نجات حاصل کرکے میر شاہور خان بخشی کو ساتھ لیا
اور ایک جمعیت لیکر محتوی خان پر حملہ کیا۔ وہ بھی زست بدست موجود تھا۔
پٹن مفسدوں نے اُس پل کو جلادیا۔ جس پر سے میر احمد خان گذرا تھا۔ تاکہ
واپس نہ آسکے اور اُس بازار کے دورویہ مکانوں کو آگ لگادی۔ جہاں نائب
صوبہ کشمیر موجود تھا۔ تیر بندوق تلوار اور اینٹ پتھر سے لڑائی ہو رہی تھی۔
میر احمد کا بھانجہ سید ولی اور ذوالفقار خان بیگ نائب چبوترہ کوتوالی ایک جماعت
کے ساتھ کشتہ اور زخمی ہوگئے۔ میر احمد سخت مصیبت میں تھا۔ آگے جاتا ہے

تو دشمن موجود ہے پیچھے ہٹتا ہے تو گل اُٹھا ہوا ہے۔ میر احمد نے بہ ہزار خفت وذلت مختومی خان سے نجات حاصل کی۔ مختومی خان جوش و تکبر سے بھرا ہوا اہل ہنود کے محلہ میں گیا اور کوئی گھر ایسا نہ چھوڑا جسے لُوٹا یا جلایا نہ ہو۔ مجلس رائے میر احمد کے مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو وہاں سے ذلت کے ساتھ نکالا اور کئی بے گناہوں کے ناک کان کاٹ ڈالے اور وہ باتیں کیں جو اسلام اور اخلاق اور قانون کے رو سے کسی مذہب اور کسی شخص کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔ دوسرے دن میر احمد خان کو ہندوؤں کی حمایت اور مجلس رائے کی پناہ دہی کے الزام میں نیابت سے معزول کر کے خود کو کشمیر کا حاکم قرار دیا اور خطاب اپنا دبنداز خان رکھا۔ پانچ مہینہ تک یہ سنگدل ملکی معاملات سرانجام دیتا رہا۔ میر احمد خان کو گوشہ نشین کیا۔ اس زمانہ میں تار اور ڈاک اور ریل کی نعمتیں تو موجود نہ تھیں۔ دو تین مہینے کے بعد بادشاہ کو دہلی میں اس فتنہ و فساد کی خبر پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ مومن خان نجم ثانی کو عنایت اللہ خان کا نائب بنا کر کشمیر بھیجا جائے۔ اور ہندوؤں کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے مالی امداد کے مرہم اور حسن سلوک کی دوا سے اُن کے زخموں اور اُن کی بیماریوں کا اندمال کیا جائے اور اس شقی القلب کو سخت سزا دی جائے۔ اور جب تک مومن خان وہاں نہ پہنچے عبداللہ خان دہ بیدی نیابت کا کام کرے۔

عبداللہ خان دہ بیدی نائب صوبہ ۵ ماہ ۲۴ روز [illegible]

مختومی خان کا فساد عبداللہ خان دہ بیدی کی کوششوں سے بھی فرو نہ ہو سکا بلکہ اس کے عہد میں مختومی خان نے محال صرف خاص پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔ اور باغی حد سے بڑھ بڑھ کر لوٹ مار کرنے لگے۔

مومن خان نائب صوبہ ۶ ماہ ۲۲ روز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۳۳ھ مطابق [illegible]

اواخر شوال میں جب مومن خان کشمیر کے قریب پہنچا تو مختومی خان اپنے افعال سے شرمندہ ہو کر خواجہ عبداللہ رئیس کے پاس گیا۔ اور اُن سے کہا کہ آپ ایک جماعت رؤسا و امرائے شہر کی لیکر مومن خان کے استقبال کو جائیں۔ اور اس

تواضع اور اکرام کے ساتھ لائیں۔ خواجہ عبد اللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہور خان بخشی کے پاس جاکر عذر معذرت کرو پھر میں استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب محتوی خان میر بخشی کے گھر پونچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جاکر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند محلوں سے لوگ جمع کر کے گوشوں میں چھپادو آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسانی میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا کرتے تھے نہایت عذاب وعقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت میں چونکہ شیعہ تھے جو محلہ حبلی کے رہنے والے تھے۔ اس لئے اہل سنت کے ایک گروہ نے اُن کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔ دو تین ہزار آدمی جن میں مغل کثرت سے تھے۔ معہ زن و فرزند ہنگامہ جہالت وکدورت کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا قاضی تو بہ تغیر الباس کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔

یہ شور و شر جاری تھا کہ سید اظہر خان دیوان بیوتات نے بعض اور منصبداروں کے اتفاق سے بروز چہار شنبہ ۱۲۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو ملا محتوی خان کو قتل کر کے ملک کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی۔ غرض اس دوران میں سُنیوں نے شیعوں اور اہل تشیع نے اہل سنت کو قتل وغارت کیا اسی کشمکش میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسجد میں بیٹھکر حکم احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو پابند اسلام بلکہ ممد اسلام سمجھتا تھا۔ اس لئے شیخ الاسلام کا عہدہ بھی اُس کے ساتھ منسوب تھا۔ جب مومن خان نے دیکھا کہ باوجود اس مُفسد کے مر جانے کے ہنوز فتنہ وفساد جاری ہے اور اُس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اُس نے مصلحت وقت سمجھکر اُس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اُس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ ذات شریف "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق نکلے۔ شرف الدین نے بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اُن مسلمانوں سے بھی گن گن کر بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

سے تھے۔ عہدۂ شیخ الاسلامی کی آڑ میں اس نے ہزاروں دلوں کو صدمے پہنچائے اور کئی گھر تباہ کئے۔ فتنہ و فساد نے پھر سر نکالا۔ عوام یہ ظلم برداشت نہ کر سکے شورش نے یہاں تک غلبہ اختیار کیا کہ عنایت اللہ خان صوبیدار اور اس کے نائب مومن خان دونوں کو اپنے اپنے عہدوں سے استعفا دینا پڑا۔

محتوی خان اور اس کے بیٹے ملا شرف الدین نے کشمیر میں جو طوفان بے تمیزی مچایا +

اس کا تھوڑا سا خاکہ اس زمانہ کے مشہور شاعر میر احسن اللہ خان عرف فصاحت خان نے اپنے چند شہر آشوب قصیدوں میں کھینچا ہے دو شعر نمونۃً درج ذیل کئے جاتے ہیں ؎

راحتی از قرب قیامت عمرہا کوتاہ شد ۔۔ باغبان از بیم آفت میوہ نا انجام چید

دیگر ؎

ہر کہ قربان نبرد صحبت او داغ دل است ۔۔ لالہ داغ است کہ در صحبت نافرمان است

عبد الصمد خان سیف الدولہ

سال ۵۔ ماہ ۱۱۳۳ھ سے ۱۱۳۲ھ

عبد الصمد خان نے نظامت کشمیر بذات خود حاصل کر کے عبد اللہ خان دہ بیدی کو ۱۱۳۲ھ میں نائب صوبہ بنا کر قائم مقام بنایا۔ لیکن اس سے انتظام صوبہ نہ ہو سکا اور پانچ ماہ کے بعد ۱۱۳۳ھ کو عبد الصمد خان لشکر جرار ساتھ لیکر براہ لاہور محرم ۱۱۳۳ھ میں وارد خطہ ہوا۔ تاریخ۔ خروج ال آمد از لاہور۔

یہاں آکر اس نے حکمت عملیوں کے دام میں ملا شرف الدین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اسی طرح اس کے معتقدوں کو طرح طرح کے عذاب ہائے شدید سے راہ راست پر لے آیا۔ اس نے ایک دن میں ناگہ کدل سے خواجہ یار بل تک قریب پچاس معتقدوں کو سُولی پر چڑھایا۔ جس سے تمام باغی اپنی اپنی جگہ دبک گئے۔ اور ان کی تمام سازشیں اور منصوبے ایک دم خاک میں مل گئے۔ منجملہ دیگر مظالم کے محتوی خان نے ہندوؤں اور پنڈتوں کے لئے دستار باندھنے گھوڑوں پر سوار ہونے۔ اچھا لباس پہننے قشقہ لگانے کی سخت ممانعت کر دی تھی۔

علاوہ ازیں پنڈتوں اور ہندوؤں کے بیٹوں کو تعلیم حاصل کرنے کی بھی سخت بندش تھی۔ عرصہ ڈیڑھ سال سے غریب ہندو بیکسی کی حالت میں ایسے ایسے کئی مظالم کا نشانہ ہو رہے تھے۔ عبدالصمد خان نے ان رکاوٹوں کو دور کرکے مظلوموں کے لئے آرام و آسائش کے دروازے کھول دیئے۔ چھ ماہ کے اندر اندر تمام قباحتوں کی بیخکنی کرکے اس نے نیابت ابوالبرکات خان اور عارف خان کے تفویض کردی اور خود لاہور لوٹ گیا۔

ابوالبرکات خان وعارف خان نائب صوبہ
۲ ماہ ۱۷۲۱ء / ۱۱۳۳ھ سے ۱۷۲۲ء / ۱۱۳۴ھ

شیخ سعدیؒ فرما گئے ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اس ضرب المثل کو مدنظر رکھنے کے باوجود سیف الدولہ نے یہ کمال غلطی کی۔ کہ کشمیر میں بجائے ایک کے دو نائب بھیجے۔ جن کے درمیان تھوڑے ہی دنوں کے بعد آتش حسد و کینہ بھڑک اٹھی دونوں کی باہمی مخاصمت سے انتظام صوبہ میں فرق آنے لگا۔ جس کی شکایت ناظم صوبہ کے پاس پہنچی۔ اس نے دونوں کو معزول کردیا اور ان کی بجائے نجیب خان کو عنان نیابت سونپ دی۔ اس دو عملی کے زمانہ میں گرانی غلہ شروع ہوگئی +

نجیب خان نائب صوبہ
ایک سال ۱۷۲۲ء / ۱۱۳۴ھ سے ۱۷۲۳ء / ۱۱۳۵ھ

۱۷۲۲ء میں چارج لیکر نجیب خان نے عدل و انصاف سے حکمرانی شروع کی اور ایک سال تک انتظام کرتا رہا۔ اس کے بعد عبدالصمد خان کی نظامت اختتام کو پہنچی اور بادشاہ نے اسے برطرف کرکے اعظم خان بہادر کو صوبہ کشمیر بنایا۔

(۷۰) اعظم خان بہادر صوبہ کشمیر
ایک سال ۱۷۲۳ء / ۱۱۳۵ھ سے ۱۷۲۴ء / ۱۱۳۶ھ ۔۔۔

اعظم خان بہادر نے منصب صوبیداری کا پروانہ حاصل کرکے پہلے عبداللہ خان دہ بیدی کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن قریباً اڑھائی ماہ کے بعد ۱۷۲۳ء کے آغاز میں بذات خود رونق افروز کشمیر ہوا۔ اور امورات ملکی خود سرانجام دینے لگا۔ ناظم کے بعض کوتہ اندیش رشتہ داروں کی بے اعتدالیوں اور بدکرداریوں سے منصبداران دولت منحرف ہوگئے۔ اور انہوں نے

اعیان ملک سے اتفاق کر کے شورش برپا کر دی لیکن اعظم خان بہادر نے جلد ہی حکمت عملی سے انہیں رام کر لیا۔

نائب ابوالبرکات خان کی نیابت سے قریب ڈیڑھ سال پہلے جو گرانی شروع تھی اعظم خان کے عہد میں اس نے ایسی خوفناک صورت اختیار کر لی کہ غلہ بالکل عجیب ہو گیا۔ خلق خدا فاقہ کشی سے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ آٹھ روپیہ کو ایک خروار شالی بکنے لگی یہی حال دوسری اجناس کا بھی تھا غلہ بالکل عنقا ہو گیا قریب اڑھائی سال تک بڑے زور و شور سے ملک اور رعایا کی تباہی کر کے عنایت اللہ خان کے عہد میں ۱۷۲۳ء میں یہ قحط فرو ہوا تاریخ قحط عظیم ہے۔ بالجملہ اعظم خان قریب ایک سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہ کر ۱۷۲۳ء کو معزول ہو گیا۔

(۴) عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر بار سوئم

ایک سال ۱۷۲۴ء / ۱۱۳۶ھ سے ۱۷۲۵ء / ۱۱۳۷ھ

۱۷۲۴ء میں تیسری مرتبہ عنایت اللہ خان عروس ملک داری سے بغلگیر ہوا۔ اس نے فخر الدین خان کو نیابت صوبہ پر سرفراز کیا۔ اس کی جانکاہ کوششوں سے ارتائی ملک کا حمد افزود ہو گیا۔ یہ ایک سال تک بڑی قابلیت اور دانشمندی سے فرائض منصبی ادا کرتا رہا۔ جس کے اثنا میں ۱۷۲۵ء میں عنایت اللہ خان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ نے عقیدت خان بہادر کو صوبہ کشمیر مقرر کیا۔

(۵) عقیدت خان بہادر صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۷۲۵ء / ۱۱۳۷ھ سے ۱۷۲۷ء / ۱۱۳۹ھ

۱۷۲۵ء میں عقیدت خان بہادر نے خان صوبیداری کا چارج لیا اس نے ابوالبرکات خان کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن اس سے کام نہ چل سکا اور دو سال کے بعد اس کی بدانتظامی کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی۔ پس نائب کے ساتھ ہی ناظم صوبہ کو بھی معزول کر دیا اور صوبیداری آغر خان کو دے دی۔

(۶) آغر خان صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۷۲۷ء / ۱۱۴۰ھ سے ۱۷۲۸ء / ۱۱۴۱ھ

آغر خان نے کشمیر داخل ہو کر تقریباً چھ ماہ تک تو بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی لیکن اس کے بعد اس کی طبیعت یک لخت بدل گئی۔ وہ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر جور و بدعت کرنے لگا طرح طرح کے افعال قبیحہ کا مرتکب ہوا۔ ابوالبرکات خان جو ابھی تک کشمیر ہی میں موجود تھا اس کے سد راہ ہوا لیکن ناظم صوبہ نے اسے منصب پیشکاری عطا

کرکے اپنا خیر خواہ بنالیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد کسی بہانہ سے گرفتار کر بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود بے خوف ہو کر خلق خدا کو لوٹنے لگا۔ کہیں تو فریب بازی اور حیلہ سازی سے مصادرہ اور جرمانہ اخذ کر لیتا اور کہیں زبردستی لوٹ مار مچا دیتا۔ نقد و جنس جو ہاتھ لگتا شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتا مظلومان کشمیر نے کئی مرتبہ محمد شاہ کے پاس عرضیاں بھجوائیں۔ لیکن روشن الدولہ ظفر خان بخشی سوئم جو بادشاہ کے حضور میں رہتا تھا۔ ناظم صوبہ کا سرپرست تھا۔ لوگوں کی چیخ پکار اور صوبہ کشمیر کے ظلم و ستم سے بادشاہ کو خبر تک نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ تنگ آکر رعایا باغی ہو گئی۔ دو ماہ تک سخت شور و شر برپا رہا۔ لڑائی دنگہ اور خونریزی جاری رہی۔ اسی اثنا میں محمد شاہ کے وزیر اعظم نے ظفر خان بخشی کو جامع مسجد میں عوام کے روبرو جوتے لگائے اور سخت بے عزت کیا۔ جس سے بخشی صاحب کو خیال ہوا کہ یہ مظلوم رعایا کشمیر کی آہ کا اثر ہے جس نے مجھے ایسا رسوا کیا ہے۔ اب اس نے تمام شکایتیں بادشاہ کے روبرو پیش کیں۔ اور ناظم صوبہ کے نام عزل نامہ لکھوا لیا۔ ادھر رعایا نے کشمیر نے شکستوں پر شکستیں دیکر آغر خان کو بارہ مولہ پہنچا دیا تھا۔ ۱۳۔ ماہ رمضان ۱۱۴۲ھ کو وہیں شاہی پروانہ پہنچا جس کے پڑھتے ہی چپ چاپ ہندوستان کو روانہ ہو گیا۔

خواجہ اعظم صاحب مؤرخ تاریخ اعظمی اسی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ علاوہ علم و فضیلت کے آپ صوفیائے کرام میں بھی شمار ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخ اس پایۂ قبولیت کو پہنچی ہے کہ اس کے مقابلہ میں سب تاریخیں ہیچ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو واقعات ان کی کتاب میں درج ہیں۔ وہ اختراع اور مضمون سازی سے بہت کچھ بچے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب یہ پہلے پہل وارد خطہ ہوا تو اکثر اوقات ملاقات کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اور بارہا حسن عقیدت اور اخلاص مندی کے اظہار میں یہ شعر پڑھتا تھا۔ اور اسی کے مطابق دو سال بعد اسے نیست

کا بدل گیا ہے

الٰہی چو بر نیم آگہی | چو نیت بخیر است خیرم دہی

آغر خان کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ یہ غزل اسی کی طبعزاد ہے

بہ خم ابروئے نگار قسم | بہ خم تیغ آبدار قسم
خط او آیت ہدایت شد | بسر مصحف غبار قسم
کار شمشیر مے کند ابرو | بہ علی ذوالفقار قسم
دیدۂ عزیز را مے بیند | یک قسم صد قسم ہزار قسم

(۷) امیر خان صوبہ کشمیر

۷ سال ۶ ماہ ۱۷۲۹ء / ۱۱۴۱ھ سے ۱۷۳۶ء / ۱۱۴۸ھ

آغر خان کی معزولی کے بعد ۱۷۲۹ء میں امیر خان ناظم کشمیر مقرر ہوا اس نے اپنی طرف سے ابوالبرکات خان کو نیابت بخشی۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار سوم
۲ سال ۱۷۲۹ء / ۱۱۴۱ھ سے ۱۷۳۲ء / ۱۱۴۴ھ

ابوالبرکات خان نے نیابت کشمیر پر ممتاز ہو کر کشمیر پہنچنے تک جلیل الدین خان کو اپنا قائم مقام رکھا چند ماہ کے ۱۷۳۲ء میں خود بھی یہاں آگیا۔ اور دو سال تک حکومت ملک پر متمکن رہ کر ۱۷۳۳ء میں احترام خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

احترام خان نائب صوبہ
۶ ماہ ۱۷۳۰ء / ۱۱۴۴ھ سے ۱۷۳۱ء / ۱۱۴۴ھ

اس کے عہد میں گرانی غلہ کی سخت شدت ہوئی۔ اور لوگ اس کے پاس فریادی آئے کہ غلہ تو بکثرت موجود ہے لیکن غلہ داروں نے گراں فروشی کی نیت سے عمداً چھپا رکھا ہے۔ احترام خان نے ناعاقبت اندیشی سے حکم دیدیا کہ اگر ایسا ہے تو غلہ جہاں دیکھو زبردستی لے جاؤ۔ اب کیا تھا لوگوں نے غلہ داروں پر لوٹ مچا دی اور کئی غلہ داروں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ فضیلت خان داروغہ عدالت اور محمد اشرف خان مفتی کو جنہوں نے گرانی غلہ کی اصلاح کرنے میں عدم توجہی کی تھی مفسدوں نے گرفتار کر لیا۔ اور مسجد جامع میں لیجا کر انہیں قتل کر دیا۔ ابوالبرکات خان کو احترام خان کی کوتہ اندیشی پر سخت افسوس ہوا۔ اسی اثناء میں جمعہ کے دن احترام خان ادائے نماز کے لئے مسجد

جامع گیا لیکن ابوالبرکات خان خانقاہ معلےٰ کی نماز میں شامل ہوا اور عمداً نائب کے ہمراہ نہ گیا۔ اس بات پر احترام خان کا شک اور بھی بڑھ گیا اور وہ مسجد ہی سے بھاری جمعیت کے ساتھ ملکر ابوالبرکات خان پر حملہ آور ہوگیا۔ دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ تلواریں کھچ گئیں۔ خلاف توقع اہالیان شہر ابوالبرکات خان کی امداد پر مستعد ہوگئے۔ اور احترام خان کو جان بچانی بھی مشکل ہوگئی۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ جب امیر خان ناظم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے احترام خان کو چھ ماہ کی نیابت کے بعد معزول کر کے ابوالبرکات خان کو مستقل قائم مقام بنا دیا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار چہارم ۵ سال ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰ء) سے ۱۱۴۸ھ (۱۷۳۵ء)

چوتھی مرتبہ ۱۷۳۱ء میں ابوالبرکات خان نائب صوبہ بنا۔ اسی سال راجہ ہیبت خان والئے مظفر آباد نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اور علاقہ کامراج میں داخل ہوکر اس نے تاخت تاراج شروع کر دی۔ نائب صوبہ شاہی فوج لیکر سرکشوں کی سرکوبی کے لئے موضع گنل پونچا۔ رات کو غنیم گھات سے نکلا اور شاہی فوج پر حملہ آور ہوگیا۔ کشت وخون اور جدال وقتال کا ہنگامہ شروع ہوگیا۔ شاہ آباد کے نامدار ملک کا بیٹا مختار ملک اور اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے۔ جس سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن ابوالبرکات خان بڑی جوانمردی اور عالی ہمتی سے پاؤں جمائے رہا۔ آخر کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہنچی اور نائب صوبہ ناکام ہوکر مراجعت پذیر ہوا۔

اسی روز جبکہ بمقام گنل کشمیریوں پر قیامت برپا ہو رہی تھی۔ پہر روز گذرے خانقاہ معلےٰ کا سقف بالائی آگ سے بھڑک اٹھا۔ اور دو اڑھائی گھنٹہ کے اندر تمام خانقاہ جلکر زمین سے ملگئی۔ دوسرے سال ۱۷۳۳ء میں ابوالبرکات نے اسے از سر نو تعمیر کر دیا۔۔۔۔ تاریخ گفتہ البرکات ۱۱۴۶ھ

اس کے بعد دو سال امن وامان سے گذر گئے۔ آخر امیر خان کی نظامت موقوف ہوگئی+

(۴) دل دلیر خان صوبہ کشمیر

۲ سال ۸ ماہ ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء سے ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء

دل دلیر خان پانی پت کا باشندہ اور شاہجہان کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اس نے ۱۷۳۶ء میں نظامت کشمیر حاصل کر کے ابوالبرکات خان کو بدستور اپنا نائب اور قائم مقام رکھا۔ خود بھی اس نے کئی مرتبہ کشمیر آنیکا ارادہ کیا لیکن لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار پنجم ۲ سال ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء سے ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۸ء

دل دلیر خان کی نظامت شروع ہوتے ہی بارش اس شدت سے شروع ہو گئی کہ سات روز تک ایک تار جاری رہی جس سے طوفان سے ایک طلاطم پیدا ہو گیا۔ ہزاروں مکان بہ گئے مزروعات تلف ہو گئے۔ اور ایک مہینہ تک مکانوں کے صحن اور میدانوں میں پانی جمع رہا۔ اسی سال دوسری ذیقعد کو شدید زلزلہ آیا۔ اور کئی مکان گر گئے۔ ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ یہ شور قیامت تین ماہ تک برپا رہا۔ ہر روز رات دن میں کئی مرتبہ زلزلہ آتے رہے۔ لیکن پہلے ہچکولے جیسے شدید نہ تھے۔ زلزلہ کی تاریخ اس فقرہ سے نکلتی ہے۔ اِبتَلِیَ المُؤمِنُونَ وَزُلزِلُوا زِلزَالاً شَدِیدًا ۱۱۴۸ ہجری

دوسرے سال ۱۷۳۶ء میں ہیبت خان والئے مظفر آباد نے پھر شورش برپا کی۔ نائب صوبہ نے میر جعفر کنت کو بے شمار فوج دیکر اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا لیکن جب واپس سری نگر پہنچا تو ابوالبرکات خان نے اس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے در پردہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خان نے دوبارہ میر جعفر کنت ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے مقرر کیا اور بہت سے منصب دار ساتھ دیکر اسے براہ بارہ مولہ روانہ کر دیا۔ میر کنت جب بارہ مولہ پہنچا۔ تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھہرائی۔ اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے

ساتھ شامل کرکے نائب کی بیخکنی کے درپے ہوئے۔
غرہ ماہ رجب ۱۱۴۲ھ میں شہر کے پل کاٹ دیئے اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرکے لوٹ مار مچانے لگا۔ ابوالبرکات خان بھی لڑائی کو نکلا۔ اور اس نے اطراف شہر میں آگ لگا دی جس سے قریب بیس ہزار گھر جل گئے تین مہینے تک یہ جنگ وجدل بڑے جوش وخروش سے جاری رہا۔ اسی اثناء میں بہت سی آتش زدگیاں ہوتی رہیں۔ جن سے نصف سے زیادہ شہر جل گیا۔ آخر کار میر جعفر کنٹ نے ابوالبرکات خان کے عمزادہ امانت خان سے رابطہ اتحاد مستحکم کر لیا۔ اور پونچھ کے چوہدری عبدالرزاق سے کمک لیکر نائب صوبہ پر حملہ آور ہو گیا۔ ١٤ محرم ١١٤٣ھ کو خونریز لڑائی ہوئی جس میں ابوالبرکات خان منہزم ہو کر لاہور بھاگ گیا۔ عوام نے اس کا گھر بار لوٹ کر حوالہ آتش کر دیا۔ اور کالاں ومتاع جہاں کہیں ملا غارت کرکے لے گئے۔ اس حادثہ پر دل دلیر خان نے یادگار خان کے بھائی جلیل الدین خان کو نیابت صوبگی پر سرفراز کیا۔

جلیل الدین خان نائب صوبہ
در ماہ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۱۵۰ھ سے ۱۱۵۱ھ

اس کے عہد میں بھی میر جعفر کنٹ اور اس کے ہمراہی فساد سے باز نہ آئے اور اسپ غلہ داری کے بہانے سے لوگوں کو لوٹنے لگے۔ اس کے علاوہ بابا عبدالسلام نے جو شاہ قاسم حقانی کی نسل سے تھا۔ شیوہ اسلاف کو خیرباد کہہ کر ہرزہ گردی پر کمر باندھ لی۔ اس نے علاقہ اونہ کچھی پورہ کے ایک صاحب حیثیت زمیندار محمد مراد کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اتفاقاً محمد مراد مر گیا۔ اور اس کی تمام جائداد کا مالک بابا عبدالسلام بن گیا۔ دنوں ہی میں دولتمندی کے نشہ نے اس میں نخوت اور رعونت پیدا کر دی۔ اسی اثناء میں خیالی منصوبوں کی تکمیل کے لئے میر محمد جعفر کنٹ سے رشتہ موافقت پیوستہ کیا۔ لیکن جب اس جہاندیدہ نے بابائی نامدار میں خودسری کی بو پائی تو چپکے سے اس کا کام تمام کر دیا۔ الغرض میر جعفر وغیرہ مفسدوں کی کوششیں رائگاں گئیں اور تمام ملک میں بدامنی اور بے چینی پھیل گئی جس کے فرو کرنے میں نائب صوبہ قاصر رہا اور اس نے تمام حالات محمد شاہ کی خدمت میں لکھ بھیجے اور خود مستعفی ہو گیا۔ اتفاقاً انہی دنوں

میں دل دلیر خان بھی مرگیا اور نظامت کشمیر فخر الدولہ کے تفویض ہوئی۔

(۹) فخر الدولہ صوبہ کشمیر

۹ ماہ - ۱۱۵۱ھ سے ۱۱۵۲ھ

یہ ناظم روشن الدولہ کا بھائی تھا۔ اس نے نظامت کشمیر پر اختیار حاصل کر کے قاضی خان کو اپنا نائب بنایا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اخیر سال ۱۱۵۱ھ میں خود بھی وارد خطہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا قلع قمع کر کے نظم ونسق ملک میں مصروف رہا لیکن بعض میں لوگوں کو غلہ داری اور بغاوت کے بہانہ سے سخت تکلیف پہنچانے لگا۔ چنانچہ محمد فاروق خان کو غلہ داری کی تہمت لگا کر عوام کے ہاتھ سے مروا ڈالا۔ اسی طرح جلیل الدین خان اور قاضی خان وغیرہ کئی ایک آدمیوں سے مصادرہ لیکر انہیں زندان میں بھجوا دیا۔ اس کے بعد میر جعفر جو سرحد کامراج میں بدستور شور وفساد کر رہا تھا مورد عتاب ہوا۔ ناظم نے فوج کشی کر کے اس کی کمر ہمت توڑ دی۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کر علاقہ کھو ماہ میں جہاں اس کی موروثی زراعت اور زمینداری تھی چلا گیا۔ فخر الدولہ یعنی ۹ - ماہ کے بعد نظامت کے بوجھ سے سبکدوش ہوگیا۔

(۱۰) عنایت اللہ خان ثانی صوبہ کشمیر

۲ - سال ۵ ماہ ۱۱۵۲ھ سے ۱۱۵۴ھ

یہ شخص پہلے عنایت اللہ خان ناظم کشمیر کا بیٹا تھا۔ اصلی نام اس کا عطیہ اللہ خان تھا۔ باپ کی وفات پر بادشاہ نے عنایت اللہ خان کا خطاب دیکر باپ کے منصب اور جاگیر پر سرفراز کر دیا۔ ۱۱۵۲ھ میں فخر الدولہ کے بعد نظامت کشمیر پر متعین ہوا۔ اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر کشمیر بھجوایا۔ لیکن فخر الدولہ نے جو ابھی تک کشمیر ہی میں تھا اسے جعلی صوبہ سمجھ کر سازش کے الزام میں ماخوذ کر لیا

زیب دیکر قید کر لیا۔ اور اُس سے بہت سا روپیہ بطور جرمانہ وصول کر کے قاضی خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود دہلی چلا گیا۔ اس کے بعد عصام الدین خان نے قاضی خان کو بے پا کر کے حکومت خود سنبھال لی۔ اس کے بعد جلدی ہی ایک سال ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا جب لاہور پہنچا تو فخر الدولہ نے اس کے وزیروں اور مشیروں سے رابطہ اخلاص بہم پہنچا کر نادر شاہ سے اپنے نام پر نظامت کشمیر کا حکم حاصل کر لیا۔ اور پہاڑی اقوام کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے ماہ محرم ۱۱۵۲ھ میں کشمیر آ گیا۔ اور نادر شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنے لگا لیکن عوام نے ایرانی بادشاہ کی سلطنت تسلیم کرنے میں ناراضگی ظاہر کی۔ اور شور و شر برپا ہو گیا۔ چالیس روز تک یہ فتنہ قائم رہا۔ اسی اثنا میں پانی پت کی لڑائی کے بعد جب محمد شاہ کی نادر شاہ سے صلح ہو گئی۔ اور صوبہ کشمیر بدستور شاہان مغلیہ کے دست تصرف میں رہا۔ اور یہاں کی نظامت بھی مثل سابق عنایت اللہ خان ثانی کے نام پر رہی تو اہالیان کشمیر نے اتفاق کر کے فخر الدولہ کو شہر سے نکال دیا لیکن وہ کینہ جو بمقام ہفت چنار جا مقیم ہوا اس نے موقع پا کر اطراف سری نگر میں آگ لگا دی اور تاخت و تاراج کر کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ دو مہینہ تک یہ حالت رہی۔ آخر عوام کی مخالفت سے فخر الدولہ تنگ آ گیا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد ابو البرکات خان نے عنایت اللہ خان ثانی سے منصب نیابت حاصل کر کے کشمیر کی راہ لی۔ تین مہینہ بعد جب نادر شاہ کی آؤ بھگت سے فراغت ہو گئی تو عنایت اللہ خان خود بھی ذیقعد ۱۱۵۳ھ میں وارد خطہ ہوا اور باتفاق ابو البرکات خان پانچ مہینہ تک انتظام ملک داری میں مصروف رہا۔ حتے الامکان نصفت شعاری اور معدلت گستری سے رعایا پروری کرتا رہا۔ متمردوں اور سرکشوں کا بھی اس نے قلع قمع کر دیا۔ مشائخ وقت کی خدمت اور علما و فضلا

کی قدردانی سے تھوڑی سی حکومت میں عوام کی نگاہ میں اس نے کافی عزت حاصل کر لی۔ آخر الامر ابوالبرکات نے معتمدوں کے اغوا سے عنایت اللہ خان سے روگردانی اختیار کر لی۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد مسجد جامع کے باہر فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی اس موقعہ پر ابوالبرکات خان کے دیرینہ رسوخ اور شہرت نے عنایت اللہ خان کو مغلوب و منکوب کر دیا۔ دوسرے دن پھر بمقام عیدگاہ فریقین میں مقابلہ ہوا اس مرتبہ بھی ناظم صوبہ منہزم ہو کر شہر میں جا چھپا اس کا لڑکا خلعت خان سوپور کی طرف بھاگ گیا۔ اور ابوالبرکات خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اڑھائی ماہ کے بعد خلعت خان نے ہیبت خان بمبہ کے بیٹے سے کمک لیکر کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ سلخ ماہ شعبان ۱۱۵۳ھ میں بمقام بارہ ترٹ ابوالبرکات خان اور خلعت خان میں سخت لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان محل اختفا سے باہر نکلا اور بیٹے کی معاونت سے مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ ابوالبرکات خان پونچھ جا پہنچا اور عبدالرزاق چوہدری کے لڑکوں محمد زمان اور محمد ولی کی امداد سے کشمیر پر چڑھ آیا۔ عنایت اللہ خان خواب غفلت ہی میں اونگھتا رہا کہ مخالف وتہنار کے راستے حدود سری نگر میں داخل ہو گئے۔ اب خلعت اللہ خان بھی فوج لیکر ہفت چنار کے نزدیک جا پہنچا۔ اور غنیم سے دوبدو ہوا لیکن لڑائی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ خلعت خان کی فوج مخالف سے جا ملی۔ اور اس بیچارے کو مایوس بھاگنا پڑا۔ ۱۹ ماہ شوال ۱۱۵۳ھ کو ابوالبرکات خان مظفر و منصور سری نگر داخل ہو گیا عنایت اللہ خان مقابلہ کو نکلا آدھی رات تک لڑتا رہا لیکن تمام ملک کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور اسے بھی بیٹے کی طرح روئے فرار اختیار کرنا پڑا۔ خام پور کے راستے سوپور پہنچا اور وہاں سے خلعت خان کو ساتھ لیکر راجہ محمود خان بمبہ کے پاس چلا گیا۔ جہاں سے معہ اس کی فوج کے پھر کشمیر آ گیا۔ اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا۔ دو تین ماہ تک یہ فتنہ و فساد قائم رہا۔ آخر ماہ صفر ۱۱۵۴ھ میں

پونچھ والوں کی خواہش سے سری نگر آگیا۔ محمدؐ ولی اور محمد زمان دونوں اس کے استقبال کے لئے گئے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اُسے شہر میں لے آئے۔ آدھی رات کے وقت محمد ولی کے اشارے سے دیارام نے اس کو قتل کرکے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔

(۱۱) اسعد یار خان صوبہ کشمیر

۴۔سال ۱۱۵۴ھ لغایت ۱۱۵۸ھ

عنایت اللہ خان کے انتقال کے بعد دو تین ماہ تک ابوالبرکات خان آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اسی اثناء میں محمد شاہ کی طرف سے اسعد یار خان صوبہ کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے بھی ابوالبرکات خان کا زور و شور دیکھ کر اس کی تبدیلی کا حوصلہ نہ کیا۔ اور اُسے بدستور اپنی قائم مقامی کا پروانہ بھجوا دیا۔ پونچھ والے جن کی معاونت سے ابوالبرکات خان کو یہ منصب حاصل ہوا تھا۔ اب جادۂ اعتدال سے باہر ہوگئے۔ نائب ناظم کو اپنا آوردہ خیال کرکے دست تعدی دراز کرنے لگے۔ ابوالبرکات بھی ان کی زیادتیوں سے دانت پیس رہا تھا۔ لیکن اُن سے اس کی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی تاہم اس نے حکمت عملی سے ان لوگوں کو شہر سے نکال دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر یہ لوگ استعدادی حاصل کرکے داخل شہر ہوگئے۔ لیکن ابوالبرکات خان نے شہر والوں کی معاونت سے اُنہیں پھر شہر بدر کر دیا۔ لیکن اُنہوں نے بیرون شہر ہی استقامت پاکر لڑائی شروع کر دی آخر الامر پر دز غرہ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو وقت آخر شب یہ لوگ غلبہ حاصل کرکے ابوالبرکات کے مکان میں آگھسے۔ اتفاقاً اس وقت ابوالبرکات خان خانقاہ معلی کی زیارت اور مورچہ بندی کے ملاحظہ کے لئے گھر سے نکلا ہوا تھا۔ انہوں نے مایوس ہوکر لوٹ مچا دی۔ اہل خانہ بہزار دقت جان سلامت لیکر نکلے۔ اسی اثناء میں جب ابوالبرکات خان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنے ہمراہی جمع کرکے آگیا۔ اور دروازہ روک کر کھڑا ہوگیا کہ دشمن باہر نہ نکل سکیں ابوالبرکات کا نصیبہ اچھا تھا۔ تین روز کے بعد محمد ولی محمد زمان اور دیارام

تینوں مفسد اس کے دام تزویر میں اسیر ہو کر گرفتار ہو گئے ۱۰۔ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو اس نے انہیں قتل کر دیا تین روز تک اہل پوچھہ پر قتل عام جاری رہا جو کوئی ملتا کوتوالی میں لیجا کر پھانسی دیا جاتا۔ اسی طرح قریب پانچ سو گوجر قتل کئے گئے جس سے ابو البرکات کی سعادت کا حق اور عنایت اللہ خان کے قتل کا قصاص بطریق احسن پورا ہو گیا تاریخ ہوئی ؎

خرد سال قتل ہمہ گوجران بگفتا سزا ایشے بلطا غیان ۱۱۵۵ھ

اس کارروائی کے صلہ میں ابو البرکات خان کو محمد شاہ کے حضور سے بہادری کا خطاب ملا۔

اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک امن و امان سے بیخوف و خطر حکومت کرتا رہا۔ ۱۱۵۶ھ میں دُم دار ستارہ نمودار ہوا۔ جو مشرقی عقائد کے روسے آفات ناگہانی کا پیش خیمہ متصور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلدی ہی مفروضہ علامات بھی ظاہر ہونے لگیں۔ پہلے تو ابو البرکات خان نائب صوبہ کسی شدید مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پھر شکر اللہ بیگ کے پوتے میر اللہ بیگ نے جو ابو البرکات کے خاص پروردوں سے تھانہ داری کامراج پر متعین تھا۔ حق نمک فراموش کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ابو البرکات خان اپنی مصیبت میں مبتلا تھا۔ اس کا تدارک نہ کر سکا جس سے اس کو بڑی تقویت ہو گئی یہاں تک کہ وہ کورنمک مظفر آباد اور پوچھہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے کشمیر کے شہر و دہات میں آگھسا اور رستے رستہ لوگوں کا مال و اسباب اور ننگ و ناموس برباد کرتے ہوئے دلی نعمت سے لڑنے کو سرینگر آپہنچا۔ یہاں اس نے اہل تشیع سے موافقت پیدا کر لی اور انہیں اہل سنت کے مظالم یاد دلا کر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ اب سنیوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ہونے لگے۔ ابو البرکات خان بھی جگہ سے ہلا۔ میر اللہ بیگ کامراج کی طرف بھاگ گیا۔ ابو البرکات خان نے اس کا تعقب تو نہ کیا۔ لیکن اس کے معاونوں کی گوشمالی کے لئے کم عقلی اور کوتہ اندیشی سے خانقاہ جڈی بل پر حملہ کر کے اہل تشیع پر لوٹ مار مچا دی۔

اس کارروائی سے نائب صوبہ کا بہت کچھ اقتدار و اعتبار جاتا رہا۔ میر اللہ خان نے بھاگ کر اندرکوٹ میں جمعیت اکٹھی کرنی شروع کی۔ اور دست تطاول دراز کرکے رعایا کو لوٹنے لگا۔ ابوالبرکات خان نے مراد باز خان پیشکار صوبہ کی سرکردگی میں بہت سی فوج اس کی مدافعت کے لئے بھجوائی۔ حدود شادی پور اور اندرکوٹ کے مابین فریقین میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بے موقعہ اور بے محل لڑائی شروع کر دینے سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور وہ ایسی بدحواس ہو کر بھاگی کہ دریا میں کود پڑی اس وقت دریا بھی پوری طغیانی پر تھا۔ ساری فوج اپنے سردار مراد باز خان سمیت غرق ہو گئی۔ صرف محدودے چند جانیں لیکر شہر پہنچے۔ اس واقعہ سے میر اللہ خان کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ پہاڑا اور کشتواڑ سے جو لوگ نائب ناظم کی امداد کے لئے آئے ہوئے تھے۔ طمع نفسانی سے میر اللہ خان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اُس نے مراج اور کامراج دونوں علاقوں پر منسلط ہو کر تاخت و تاراج شروع کر دی ابوالبرکات بھی حوصلہ ہار بیٹھا اور حکومت اور ناموس سے مایوس ہو کر خواجہ مرزائی نقشبندی کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ میر اللہ بیگ شیر ببر کی طرح گونجتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ چند اوباشوں کے ذریعہ سراغ لگا کر اس نے ابوالبرکات کو مرزائی صاحب کے مکان سے نکال لیا۔ اور اپنی حویلی میں نظر بند کر دیا۔ کشتواڑ اور پونچھ والوں اور پہاڑی لوگوں نے تمام شہر میں لوٹ مار مچادی۔ کھلم کھلے لوگوں کے گھروں میں گھس جاتے۔ اور مال و اسباب جو کچھ پاتے اپنے باپ کا مال سمجھ کر اٹھا لے جاتے۔ یہ ہنگامہ نہ تھا بلکہ قہر الٰہی تھا۔ اگر کسی کو موقعہ ملجاتا اور ظالموں کے دستبرد سے بچا سکنے کے لئے وہ اپنے مال و مویشی وغیرہ کو جنگلوں میں بھجوا دیتے تو وہاں بھی کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہو کر تباہ ہو جاتے اس واقعہ کی تاریخ "عام التشویش" ہے۔ ۱۱۵۸ھ

جب یہ خبر دلی پہنچی تو بادشاہ نے اسدیار خان کو معزول کرکے

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ کو نظامت کشمیر پر متعین کر دیا۔ اس مرتبہ ابوالبرکات خان بہادر نے چار سال تک اسد یار خان کی نیابت میں حکومت کشمیر کی۔

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر

۲-سال ۸ ماہ ۰۲ روز ۱۷۴۵ء/۱۱۵۸ھ لغایت ۱۷۴۸ء/۱۱۶۱ھ

۱۷۴۵ء میں صفدر جنگ نے نظامت کشمیر پر اقتدار پا کر اپنی جانب سے جان نثار خان بہادر شیر جنگ کو منصب نیابت پر سرافراز کر کے کشمیر بھجوایا۔

جان نثار خان بہادر شیر جنگ نائب صوبہ
۲ ماہ ۱۷۴۵ء/۱۱۵۸ھ سے ۱۷۴۶ء/۱۱۵۹ھ

اس نے کشمیر پہنچکر میدان عید گاہ میں رخت اقامت ڈالا۔ پہلے تو اس نے ابوالبرکات خان کو مخالفوں کی قید سے نکالکر بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا اور پھر باغیوں اور سرکشوں کو حکمت عملی سے شہر و دہات سے اخراج کر کے محبوس کر لیا۔ ان کے سرغنہ میر اللہ خان کو جو نئے ناظم کے آمد کی خبر سنکر کامراج کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس نے باستمالت و مدارا بلاکر اور اپنی ملازمت سے سربلند کر کے مشمول عنایات کر دیا۔ لیکن بعد میں فتنہ پردازی اور کینہ وری کی پاداش میں ملاقات کے موقعہ پر غافلانہ قتل کر دیا اور سر اس کا بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ چھ ماہ کے اندر اندر جان نثار خان نے تمام فتنہ و فساد کو بیخ و بن سے نکالکر ملک کو صاف کر دیا اور خود مراجعت پذیر ہو گیا۔

ابوالبرکات خان دلی پہنچکر صرف ایک دو ماہ زندہ رہا۔ اور ۲-ماہ ذیقعد ۱۱۵۹ھ کو دنیا سے کوچ کر گیا۔ ہر چند یہ شخص صاحب فطرت و مروت مدبر اور منصف مزاج تھا لیکن غرض نفسانی کے موقعہ پر ضوابط ملک رانی کا لحاظ بھی نہ رکھتا تھا۔ ملازموں، اہلکاروں اور متعلقوں کی خورد و برد و خیانت اور دست برد کو مشاہدہ بھی کر کے چشم پوشی کر جاتا تھا۔ خصوصاً آخری ایام میں جبکہ اس کا ستارہ عروج برج زوال میں آگیا۔ تو اس کی ساری عقل جاتی

رہی۔ جیسا کہ شیعوں کی لوٹ میں ظاہر ہوا بجائے اس کے کہ دشمنوں کے سرغنہ کی گوشمالی کا تدارک کرتا۔ اس نے ناحق ایک مقتدر فرقہ کے دل کو رنجیدہ کر کے اپنے آپ کو بے اعتبار بنا لیا۔ جس نے جلد ہی اسے نیچا دکھا کر حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خوشنویس اعلےٰ درجہ کا تھا۔ املا اور انشا پردازی میں یگانہ دہر اور شعر گوئی میں بھی بہرہ وافی رکھتا تھا اور شعرا و مشائخ کی تعظیم و تکریم بھی بدل و جان کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے طبعزاد ہیں سے

صوفی سخن تازہ و رنگین دارم	سر مشق خطے زیارد دیرین دارم
از طرز کلام من شکر مے ریزد	فرہاد بیا کہ حرف شیرین دارم۔

افراسیاب بیگ خان نائب صوبہ
۲ سال ۲ ماہ ۱۴ روز ۱۷۴۶ء / ۱۱۵۹ھ سے ۱۷۴۸ء / ۱۱۶۱ھ

تب ۱۷۴۶ء میں افراسیاب بیگ خان نائب صوبہ مقرر ہو کر آیا۔ اس کا دور حکومت پے در پے حوادثات سے مملو ہے۔ دو سال سے کشمیر میں جو بد امنی پھیل رہی تھی اور بغض و عناد اور شور و فساد کا بازار گرم تھا۔ اس نے رعایا کو نان شبینہ کا بھی محتاج کر دیا۔ اسباب اکشاورزی مال مویشی اور غلہ اور محاصل اراضی سب عبیر اللہ خان کے پنجۂ تصرف میں آ چکے تھے۔ اس کے علاوہ ملکی شور و شر کے زمانہ میں رعایا بھی کاروبار دنیاوی محو کر کے فتنہ پردازی اور مفسدہ انگیزی میں مصروف رہی یا تطاول اور تاراج کے بیم و ہراس میں مجبوراً کام کاج سے پہلو تہی کرتی رہی۔ خدا خدا کر کے جان نثار کی جان نثاری نے کچھ عرصہ سے اس بدامنی اور بے چینی کو دور کر دیا۔ اور زمیندار کاشتکاری اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے تاہم برماہ ساون میں متواتر بارشوں نے ان کی ساری محنت دریا برد کر دی فصل خام رہا۔ ادھر غلہ داروں نے رکھا رکھا یا غلہ دبا رکھا اور سخت گرانی شروع ہو گئی۔ روز بروز اس کی شدت بڑھنے لگی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک روپیہ کو دو سیر غلہ بھی ہاتھ نہ آتا۔ فاقہ کشی سے لوگ اس قدر مرنے لگے کہ ان کی لاشیں سنبھالنی مشکل ہو گئیں۔ کفن تو دستیاب ہی نہ ہوتا۔

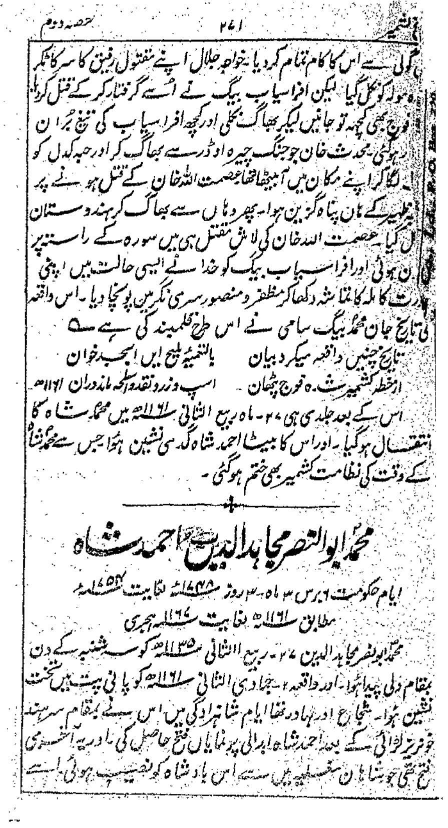
گھاس میں لپیٹ کر مُردے دفن کرتے یا دریا میں ڈال دیتے جس سے پانی متعفن ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اتنی ہمت بھی کسی کو نہ رہی۔ مُردے جہاں کے تہاں پڑے رہتے کتے، بلیاں، کوّے، گدھ وغیرہ جانور گوشت کے کفن کرنے والوں کے فرائض ادا کر دیتے۔ ماں باپ بچوں کو ناشتہ بنا کر شدت گرسنگی رفع کرتے۔ ہزاروں بچے لڑکے لڑکیاں روزمرہ فروخت ہوتے اور دو دو تین تین ٹکہ سے زیادہ مول نہ پاتے۔ اس آتش قہر الٰہی میں قریب ایک تہائی آبادی طعمۂ اجل ہو گئی۔ دوسری تہائی جلاوطن ہو گئی۔ اور تیسرا حصہ سخت مصائب جھیلکر بچے بچ رہا۔ سات ماہ کامل یہی زور شور رہا۔ آخر نئے فصل نے خدا کی عنایت کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں دنوں میں خواجہ علاؤالدین نقشبندی المعروف خواجہ مرزا اور حاجی عتیق اللہ قادری ملارٹی نے عوام کے شور و واویلا پر شورش برپا کر دی۔ اور غلہ داروں پر تاخت و تاراج مچا کر ان کا مال و متاع اور گھر بار ویران کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے ان کی ہدایت کے لئے فوج بھجوائی جس نے محلہ زبینہ کدل میں جہاں مفسدوں کا ہجوم تھا ان پر تلوار چلانی شروع کی۔ ہزاروں مکان جلا دیئے۔ حاجی عتیق اللہ اور اس کے سارے ہمراہی بھاگ گئے اور وہ روپوش ہو گیا۔ دوسرے دن نائب ناظم نے مصالحت کا سلسلہ چھیڑا اور خواجہ علاؤالدین نقشبندی اور بعض دیگر سربرآوردہ اصحاب کو دربار میں بلایا اسی اثناء میں حاجی عتیق اللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ افراسیاب بیگ نے خواجہ صاحب کو سیاست قائم رکھنے کے لئے اُس کے ہمراہیوں سمیت بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی میر بہاؤالدین قادری اور خواجہ ہاشم دہ بیدی کو بھی جن کا اس ہنگامہ سے کوئی تعلق نہ تھا گرفتار کر کے دہلی بھجوا دیا۔ حاجی عتیق اللہ کو جو نائب ناظم سے درشتی اور سخت کلامی سے پیش آیا تھا قتل کرا دیا۔

انہیں دنوں میں مرحوم ابوالبرکات خان کا داماد میر عمر کو جوان محتشم بیگ کے ہاں موضع سیر پرگنہ کھاورہ پارہ پناہ گزین تھا

جادہ اعتدال سے باہر ہوا اُس نے چند اوباشوں کو اکٹھا کر کے اسلام آباد کے تھانیدار کو قتل کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے اُس کی گوشمالی کے لئے فوج بھجوائی جس نے محتشم بیگ اور اُس کے لڑکوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا لیکن میر عمر بھاگ کر کشتواڑ چلا گیا۔ اس شور و شر کے فرو کرنے میں بھی رعایا کو سخت آزار پونچا۔ تاریخ اس واقعہ کی "در قہر مردم کشمیر ہے"۔
۱۱۵۹ھ
دوسرے سال ۱۱۶۰ھ میں قحط نے پھر منہ دکھایا۔ سات آٹھ روز کو خروار شالی بکنے لگی۔ انہیں دنوں میں دوسری جمادی الاول ۱۱۶۰ھ کو طوفانِ باد شروع ہوا جس سے ہزاروں درخت گر گئے۔ اور لوگوں کا بڑا نقصان ہوا گرد و غبار سے تمام عالم پر سیاہی چھا گئی۔ اور ایسا اندھیرا ہوا کہ لوگوں نے دن دہاڑے چراغ روشن کر لئے۔ کوئی بیس دن بعد موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور سیلاب برپا ہو گیا جس سے قریب بیس ہزار مکان بہ گئے لیکن خلاف معمولی اس "طغیانِ ملک" ۱۱۶۰ھ نے قحط کی آفت رفع کر دی۔

اسی سال ۱۰ جمادی الثانی ۱۱۶۰ھ کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم قزلباش اور افشار کی سازش سے اپنے ہی خدمتگاروں کے ہاتھ سے مقتول ہو گیا۔ اور احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا۔ اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی لیکر پہلے نادر شاہ کے قاتلوں کی خبر لی اور پھر عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور ربط و ضبط ممالک میں مصروف ہوا تمام مقبوضات میں متمند بھجوا کر نادر شاہ کی ساری سلطنت کا مالک بن گیا منجملہ ان کے احمد شاہ کے ایک ناظم سردار جہان خان بامیزی نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر ممتاز ہوا افراسیاب بیگ سے سیر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اس کی درخواست کو بکمال خوشی منظور کر لیا لیکن سردار جہان خان نہ تو کشمیر آیا اور نہ اُس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا

جب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کی تخت نشینی کا حال سنا
اُن کے لئے فتنہ پردازی کا دوسرا ڈھنگ نکل آیا انہوں نے
ابدالی درانی کو لکھ بھیجا کہ آپ کشمیر کے لئے کوئی اپنا ناظم مقرر کر کے بھیج
ہم لوگ بغیر لڑائی جھگڑے کے ناظم حال کو اس کے حوالہ کر دیں گے۔
یہ عریضہ افراسیاب بیگ کے ہاتھ لگ گیا اس نے مصلحت وقت
لحاظ سے اور کوئی کارروائی تو نہ کی۔ مگر اس تحریر کو امرائے کشمیر
روبرو ڈال دیا۔ اس وقت تو سب خاموش ہو گئے۔ لیکن انہیں نا
ناظم کی بدگمانی کا خیال پیدا ہو گیا اور اب وہ اندر ہی اندر پہلے سے
زیادہ اس کی مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ اسی قیل و قال کے درمیان
میں عصمت اللہ خان بہمراہی محدث خان پسر دوم محتوی خان مرحوم
پشاور سے تین چار ہزار سوار ساتھ لیکر براہ توسہ میدان دار خطہ ہو
افراسیاب بیگ میر مقیم اور خواجہ ظہیر وغیرہ منصب داران کو ہم
لیکر غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کریو چیرہ اوڈر پر فریقین میں لڑائی شروع
ہو گئی۔ اگرچہ باشندگان کشمیر خصوصاً سرداران دولت اکثر عصمت اللہ
کے مددگار اور معاون تھے۔ لیکن قضا و قدر نے کسی کی بھی پیش
چلنے دی۔ افراسیاب بیگ ہر چند فتحیاب ہو گیا۔ تاہم اعیان
سری نگر نے عصمت اللہ خان کی دلجمعی کی اور اُسے مزید کوشش
آمادہ کر دیا اور وہ ہزیمت سے لوٹ کر سری نگر کی طرف بڑھا۔ موضع
ہنگ سے دریائے بہت پایاب کر کے موضع آنچار کے
میں آپہنچا۔ افراسیاب بیگ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ بھی فوج لے
خواجہ موسیٰ کے باغ میں آ گیا اور بہتر افواج افاغنہ سے مجاہدہ وصف
شروع کر دیا۔ لیکن اب کے افراسیاب بیگ کو پیٹھ دکھائی پڑی۔
عصمت اللہ خان کوس ظفرمندی بجاتا سری نگر میں داخل ہو گیا۔ جب
نوشہرہ میں پہنچا تو کسی ہزیمت خوردہ سپاہی نے جو ایک آڑ بنا کر بار
چھپا ہوا تھا۔ سوراخ دیوار سے عصمت اللہ خان کا نشانہ کر کے ایک



گولی سے اس کا کام تمام کردیا۔ خواجہ جلال اپنے مقتول رفیق کا سر کاٹ کر
ہور لے کر نکل گیا لیکن افراسیاب بیگ نے اُسے گرفتار کر کے قتل کردیا۔
فوج بھی کچھ تو جانیں لیکر بھاگ نکلی اور کچھ افراسیاب کی تیغ بُران
ہو گئی۔ محمد شاہ خان جو جنگ چیرہ اوڈر سے بھاگ کر اور حبہ کدل کو
لگا کر اپنے مکان میں آ بیٹھا تھا عصمت اللہ خان کے قتل ہونے پر
ظہیر کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ پھر وہاں سے بھاگ کر ہندوستان
ل گیا۔ عصمت اللہ خان کی لاش مقتل ہی میں سورہ کے راستہ پر
ن ہوئی اور افراسیاب بیگ کو خدا نے ایسی حالت میں ابھی
رت کاملہ کا تماشہ دکھا کر مظفر و منصور سری نگر میں پہنچا دیا۔ اس واقعہ
کی تاریخ جان محمد بیگ سامی نے اس طرح قلمبند کی ہے ؎

تاریخ چنیں واقعہ میکرد بیان بالتعمیہ بلیغ ابن ابجد خوان
ازخطہ کشمیر شد و فوج پٹھان اسپ و زر و نقد و سلحہ ماند دران ۱۱۶۱ھ

اس کے بعد جلدی ہی ۲۷۔ ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ کا
انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا احمد شاہ گدی نشین ہوا جس سے محمد شاہ
کے وقت کی نظامت کشمیر بھی ختم ہو گئی۔

محمد ابو النصر مجاہد الدین احمد شاہ

ایام حکومت ۶ برس ۳ ماہ ۳ روز ۱۷۴۸ء لغایت ۱۷۵۴ء
مطابق ۱۱۶۱ھ لغایت ۱۱۶۷ھ ہجری

محمد ابو نصر مجاہد الدین ۲۷۔ ربیع الثانی ۱۱۳۵ھ کو سہ شنبہ کے دن
بمقام دلی پیدا ہوا۔ اور واقعہ ۲۔ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو پانی پت میں تخت
نشین ہوا۔ شجاع اور بہادر تھا ایام شاہزادگی میں اس نے بمقام سرہند
خونریز لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی پر نمایاں فتح حاصل کی اور یہ آخری
فتح تھی جو شاہان مغلیہ میں سے اس بادشاہ کو نصیب ہوئی۔ اسے

اپنے وزیر سے شکررنجی ہوئی جس کے باعث دربار شاہی میں مدام ہنگامہ برپا رہتا۔

اس کی تخت نشینی کے چھٹے سال ۱۷۵۳ء میں آلہ قلیخان صوبہ کشمیر کے عہد میں ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے میر مقیم کنٹھ نائب صوبہ سے جنگ وجدل شروع کردی اور اسے منہزم کرکے حکومت ملک پر خود قابض ہوگیا۔ اسی اثناء میں میر مقیم کنٹھ او خواجہ ظہیر نے احمد شاہ ابدالی کو تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا جس نے ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں عبداللہ خان ایشک آقاسی کو کشمیر بھیجکر صوبہ مذکور کو بھی اپنے مقبوضات میں شامل کرلیا جس سے حکومت ملک شاہان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افاغنہ کے ہاتھ آگئی۔

صوبیدار جو احمد شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ۵ سال، ۱۰ روز ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۳ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۶ھ ہجری

نائب صوبہ

(الف) افراسیاب بیگ خان ۴ سال ۸ ماہ ۱۰ روز ۱۷۴۸ء لغایت ۱۷۵۲ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۵ھ ہجری

(ب) احمد علی خان ۲ ماہ (ثانی) ۱۷۵۲ء سے ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ

(ج) ملک حسن ایرانی ۲ ماہ " " ۱۷۵۳ء " " " سے
۱۱۶۶ھ ہجری

(۲) آلہ قلی خان ۵ ماہ ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ

نائب صوبہ

(الف) میر مقیم کنٹھ ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر
۵ سال ۱۰ روز ۱۷۴۸ء (۱۱۶۱ھ) سے ۱۷۵۳ء (۱۱۶۶ھ)

محمد شاہ کے انتقال پر احمد شاہ نے بھی صفدر جنگ ہی کو لقامت

کشمیر کا پروانہ عطا کیا جس نے افراسیاب بیگ کو بدستور نیابت پر قائم رکھا۔

افراسیاب بیگ نائب صوبہ
۴ سال ۸ ماہ ۱۰ روز ۱۷۴۸ء سے ۱۷۵۲ء

افراسیاب بیگ خان محمد شاہ کے عہد میں متواتر حادثات کا مقابلہ کر کے فراغت کلی حاصل کر چکا تھا۔ اب مہام ملکی کے اندرونی معاملات کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ سردار جہان خان ناظم پشاور عصمت اللہ خان کے قتل کے بعد ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح افراسیاب سے انتقام لے۔ دوبارہ فوج کشی کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا۔ لیکن اس نے طالب علی خان کو درپردہ ہمراز بنا کر اس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ اس بدکیش نے باوجود اس کے کہ افراسیاب سے قریبی رشتہ بھی رکھتا تھا۔ اسے زہر دیکر مار ڈالا۔ حضرت بل کے متصل دفن کیا گیا۔ لوح مزار پر یہ رباعی کندہ ہے ؎

نواب بہادر و فلک قدر زیں دار فنا چو روئے برتاخت
جبریل زغیب گفت بہ بہ زیر قدم رسول جا یافت

احمد علی خان نائب صوبہ
۲ ماہ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ

احمد علی خان افراسیاب کا بیٹا کشمیری حرم کے بطن سے تھا۔ باپ کے انتقال پر ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نیابت صوبہ اسی کے سپرد کر دی چونکہ یہ کم سن تھا اس لئے اس کا گارڈین اور معاون ملک حسن ایرانی مقرر ہوا۔ ملک حسن ابوالمنصور کے معتمدوں میں سے تھا۔ اس لئے اسے احمد علی خان کی ماتحتی گوارا نہ ہوئی۔ اندر ہی اندر جلنے لگا۔ ایک دن باپ کی فاتحہ خوانی کے لئے احمد علی حضرت بل جا رہا تھا کہ ملک حسن نے آقا باقر اور حسن علی ایلچی کی معاونت سے آثار مبارک کے دروازے پر اسے گرفتار کر لیا اور ملاحوں کے ہاتھ سے قتل کروا ڈالا۔ لاش سرینگر لا کر مٹی کے نیچے چھپا دی۔

اپنے وزیر سے شکر رنجی بخصوص بچہ یعنی احمد علی خان کا کام تمام کرنے کے ہنگامہ برپا رہتا ملک حسین نیابت خود سنبھال بیٹھا۔ لیکن اس کی تخت نشینی ہی اپنی نیت کا بدل گیا اور دو ماہ کے اندر ہی اندر خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے معزول کیا گیا۔ خواجہ ظہیر جو افراسیاب کے عہد میں صاحب کار اور مدار الملک کے رتبے پر ممتاز تھا۔ میدان خالی پاکر نیابت پر خود قابض ہو گیا۔ لیکن اعیان ملک نے اس کی حکومت کو ناپسند کیا۔ اور احمد شاہ چغتائی کے پاس نئے صوبیدار کی تقرری کے لئے درخواست بھیجی۔ جہاں سے آلہ قلی خان صوبیداری کے لئے منتخب ہوا۔

(۲) الہ قلی خان صوبہ کشمیر

۵ ماہ ۱۷۵۲ء سے ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۵ھ سے ۱۱۶۶ھ

آلہ قلی خان نے تلامت کشمیر پر اقتدار حاصل کرنے کے میر مقیم کنٹ کو نائب اور قائم مقام بنایا۔ خواجہ ظہیر اپنی جلادت طبع سے خود بخود مدار المہام بنگیا۔ اور امورات ملکی باتفاق نائب سرانجام دینے لگا۔ میر مقیم رفاہیت خلق اور آسودگی رعایا کے لئے ہمیشہ ساعی رہا۔ لیکن اس نے جنگی اخراجات کی زیادتی محسوس کرنے کے بہت سے سپاہیوں کو معزول کر دیا اور باقیوں کی تنخواہیں بھی کم کر دیں۔ جس سے فوج سبلے دل ہو گئی۔ تقریباً پانچ ماہ کے بعد ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے جو آوارہ و پریشان محلہ قلاش پورہ میں بیٹھا تھا۔ بعض منصب داروں کے اغوا سے معزول شدہ سپاہیوں کو جمع کر لیا۔ اور کافی جمعیت بہم پہنچا کر باغی شورش ہوا اپنے بھائی نورالدین خان کو اس نے توکدل کے راستے پر مامور کیا اور خود نالہ مار کے راستے معتمد دیدہ مرتضیٰ کے مکان پر حملہ آور ہو گیا اس کے گھر بار کو آگ لگا کر مال و اسباب

ورث لیا۔ دوران حملہ میں یہ شعر اس کی ورد زبان تھا ؎

بعد ازیں دست من و دامان کوہ بیستون

وارث فرہادم و دارم از دعوے خون

میر مقیم تاب مقاومت نہ دیکھ کر علاقہ کہو ٹامہ کی طرف بھاگ گیا اور خواجہ ظہیر بھی روپوش ہو گیا۔ اور ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا اس کے بعد میر مقیم کنٹ نے قوم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے علم تقابل کھڑا کیا لیکن ابوالقاسم حکمت عملی سے مصالحت کر کے اسے شہر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی صوبہ کشمیر شاہان دہلی کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔ اور ابوالقاسم نے خود سر حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ اسی اثنا میں جب احمد شاہ ابدالی بقصد تسخیر ہندوستان لاہور مقیم تھا۔ تو میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے بوجہ خصومت و عداوت اسے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا چنانچہ اس نے ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۵ھ کو عبد اللہ خان ایشک اقاصی کو پندرہ ہزار جریدہ سپاہ ساتھ دیکر کشمیر بھجوایا۔ ایشک اقاصی جب راجوری پہنچا۔ تو ابوالقاسم خان نے سید محمد عابد کو بطور وکیل اس کے پاس بھجوایا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ نعلبندی پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ ایشک اقاصی وہیں ٹھیر گیا اور نذرانہ مذکور کے پہنچنے کا انتظار دو ماہ کامل کرتا رہا۔ اسی اثنا میں ابوالقاسم نے خواجہ ظہیر کو قید خانہ سے نکالکر سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو بھی مدفون نہ کرنے دیا۔ تاریخ وفات۔ ظہیر گل ۱۱۶۵ھ

ایشک اقاصی بعد انتظار بسیار متوجہ دیار کشمیر ہوا۔ ۱۷۵۳ء میں قصبہ شوپیاں میں وارد ہو کر خیام زن ہوا۔ بمقام گستہ نعمت محاربہ جنگ و جدل شروع

ہوگیا۔ پندرہ روز تک آتش کارزار مشتعل رہی۔ آخرالامر ابوالقاسم کا سپہ سالار گل خان خیبری عبداللہ خان ایشک اقاصی سے ملگیا۔ اور قاسم بے حوصلہ ہوکر میدان سے بھاگ نکلا۔ لیکن گرفتار ہوگیا۔ ایشک اقاصی مراجعت کے وقت اُسے اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔ جہاں اپنی حسن لیاقت اور قابلیت کے باعث زمرۂ بادشاہ کا مقبول نظر ہوگیا کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہندوستان آگیا۔ جہاں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس نے صرف تین ماہ حکومت کشمیر کی۔ اور اسی عرصہ میں سلطنت ملک ایک خاندان سے نکالکر دوسرے خاندان کو دینے گیا۔ ابوالقاسم خان بڑا عالی ہمت اور صاحب حوصلہ تھا۔ اور اگر بعض امیر احمد شاہ ابدالی کو حملۂ کشمیر پر آمادہ نہ کرتے۔ تو تاریخ کشمیر کے اگلے صفحوں میں دوسرا ہی نقشہ دکھائی دیتا۔ اسے شعر وسخن کا بھی شوق تھا۔ صافی تخلص تھا۔ یہ رباعی اسی کی طبعزاد ہے ۔

بر دور عارضت خط ریحان نوشتہ اند
یا بوستان بگرد گلستان نوشتہ اند
ننوشت ہیچو من کسے اوصاف زلف تو
جملہ نوشتہ لیک پریشان نوشتہ اند

اورنگ پنجم

دورِ حکومت شاہان افاغنہ

از ابتدائے سنہ ۱۷۵۳ء لغایت سنہ ۱۸۱۹ء مطابق سنہ ۱۱۶۶ھ لغایت سنہ ۱۲۳۴ ہجری

چو پرسیدم از خرابیٔ گلشن ز باغبان   افغاں کشید و گفت کہ افغاں خراب کرد

اس خاندان کے بانی احمد شاہ ابدالی کی زندگی کے حالات بھی کارخانہ قدرت الٰہی کی پیچیدگیوں کا اعلٰے ترین عقدہ ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز معما اس کے آقا نادر شاہ کی زندگی کا ہے جسکی سرپرستی نے احمد شاہ کو شاہان افاغنہ کی حکومت کا بانی بنایا۔ چونکہ اُسے اس اورنگ سے ایسا قریبی تعلق نہیں اس لئے اس کے ابتدائی حالات سے اغماض کر کے صرف وہی حالات قلمبند کئے جاتے ہیں جنکی اس اورنگ میں ضرورت ہے۔ احمد شاہ ابدالی محمد آغاق خاں بن عبد اللہ خاں بن حیات سلطان کا بیٹا قوم سدوزئی المشہور ابدالی تھا۔ اسکے جد امجد پہلے ملتان واقعہ پنجاب میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے دادا عبد اللہ خاں نے معہ اپنی قوم کے سنہ ۱۱۲۹ھ میں ملتان سے ہجرت اختیار کر کے علاقہ ہرات میں بود و باش اختیار کر لی۔ وہاں بھی اس قوم کے قریب ساٹھ گھر پہلے سے آباد تھے۔ عبد اللہ خاں ذاتی شجاعت اور دلیری کے باعث ساری قوم کا سرگروہ اور سرغنہ بن گیا اور اس نے ایسا عروج حاصل کر لیا کہ اپنے علاقہ کا خود مختار حاکم شمار ہونے لگا۔ کئی مرتبہ اس نے حاکمان ہرات کے برخلاف بغاوت کر کے شجاعت اور جلادت کے جوہر دکھائے۔ کچھ عرصہ تک مخالفوں کے ہاتھ میں قید بھی رہا۔ اور آخر کار زمان خاں والئے ہرات کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے بیٹے نے بحیثیت مجموعی امن و امان کی زندگی بسر کی۔ جب نادر شاہ تسخیر خراسان کے بعد ہرات پہنچا تو اُس کا پوتا احمد خاں ابدالی شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ذاتی جوہر اور حسن اوضاع و اطوار سے اس نے نادر شاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اس کے خواصوں اور مشیروں میں داخل ہو گیا۔ اور ہر وقت بادشاہ کا

ہمرکاب رہنے لگا۔ نادر شاہ کو اس کی چال ڈھال ایسی پسند خاطر ہوئی کہ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ "من در ایران و توران و ہندوستان ہیچ کسے مثل احمد خاں نیک محضر ندیدم" ایک دن اس کے متعلق نادر شاہ نے پیشین گوئی کی اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے احمد خاں ایں سخن یاد داری کہ بعد از من مالک ایں سلطنت تو باشی در آن وقت حقوق نعمت من یاد داری و فرزندان مرا در کنف حمایت خود نگہداری"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جب نادر شاہ مارا گیا تو اُس کے لڑکوں میں سلطنت کے قابل کوئی بھی نہ تھا۔ اور احمد خاں نے میدان خالی پاکر فوراً تخت حکومت پر قبضہ کر لیا اور احمد خاں سے احمد شاہ بن گیا۔ نادر شاہ کی تمام فتوحات قبضہ اقتدار میں لے آیا ہندوستان پر بھی اس نے کئی حملے کئے اور وہ عروج پایا کہ اولوالعزم شہنشاہوں میں شمار ہونے لگا۔ سنہ ۱۷۵۳ء مطابق سنہ ۱۱۶۶ ہجری میں میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے جس کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نے عبداللہ خاں ایشک آقاسی کے ذریعہ کشمیر کو بھی فتح کر کے تمام دیرینہ انتظام کو درہم برہم کر دیا۔

قریب چھیاسٹھ سال تک کشمیر میں افاغنہ حکومت رہی۔ اس عرصہ میں خطہ کشمیر طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنا رہا۔ جسقدر صوبیدار کشمیر میں آئے تقریباً سب کے سب یہاں کی آب و ہوا سے متاثر ہو کر خود مختار بنتے گئے۔ آج ایک صوبیدار مقرر ہوا۔ کل وہ باغی ہو گیا اُس کی سرکوبی کے لئے دوسرا سردار آرہا ہے۔ جب اس نے کچھ دن کاٹے تو وہ بھی سرکش ہو گیا اب اُس کے رام کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ جب تک کابل میں امن قائم رہا درانی بادشاہ آئے دن تازہ تازہ مہمیں بھیج کر کشمیر کو تہ و بالا کرتے رہے آخر جب وہاں بھی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور محمود شاہ نے زمان شاہ کو گرفتار کر کے فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کر دی۔ تو اُن لوگوں کو اپنی پڑ گئی اور کشمیر کی حالت بگڑنے لگی۔ ایسی حالت میں سلطنت کا استحکام کیسے ممکن تھا۔ کابل کی وہ حالت تھی اُدھر وزیر فتح محمد خاں نے یہاں کی ابتریوں کو دور کرنے کے لئے سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب سے امداد لے کر کشمیر پر فوج کشی کر دی۔ اس کارروائی نے انتظام کشمیر کو بالکل بدل دیا۔ درحقیقت اسی امداد نے کشمیر کو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہمیشہ کے لئے نکال دیا کیونکہ وزیر صاحب نے اُس کے عوض مہاراجہ موصوف کو آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا تھا اور جب دوسرے سال سردار محمد عظیم خاں نے باہمی کشمکش کے باعث خراج دینا بند کردیا تو والئے پنجاب کو بھی موقع مل گیا۔ فوراً فوج لے کر چڑھ آیا۔ اس سال تو ناکام ہی رہا لیکن ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء میں پنڈت بیربل کی ترغیب سے اُس نے پھر لشکر کشی کی سپہ سالار مصر دیوان چند نے داخل کشمیر ہوکر ملک کو تہ و بالا کردیا اور حکومت ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین کر سکھوں کے ہاتھ میں دے دی۔

شجرۂ نسب

احمد شاہ ابدالی

تیمور شاہ — سلیمان شاہ — سکندر شاہ — پرویز

ہمایوں — محمود شاہ — زمان شاہ — عباس شاہ — شجاع الملک — شاہ پور — فیروز شاہ

شہزادہ کامران — شاہ شجاع الملک

احمد شاہ ابدالی

ایام حکومت ۱۹ سال ۲ ماہ ۲۷ روز سنہ ۱۷۵۳ء لغایت سنہ ۱۷۷۲ء
مطابق سنہ ۱۱۶۶ھ لغایت سنہ ۱۱۸۶ ہجری

۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۰ھ مطابق سنہ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد خاں عنان حکومت ہاتھ میں لے کر احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور افغانوں کی فتوحات کا حال سنکر بعض امرائے کشمیر نے احمد شاہ سے ساز باز کرنا شروع کیا۔ ابدالی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور مغلوں کی کمزوری کی وجہ سے جو فتنہ و فساد اٹھنے والا تھا۔ اس کی طرف اس کو توجہ دلائی۔ پہلے پہل سنہ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ خاں کشمیری سردار جہان خاں بامیزی ناظم پشاور کے سپہ سالار عصمت اللہ خاں کو ہمراہ لایا۔ اس کے بعد ابوالقاسم خاں

کی زیادتیوں سے تنگ آکر میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے خط و کتابت کر کے احمد شاہ کو دوبارہ خروج کشی کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے لاہور سے عبداللہ خاں ایشک آقاصی کو کشمیر بھجوایا جس نے ابوالقاسم کو گرفتار کر کے ۱۷۵۲ء میں کشمیر میں حکومت افاغنہ کی بنیاد ڈالی۔ معرکۂ زوالجے نے اہل کشمیر کے دلوں میں تیرہ کی ابتداء افغانوں کے جور و تعدی کا جو بیم و ہراس بٹھا دیا تھا مغلوں کی سبکے رنیا حکومت نے اُسے بالکل دور کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے پٹھانوں کو بھی مغل ہی خیال کر کے دعوت کشمیر دی لیکن ایشک آقاصی نے وارد کشمیر ہو کر زوالجے کے مظالم از سر نو تازہ کر دیئے۔ اور انہیں یاد دلا دیا کہ مغلوں کی حکومت ان کے حق میں کیسی مفید تھی مگر قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید سا ...... خلق خدا کو طرح طرح کے عذاب شدید پہنچا کر انہیں کفران نعمت کا مزا چکھانے لگا۔ جلیل القدر کو لوہے کی سیخوں سے چھدوا کر مار ڈالا۔ قاضی خاں سے ایک لاکھ روپیہ مصادرہ لیا۔ پھر بھی اس کے بیٹے کو ایسا عذاب دیا کہ بیچارہ تنگ آکر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ پرانے شاہی خزائن و دفائن اور مال و اسباب تو فاتح عبداللہ کے لئے شیر مادر ہی تھے اس نے تمام رعایا پر لوٹ مار مچا دی۔ جور و ستم ظلم و دغا قطع و قتل تاراج ۔ اخذ مصادرہ وجرمانہ او نذرانہ۔ غرض جس طرح ممکن ہوا اُس نے غریب رعایا کو لوٹنے میں کوئی فرق نہ رکھا۔ تمام ملک میں شور و داویلا برپا ہو گیا۔ ملا احمد اس واقعہ کو ان درد انگیز الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

شد نے نغمہ کوچہ فریاد ۔۔۔ حرف افغان چو در میان افتاد
شور افغاں چو بشنوم بے قیل ۔۔۔ یادم آید ز صور اسرافیل
بس کہ پر شور کار افغان ہست ۔۔۔ شور محشر دیار افغان ہست
ایں زماں خاصہ گوشۂ کشمیر ۔۔۔ شد ز افغان چو نے بہ نالہ اسیر
خواست حق کیں چمن میناز نگ ۔۔۔ چو دل نے شود ز افغان تنگ
داشت دوراز تصرف چغتہ ۔۔۔ بے سرور از تصرف چغتہ
کرد بر وے مسلط افغاں را ۔۔۔ باغ جمشید داد دیوان را
بود ایں گل زمیں سلیمان باغ ۔۔۔ شد ز دیوان کنوں سراسر داغ

ناگہاں چو بلائے دامنگیر   شاہ قاصی رسید در کشمیر الخ

القصہ عبداللہ خاں ایشک آقاصی پانچ ماہ چوبیس روز تک میر مقیم کنٹ کی رہنمائی سے جور وجفا کا بازار گرم رکھہ کر عبداللہ خاں کابلی کو منصب صوبیداری اور سوکہہ جیون مل کو انتظام صاحب کاری سپرد کر کے خود بمع انفقت امیر مقیم ابو القاسم اور چند دیگر اعیان ملک ایک کروڑ روپیہ نقد وجنس کے ساتہہ واپس چلاگیا۔ خواجہ عبداللہ خاں کابلی نے ایشک آقاصی کی مراجعت پر ۱۷۵۳ء میں عنان حکومت ہاتہہ میں لی اور عدل وانصاف سے کام لینے لگا۔ لیکن سوکہہ جیون مل نے اُسے آرام نہ لینے دیا۔ خواجہ عبداللہ کو منصب صوبیداری پر ابہی چار ماہ ۷ روز ہی کا عرصہ گذرا تہا کہ ابوالحسن بانڈے کی سازش سے سکہہ جیون مل نے اُسکو معہ اس کے فرزند کے قتل کر دیا۔

سوکہہ جیون مل

۱۷۵۴ء سے سکہہ جیون مل کی حکومت شروع ہوئی۔ اس نے ابوالحسن کو معاونت کے صلہ میں رتبہ صاحبکاری اور مدار المہامی دیا اور فتنہ وفساد مٹا کر خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اسی اثناء میں جب احمد شاہ ابدالی نے عبداللہ خاں کابلی کی موت اور سکہہ جیون مل کی سرکشی کا حال سنا تو اس نے جیون مل کو اپنا اہلکار تصور کر کے کسی مزید کاروائی کی ضرورت نہ سمجہی اور نظامت کشمیر کا پروانہ اسی کے نام بہجوادیا۔ ساتہہ ہی بادشاہ نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے خیال سے عظمت اللہ خاں مرحوم کے خسر خواجہ کیچک کو نائب صوبہ بناکر کشمیر بہجوایا سکہہ جیون مل بہی مقتضائے مصلحت پہلے تو بالکل خاموش ہوگیا۔ اور نائب صوبہ سے متفق ہوکر حکمرانی کرنے لگا لیکن کچہہ عرصہ بعد جب احمد شاہ ابدالی نے کچہہ روپیہ اور دیگر تحفہ وتحائف کشمیر خوخراج ملک سے ہی وہ چند مالیت رکہتے تہے ناظم کشمیر سے طلب کئے تو سکہہ جیون مل نے بدنیتی سے عدم استطاعت ظاہر کر کے صاف انکار کر دیا۔ اور خواجہ ابوالحسن خاں بانڈے کے اتفاق سے بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے یہ بہی کوشش کی کہ خواجہ کیچک ملک حسن خاں ایرانی۔ اعظم خاں اور میرزہ خاں کو بہی بغاوت میں شامل کرے۔ لیکن انہوں نے حقوق شاہی مدنظر رکہہ کر انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے برخلاف

قریب دو ہزار افغان شاہ سپاہی سے کر بمقام بارہ مولہ ٹوٹ گئے۔ سکھہ جیون فوج گران کے متعاقب دوڑا۔ اور خونریز لڑائی کے بعد ملک حسن عظیم خان اور میرہ خاں مقتول ہوئے اور خواجہ کیجک مغلوب ہو کر ملک سے بدر کیا گیا۔ سکھہ جیون مل مظفر و منصور واپس آگیا اور اب اس نے حکم دیا کہ شاہ والا گہر بادشاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑہا جائے۔

خواجہ کیجک نے قیام کشمیر کے دنوں میں اپنے داماد کی قبر درست کرا کے مقبرہ طیار کر دیا اور اس کے متصل ایک مسجد بھی بنوائی۔ منجملہ دیگر اشعار کے عظمت اللہ خاں کی لوح مزار پر یہ شعر بھی کندہ کرایا ؎

کشمیر را ندید و نفس ہم نکرد راست   خود را ازیں جہاں بجہان دگر کشید

خواجہ کیجک کی واپسی پر احمد شاہ ابدالی نے میر عبداللہ خاں ایشک اقاسی کو تیس ہزار سپاہ کے ساتھ جیون مل کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ایشک اقاسی کا حوصلہ پہلی چڑہائی سے بڑہا ہوا تھا اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ عین موسم سرما میں براہ پونچھ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ سکھہ جیون بھی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کے لئے بمقام حیدر آباد پہنچا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی اثنا میں بارش برف بھی بکمال شدت کرنے لگی جس سے افغان سخت لاچار ہو گئے۔ سکھہ جیون مل نے نیرا خاں کھکہ کی معاونت سے غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ ایشک اقاصی بھاگ گیا کئی پٹھان گرفتار ہو گئے۔ سکھہ جیون مل نے اسیروں کو کاغذی ٹوپیاں پہنا کر سری نگر بھجوا دیا۔ اس کامیابی کی خبر اس نے بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوائی جس نے سکھہ جیون کو راجہ کا خطاب عطا کیا۔ اور ایک ہاتھی اور جہالردار پالکی بطور خلعت بھی بھجوائی۔ ابوالحسن کو خاں کا خطاب دیا۔ اس پالکی کی توصیف میں ملا محمد توفیق نے یہ رباعی موزون کر کے راجہ سکھہ جیون مل سے شایاں انعام حاصل کیا ؎

ایں پالکی طاق کہ مطبوع و نکو است   چشمے ست کہ از بانس فرازش ابرو ست
جہترش پلک دیدہ و مژگان جہالر   چوں مردمک دیدہ مہاراجہ درو است

اس کے بعد راجہ سکھہ جیون مل نے کوہستان کشمیر کے محافظوں کو جو عموماً انہیں اطراف کے باشندے تھے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ قریب تیس ہزار سپاہی

تعینات کرکے ان کی بے ایمانیوں کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔ اسی طرح قریب تیس منصب داروں کو جن سے اسے اندیشہ تھا بلاتقصیر گرفتار کرلیا اور ان کا مال واسباب بھی ضبط کرلیا۔

سنہ ۱۷۵۵/۱۱۶۸ء میں قحط کے آثار نمودار ہوئے جس سے ملک میں سخت شور خواجہ ابوالحسن خاں نے سرکاری محالات غلہ کے دروازے کھولدیئے رعایا کے گھروں میں حسب حیثیت کئی کئی دنوں کا آذوقہ ڈال دیا۔ انہیں دنوں میں ٹڈی نے بھی کشمیر پر دھاوا کردیا۔ چونکہ فصل کا موسم نہ تھا زراعت کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا لیکن اس نے بقول "ملخ بوستان خوردہ و مردم ملخ۔" قحط زدوں کے لئے خوراک مہیا کردی۔ دوسرے سال سنہ ۱۷۵۶/۱۱۶۹ء میں اوائل موسم بہار میں ابوالحسن خاں نے منجملہ دو لاکھ خروار شالی جو سال گذشتہ کی تقسیم سے بچ رہی تھی ایک لاکھ خروار اہالیان سری نگر میں تقسیم کردی اور باقی ایک لاکھ خروار مفصلات میں زمینداروں کو بطور تقاوی بھجوادی۔ دوسرے سال بھی فصل اچھا نہ ہوا اور زمیندار لوگ زر تقاوی ادا نہ کرسکے۔ تو خواجہ ابوالحسن خاں نے سال آئندہ پر معطل کردیا۔ اسی طرح یہ بقایا بیاسی سال تک زمینداروں کے نام واجب الادا رہا۔ آخر سنہ ۱۸۳۴/۱۲۵۰ء میں کرنیل میاں سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بباعث قحط بالکل معاف کردیا۔

ایک دن رات کے وقت جب کہ راجہ سکھ جیون علمائے اسلام سے صحیح بخاری کے متعلق مباحثہ کررہا تھا شاہی اصطبل میں آگ لگ گئی۔ پاس ہی بارودخانہ تھا آگ کی چنگاریاں اڑکر بارود میں جاگریں جس سے سارا بارودخانہ بھڑک اٹھا متصلہ مکانات ریزہ ریزہ ہوکر اڑگئے اور اس زور کا دھماکا ہوا کہ تمام شہر ہل گیا مکانوں کے دروازے ٹوٹ گئے بہت سی جانیں تلف ہوگئیں اور گردونواح کے اکثر لوگ بیہوش اور زخمی ہوگئے۔

دو ڈھائی سال تک راجہ سکھ جیون ابوالحسن خاں کی صواب دید سے امورات ملکی بخیر و خوبی سرانجام دیتا رہا۔ لیکن فتنہ پردازوں کو یہ امن کا زمانہ پسند نہ آیا سنہ ۱۷۵۷/۱۱۷۰ء میں میر مقیم کنٹ نے جو کابل سے واپس آگیا تھا یاوہ گوئی کرکے باہمی کدورت پیدا

کردی۔ تاہم خواجہ ابوالحسن خاں صفائی کی کوشش کرنے لگا۔ چنانچہ سرفع کلفت کے لئے اس نے اپنے باغ میں راجہ سکھ جیون کے لئے ضیافت تیار کی لیکن جب راجہ مکان دعوت کو روانہ ہوا تو میر مقیم نے اسے سمجھایا کہ ابوالحسن خاں نے ضیافت کے کمرے کے نیچے بارود پھیلا رکھا ہے۔ بیٹھتے ہی اس میں آگ لگا کر سب کو ہلاک کر دیگا۔ یہ سنکر راجہ سخت برافروختہ ہوا۔ راستے سے واپس لوٹ آیا اور ابوالحسن کو قید کر کے اس کے لواحقوں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ بطور جرمانہ وصول کر لیا۔ اس کے بعد میر مقیم وزارت پر ممتاز ہوا لیکن ایک ہی سال کے بعد اُسے ابوالحسن کی قید پر سرافراز کر کے محبوس کو پھر اپنے عہدہ پر متمکن کر دیا۔

دوسرے سال جب سکھوں نے پنجاب میں شورش برپا کی اور پنجاب کے بہت سے علاقے افغانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تو سکھ جیون کو بھی ملک گیری کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ قریب چالیس ہزار سپاہی آراستہ کر کے اس نے سیالکوٹ بھمبر اور راکھنور وغیرہ پر چڑھائی کر دی حاکم سیالکوٹ محصور ہوا لیکن راجہ جموں کی مخالفت نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر بے شمار اخراجات کے بعد سکھ جیون کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ اس کے پیچھے قوم بمبو نے بغاوت اختیار کر کے علاقہ کامراج میں لوٹ مچا دی ابوالحسن خاں انکی مدافعت کے لئے بارہ مولہ گیا لیکن راجہ کی ہزیمت کی خبر سنکر واپس آگیا۔ سکھ جیون نے کشمیر پہنچکر بعض اہلکاروں کو ابوالحسن سمیت غفلت کے جرم میں قید کر کے اپنی شکست کا غبار نکال لیا اور میر مقیم کو قید سے آزاد کر کے ابوالحسن کی جگہ مقرر کیا۔ لیکن پھر کچھ دن بعد راجہ صاحب کی عنائیت سے میر مقیم اور ابوالحسن نے اپنی جگہوں کا تبادلہ کر لیا۔ انہیں دنوں میں میر خاں کہکہ نے شورش برپا کی اور سکھ جیون اس کی ہدائیت کے لئے بارہ مولہ گیا پیچھے ابوالحسن نے بغاوت اختیار کر لی۔ شہر کے پل توڑ کر تمام کشتیاں اپنی طرف کھینچ لیں اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔ کچھ دن بعد جب راجہ واپس آیا تو اس نے میر مقیم کو آزاد کر کے عزت و حرمت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ دوسرے دن راجہ کے دس ہزار جرار سپاہی بہ وز شناوری دریا عبور کر کے ابوالحسن خاں سے زد و خورد ہوئے۔ وہ اور اس کے سارے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ راجہ کے آدمیوں نے ابوالحسن

کے مکان کو آگ لگادی اور اس کے متعلقوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ابو الحسن بھاگ کر کوہستان پونچھ کو نکل گیا جہاں کچھ عرصہ آوارہ گردی کر کے دنیا کے جھمیلوں سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر گیا۔

اس واقعہ کے بعد راجہ سکھ جیون نے پنڈت مہانند دھر کو رتبہ مدار المہامی پر سرفراز کیا جس کی حسن تدبیر سے راجہ نے پہلی چال ڈھال کو بدل کر مذہبی تعصب کا جھنڈا کھڑا کر لیا اور اہل اسلام کی سخت بے حرمتی کرنے لگا۔ مسجد میں اذان کی ممانعت کر دی اور گاؤکشی سنگین جرم ہوگیا جس سے عوام راجہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے منجملہ ان کے ایک بمبہ شاہزادے نے جو مع پچاس سواروں کے عرصہ سے راجہ کے زیر سایہ اوقات بسری کر رہا تھا ایک دن خلوت کے موقعہ پر راجہ کے شانے پر چھری کا وار کر کے اُسے زخمی کر دیا۔ اسی اثنا میں راجہ سکھ جیون کے سکھ ہمراہی آپہنچے اور انہوں نے اُسے مع تمام حسین اور اس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ ساتھ ہی زالاگر سے محلہ پاڑان تک سارا شہر بھی لوٹ لیا۔ اسی طرح محتوی خان کا بیٹا جو عظمت اللہ خان کے قتل سے کچھ عرصہ بعد وارد خطہ ہو کر کہیں نوکر ہوگیا تھا راجہ کے حکم سے بمقام شادی آباد مارا گیا۔ انہیں دنوں میں جب احمد شاہ درانی لاہور پہنچا تو اس نے سکھ جیون مل کی بے اعتدالیوں اور جور و ستم کا حال سنا۔ اس لئے اس نے نور الدین خان بامیزی کو پچاس ہزار جریدہ سپاہ دے کر اس کی گوشمالی کے لئے مقرر کیا جو راجہ جموں کی اعانت سے توسہ میدان کے راستے ساتویں ماہ ذوالحجہ ۱۱۷۵ھ میں وارد کشمیر ہو کر ہیرپور میں استقامت پذیر ہوا۔ سکھ جیون بھی ساٹھ ہزار سپاہی لے کر مقابلہ کو نکلا اور بمقام کریوہ چھیدہ اڈہ ڈیرہ قیام کیا۔ دوسرے دن عین جنگ کے موقعہ پر سکھ جیون کی فوج کا افسر بخت مل افغانوں سے مل گیا جس سے راجہ بے حوصلہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اثنائے ہزیمت میں کسی اسپ بان نے اُسے گرفتار کر کے نور الدین خان کے پیش کیا جس نے دار الامارت شیر گڑھی

لہ اس معاونت کے صلہ میں احمد شاہ ابدالی نے راجہ کو نسلاً بعد نسلاً آمدنی کشمیر سے ساڑھے بارہ خروار شالی لینے کا حکم دیا جو سکھوں کے زمانہ تک راجگان جموں کو بدستور ملتے رہے۔ ان دنوں جموں راجہ رنجیت دیو کے راج میں تھا۱۲

داخل ہو کر اس کی آنکھیں حجام کے اُسترے سے نکلوادیں۔ کچھ عرصہ بعد نور الدین خاں نے راجہ مقہور کو بادشاہ کے پاس بھجوا دیا لیکن اس نے بھی اس کے حال پر کوئی التفات نہ کی بلکہ اس کو ہاتھی کے پاؤں میں ڈال کر کچلوا دیا۔

راجہ سکھ جیون بڑا شجاع اور دلاور تھا جب اس کی آنکھیں نکلوائی گئیں تو اس جوانمرد نے اُف تک نہ کی۔ پنڈت مہانند ورکی مدار المہامی سے پہلے اول درجے کا بے تعصب بے ریا، نیک طینت اور راست گو تھا مسلمان علماء و فضلا کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ جمعہ کے دن مسجد جامع میں بذات خود موجود رہتا خانقاہوں اور فقیروں پر فیض حاصل کرنے کی غرض سے جاتا۔ اور عید اور نوروز کے جشن بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا۔ اسے شعر و سخن کا بھی بڑا شوق تھا۔ نور الدین بامیزئی کے حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے ایک غزل منظوم کی تھی جو اس موقعہ پر بطور پیشین گوئی ثابت ہوئی ؎

چشم از وضع جہاں پوشیدہ بہ — سر بسر احوال آں نادیدہ بہ
ہر کہ چوں من داشت جا بر فرق گل — عاقبت در خاک و خوں غلطیدہ بہ
چند روزے خود تماشا کردہ ام — زیں چمن گلہائے عبرت چیدہ بہ
گر دہی تیرش بہ زر ہست عوض — زیں سیہ مار جہاں ترسیدہ بہ
بانوا گر چشم جہاں بینم دہند — چوں گدایاں در بدر گردیدہ بہ

حالت نابینائی میں ہمیشہ یہ رباعی ورد زبان رہتی تھی ؎

ہر چند گفتم نفس دنی را — باید نہ کردن ناکردنی را
ایں نفس مکر گر نشنید از من — تا دید آخر نادیدنی را

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے راجہ سکھ جیون مل کی ابتدائی حکومت کشمیر کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی اگر پنڈت مہانند ور اس کو تعصب مذہبی کی طرف مائل نہ کر دیتا تو کچھ شک نہیں کہ اس کی حکومت کئی مسلمان صوبیداروں اور بادشاہوں سے بدرجہا اچھی تھی۔ وہ نہایت علم دوست حاکم تھا۔ وہ راجہ جے سنگھ سلطان زین العابدین اور شہنشاہ اکبر کی طرح اپنے عہد اور گذشتہ زمانوں کی ایک مکمل تاریخ لکھوانے کا بہت شوقین تھا چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل سات شعراء کو تاریخ

کشمیر منظوم کے تیار کرنے کے لئے بیش قرار مشاہرے دیئے محمد علی خاں متین۔ عبد الوہاب شائق۔ ملا ساطع۔ محمد جان بیگ سامی۔ ملا محمد توفیق رحمت اللہ نوید جس راجہ سکھ جیون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعرا کی قدر دانی بھی کرتا تھا بلکہ ہر ہفتہ یک شنبہ کے دن مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں راجہ اکثر مرتبہ خود بھی شامل ہوتا تاریخ کشمیر کے سات حصے کر کے مندرجہ بالا ساتوں منتخب الدہر شعرا کو تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ہر ایک ایک بیت کے لئے ایک ایک روپیہ انعام کا وعدہ کیا گیا شائق نے ساٹھ ہزار ملا توفیق نے دو ہزار سامی نے ایک ہزار بیت ابھی تیار کیا تھا کہ راجہ سکھ جیون کا آفتاب اقبال برج زوال میں آگیا۔ اور یہ بے نظیر تاریخ نامکمل رہ گئی۔

محمد جان بیگ سامی نے راجہ سکھ جیون کی شان میں کئی قصیدے بھی لکھے اور چونکہ مشاعرہ سرکاری میں اقتدار کلی رکھتا تھا اس لئے پنڈت مہانند کی خاطر بھی اسے منظور رہتی اور اس کی تعریف میں بھی اس نے اکثر قصیدے کہے۔ ایک نظم کے چند شعر درج ہیں جن میں سعدی کے لفظ ورکو کس خوبی سے بنایا ہے

کارپردازِ تو مہانند است آنکہ ہست از قبیلۂ درّ ہا

مے نمائی بنام او تنخواہ نقد و جنس و برات چاکر ہا

گفتہ در باب جستن روزی سعدی آں آگہ از مقدر ہا

رزق ہر چند بیگماں برسد شرط عقل ست جستن از درہا

راجہ سکھ جیون نے ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء سے ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۲ء تک آٹھ سال ایک ماہ اور شش روز شمسی بڑی شان و شوکت اور خودسری سے حکومت کشمیر کا ڈنکا بجایا۔ اسکے انجام کی نسبت کسی نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

در ہزار و یکصد و ہفتاد و پنج سکھ جیون شد تباہ با مال و گنج

نور الدین خاں بامیزی راجہ کا کام تمام کر کے سرکشوں اور خود سروں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا اور تین ماہ کے اندر اندر تمام انتظام درست کر کے واپس آگیا۔ راجہ سکھ جیون مل احمد شاہ ابدالی کے امیروں سے تھا اور اگرچہ اس نے منصب صاحبکاری پر سرفراز ہو کر خود سری اختیار کر لی۔ اور عالمگیر بادشاہ دہلی کے

اور وہیں بیٹھ کر موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اسی اثناء میں جب احمد شاہ ابدالی لاہور پہنچا تو نورالدین خاں اپنے بھانجے بابکر خاں اور گوربکھ سنگھ کو نائب مقام چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ اس کے پیچھے لعل خاں خٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ بیروہ کا سربرآوردہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کرکے سوجمع بل مراس واقعہ پرگنہ مذکور میں ایک مضبوط قلعہ بھی تیار کیا تھا حق نمک فراموش کرکے باغی ہوگیا۔ اور جان محمد کو حکومت سے برطرف کرکے ۱۷۶۶ء میں نظامت کشمیر کا مالک خود بن گیا۔ اور کوئی اس کی مخالفت کی جرأت نہ کرسکا۔ سمجھتا تھا کہ یہ حکومت چند روزہ ہی ہے دل کھول کر رعایا کو لوٹنے لگا۔ خصوصاً تعصب مذہبی کے باعث اس نے فرقہ ہنود کو سخت ایذا پہنچائی۔ انہیں دنوں میں حافظ عبداللہ جو دراصل شیعہ مذہب کا پیرو تھا اپنے آپ کو سنی ظاہر کرکے وعظ اور دیگر ذرائع سے صحابہ کرام کی توہین کرنے لگا مگر جلدی ہی پکڑا گیا۔ عالموں و فاضلوں نے اسے خواجہ کمال الدین نقشبندی کے پیش کیا جس نے ملزم کو بعد تحقیقات رفض و تبرہ کی تہمت بائیس شہادتیں قلمبند کرنے کے بعد خانقاہ نقشبندیہ کے ایوان مبارک میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسی سال بلائے قحط بھی نمودار ہوئی جس سے تمام رعایا چلا اٹھی قریب چھ ماہ تک یہی دار و گیر اور مصیبت و آفت کا زمانہ رہا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے نورالدین خاں کو معزول کرکے خورم خاں کو اس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔

خورم خاں صوبہ کشمیر گیارہ ماہ
۱۹ روز ۱۷۶۶ء/۱۱۶۹ھ سے ۱۷۶۷ء/۱۱۸۰ھ

۱۷۶۶ء/۱۱۶۹ھ میں خورم خاں خلعت صوبیداری زیب تن کرکے لشکر جرار کے ساتھ روانہ کشمیر ہوا جب بارہ مولہ پہنچا تو لعل خاں گھبرا گیا اور جرأت نہ دوم کر سری نگر خالی کرکے اپنے قلعہ میں جا چھپا چنانچہ نیا ناظم بلا مزاحمت داخل شہر ہوگیا۔ اس نے کیلاس در کو رتبہ مختاری عطا کیا جس سے فرقہ ہنود کے دلوں سے لعل خاں کے مظالم کا دہشت دور ہوگیا اور وہ عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ خورم خاں کم ہمت۔ کاہل الوجود اور نرم طبیعت کا آدمی تھا چنانچہ مہمات نظامت کے سرانجام میں پوری توجہ نہ دے سکا۔ دشمنوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد ۱۷۶۷ء میں [illegible]



ر آباد سے محمود خاں جبہ کی امداد لے کر سوپور آگیا۔ لعل خاں بھی اپنی کمین گاہ
ر اس سے آملا اور دونوں بالاتفاق لڑائی کے لئے طیار ہو گئے۔ اُدھر سے
خاں اور کیلاس در بٹر سے کر و فر سے سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ انہوں
امیر خاں جوانشیر کو راہ بارہ مولہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ یہ دیکھ کر میر فقیر اللہ
کے ہمراہیوں محمود خاں اور لعل خاں سمیت کہوٹامہ کی راہ سے ٹامہ آگیا۔ اُن
پیچھے خورم خاں نے بھی پٹن سے اُدھر کا راستہ لیا لیکن راستے میں کسی
ی نے دُھلے ہوئے کپڑے دھوپ پر ڈالے ہوئے تھے جن کے پاس سے
ریاں گذر رہی تھیں۔ ناظم صوبہ نے ان دونوں باتوں کو بد شگونی پر محمول
ر وہیں سے سری نگر کو لوٹ آیا اور بے حوصلہ ہو کر دوسرے دن رامو چلا
مخالفوں نے تین روز تک آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ آخر جب انہیں معلوم
ہ سری نگر خالی ہے تو دہشت ہو میں آ داخل ہوئے اور تاخت و تاراج کرنے
اس سے دوسرے دن وہ لوگ خورم خاں کے تعقب میں رامو پہنچے تھوڑی
بد وجہد کے بعد خورم خاں منہزم ہو کر شوپیاں چلا گیا۔ اسی دوران میں لعل خاں
ہ زخمی ہو گئی اور وہ اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعہ میں چلا گیا۔ اُدھر
ن جوانشیر بھی راہ بارہ مولہ کی محافظت سے ہاتھ اُٹھا کر دہن کے راستے
یں آگیا جہاں سے ناظم صوبہ اور کیلاس در کے ہمراہ جموں کے راستے احمد شاہ
کی خدمت میں چلا گیا۔ خورم خاں نے قریب ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی

میر فقیر اللہ کنٹھ ، صوبہ کشمیر ، آباد ۲۰ روز
سے مطابق سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۱۸۱ھ

سنہ ۱۷۶۷ء میں میر فقیر اللہ کنٹھ نے حکومت صوبہ پر قبضہ اقتدار حاصل کر کے احمد شاہ
کی مطابعت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے رفیق لعل خاں کو سری نگر
آنے کے لئے لکھا لیکن وہ نہ آیا اس لئے اس نے فاضل کنٹھ کو فوج دیکر
اسے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا لیکن لعل خاں معمولی لڑائی کے بعد قلعہ کو آگ
لگا کر پنچھ بھاگ گیا جہاں سے سیدھا بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس
میر صاحب نے دوسرے مخالفوں کی ہدایت اور گوشمالی پر کمر باندھی اور

قوم بمبہ کی معاونت سے باپ کا قصاص لینے کی خاطر اس نے فرقہ ہنود پر سخت جور و ستم بھی شروع کی بہت سے ہندوں کو قتل کر دیا جنہوں نے مسلمان ہو کر جان بچائی تمام ملک میں شور و واویلا اٹھا اور بہت سے ہندو جانیں بچانے کے لئے ادھر ادھر روپوش ہو گئے۔

کچھ عرصہ تک میر فقیر اللہ احمد شاہ ابدالی کے ڈر کا مارا ڈرتا رہا اور خراج ادا کرتا رہا لیکن روز مرہ کے تقاضے نے اس کے دماغ میں خودسری کی ہوا پھونک دی اور مالیہ کی ادائیگی میں لیت و لعل کرنے لگا شراب خانہ خراب ایسی گلاگیر ہوئی کہ ہر دم اسی کا دور چلتا رہتا حالت مخموری میں طرح طرح کی سفاکی و بیباکی کا مرتکب ہوتا اسی کی ترنگ میں اس نے ایک دن اپنے ماموں کو گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کچل کر مار ڈالا۔ اسی اثناء میں مغل خان کابل پہنچ گیا اور اس نے بادشاہ کی حضور میں شور بلند کیا اور ناظم کشمیر کے مظالم کا نقشہ درد انگیز الفاظ میں کھینچ کر اس نے رعایائے کشمیر کی بیکسی پر بادشاہ کو مترحم کیا۔ اسی اثناء میں وکلائے کشمیر نے بھی ناظم کی روگردانی کی نسبت احمد شاہ کو لکھا جس سے بادشاہ سخت برافروختہ ہو گیا اور اس نے میر نور الدین خان بامیزئی کو سرکش کی سرکوبی پر متعین کر کے کشمیر روانہ کیا اور ساتھ ہی چونکہ میر فقیر اللہ کو سابقہ رابطہ اتحاد یاد دلا کر راہ راست پر لانا چاہا اور اسے لکھا کہ اگر وہ راستی اختیار کرے تو حکومت اسی کی ہے لیکن اس مدہوش بادۂ غفلت نے جواب تک نہ دیا جس پر نور الدین خان نے علی محمد خان کو گلمرگ کے راستے آگے روانہ کیا جس نے موضع چہاندل پہنچ کر میرزا ملک ساکن کنٹھ میر سنگھ کو گرفتار کر کے صبح کے وقت قتل کر دیا اور بڑے زور و شور سے آگے بڑھ آیا۔ ادھر نور الدین خان بھی توسہ میدان کے موضع گوری پورہ پہنچ گیا۔ میر فقیر اللہ بھی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھا کر سرینگر بھاگ گیا۔ نور الدین خان بھی راولپورہ کے راستہ دار الامارت کو بڑھ آیا۔ اتنے میں میر فقیر اللہ بھی قوم بمبہ کا لشکر لیکر بمقام مایہ سومہ مستعد محاربہ ہو گیا۔ لیکن شراب خانہ خراب نے بدحواس کر کے اسے بے حوصلہ کر دیا اور وہ خود بخود دہراج کی طرف بھاگ گیا۔ قوم بمبہ داخل سرینگر ہو گئی اور کئی ایک محلوں کو تاخت و تاراج کر کے اپنے علاقہ کو لوٹ

سی۔ نورالدین خاں ایک ماہ تک میدان عیدگاہ میں خیمہ زن رہا۔ آخر مراد خاں نے تو اطاعت قبول کی اور نہ اس کے قابو چڑھا بلکہ موقعہ پاکر کی طرف نکل گیا۔ اور کوہستان کرناہ میں جا پہنچا جہاں شہزاب نے جان لے کر اس کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

نورالدین خاں بامیزی صوبہ کشمیر بار دوئم ۲ سال ۱۰ ماہ ۱۱۸۱ھ ۱۷۶۷ء سے ۱۱۸۴ھ ۱۷۷۰ء

دوسری مرتبہ میر فقیر اللہ خاں کو معزول کر کے نورالدین خاں نے خلعت صوبیداری پہنا۔ اور لعل محمد خاں کے صلاح و مشورہ سے امور ملکی و مالی بخیر و خوبی سرانجام دینے لگا۔ متمردوں اور مفسدوں کی گوشمالی کر کے اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد محمد خاں خزانچی نظامت کشمیر کا پروانہ لے کر مظفرآباد پہنچا۔ لیکن نورالدین خاں نے جادہ اعتدال سے منحرف ہو کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور خزانچی صاحب کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اس کے بعد کیلاس در جو خورم خاں کے ہمراہ کابل گیا ہوا تھا۔ امرائے دولت کی استمداد سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور تسخیر کشمیر کا بیڑا اٹھا کر بہمرکردگی خورم خاں روانہ ہو گیا۔ جب یہ دونوں پشاور پہنچے تو ناظم صوبہ لعل محمد خاں کو قائمقام چھوڑ کر براہ جموں ملک سے نکل گیا۔ اور فریقین کی جدوجہد کا تماشہ دیکھنے کے لئے جموں ہی میں استقامت پذیر ہو گیا۔ پیچھے لعل محمد خاں نے فوج آراستہ کرنی شروع کی۔ اور مصارف جنگ کے لئے تاجروں اور منصبداروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا جس سے اعیان ملک سارے بخاطر ہو گئے۔ اسی اثناء میں جب خورم خاں مظفرآباد پہنچ گیا۔ تو لعل محمد خاں بھی معہ فوج و سپاہ بارہ مولہ کو روانہ ہو گیا اور میر حسین کنٹ اور اس کے بھائیوں کو پابزنجیر کر کے ساتھ لے گیا۔ خود بارہ مولہ ٹھہرا لیکن اپنے بھائی سیف اللہ خاں کو خورم خاں کے مقابلہ کے لئے کوارست بھیجا مگر وہ شکست کھا کر واپس آ گیا۔ جب لعل محمد خاں نے بسم اللہ ہی غلط پائی اور غنیم کے مقابلہ پر اپنی طاقت کو بھی کمزور دیکھا۔ تو بغیر کسی مزید جدوجہد کے اپنے قلعہ میں گیا۔ خورم خاں میدان خالی پا کر سیفے سے مہنہ سری نگر آ گیا۔ اور مسند حکومت پر متمکن ہو کر جب یہ نظامت کا بانی مبانی ہوا۔

خورم خاں صوبہ کشمیر بار دوئم
۶ ماہ ۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۱ء

نظامت پر قبضہ حاصل کر کے اس نے میر حسین کنٹھ کو قید سے رہا کر دیا اور اُسے رئیس الملک و بیش کار بنا دیا۔ امیر خاں جوانشیر کو جو شاہی فوج کا سردار تھا اس نے لعل محمد خاں کی سرکوبی کے لئے بھجوایا لیکن وہ ناکام واپس آگیا کیونکہ لعل محمد خاں کو آئے دن پونچھ سے تازہ بتازہ کمک پہنچتی رہتی تھی اور اس کا قلعہ بھی تقریباً ناقابل تسخیر تھا۔ امیر خاں کی مایوسی پر وہ گاہ بیگاہ قلعہ سے باہر نکلتا اور دیہات پرگنہ بیروہ اور زینہ گیر میں غارت گری کر کے گاؤں کو آگ لگا دیتا اور پھر قلعہ میں جا بیٹھتا تھا۔ خورم خاں زشت رائے اور پست ہمتی سے لعل محمد خاں کی بیخ کنی اور استحکام سلطنت کا تدارک نہ کر سکا۔ امیر خاں جوانشیر نے اس کی شکایت بادشاہ کے پاس بھجوائی جہاں سے امیر خاں جوانشیر ہی کے نام صوبیداری کا فرمان نکلا اور خورم خاں چھ ماہ کی حکومت کے بعد براہ جموں واپس چلا گیا۔ انہیں دنوں میں نورالدین خاں جو ابھی تک جموں میں مقیم تھا خورم خاں کے وہاں پہنچنے سے ایک دن پہلے دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔

امیر خاں جوانشیر صوبہ کشمیر ایک سال
۱۰ ماہ ۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۲ء

سنہ ۱۷۷۱ء میں امیر خاں جوانشیر مسند نظامت پر متمکن ہوا۔ اس نے میر فاضل کنٹھ کو مدار المہام جزو و کل بنایا اور تمام امورات ملکی و مالی اسی کے تفویض کر دیئے۔ خود ہر وقت محفل عیش و عشرت میں شرب شراب اور سمع نغمہ و سرود میں مشغول و منصروف رہتا۔ فاضل کنٹھ کو موقعہ مل گیا اور اس نے میر مقیم کے قصاص میں کیلاس ور کو سروربار گرفتار کر کے عذاب شدید سے مار ڈالا۔ اور فرقہ ہنود پر طرح طرح کے جور و ستم کر کے بیچاروں کو ذلیل و خوار کر دیا۔

لعل محمد خاں نے قلعہ سے نکل کر قصبہ ناگام میں بغاوت اختیار کی۔ میر فاضل کنٹھ اس کی سرکوبی کے لئے خود گیا لیکن وہ میدان چھوڑ کر بدستور قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ چند روز بعد سیف اللہ خاں نے سری نگر پر شبخون مارا۔ اور راجہ سکھ جیون کے محلات کو جو محلہ زالگر میں واقع تھے آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں امیر خاں کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے بعض خیبری سردار اور سپاہی لعل محمد خاں سے ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس جوانشیر

نے غضب ناک ہو کر قریب تین سو آدمیوں کو نو ر ...
ہی لعل محمد خاں ہی کسی مرض شدید میں مبتلا ہو کر مر ... مدفون ہوا
اہل وعیال اُس کے بھاگ کر پونچھ چلے گئے۔ امیر خاں اُس کی لاش سری نگر لے آیا
جسکو دوبارہ جنازہ پڑھ کر خانقاہ معلے کے صحن میں لب دریا دفن کرایا گیا۔ مرحوم کی
شجاعت اور جلاوت کی بہت تحسین وآفرین کی۔

ان جھگڑوں سے فارغ ہو کر ناظم صوبہ نے پھر عیش وعشرت کا بازار گرم کر دیا
اسی عیاشی کے طفیل اس نے جھیل ڈل کے درمیان ۴۰ گز لمبا اور ۳۶ گز چوڑا ایک
مصنوعی جزیرہ تعمیر کرایا جو سونہ لنک کے نام سے مشہور آج تک امیر خاں کی رنگینی
طبع کا نشان دیتا ہے۔ اس جزیرہ پر اس نے ہفت منزل کا شانہ بنوایا جس کے
سقف پر بذریعہ دولاب آبشار اور فوارے جاری کرائے عموماً اسی میں تفریح
طبع کے سامان مہیا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات کاروبار مملکت بھی اسی جگہ سر انجام دیتا
تھا۔ انہیں دنوں میں نندپور کے ملاحوں کی ایک لڑکی سے جو رعنائی اور دلربائی میں
ثانی نہ رکھتی تھی اس نے نکاح کر لیا اور اس کی خاطر وہیں سونہ لنک پر ایک عالیشان
محل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اس نے باغ امیر آباد بنوایا۔ اور مغلیہ بادشاہوں کے
نشیمن اور باغات سے پتھر وغیرہ مصالحہ اُکھیڑ کر اپنے باغ میں لگوایا۔ ناظم کی اس کارروائی
سے اس کے رشتہ داروں یعنی ملاحوں کو بھی موقعہ مل گیا اور انہوں نے تمام پرانی
عمارتیں اور باغ ویران کر دیئے۔ اور پتھر اور دیگر اسباب لوٹ کر لے گئے۔ باغ
امیر آباد کی تکمیل پر اس نے سری نگر میں قلعہ شیر گڈھی طیار کیا جس سے اوپر کیطرف
یعنی جانب جنوب دریائے بہت پر امیرا کدل کا پل بھی اسی نے بنوایا۔ شیر گڈھی
کے موقعہ پر پہلے ایک پرانا باغ تھا جو قوم ڈار کی ہورعتی ملکیت میں تھا اور انہیں کے
نام سے ڈارہ باغ مشہور تھا۔

بعض اوقات ناظم صوبہ باغ امیر آباد سے ادھر کبھی باغ میں آجاتا اور یہیں عدالت
کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے ڈوارہ باغ میں ایک عالی شان دیوان خانہ بھی بنوا لیا۔ اتفاقاً

لہ کچھ عرصہ بعد امیر خاں جوانشیر کے مخالفوں نے اسکی تمام عمارتوں کو منہدم کر کے جزیرہ سونہ لنک
پر جیل خانہ طیار کر دیا۔ جہاں دائم الحبس قیدی محبوس کئے جاتے تھے ۱۲

اسی سال ۱۷۷۱ء میں طغیانی آب سے تمام پل اور بے تعداد مزروعات دریا برد ہو گئے اور امیر خان کا دیوان خانہ بھی تباہ ہو گیا۔ طوفان کے بعد اس نے قلعہ باغ کی تعمیر پھر شروع کرائی اور سیلاب کے بچاؤ کے لئے سنگین فصیل بنا کر اس نے اُسے قلعہ بنا دیا۔ فصیل کے اندر کئی عالیشان عمارتیں بھی بنائیں اور دوبارہ باغ کا نام تبدیل کر کے اسے شیر گڑھی کے نام سے موسوم کیا جو آج تک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ آخر ۱۷۷۲ء ۱۱۸۶ھ میں احمد شاہ ابدالی کے انتقال کے بعد امیر خان جوانشیر کی نظامت حالت تنزل میں آ گئی۔

تیمور شاہ درانی ابدالی

ایام حکومت ۲۱ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء لغایت ۱۷۹۳ء مطابق ۱۱۸۶ھ لغایت ۱۲۰۷ ہجری

احمد شاہ ابدالی کے ہاں چار بیٹے تیمور شاہ، سلیمان شاہ، سکندر شاہ اور پرویز پیدا ہوئے منجملہ ان کے تین چھوٹے لڑکوں کو اس نے اپنی حین حیات میں قید کر رکھا تھا اور چونکہ سب سے بڑے کو ہرات کی صوبیداری پر تعینات کیا ہوا تھا وفات پر وزیر شاہ ولیخان نے بادشاہ کے دوسرے بیٹے سلیمان شاہ کو جو اسکا داماد بھی تھا قید سے نکال کر مسند نشین کر دیا۔ جب تیمور شاہ نے باپ کے انتقال اور بھائی کی جانشینی کی خبر سنی تو وہ بسرعت تمام لشکر جرار کے ساتھ عازم قندھار ہوا۔ شاہ ولیخان وزیر سولہ دن کے ساتھ اس کے استقبال کو آیا لیکن تیمور شاہ نے قاضی فیض اللہ خان کی مصلحت سے اُلکو خان درانی کو شاہ ولیخان کے قتل پر مقرر کیا جس نے راستہ ہی میں وزیر کو معہ اس کے دو بیٹوں اور ایک بھانجے کے قتل کر دیا۔ تیمور شاہ کھلے دروازے داخل قندھار ہو کر مسند نشین ہو گیا۔ اسی دن باغیوں کا قلع قمع کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ سکہ

چرخ می آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ ... تا زند بر چہرہ نقش سکۂ تیمور شاہ

سجع نگین

حکم شد از عنایات الٰہی ... بعالم دولت تیمور شاہی

اس بادشاہ نے اپنا دارالامارت بجائے قندھار کے کابل مقرر کیا۔ موسم گرما میں کابل رہتا اور سردیوں میں پشاور چلا آتا تھا۔ امیر خاں جوانشیر کو اس نے دلیر جنگ کا خطاب عطا کیا اور نظامت کشمیر بھی بدستور اسی کے نام رکھی۔

تیمور شاہ کے عہد حکومت میں بھی کشمیر میں طوفان بے تمیزی ہی برپا رہا خصوصًا اس کے صوبیداروں کریم داد خاں اور آزاد خاں نے تو ظلم و تعدی کو وہ عروج دیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی تاہم اس کی حکومت میں سلطنت افاغنہ کا پورا سکہ جاری رہا اور ۲۰ سال ایک ماہ کی جہانبانی کے بعد ۱۷۹۳ء میں بمقام پشاور مرض الموت میں مبتلا ہو کر کابل کو روانہ ہو گیا جہاں ۷ ماہ شوال ۱۲۰۷ھ (۱۷۹۳ء) کو دنیائے فانی سے رحلت کر گیا
تاریخ ہوئی ست محمد شاہ شفیع تیمور باد ۱۲۰۷ھ

تیمور شاہ نے سات بیٹے چھوڑے۔ ان میں سب سے بڑا ہمایوں تھا جو اول درجہ کا عیاش تھا باپ نے اُسے حکومت قندھار پر سرافراز کر رکھا تھا۔ دوسرا بیٹا محمود ہرات کا حاکم تھا۔ تیسرا زمان شاہ کابل میں حکمرانی کرتا رہا اور باقی چاروں بیٹے عباس شاہ، شجاع الملک، شاہ پور اور فیروز شاہ سب کے سب کابل ہی میں موجود تھے مگر انہیں حکومت ملک سے کوئی تعلق نہ تھا۔

صوبیدار جو تیمور شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) امیر خاں جوانشیر دلیر جنگ ۴ سال ایک ماہ سنہ ۱۷۷۲ء سے سنہ ۱۷۷۶ء مطابق سنہ ۱۱۸۶ھ سے سنہ ۱۱۹۰ھ
(۲) حاجی کریمداد خاں ۶ سال ۱۰ ماہ سنہ ۱۷۷۶ء سے سنہ ۱۷۸۳ء // سنہ ۱۱۹۰ھ سے سنہ ۱۱۹۶ھ
(۳) آزاد خاں ۲ سال ۴ ماہ سنہ ۱۷۸۳ء سے سنہ ۱۷۸۵ء // سنہ ۱۱۹۶ھ سے سنہ ۱۱۹۹ھ
(۴) مدد خاں اسحاق زئی رسیف الدولہ // ۱۰ ماہ سنہ ۱۷۸۵ء سے سنہ ۱۷۸۶ء // سنہ ۱۱۹۹ھ سے سنہ ۱۲۰۰ھ
(۵) میر داد خاں ۲ سال۔ سنہ ۱۷۸۶ء سے سنہ ۱۷۸۸ء // سنہ ۱۲۰۰ھ سے سنہ ۱۲۰۲ھ
(۶) ملا غفار خان // ۴ ماہ سنہ ۱۷۸۸ء // سنہ ۱۲۰۲ھ
(۷) جمعہ خاں الکوزئی ۴ سال ۵ ماہ سنہ ۱۷۸۸ء سے سنہ ۱۷۹۲ء // سنہ ۱۲۰۲ھ سے سنہ ۱۲۰۷ھ
(۸) میرزا خاں ۴ ماہ سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۷۹۳ء // سنہ ۱۲۰۷ھ

تیمور شاہ کے عہد حکومت	امیر خاں جوانشیر دلیر جنگ صوبہ کشمیر ۴ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء (۱۱۸۶ھ) سے ۱۷۷۶ء (۱۱۹۰ھ)

میں چند ماہ تک تو جوانشیر خطاب کی خوشی میں بادشاہ کی مطابعت میں گرم جوشی ہی ظاہر کرتا رہا لیکن اس کے بعد کشمیر کے خوشگوار باغات اور جھیل ڈل کی تازہ ہوا نے اس کے دماغ میں بھی بوئے خود سری ڈال دی اور شاہ کابل کی فرمانبرداری کا طوق گردن سے نکال کر خود مختار فرمانروائی کرنے لگا۔ مذہب تشیع کا پیرو تھا سرکشی اختیار کر کے اپنے دین کی ترویج میں مصروف ہوا اور مسلمانان اہل سنت کو سخت ایذائیں پہنچانے لگا۔ واقعہ ماہ شعبان ۱۱۸۵ھ میں اس نے حافظ عبد اللہ کے قصاص میں خواجہ کمال الدین نقشبندی کو اور ملک بلوچ کے ہاتھ سے نقب زنی کروا کے مروا ڈالا۔ اسی طرح خواجہ فتح اللہ لکھنؤ عالی ملک شاہ وہی اور ابو البرکات کے بیٹے نور الدین خاں کو بھی توہین مذہب تشیع کے جرم میں خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔ باغ امیر آباد میں اس نے زر کثیر سے شہدائے کربلا کی ماتمداری کے لئے ایک سیاہ خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ شیخ الاسلام قاضی خاں اور دیگر مفتیان سری نگر کو جمع کر کے اس نے اذان میں کلمہ علی ولی اللہ شامل کرنے کے لئے مجبور کیا وہ لوگ تو خوف جان سے اس وقت خاموش ہو رہے لیکن خود بخود اس کے دل پر کوئی غیبی رعب چھا گیا اور وہ اس حکم کے اجراء سے باز آگیا۔ رفتہ رفتہ امیر خاں کی زیادتیوں کی خبر تیمور شاہی دربار میں بھی پہنچ گئی اس نے علی اکبر خاں کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا۔ جب وہ حدود مظفر آباد میں پہنچا تو ناظم صوبہ کے معاون قوم بمبہ نے مزاحمت کی اور اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ وہ بیچارہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ اس واقعہ پر امیر خاں کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے بمقام سوپور محمود خاں بمبہ سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی ولی خاں کھکہ اور امیر خاں کھکہ کی لڑکیاں اپنے عقد میں لایا جس سے اس قوم کے ساتھ بھی رابطہ اتحاد قائم ہو گیا۔ اس کے بعد ناظم صوبہ نے میرزا کاظم کو نیابت سے معزول کر دیا۔ تبت کے راستے میں تین مستحکم قلعہ بنائے۔ اور بعض زمینداران گنڈ سنگھ کو سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ علی اکبر خاں کی مراجعت پر تیمور شاہ نے حاجی کریمداد خاں کو لشکر جرار دے کر امیر خاں جوانشیر کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس نے کریمداد خاں کے بھائی زمان خاں کو بیشمار تحفہ و تحائف دے کر بادشاہ کی خدمت میں

بھجوادیا اور امرائے دربار اعلیٰ کے ساتھ بذریعہ خط وکتابت حلہ آور یعنی حاجی کریمداد خاں
کی واپسی کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ وہ براہ پکھلی واپس چلا گیا۔ باوجود اس کے ناظم صاحب
نے شیوہ جور وتعدی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ تمام رعایا برخلاف ہو گئی اس
وقت اس نے کوشش کی کہ کسی طرح عوام کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ اس نے
اپنے معتمدوں کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے متعین کیا۔ لیکن لوگ اس کی
نسبت اس کے کارکندوں سے جو زیادہ تر رذالت پیشہ ہندو اور ملاح تھے ناظم
سے بھی زیادہ جلے بیٹھے تھے۔ غرض اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ تاہم اس
کے بروقت بیدار ہو جانے سے اتنا ضرور ہوا کہ بغاوت رک گئی۔ لیکن عبدالنبی
اور ملا مجید وغیرہ چند اکابران شہر موقع پاکر بادشاہ کی خدمت میں چلے گئے
اور دوبارہ حاجی کریمداد خاں کو اس کی تادیب کے لئے ہمراہ لائے۔ علی اکبر خاں
کی طرح محمود خاں بھی کریمداد خاں کے سد راہ ہوا۔ لیکن اس جوانمرد کے مقابلہ میں
اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور وہ باوجود نقصان کثیر معہ فوج وسپاہ ۱۱۷۱ء کو
بارہ مولہ پہنچ گیا۔ اب کے امیر خاں کا کوئی داؤ نہ چلا اور آناً وہ بیکار ہو گیا۔ اس نے
تارقلی خاں افشار کو بے تعداد فوج کے ساتھ غنیم کے مقابلہ کے لئے بارہ مولہ بھیجا
جس نے وہاں پہنچ کر بمقام گورس بونی قیام کیا۔ اور کریمداد کی پیش قدمی کا انتظار کرنے
لگا۔ یہ تو اپنے کیمپ ہی میں بیٹھا رہا۔ اور حاجی کریمداد موقع جانکر بارہ پورہ کے پاس
سے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ دریا سے بہت عبور کرکے قصبہ پٹن میں آپہنچا
تارقلی خاں بھی اس کے پیچھے پٹن آگیا لیکن خلاف توقع عہد وپیمان کرکے شاہی
فوج سے مل گیا۔ اسی طرح میر فاضل کنٹ بھی کہوتا مہ سے لوٹ کر کریمداد خاں
سے جا ملا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر خاں پامردی کا مقولہ عمل میں لایا اور شاہ آباد کی
طرف بھاگ گیا۔ وہاں کے زمینداروں نے عمداً اسے راہ سے گمراہ کرکے
ایسے سنگلاخ اور دشوار گذار دره کوہستان میں ڈال دیا جہاں سے بخیر وعافیت
نکلنا مشکل بلکہ محال ہو گیا۔ اسی اثنا میں کریمداد خاں کے سردار معروف خاں اور
علی اکبر خاں شاہ آباد کے زمینداروں کی وساطت سے مفرور کے سر پر آ پہنچے اور
اُسے گرفتار کرکے آقا کے پاس لے گئے۔ جس نے ہاتھ پاؤں باندھ کر پابہ پیشینا

کی حراست میں اسے کابل بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس مرتبہ امیر خاں نے ۴ سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر ۶ سال ۱۰ ماہ ۱۷۷۲ء / ۱۱۸۶ھ سے ۱۷۸۳ء / ۱۱۹۷ھ

حاجی کریم داد خاں نے امیر خاں کی گرفتاری کے بعد نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے میر ناصر کنٹ کو مختار مالیہ اور متکفل امورات ملکیہ بنایا لیکن جلد ہی چند ماہ کے بعد محرم ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء کو تحصیل مالیہ میں تساہل کرنے کے باعث اسے قتل کرا دیا جس کے بعد اس نے قاضی عبدالرحیم کے بھائی نور محمد کو عہدہ قضا بخشا اور دلا رام قلی کو منصب صاحبکاری عطا کیا۔ اسی سال اس نے اپنے بیٹے مرتضیٰ خاں کو کابل سے بلا بھیجا۔ ۱۵ ماہ شعبان ۱۱۹۱ھ کو وہ سری نگر پہنچ گیا اس کا استقبال بڑی دھوم دھام سے کیا گیا اور سلامی کے توپیں اتنی چلائی گئیں کہ ان کے متواتر آواز سے نظامت کے دیوان خانہ کلاں کے دو طاق گر گئے جس سے اکثر لوگ زخمی ہو گئے بعض لوگ ایسے مجروح ہوئے کہ کچھ دنوں تک سسک سسک کر اس استقبال کی توپوں کی نذر ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد ۱۷۷۹ء بعد حاجی کریم داد خاں نے مرتضیٰ خاں کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا جس نے بڑی جدوجہد کے بعد راجہ مراد خاں حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور باج و خراج اور یرغمال لے کر مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے فتحنامہ تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا جس نے اس کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔ اسی سال راجہ رنجیت دیو والئے جموں نے تیس ہزار سپاہ کے ساتھ بانہال کے راستے کشمیر پر چڑھائی کی لیکن شکست کھا کر واپس ہو گیا۔ تاہم والئے جموں کی اس کارروائی سے ناظم صوبہ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ اقوام کنٹ کہکہ و بمبہ کی سازش سے راجہ مذکور نے کشمیر پر فوج کشی کرنے کی جرأت کی چنانچہ اس نے پہلے تو قوم کنٹ کو نیست و نابود کیا پھر اقوام کہکہ و بمبہ کے تدارک کے درپے ہوا۔ ۱۷۸۰ء/۱۱۹۴ھ میں محمود خاں بمبہ کی سرزنش کے لئے جس نے اثناء یورش کشمیر میں کریم داد خاں کے ساتھ باعث مزاحمت کی تھی تارقلی خاں کو سات ہزار آدمی



کے ساتھ مظفر آباد بھجوایا۔ جب وہ بولیاسہ پہنچا تو فتح خان راجہ کٹھائی نے صحیح
راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے تنگ درہ میں جھونک دیا کہ یہ بالکل بے بس
ہوگیا۔ اسی اثناء میں فتح خان نے حملہ آور ہوکر فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب
اور اسلحہ و ہتھیار چھین لئے اور اسے بے دست و پا کر کے ناظم کشمیر کے پاس
واپس بھجوا دیا۔ تارقلی خان کی حماقت سے کریم داد خان اس قدر غضبناک ہوا
کہ جوش غضب میں اس کو قتل کرادیا۔

حاجی صاحب نے ان جھگڑوں جھمیلوں سے فراغت کلی حاصل کر کے
جور و جفا اور ظلم و ستم کا بازار ایسا گرم کیا کہ تمام رعایا الامان الامان کر اٹھی۔ مال و دولت
غارت کرنے کے علاوہ اس نے اعلیٰ و ادنیٰ کے پردہ ناموس کو چاک کرنے کا
بیڑا اٹھایا۔ بلاتفریق مذہب تمام اقوام اس کے مظالم سے نالاں تھیں۔ کئی قسم کے
ٹیکس بھی اس نے رعایا پر لگا دیئے جو سراسر جبر و زیادتی پر مبنی تھے۔ منجملہ ان کے
ایک ٹیکس زر نیاز تھا جو منصب داروں اور جاگیرداروں سے وصول کیا جاتا تھا
اکثر حالتوں میں یہ ٹیکس آمدنی سے بھی دوگنا چوگنا ہوتا تھا۔ اس نے منصب داروں
اور جاگیرداروں کو نان شبینہ کا بھی محتاج کردیا۔ چنانچہ کئی ستم رسیدگان مال و اسباب
فروخت کر کے مفرور ہوگئے۔ دوسرا ٹیکس نذر اشخاص کے نام سے مشہور تھا
بدیہ تاجروں اور دیگر متمول اصحاب زر و سامان سے جبراً اخذ کیا جاتا تھا۔
اور تیسرا زر حبوبات تھا اور یہ ٹیکس زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا جس سے
شہر و دیہات سب تباہ و ویران ہوگئے۔ زمینداروں نے میوہ دار درختوں کے
باغوں کے باغ جو شاہان مغلیہ کے وقت سے چلے آتے تھے کاٹ کر انکی لکڑیاں
بازاروں میں فروخت کیں اور زر حبوبات ادا کیا۔ علاوہ ازیں ان سے چھوٹی چھوٹی
باتوں پر گاؤں کے مقدموں اور رئیسوں سے بڑی بھاری رقوم بطور جرمانہ اور
مصادرہ جبراً وصول کر لیتا۔ اس رقم کی وصولی پر اس نے اسلم مہرکارہ کو مقرر کر رکھا
تھا جو اول درجہ کا سفاک اور بیباک اور اعلیٰ درجہ کا طوطا چشم اور بے لحاظ آدمی تھا
پالکی میں بیٹھ کر گشت کرتا اور ایسے ایسے مظالم کا مرتکب ہوتا جو اہل کشمیر نے کبھی نہ دیکھے
تھے نہ سنے تھے۔ ایک دن حاجی صاحب نے اسلم اور اس کے نائب بابو مہرکارہ کو چہار

اور ان کے قتل کا اتہام اکابران ہنود پر لگایا۔ چنانچہ انہیں گرفتار کر کے سخت ایذا پہنچانے لگا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہرکاروں کے عوض پچاس ہزار روپیہ لانہ مصادرہ دینا منظور کر لیا۔ اس رقم کا نام زر دود قرار پایا۔ اسی طرح پیشہ وروں اور حرفت گروں پر بھی اس نے کئی طرح کی بدعتیں برپا کر دیں۔ دلا رام قلی کے مشورہ اور رہنمائی سے شال بافوں پر پہلے پہل داغ شال کا ٹیکس لگایا گیا اور باج گذاروں سے اقساط خراج و باج یومیہ وصول ہونا معمول بن گیا۔ مصیبت تنہا نہیں آتی انہیں تطاول و تاراج کے دنوں میں ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء میں سخت بھونچال آیا جس سے ہزاروں مکان گر کر ویران ہو گئے۔ یہ زلزلہ چھ ماہ تک بڑی شدت سے رہا۔ لیکن حرکت سال بھر محسوس ہوتی رہی۔ دوسرے سال ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں شدت سرما کے باعث دریائے بہت اور جھیلیں یخ بستہ ہو گئیں جس سے رعایا کی مصیبت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جب اپنے ملک کو ویران کر چکا تو اسے راجہ محمود خاں والئے مظفر آباد کی سرکوبی کا خیال آیا۔ ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں عازم مظفر آباد ہوا۔ بارہ مولہ پہنچکر اس نے بمقام گورس بونے قیام کیا۔ جہاں سے اس نے ہیرہ خاں کہکہ کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے سری نگر بھجوا دیا اور اس کے لڑکے بہادر خاں کو پابزنجیر کر کے مظفر آباد اپنے ساتھ لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر بھاگ گیا لیکن اس کے متعلقوں اور سپاہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو گئے۔ واپسی پر جب کٹھائی پہنچا تو بہادر خاں کہکہ غسل کے بہانے دریائے بہت پر گیا جہاں سے جان چھوڑا کر بسواسی سے پار ہو گیا۔ دوسرے دن پچاس ساٹھ بہادر آدمی لے کر کریم داد خاں کے لشکر پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اسی جدوجہد میں کریم داد خاں کی فوج کا ایک افسر دیوان سنگھ نام بھی مارا گیا۔ شجاع الملک حاجی کریم داد خاں صرف سات سوار ساتھ لے کر گورس بونی آ گیا اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا جہاں اس نے اسی دن ہیرہ خاں کہکہ کو صحن شیر گڑھی میں قتل کر دیا اور لاش اس کی سید منصور کے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔ باقی قیدیوں کے لئے حکم دیا کہ روزانہ دس دس آدمی جھیل ڈل میں غرق کئے جائیں۔

اپنے عہد حکومت میں اس نے فرقہ تشیع کی زجر و توبیخ کو فرض منصبی سمجھا۔ اور انہیں ایسا ذلیل و خوار کر دیا کہ وہ عرصہ دراز تک سر اُٹھانے کے قابل نہ رہے خواجہ کمال الدین شہید کے قاتل کو بعذاب شدید قتل کر کے سر اُسکا خانقاہ نقشبندی کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔ ان مظالم کے علاوہ باغ امیر آباد کو خواہ مخواہ خدا واسطے کی عداوت میں ویران کر دیا۔

۱۷۸۳ء / ۱۱۹۷ھ میں تیمور شاہ کے بھائی سکندر شاہ نے علاقہ کامراج میں داخل ہو کر شورش برپا کی۔ ناظم صوبہ نے اس کی مدافعت کے لئے اپنے بیٹے آزاد خاں کو مامور کیا۔ سکندر شاہ لڑائی سے بھاگ گیا اور آزاد خاں مظفر و منصور واپس آگیا ان دنوں کریم داد خاں مرض صعب میں مبتلا تھا۔ اس نے وصیت کی کہ وہ اسکے مرنے کی خبر کابل نہ بھجوائے۔ آخر ۱۲ ماہ صفر ۱۱۹۷ھ / ۱۷۸۳ء کو انتقال کر گیا۔ امرائے دولت نے آزاد خاں کے پہنچنے تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا جب وہ پہنچا تو اس نے باپ کی لاش خانقاہ معلی کے احاطہ میں مدفون کرائی۔ تاریخ وفات۔

ظالم گور ۱۱۹۷ھ۔ دیگر ظالم بمرگ ۱۱۹۷ھ

کریم داد خاں نے ۱۴ سال ۱۰ ماہ کی ستمرانی کے عرصہ میں جامع مسجد اور علی مسجد کی مرمت کے سوا اور کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میدان مایہ سومہ سے اس نے توت کے تمام درخت کٹوا دیئے اور ان کی جگہ سفیداروں کی صفیں لگا دیں اور گھوڑ دوڑ کے لئے میدان بالکل مسطح ہموار کر دیا۔ آخر صوبہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ آزاد خاں کے سپرد کر کے اسے اپنے نقش قدم پر چلنے کا سبق دے گیا۔ آخیر عمر میں اسے اولیا کرام کی مقابر کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور کچھ کچھ راستی پر آنے لگا تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی کہ کوئی نیک کام کرتا۔

آزاد خاں صوبہ کشمیر ۲ سال ۴ ماہ ۱۷۸۳ء / ۱۱۹۷ھ سے ۱۷۸۵ء / ۱۱۹۹ھ

آزاد خاں نے رائیت حکمرانی بلند کر کے دلا رام قلی کو منصب مدار المہامی عطا کیا۔ اور تیمور شاہ کی مطابعت کا اعلان کر کے حکومت کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے امرائے کابل کی وساطت سے بادشاہ سے نظامت کشمیر کا فرمان بھی حاصل کر لیا۔

آزاد خان کے حالات حشمت بڑے تذکرہ حسن میں مرقوم ہیں۔ سعادتمند بیٹا جو سعید ہو ایسا باپ سے بھی بڑھ کر نکلا۔ خود تو معمولی لباس پہنتا تھا لیکن اس کے غلام اور چوبدار فوق البھڑک پوشش اور زریں کمربند زیب تن کئے ہوئے شعلۂ نور نظر آتے تھے۔ سیر و شکار کے لئے بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے نکلتا۔ اور شیر و پلنگ سے مقابلہ کو ہر وقت آمادہ رہتا اور بادشاہ کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

پہلے سال ہی اس نے کشتواڑ پر چڑھائی کر دی۔ وہاں کے راجہ کو گرفتار کر کے کشمیر لے آیا لیکن یہاں خلاع فاخرہ سے سرفراز کر کے اس نے اسے پھر حکومت کشتواڑ پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عنان عزیمت پونچھ کی جانب موڑی۔ پونچھ کا راجہ رستم خان واسطے پونچھ خوف کے مارے بھاگ گیا۔ آزاد خان ایک ہفتہ تک لوٹ مار مچا کر اور گوبند پنڈت کو قتل کر کے واپس آگیا۔ دوسرے سال اس نے پھر چڑھائی کی لیکن اس مرتبہ رستم خان نے بیشمار نذرانہ پیش کش کر کے صلح کر لی۔ اسی طرح اس نے راجہ راجوری کو بھی مطیع کر کے شمول عنایات کیا۔ اس کے بعد آزاد خان نے کچھ دنوں کشمیر میں قیام رکھ کر میدان پامپور میں نہر جاری کرنے کی کوشش شروع کی۔ پہلے نالہ ڈول سے نہر کاٹی گئی لیکن اس کا پانی میدان مذکور میں نہ پہنچ سکا۔ پھر شمس داری کے نیچے دریائے بہت سے نہر نکالی گئی لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی اور مجبوراً اس طرف سے اسے خاموشی ہی اختیار کرنی پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان کشتاتی پر مہم اختیار کرنے کے ارادے سے اور علاقہ پہاڑ کے راجوں پر یورش کرنے کے لئے اس نے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں کو بار برداری کے لئے بیگار پکڑ لیا جس سے شور محشر برپا ہو گیا۔ آزاد خان جب مظفر آباد کے حدود میں پہنچا تو تمام پہاڑی راجے خوف سے ادھر ادھر ہو گئے۔ سادہ آزاد خان بعض معمولی آدمیوں کو گرفتار کر کے واپس آگیا۔

جب چاروں طرف سے کامیابی اور سرفرازی نے منہ دکھایا تو ناظم صوبہ کا دماغ آسمان پر اڑنے لگا۔ اس نے بادشاہ سے بھی روگردانی اختیار کر لی۔ اپنے بھائی عثمان کو جو تیمور شاہ کی خیر سگالی کا دم بھرتا تھا قید کر دیا۔ اسی طرح عثمان خان

علاقہ پکھلی میں چلا آیا۔ اور نئے سرے سے چڑھائی کی طیاری کرنے لگا۔ آزاد خاں ابھی بارہ مولہ ہی میں تھا کہ وہ بمقام پرندو دریا عبور کر کے موضع کچھوامہ میں پہنچ گیا اتفاقاً انہیں دنوں میں قحط عظیم اُٹھا یہانتک کہ روپے کو سیر غلہ بھی ہاتھ نہ آتا تھا پھر تمام ملک میں وبا و ہیضہ بھی پھیل گئی جس سے قریب بیس ہزار آدمی مر گئے خصوصاً علما و فضلا کو اس وبا نے چن چن کے نابود کیا۔ البتہ علاقہ کھوئمہ اور پرگنہ بہاگ اس بلائے ناگہانی سے بچ رہے۔ لڑائی کے باعث درآمد نمک مسدود ہو گئی جس سے نمک بھی نایاب ہو گیا اور چاندی کے بھاؤ بکنے لگا۔ ایک تو یہ بلائیں تباہی تھیں دوسرے غنیم کشمیر کے غلبہ پا جانے سے شاہی لشکر کے سامان حرب اور رسد وغیرہ پہنچنے کے وسائل اور راستے مسدود ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں سخت پریشان ہو گیا تاہم بڑی جوانمردی سے لڑتا رہا آخر بہت سی جد وجہد وجنگ وجدل کے بعد کچھ تو قتل اور وبا سے تباہ ہو گیا اور کچھ آزاد کے ہاتھ سے ویران ہو کر ذلیل وخوار ہوا اسی اثنا میں نور جنگ قلی خاں۔ قاضی محمد میر علوم خان وغیرہ چند شاہی افسر بھی گرفتار ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں کا رہا سہا حوصلہ بھی جاتا رہا اور بھاگ کر پکھلی کے راستے پشاور چلا گیا آزاد خاں دوبارہ فتح ونصرت کا گیت گاتا ہوا سری نگر آگیا۔ یہاں آکر پہلے تو اس نے اپنے نائب مدار المہام دیوان سنگھ کلاں کو بمقام ہفت چنار قتل کیا۔ اور پھر شیخ عبد النبی اور آئت اللہ باندے کو بھی اسی جگہ عدم آباد کو پہنچا دیا اس کے بعد آزاد خاں نے بہ تقاضائے مصلحت تیمور اللہ خاں کو بادشاہ کابل کی خدمت میں بھیجا اور بشفاعت کلام اللہ سابقہ تقصیرات کی معافی مانگی لیکن تیمور شاہ نے منظور نہ کیا تاہم کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے کفایت خاں کو نور جنگ قلی خاں وغیرہ محبوسوں کی رہائی کے لئے آزاد خاں کے پاس بھیجا۔ آزاد خاں بڑی تعظیم وتکریم سے اسکے ساتھ پیش آیا۔ لیکن نور جنگ قلی خاں اور اُس کے پوتے دونوں کو میدان ماپہ سومہ میں اس کے روبرو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ملا زر محمد کو حسن ہیٹیں خدمت کے ہاتھ سے نور باغ میں غرق آب کرا دیا۔ انہیں دنوں میں راجہ محمود خاں بہ عفو تقصیرات کے لئے سری نگر آیا اور ناظم نے معاف کر کے اُسے خلاع فاخرہ سے ممتاز کیا لیکن وہ بیچارہ دو تین دن بعد تقضائے ربانی سے انتقال کر گیا۔ اس کے ہمراہی لاش مظفر آباد

لے گئے۔

رعایا سے بڑھ کر منصب دار اور ارکین دولت بھی آزاد خان
بید کی طرح کانپتے تھے اور اندر ہی اندر اس کی بیخ کنی کے در پے تھے۔ منجملہ ان
کے پہلوان خاں اور بلوک خاں نے عظمت خاں قاپچی محافظ شبستان ... درغلا کر ناظم
کے قتل پر آمادہ کر دیا جس نے ایک دن رات کے وقت موقعہ پا کر آزا[د خ]ان پر پستول
کا فیر کیا۔ گولی ران پر لگی اور وہ کمال اضطراب اور انقلاب کی حالت میں قلعہ شیر گڈھی
کی فصیل کے ایک دریچے سے دریا میں کود پڑا اور کشتی میں بیٹھ کر دلارام قلی کے ہاں
چلا گیا۔ عظمت خاں پہلوان کو ساتھ لے کر وہاں بھی جا پہنچا اور کشتی پر جس میں محافظ اور
پناہ گزین دونوں بیٹھے تھے انہوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن آزاد خاں
کو کوئی آسیب نہ پہنچا۔ البتہ دلارام قلی خفیف سا مجروح ہو گیا۔ اب آزاد نے
فراغت پا کر فوج آراستہ کی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے میدان مایسومہ
میں آ گیا۔ پہلوان خاں اور بلوک خاں بھی اپنی اپنی جماعت کے ساتھ مقابلہ پر آئے
اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلوان خاں اور بلوک خاں تنگ آ کر قلعہ شیر گڈھی میں متحصن
ہو گئے۔ آزاد خاں بھی محاصرہ سے تنگ آ کر اونتی پورہ چلا گیا جس سے پہلوان خاں
کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ قلعہ سے نکل کر اس کے تعاقب میں دوڑا۔ پھر لڑائی شروع
ہو گئی۔ عین خونریزی کے موقعہ پر عظمت درانی خنجر نکال کر آزاد خاں پر حملہ آور ہوا
لیکن جونہی اس کے چہرہ پر اس کی نظر پڑی خوف طاری ہو گیا اور کانپنے لگا اسی
وقت میدان چھوڑ کر نکل گیا۔ پہلوان خاں پھر منہزم ہو کر سری نگر بھاگ آیا۔ آزاد خاں
بھی ان کے متعاقب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا۔ سات دن رات
جانبین میں گولہ باری ہوتی رہی آخر محصورین تنگ آ کر رات کے وقت قلعہ چھوڑ کر
بھاگ گئے۔ آزاد خاں نے سرائے خانپور تک ان کا تعاقب کیا۔ اور سب کو گرفتار
کر کے لے آیا۔ پہلوان خاں۔ بلوک خاں اور ان کے متعلق قریباً بیس آدمیوں کو
قتل کر دیا۔ اور عظمت درانی کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اسی سال سری نگر محلہ
بیگی پورہ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے بہت سے گھر جل کر خاک سیاہ
ہو گئے۔ دوسرے سال ۱۱۹۹ھ کو سخت بھونچال آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے



اور سینکڑوں آدمی دب کر مر گئے۔ تین چار ماہ تک تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خفیف سے زلزلے آتے رہے۔

نور جنگ تلی خاں کے قتل کے بعد تیمور شاہ نے سیف الدولہ مدد خاں ہمائی کو پچاس ہزار چیدہ سپاہی دے کر آزاد کو حلقۂ انقیاد میں لانے پر مامور کیا۔ اس نے اپنی فوج کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ بارہ مولہ کے راستے بھجوایا اور دوسرا حصہ قریب تیس ہزار سپاہی خود اپنے ہمراہ لے کر براہ کرناہ مونیع چیاگل علاقہ کامراج میں آداخل ہوا۔ آزاد خاں بارہ مولہ کی فوج سے ہم نبرد ہونے کے لئے بمقام ولنہ بیٹھا تھا کہ مدد خاں سیف الدین خان کنٹ کی رہبری سے کہوامہ اور لار کے راستے ۹ ماہ صفر ۱۱۹۹ھ کو سری نگر آ کر بمقام ہفت چنار مقیم ہو گیا۔ عبدالعزیز خاں نائب صوبہ کو اس نے شیر گڑھی سے نکال کر قتل کر دیا۔ جب آزاد خاں نے سنا تو اس نے اہل و عیال پونچھ بھجوا دیئے۔ اور خود موضع ولنہ سے کوچ کر کے خوشی پورہ میں آ بیٹھا۔ اس کا ایک سردار اسلام خاں سیف الدولہ سے مل گیا۔ جس پر آزاد خاں نے اس کے دو بیٹے اور ایک لڑکی دریا میں غرق کر دی اور اسکی بیوی کا دامن عصمت اپنے سپاہیوں سے چاک کرایا۔ مدد خاں بھی کوچ کر کے خوشی پورہ آ گیا۔ اور مخالف سے معرکہ جدال و قتال شروع کر کے خون کی ندیاں بہانے لگا۔ دار و گیر کے موقعہ پر آزاد خاں نے بآواز بلند پکار کر کہا کہ اگر کوئی شخص مدد خاں کا سر کاٹ کر میرے سامنے لائیگا تو ایک لاکھ روپیہ انعام پائے گا اور اگر کوئی شخص اُسے زندہ پکڑ لائے تو اسے دو لاکھ روپیہ دونگا۔ روپیہ کی لالچ میں بہادر سنگھ نام ایک بہادر اس امر خطیر کے انصرام پر آمادہ ہو گیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر مدد خاں کے سر پر جا پہنچا لیکن اس جوانشیر نے گھوڑے سے اُٹھا کر بہادر سنگھ کو اپنے آگے بٹھا لیا چاہتا تھا کہ زندہ ہی آزاد خاں کے حوالہ کر آئے لیکن اس کے سپاہیوں نے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر دیا۔ القصہ آزاد خاں کے کئی سردار بھی مدد خاں سے جا ملے اور وہ بیچارہ برگشتگی روزگار سے لاچار ہو کر میدان سے نکل گیا۔ مدد خاں کوچ کر کے سری نگر محلہ نالہ گر میں داخل ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد آزاد خاں نے پھر کمر ہمت باندھی اور مدد خاں کی فوج پر شبخون مارا

لیکن اس کے ایام برگشتہ تھے اس کی ایک ہی پیش نہ گئی اور بھاگ گیا۔ راستے میں شاہی سپاہیوں نے اُسے روکا لیکن وہ شاہ ولی خاں کا حجام رجب بن مہدی بنکر پونچھ کیطرف نکل گیا۔ کچھ عرصہ تک راجوری وغیرہ کی اطراف میں آوارہ گرد رہ کر پھر پونچھ آگیا اور اس فکر میں ہوا کہ وہاں کے راجہ رستم خاں کو گرفتار کر کے اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ لیکن راجہ مذکور نے اس کے خیالات سے آگاہی پاکر اُسے محصور کر لیا۔ اتفاقاً اسی دن مددخاں کا سپہ سالار اسلام خاں بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے آزاد کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ آخر کار محصور نے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ اسلام خاں نے اس کا سر کاٹ کر مددخاں کے پاس بھجوا دیا جس نے اُسے تیمور شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے بہادر کے مرنے پر سخت افسوس ظاہر کیا۔ تاہم اس کی ماں سے اس نے دو لاکھ روپیہ بطور مصادرہ وصول کر لیا۔

اس نے دو سال اور چار ماہ کی حکمرانی میں ایک ہی نیک کام کیا اور وہ یہ تھا کہ شاہ نعمت اللہ صاحب کی خانقاہ واقعہ صفاکدل جو جل گئی تھی ازسر نو تعمیر کرادی۔

یوں تو تمام عہد افاغنہ کشمیر کے لئے ایک تازیانہ عبرت تھا۔ لیکن ان باپ بیٹوں کا زمانہ نظامت کشمیر میں قہر الٰہی سے کم نہ تھا۔ غضب خدا کا۔ رعایا فاقوں سے تباہ حال ہو رہی ہے۔ اور یہ باپ بیٹا اپنے اپنے عہد میں نئے نئے محصولات سے اُس کا اور بھی کچھومر نکال رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے پھلدار درختوں کو اس خوف سے کہ ظالم اور جابر حاکم میوہ زبردستی اتار کرے جائیں گے بُرے بو نے کے پیوند لگا دیتے ہیں جس سے پھلوں کی شکل ہی بدل جاتی ہے اور ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تاکہ تلخی اور کھٹائی کی وجہ سے یہ میوہ حاکموں کو مرغوب نہ ہو سکے۔ ان دونوں کے عہد میں غریب رعایا کو بیگار کے ظلم سے ہی تباہ کیا گیا ؎

سیف الدولہ مددخاں اسحاق زئی صوبہ کشمیر ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء سے ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۶ء تک

سنہ ۱۷۸۵ء میں جب مددخاں نے صدر نظامت پر قدم رکھا۔ تو اس نے دیکھا کہ ملک کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ لوگ اغواؤں کو [illegible] جو بیچتے ہیں [illegible]

ستم کا نمونہ ہے۔ اس لئے اُس نے محسوس کیا کہ [illegible]

اور نہایت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ چنانچہ اس نے ملائمت سے کام لینا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ بعض فتنہ پرداز لوگ اپنی خود غرضیوں اور جاہ طلبیوں کے لئے شور وشر پیدا کرتے اور حکام کو خود ظلم وستم پر آمادہ کرتے ہیں۔ آخر اس نے نامی گرامی سرکشوں اور خیرہ سروں کو شکنجۂ عتاب میں کھینچا جس سے ایک شور برپا ہوگیا۔ اور لوگ مددخاں کو کریمداد خاں اور آزاد خاں کے مظالم کا تتمہ سمجھنے لگے۔ چنانچہ تاریخ ہوئی ہے

در تواریخ یک ہزار و دو صد ظلم آزاد را رسید عدد

آخر جب مفسدوں کے استیصال کے بعد امن وامان کی صورت نظر آگئی تو اس نے رعیت پروری اور دادگری کا شیوہ اختیار کرلیا۔ عالموں فاضلوں کی تعظیم وتکریم کرنے لگا۔ ہر جمعہ کی رات کو عمائد دین کو پر تکلف ضیافت دیتا چنانچہ ان کی صحبت نے اس کے افغانی خیالات بالکل بدل دیئے اور اس نے کریمداد خاں اور آزاد خاں کا ناقابل برداشت جزیہ ہی موقوف کرنے کا ارادہ کرلیا لیکن انہیں دنوں میں ملا غفار خاں میر ساماں وصولی مالیہ کے لئے وارد خطہ ہوا اور اس نے ہندوؤں سے اس جزیہ کے بارے میں رضانامہ عام لکھوا لیا جس سے مددخاں کی کوشش ضائع گئی۔ دس ماہ کے بعد میرداد خاں فرمان صوبیداری حاصل کرکے وارد خطہ ہوا۔ مددخاں اس وقت علاقہ وچھنہ میں قیام پذیر تھا وہیں سے نئے صوبیدار کی ملاقات کے بعد سیدھا تیمور شاہ کے حضور میں چلا گیا۔

میرداد خاں صوبہ کشمیر ۲ سال
۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء سے ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۸ء

جب میرداد خاں خلعت نظامت سے سرافراز ہوا تو ملا غفار خاں منصب نیابت کا مالک تھا۔ دونوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے ملا حبیب اللہ قاضی اور ملا قوام الدین کو صدر عدالت بنایا اور پنڈت دلارام قلی کو عہدۂ افسر دیوانی عطا کیا۔ موخر الذکر جو آزاد خاں کے عہد میں ہولئے خود سری سے دماغ معطر کرچکا تھا نئے انتظام پر کیسے قناعت کرسکتا تھا۔ ناظم اور نائب کے درمیان منافقت کرکے اس نے نفاق ڈال دیا جس سے معاملات ملکی کے انصرام میں جھگڑے اٹھنے شروع ہوگئے دلارام قلی کی قدر بڑھ گئی۔ فریقین اس کی معاونت کے خواستگار تھے۔ تمام وفاتر

سرکاری میں اس نے ہندو اور پنڈت بھرتی کر لئے مسلمانوں کی حق تلفی ہونے لگی۔ ادہر میر داد اور ملا غفار کا اتفاق خصومت کے درجے سے نکل کر مخاصمت کے رتبہ کو پہنچا جس کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہوئی اور اس نے نشان خواں درانی کو تحقیقات اور تصفیہ کے لئے بھجوایا لیکن وہ بغیر فیصلہ کے مداخل شاہی لیکر واپس ہو گیا جس سے مخاصمین کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے علانیہ دشمنی شروع کر دی۔ جب ۱۲۱۱ھ ۱۷۹۷ء میں بادشاہ نے مرتضیٰ خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے اس جھگڑے کے تصفیہ کے لئے کشمیر بھجوایا۔ یہاں پہنچکر اس نے اعلان کر دیا کہ ناظم یا نائب میں سے جو کوئی مالیہ سرکاری کا ذمہ وار بنے حکومت ملک پر مستقل کیا جائے گا۔ ملا غفار خاں نے ذمہ واری کی تحریر دینے سے انکار کیا اور کابل کو روانہ ہو گیا۔ نظامت میر داد خاں کے سپرد ہوئی۔ اس نے تحصیل مالیہ کی بنیاد پر طرح طرح کے مظالم جاری کر دیئے۔ جس سے گرانئ غلہ شروع ہو گئی اور پانچ روپیہ خروار شالی بکنے لگی۔

واعظ شہر حافظ کمال جو محلہ ملارٹہ میں رہتا تھا حاجی کریم داد خاں کے عہد میں رفض گوئی کی پاداش میں وعظ خوانی سے معزول کیا گیا تھا لیکن اپنے مکان پر وہ اکثر وعظ خوانی کرتا اور لوگوں کو زیارت مقابر اولیاء زندہ و نیاز فقرا سے منع کرتا رہتا تھا۔ جب اس نے اپنے راستے میں کوئی مزید رکاوٹ نہ پائی تو زرفتہ رفتہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو بُرے الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ جس سے بعض راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے دلوں میں مذہبی جوش بھڑک اُٹھا اور انہوں نے اس کے برخلاف قاضی حبیب اللہ کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ جس نے ثبوت پر پہلے تو گدھے پر سوار کر کے اسے تمام شہر میں پھرایا اور پھر بمقام ہفت چنار قتل کر دیا۔ اس کے بعد دیوان دلارام قلی نے جواب مشیران خاص میں داخل ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو عمداً ستانا شروع کیا۔ اس لئے بعض عمائدین جمعہ کے دن مسجد جامع اور خانقاہ معلی کے دروازے مقفل کر کے دیوان مذکور پر حملہ آور ہو گئے۔ لاٹھی پتھر سے اُسے مجروح کر دیا۔ عین وقت پر ناظم صوبہ کو اطلاع ہو گئی اور اُس نے فوراً آدمی بھیج کر مسجد اور خانقاہ کے دروازے کھلوا دیئے

اور مفسدوں کو قتل امیر و علاوہ وعیدذے کروا ئیں لے آیا۔ انہیں دنوں میں میر جعفر کنٹ نے بھی کام راج میں شورش اٹھائی لیکن میر داد خاں کے آدمی اسے گرفتار کر لائے۔ آخر دو سال کی حکمرانی کے بعد ۱۷۸۹ء میں میر داد خاں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور ۵ ماہ رجب ۱۲۰۲ھ کو جان بحق تسلیم کر کے سید منصور کے احاطہ میں مدفون ہوا۔

ملا غفار خاں صوبہ کشمیر ماہ ۱۷۸۹ء مطابق ۱۲۰۲ھ

میر داد خاں کے انتقال پر نئے صوبیدار کے پہنچنے تک مرحوم کا ایک رشتہ دار اسماعیل خاں مہام ملکی سرانجام دیتا رہا۔ کچھ دن بعد ملا غفار خاں خلعت صوبیداری زیب تن کر کے ۱۷۸۹ء میں وارد خطہ ہو گیا۔ اس نے میر جعفر کنٹ کو قید سے رہا کر کے حکومت شروع کی لیکن جلدی ہی چار ماہ بعد واپس ہو گیا۔

سردار جمعہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر سال ۵ ماہ ۱۷۸۹ء سے ۱۷۹۲ء عیسوی ۱۲۰۷ھ

۲۷ ماہ ذیقعد ۱۲۰۲ھ ہجری کو سردار جمعہ خاں سریر صوبیداری پر جلوس کیا اور عدل و انصاف میں مشغول ہوا۔ کچھ دن کے بعد اس نے اپنے بیٹوں عبداللہ خاں اور محبت خاں کو بھی کشمیر بلا لیا منجملہ ان کے عبداللہ خاں قاضی تک مقرر ہوا۔ اس نے زر مضافیس اور عدالت کا اجارہ بشیر خاں کو دے دیا لیکن ملا قوام الدین نے اس ٹھیکہ دار کو معزول کرا کے بالکل بے دخل کر دیا۔ سردار جمعہ خاں کی حکومت شروع ہونے کے پہلے سال ہی کثرت بارش سے طوفان سیلاب برپا ہوا جس سے مضافات کی تباہی کے علاوہ سری نگر میں بھی بہت نقصان ہوا۔ سد قاضی زادہ ٹوٹ گئی اور محلہ خانیار اور رعنہ واڑی میں بہت سے مکان گر کر ویران ہو گئے۔

ایک سال کے بعد ملا فاضل درانی ناظم کشمیر کی طلبی کے لئے پشاور سے مامور ہوا۔ جمعہ خاں نے اپنی جگہ محبت خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا۔ جو اپنی حسن لیاقت سے کچھ عرصہ کے بعد خلعت اور انعام حاصل کر کے واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب تیمور شاہ خود پشاور پہنچا تو اس نے عبدالرحیم خاں کو تنقیح حساب کے لئے روانہ کشمیر کیا۔ یہاں سے میر جعفر اور دلا رام کو ساتھ لے کر ناظم صوبہ گذارش محاسب کے لئے خود عبدالرحیم خاں کے ہمراہ گیا اور محبت خاں کو قائم مقام چھوڑ گیا۔ انہیں دنوں

میں بڈشی بل اور حسن آباد کے شیعوں نے ماتم سرائے میر کے علانیہ ماتمداری
شروع کر دی۔ نائب صوبہ نے اسلام خاں کو تحقیقات پر مامور کیا۔ اس کی رپورٹ
پر بجت خاں جمعہ کے دن معہ اژدہام عام موقعہ پر پہنچا۔ ماتم سرائے کو بنیاد سے
اکھیڑ دیا اور شیعوں کو سخت تنبیہہ کی۔ تین ماہ کے بعد سردار ہی فراغت حاصل کر کے
کابل اقتدار واپس آگیا۔

اس کی واپسی پر وزیر حسن علی خاں بمبو نے کامراج میں بغاوت برپا کی۔
لیکن مغلوب و منکوب ہوگیا۔ انہیں دنوں میں راجہ رستم خاں والئے پونچھ نے
کوہستان کشمیر میں لوٹ مچا دی خصوصاً بھیڑ بکری اور مال و مویشی کے ریوڑ
کے ریوڑ اور گلہ کے گلہ غارت کر کے لے گیا۔ جمعہ خاں خود عازم پونچھ ہوا۔ رستم خاں
نے گھبرا کر مطابعت اختیار کر لی۔ اور مال مسروقہ کے مالکوں کا راضی نامہ حاصل
کر کے ناظم کے پاس بھجوا دیا۔ اس کے وکلا کو زر خلعتبندی دے کر رخصت کیا۔ اسی
اثنا میں والئے راجوری بہادر خاں کہکہ کو گرفتار کر کے لے گیا۔ جمعہ خاں فتح کشتی
کے راجہ چندگور کو معہ خراج شاہی بطور یرغمال سری نگر لے آیا۔ اس کے بعد ۱۷۹۱ء ۱۲۰۶ھ
میں ناظم صوبہ حسب مطالبہ رحمت اللہ خاں کو قائم مقام چھوڑ کر تیمور شاہ کی خدمت میں
گیا۔ پیچھے اقوام کہکہ و بمبو نے کامراج میں شورش برپا کر دی لیکن رحمت اللہ خاں
نے جلدی ہی اُن کو مغلوب کر لیا۔ ۱۲ محرم ۱۲۰۷ھ میں جمعہ خاں کرناہ کے راستے
داخل کشمیر ہوگیا۔ اور دو ماہ بعد ماہ ربیع الاول میں بعارضہ اسہال فوت ہوکر
سید قمر الدین کے مقبرہ میں مدفون ہُوا۔ جہاں سے کچھ عرصہ بعد اس کی لاش کو
قندھار لے گئے۔ اس کے بعد تین ماہ اور ۱۲ روز تک اسکا بیٹا رحمت اللہ خاں
جو پہلے ہی قائم مقام صوبہ رہ چکا تھا۔ امورات ملکی سرانجام دیتا رہا۔ آخر ماہ جمادی الثانی
میں تیمور شاہ نے میرزا خاں کو صوبیداری کشمیر پر ممتاز کر کے بھجوایا۔

میرزا خاں صوبہ کشمیر نہ ماہ ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء ۱۲۰۷ھ

میرزا خاں نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر ۱۷۹۲ء میں وارد
خطہ ہُوا۔ اس نے زمام اختیار اپنے بیٹے میر ہزار خاں
کے سپرد کر دی اور خود حکمرانی سے کنارہ کش ہوگیا۔ میر ہزار خاں نے خواجہ عیسیٰ دیوانی
کو عہدہ صاحبکاری عطا کیا اور ملا قوام الدین کو منصب قضاۃ بخشا۔ اور اطمینان سے

حکومت کرنے لگا۔ چار ماہ بعد تیمور شاہ بادشاہ کی وفات کی خبر کشمیر پہنچی جس سے میرزا خاں کی نظامت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

زمان شاہ درانی

ایام حکومت ۹ سال ۱۰ ماہ سنہ ۱۷۹۳ء لغایت سنہ ۱۸۰۲ء مطابق سنہ ۱۲۰۷ھ لغایت سنہ ۱۲۱۶ ہجری

تیمور شاہ کی وفات پر اُمرائے دولت مثل قاضی فیض اللہ خاں وزیر عماد الملک عبد الغفار خاں خسر پنجی اور پائندہ خاں بارکزئی نے خبر وفات مصلحتاً مخفی رکھی تمام دیگر امرائے دولت اور رؤسائے کابل کو سر دیوان حاضر کر کے انہوں نے دروازے بند کر دیئے اور بادشاہ کی وفات کا اظہار کیا۔ تقریباً سب نے متفق الرائے ہو کر مرحوم کے تیسرے بیٹے شاہ زمان کو تخت نشینی کے لیے منتخب کیا اگرچہ بعض رؤسا اور شاہزادگاں نے عباس شاہ کو ترجیح دی لیکن اس وقت مخالفوں کا غلبہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ اسی قیل و قال کے درمیان چاشت کے بہانے بغیر کسی آخری فیصلہ کے دربار برخواست ہو گیا۔ اور اعیان مملکت نے بے خبری کے عالم میں شاہ عباس کے دروازہ پر حفاظتی پہرے کھڑے کر دیئے دوسرے دن وزیر وفادار خاں نے سب کو متفق کر کے زمان شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ تاریخ جلوس۔

دو نقش چہ دلخواہ و چہ جانکاہ نشست	خورشید برآمد ز افق ماہ نشست
از گردش مہر و ماہ تیمور ز تخت	برخواست نواب زمان شاہ نشست

۱۲۰۷ (لواب زمان شاہ) ۔ (تیمور) ۔ (تخت)

زمان شاہ نے وفادار خاں کو امیر الملک۔ رحمت اللہ خاں کو معتمد الدولہ اور شیر محمد خاں کو مختار الدولہ کے خطابات عطا کئے۔ اور وفادار خاں کی لڑکی اپنے عقد نکاح میں لا کر حکومت و عشرت کے مزے لینے لگا۔

سکہ طراز یافت بحکم خدائے ہر دو جہان ۔ رواج سکہ دولت بنام شاہ زمان

نگین۔ قرار داد ز الطاف خویشتن یزداں — نگین حکم جہاں را بنام شاہ زماں

کچھ دنوں کے بعد زمان شاہ نے سوائے شجاع الملک کے باقی تمام شاہزادوں کو جو کابل میں موجود تھے باندیشۂ بغاوت نظر بند کر دیا لیکن پھر افغان مفسدوں نے اسے چین نہ لینے دیا اور اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ بھائیوں سے لڑتا رہا آخر کار آٹھ سال اور سات ماہ کی خونریز لڑائیوں کے بعد سنہ ۱۸۰۲ء ۱۲۱۶ھ میں درہ خیبر میں بڑے بھائی محمود شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا جس نے بکمال بے رحمی محبت و اخوت کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر محبوس بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھروادی۔ اور پھر بڑے بھائی ہمایوں شاہ کے پاس قندھار بھجوا دیا۔ زمانہ کوری میں زمان شاہ نے یہ ابیات حسب حال منظوم کر کے اپنی شاعرانہ قابلیت کا نمونہ پیش کیا ؎

ز نرگس کسے کے بگیرد گلاب — ز چشمان من چوں گرفتند آب
ز احوال چشم چو پرشد کسے — بگو کور شد دیدۂ آفتاب — تخلص

تخت نشینی کے بعد چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک زمان شاہ خانہ جنگیوں کے تدارک میں لگا رہا اور معاملات کشمیر کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا آخر ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۸ھ کو اس نے میرزا خان کی بجائے اس کے بیٹے میر ہزار خاں کے نام فرمان صوبیداری نافذ کیا۔

صوبیدار جو زمان شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

نام	مدت	عیسوی	ہجری
(۱) میر ہزار خاں	۸ ماہ	سنہ ۱۷۹۳ء سے سنہ ۱۷۹۴ء	مطابق سنہ ۱۲۰۷ھ سے سنہ ۱۲۰۸ھ
(۲) میر رحمت اللہ خاں	۴ ماہ	سنہ ۱۷۹۴ء	// سنہ ۱۲۰۸ھ
(۳) کفایت خاں	ایک سال	سنہ ۱۷۹۴ء سے سنہ ۱۷۹۵ء	// سنہ ۱۲۰۸ھ سے سنہ ۱۲۰۹ھ
(۴) ارسلا خاں	ایک سال	سنہ ۱۷۹۵ء سے سنہ ۱۷۹۶ء	// سنہ ۱۲۰۹ھ سے سنہ ۱۲۱۰ھ
(۵) عبداللہ خاں الکوزی	۵ سال ۱۰ ماہ	سنہ ۱۷۹۶ء سے سنہ ۱۸۰۲ء	// سنہ ۱۲۱۰ھ سے سنہ ۱۲۱۶ھ

میر ہزار خاں صوبہ کشمیر ۸ ماہ
سنہ ۱۷۹۳ء سے سنہ ۱۷۹۴ء
۱۲۰۷ھ – ۱۲۰۸ھ

نائب صوبہ میر ہزار خاں نے بادشاہ کی وفات کی خبر سن کر کچھ دن تو رسومات ماتمداری و سوگواری میں بسر کئے۔ اور اس کے بعد انتظام ملک کو درست کر کے ماہ ذوالحج میں علاقہ کامراج

کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خان۔ ابراہیم خاں۔ صفدر علی خاں اور میر بلند خاں راجگان کوہستان وچھنہ وکہاورہ خلعت فاخرہ اور عنایات شاہانہ سے سرافراز ہوئے۔ کامراج سے پھرتا ہوا پرگنہ لار آگیا جہاں اس نے جشن عید منایا اور نالہ سندھ کے کناروں پر چراغان کا تماشہ دیکھا۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۰۱ھ میں زمان شاہ نے اسی کے نام فرمان عبوبداری بھجوایا۔ جب زمان شاہ پشاور آیا تو اس نے کاظم خاں پیش خدمت کے ہاتھ خراج سلطانی بھجوانے کے لئے میر ہزار خاں کو لکھا۔ لیکن اس نے ناعاقبت اندیشی سے شاہی حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر خود مختار بن بیٹھا۔ اور لوگوں پہ طرح طرح کے جور وستم کرنے لگا خصوصاً ہندوؤں اور شیعوں پر تو اس نے قیامت ہی برپا کر دی۔ ہزاروں بے گناہ پنڈتوں کو قتل کرا دیا۔ سینکڑوں کو بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈال دیا۔ دلارام علی کو تو پہلے ہی واقعہ ۱۱ ماہ ذوالحجہ ۱۲۰۱ھ کو بمقام خانیار قتل کرا دیا تھا۔ باقیوں پر ایسی ایسی بدعتیں جاری کر دیں کہ میر فقیر اللہ بھی مات ہو گیا۔ تمام ہندوؤں پر زر جزیہ لگایا۔ دفتر دیوانی موقوف کر دیا اور حساب مالیہ بھی کھاتے میں درج کرنے کا حکم دیا۔ ہندوؤں کو فارسی پڑھانے کی سخت ممانعت کر دی۔ اس پر زمان شاہ نے میرزا خاں کو بیٹے کے سمجھانے کے لئے کشمیر بھجوایا لیکن یہ سعادت مند بیٹا باپ کی ہی کب سنتا تھا بلکہ برخلاف اس کے اس نے اُسے بھی قید کر دیا۔ اب زمان شاہ نے احمد خاں شاہنچی باشی اور رحمت اللہ خاں پسر جمعہ خاں الکوزئی کو بے تعداد فوج کے ساتھ اس کج اندیش کی تادیب کے لئے بھجوایا۔ میر ہزار خاں نے بعض کاہرا فرقہ ہنود کو جو اس کی قید میں تھے زندان سے آزاد کر کے ساتھ ہی دریا میں غرق کر کے قید ہستی سے بھی آزاد کر دیا۔ اور خود بمقام بارہ مولہ صفوف محاربہ آراستہ کر کے لڑنے کو طیار ہو گیا۔ قریب تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک لڑائی شروع رہی آخر الامر میر ہزار کے سردار جنگو خاں۔ علم خاں۔ میاں خاں اور غلام علی خاں عین لڑائی کے موقعہ پر شاہنچی باشی سے جا ملے۔ ہزار خاں میدان سے فرار ہو کر خانقاہ معلی میں جا چھپا۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔۔۔

ہزار خاں کی گرفتاری کے بعد منصور بن ۲۴ ماہ رمضان سنہ ۱۲۰۹ھ کو داخل سری نگر ہوئے	رحمت اللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر ۱۲ ماہ سنہ ۱۷۹۴ء مطابق سنہ ۱۲۰۸ ہجری

رحمت اللہ خاں الکوزئی نظامت پر ممتاز ہوا۔ اور ساتھ ہی احمد خاں قشنچی باشی اسکی نظروں میں کھٹکنے لگا۔ جھگڑے قضیئے پیدا ہو گئے۔ ایک ماہ کے اندر ہی بادشاہ نے دونوں کو واپس بلا لیا۔ اور رد و خط ہونے سے چار ماہ بعد رحمت اللہ خاں میر ہزار خاں احمد خاں۔ خواجہ عیسیٰ اور پنڈت نند رام ٹیکو کو ساتھ لے کر روانہ حضور ہو گیا۔ جہاں پہنچ کر خواجہ عیسیٰ تو واپس چلا آیا۔ لیکن نند رام ٹکو رفتہ رفتہ اپنی ذاتی حسن لیاقت سے امیر الملک وزیر وفادار خاں کے ہاں عہدہ دیوانی پر مقرر ہو گیا۔

کفایت خاں صوبہ کشمیر ایک سال ۱۷۹۴ء ۱۷۹۵ء ۱۲۰۹ھ

اس کی واپسی پر زمان شاہ نے ۱۷۹۴ء میں کفایت خاں کو نظامت کشمیر کی خلعت سے سرافراز کیا۔ اس نے کشمیر پہنچکر میرزا ابدر الدین اور میرزا ارضاء کو مدار المہام۔ ملا مسعود کو قاضی اور ملا عبد اللہ کو مفتی بنایا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ یہ شخص نیک اندیش اور سخاوت شعار تھا۔ تین ماہ تک انتظام مملکت حسن و خوبی سے سرانجام دے کر زمان شاہ کے مطالبہ پر میرزا ابدر الدین کو قائم مقام چھوڑ کر کابل چلا گیا انہیں دنوں میں آقا رحیم نام ایک ملک التجار بدعوئے قصاص محمد تقی خواجہ عیسیٰ دیوالی کو بفریب اپنے مکان پر لے گیا۔ اسے حمام میں اس نے بٹھا کر دروازے بند کر دیئے اور نیچے آگ جلا دی جس سے حمام سخت گرم ہو گیا۔ قریب تھا کہ خواجہ عیسےٰ کا کام تمام ہو جائے کہ اتفاقاً کسی راہرو نے اس کی چیخ پکار سنی جس نے بعض اور لوگوں کی امداد سے اسے حمام سے باہر نکال عیدگاہ کے میدان میں پہنچا دیا۔ عوام نے اژدحام کر کے آقا رحیم کے گھر بار کو آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں اہل تشیع خواجہ عیسیٰ کے مکان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ادھر اہل سنت نے بھی شیعوں پر حملہ کر دیا۔ خواجہ عیسیٰ کو خود بلین غلام شیر گرد ہی لے گئے اور عوام میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہت سی خونریزی اور ناتہا پالی کے بعد اہل تشیع بھاگ گئے اور خواجہ عیسےٰ کا مکان بچ گیا۔ پانچ چھ ماہ کے بعد کفایت خاں بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے پھر وارد کشمیر ہو گیا۔ انہیں دنوں میں قوم بمبہ نے حد درجہ کا [illegible] شورش برپا کر دی۔ اور غارت گری مچانے لگی۔ کفایت خاں

نے اُن کی تادیب کے لئے محمد صالح میرزا عبدالرحیم اور میرزا ابوالحسن کو مقرر کیا لیکن خان جہان، ناصر علی خاں اور صفدر علی خاں نے سوپور آکر میرزا بدرالدین سے جنگ شروع کر دی۔ خان جہان جہاں بہادر تے ہوئے مارا گیا اور باقی سرکشوں نے میرزا رضا کی وساطت سے صلح کر لی۔

کفایت خاں نے ہمگی ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی کی۔ امورات ملکی کے انصرام میں ہمیشہ بکام دل مشغول رہا۔ رعایا اس سے عام طور پر خوش رہی محلہ خانیار میں ایک وسیع باغ اس کی یادگار ہے۔

ارسلاخاں صوبۂ کشمیر ایک سال ۱۷۹۵ء ۱۲۰۹ھ سے ۱۷۹۶ء ۱۲۱۰ھ

۱۷۹۵ء میں امیر خاں کا بیٹا ارسلا خاں صوبیدار کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے محمد خاں جوانشیر کو نائب اور میرزا کاظم کو صاحبکار اور تحصیلدار بنا کر روانہ کشمیر کیا۔ ۵ ماہ شوال ۱۲۰۹ھ کو محمد خاں سری نگر پہنچا۔ کفایت خاں سابق صوبیدار شیر گڈھی خالی کر کے اپنے باغ واقعہ محلہ خانیار میں چلا گیا۔

محمد خاں جوانشیر نے سریر حکومت پر اقتدار حاصل کر کے حکمت عملی سے کفایت خاں کو ناوہ پور سے بلا لیا۔ اور شیر گڈھی میں محبوس کر دیا چند روز بعد شاہی ایلچی کے ہمراہ کابل بھجوا دیا۔ محمد خاں نے ابھی دم بھی نہ لیا تھا کہ خان بلوچ۔ خداداد خاں اور محسن خاں نے اتفاق کر کے شیر گڈھی کا محاصرہ کر لیا۔ نائب ناظم نے قوم جوانشیر کی معدود جمعیت کے ساتھ قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور بالائے حصار بیٹھ کر گولہ باری کرنے لگا لیکن میاں خاں اور محسن خاں نے جرأت کی اور سیڑھی لگا کر قلعے پر چڑھ گئے محمد خاں کو انہوں نے گرفتار کر لیا لیکن پھر باہمی ساز باز کر کے لعل خاں، محسن خاں اور میاں خاں تینوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ اسی ابتری کی حالت میں قریب ایک سال گذر گیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے میر محمد خاں مختار الدولہ کو عبداللہ خاں کے ساتھ آتش فساد کے بجھانے کو بھیجا۔ انہوں نے کامیابی کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ آٹھ روز بعد میر محمد خاں عبداللہ خاں کو حاکم کشمیر بنا کر محمد خاں اور میاں خاں وغیرہ کو اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔

عبداللہ خاں الکوزئی

عبداللہ خاں الکوزئی صوبۂ کشمیر ۵ سال ۱۰ ماہ ۱۷۹۶ء ۱۲۱۰ھ سے ۱۸۰۲ء ۱۲۱۶ھ

نے ۱۱۹۷ء میں حکومت کشمیر پر متسلط ہو کر اپنے بھائی رحمت اللہ خاں کو قائم مقام بنایا۔ اور خود مختار الدولہ کے ہمراہ روانہ کابل ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس آیا تو اس نے پنڈت سہج رام کو تیرہ صاحبکاری عطا کیا۔ اور ربط و ضبط ملک میں مصروف ہوا۔ ایک سال کے بعد بموجب طلبی اپنے دوسرے بھائی گلستان خاں کو نائب اور میرزا رضا کو اس کا مشیر اور صلاح کار بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ اس کی روانگی کے بعد صفدر علی خاں اور شیر بلند خاں بمبو نے اطراف کا مراج میں لوٹ مار مچا دی۔ گلستان خاں ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل باران خاں اور مومن خاں وغیرہ مارے گئے۔ قوم بمبو کا مشہور سردار علی خاں بھی قتل ہو گیا اور اور بھی کئی آدمی گرفتار ہو گئے۔ ناظم صوبہ بھی ۱۲۱۳ھ کو مرخص ہو کر کشمیر پہنچ گیا اور انتظام ملک کے درپئے ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے تمام سرکردہ سرغنوں کو اموراتِ مملکت سے بیدخل کر کے سری نگر سے نکال دیا۔ اپنے بعض اقرباء کو کارپردازی اور دستبرداری پر مامور کیا۔ ہندی اور کوہستانی اقوام کو مناصب جلیلہ عطا کئے قریب تیس ہزار پیادہ و سوار قوم بومی کے بھرتی کر کے جنگی طاقت کو بھی بڑھا لیا۔ اس کے بعد اس نے مضافات کشمیر پر چڑھائی کی۔ اور پونچھ، راجوری، مظفرآباد و چھنہ و کھاوڑہ کو قبضہ اقتدار میں لا کر ہر ایک کو باج گذار بنایا۔ راجہ کرم اللہ والئے راجوری کو گرفتار کر کے کشمیر لے آیا اور یہاں سے بڑی عزت و حرمت اور شان و شوکت سے اُسے رخصت کیا۔

بہادر خاں والئے پونچھ کو بھی گرفتار کیا۔ لیکن جلدی ہی اُسے رہا کر دیا۔ جب دوسری مرتبہ اس نے بغاوت کی تو پھر اُسے قید کر کے لے آیا اور کچھ عرصہ کے بعد اُسے زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اس کی جگہ وزیر روح اللہ کو حاکم پونچھ بنایا۔ فتح خاں بمبو کو مظفرآباد تک تمام علاقہ پہاڑ جاگیر میں دے دیا۔ اسکی بیٹی اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے فتح خاں کی بھی عزت افزائی ہو گئی۔ اور ناظم صوبہ بھی قوم بمبو کی چھیڑ خانیوں سے مطمئن خاطر ہو گیا۔ اسی سال شاہباز خاں بلوچ کی صبیہ بھی معہ فیل بے شمار اسباب و جہیز داخل حرم ہوئی۔

عبداللہ خاں رفاہ عام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ اس نے عدل و انصاف

اور جود والطاف کے دروازے چھوٹوں بڑوں کے لئے مساوی کھول رکھے تھے مدعا یاس کی حکومت کی شکرگذار تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شالی اسقدر ارزاں ہوگئی کہ ایک روپیہ یا بارہ آنے کو خروار بکنے لگی۔ لوگ فارغ البال اور مرفع الحال ہوگئے

اسی اثناء میں پنڈت نکو امیر الملک وزیر وفادار خاں کی توجہ سے ترقی کرتے کرتے رتبہ دیوانی تک پہنچ گیا اور بادشاہ کے خاصوں میں شمار ہونے لگا تھا اس بات سے اس کا بھائی ہیرا داس جو کشمیر میں بڑی شان وشوکت سے ایام زندگانی بسر کر رہا تھا۔ بہت قدر پاگیا۔ شاہی باج وخراج اسی کی معرفت بھجوانا شروع ہوا ۱۲۱۵ء میں ہیرا داس کو ناظم صوبہ سے کدورت ہوگئی۔ چنانچہ دیوان نند رام کی تحریک سے بادشاہ نے عبداللہ خاں کو واپس بلا بھیجا۔ عبداللہ خاں اپنے بھائی عطا محمد خاں کو اپنا قائم مقام بناکر خود روانہ کابل ہوگیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے دوسرے بھائی وکیل خاں نے وزیر وفادار خاں کی معرفت جو اسکا ہم زلف تھا بادشاہ سے حکومت صوبہ کا فرمان حاصل کرلیا۔ جب عبداللہ خاں کابل پہنچا تو وزیر نے حساب کی کمی بیشی کے بہانے متہور کرکے بالاحصار میں قید کردیا۔ اور ملا احمد کو عطا محمد خاں کی گرفتاری اور وکیل خاں کی مسند نشینی کے لئے بیشمار فوج کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ عبداللہ خاں نے بھی اپنے معتمدوں کے ذریعہ عطا محمد خاں کو کہلا بھیجا کہ غنیم کو ملک میں داخل نہ ہونے دے۔ ملا احمد دریائے کشن گنگا پر پہنچا تو عطا محمد خاں نے ناظم وکیل خاں کو جو کشمیر میں رونق افروز تھا قتل کرکے افواج قاہرہ کے ساتھ بارہ مولہ پہنچ گیا جہاں سے اس نے ملا احمد کی مدافعت کے لئے بہت سی فوج مظفرآباد و بھجوائی۔ دریائے کشن گنگا کے کنارے فریقین نے معرکہ کارزار گرم کردیا۔ آخر کار افسران عطا محمد خاں نے حکمت عملی سے اپنا لشکر پیچھے ہٹا لیا۔ اور گھاٹی میں آکر انتظار کرنے لگا۔ ملا احمد فتح ونصرت کا نقارہ بجاتا ہوا دریا عبور کر آیا۔ جب درہ دبولیاسہ کے درمیان پہنچا تو فتح محمد خاں ہمبہ نے گرفتار کرکے عطا محمد خاں کے پاس بھجوا دیا۔ اس کی فوج مغلوب ومنکوب ہوکر منتشر ہوگئی جس سے بہت سا مال غنیمت فتح محمد خاں کے ہاتھ لگا۔ عطا محمد خاں نے ہیرا داس کو قید کرلیا اور مطمئن ہوکر بیٹھ رہا۔

ماہ محرم ۱۲۱۶ھ کے عاشورہ کے موقعہ پر بعض اہل تشیع نے اصحاب کبار کے نام علانیہ برا کہنا شروع کر دیا جس سے عوام اور خوانین کابل کے سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی۔ انہوں نے سنی گری کر کے بعض اوباشوں اور بدمعاشوں کو ورغلا کر شیعوں پر غارت برپا کر دی۔ مال و دولت لوٹ لیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد جلد ہی علی مسجد واقعہ میدان عیدگاہ کو آگ لگی اور مسجد مذکور بالکل شہید ہو گئی۔ بعد میں گل محمد خاں کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔ انہیں دنوں میں زمان شاہ کا ستارہ اقبال زوال میں آگیا اور وہ کشمیر کو اسی ابتری کی حالت میں چھوڑ کر بھائی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

محمود شاہ درانی و شجاع الملک

ایام حکومت ۱۷ سال ۲ ماہ ۱۸۰۲ء لغایت ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۱۶ھ
لغایت ۱۲۳۴ھ ہجری

زمان شاہ کی علیحدگی کے ساتھ ہی احمد شاہی خاندان کی حکومت کا زوال شروع ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا جس نے ان کی سلطنت کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا۔ بھائی کی آنکھیں نکال کر ۱۲۱۶ھ کو محمود شاہ تخت کابل پر جلوہ افروز ہوا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب کہ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے شاہزادہ کامران کے پاس قندھار گیا تو اس نے مختار الدولہ کے بھتیجے یحییٰ خاں اور رحمت اللہ خاں کے خزائن و دفائن سب ضبط کر لئے جس سے مختار الدولہ آشفتہ خاطر ہو گیا چنانچہ اس نے بعض امرائے دولت سے اتفاق کر کے ۱۸۰۳ء/۱۲۱۸ھ میں تیمور شاہ کے پانچویں بیٹے شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ محمود شاہ معمولی لڑائی کے بعد گرفتار ہو گیا اور شجاع الملک نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ؎

سکہ زد از حکم حق بر سیم و زر　　　شاہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

اس کے بعد بھی لڑائی جھگڑے بدستور قائم رہے یہاں تک کہ ۱۸۰۹ء/۱۲۲۴ھ میں لڑائی کے موقعہ پر مختار الدولہ شجاع الملک کے ہاتھ سے مارا گیا جس سے اس کی حکومت

کا بھی خاتمہ ہوگیا اور اسی سال وہ بمقام پشاور عظیم خاں کے ہاتھ سے شکست کھاکر مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب کے پاس چلا گیا محمود شاہ بہر وزیر فتح محمد کی معاونت سے بے کھٹکے افغانستان و خراسان کا بادشاہ بن گیا۔

اس زمانہ ابتری میں جب کہ بادشاہوں کو ہر وقت تاج و تخت کے چھننے یا ملنے کا خیال دامنگیر رہتا تھا۔ انتظام ملک کی طرف کس طرح متوجہ ہوسکتے تھے کشمیر میں بھی ان خانہ جنگیوں نے پورا پورا اثر کیا چنانچہ ۱۸۰۲ء سے جو صوبیدار یا حاکم صوبہ کشمیر پر حکمران رہے درحقیقت محمود شاہ یا اس کے جانشین کے محکوم نہ تھے البتہ ان کا قوم افاغنہ سے ہونا انہیں اس اور نگ میں داخل کرتا ہے۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ سب کے سب خود مختار رہتے۔ یہانتک کہ آخر کار ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر کے نئی طرز حکومت کا سلسلہ ڈالا۔

صوبیدار جو محمود شاہ و شجاع الملک کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) عبداللہ خاں الکوزئی ۴ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۶ء مطابق ۱۲۱۶ھ سے ۱۲۲۱ھ

(۲) عطا محمد خاں ۵ سال ۸ ماہ ۱۸۰۶ء سے ۱۸۱۳ء // ۱۲۲۱ھ سے ۱۲۲۹ھ

(۳) محمد عظیم خاں ۶ سال ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء // ۱۲۲۹ھ سے ۱۲۳۴ھ

(۴) جبار خاں ۴ ماہ ۱۸۱۹ء // ۱۲۳۴ھ

عبداللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر
۴ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۶ء / ۱۲۱۶ھ سے ۱۲۲۱ھ

جب محمود شاہ نے بغاوت کھڑی کر کے فتح محمد خان کی استمداد سے قندھار اور کابل فتح کر لیا تو زمان شاہ جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھا عازم کابل ہوا۔ لاہور کی صوبیداری اس نے خوانین کابل کو دینی چاہی لیکن زمانہ کی ابتری کو مدنظر رکھ کر کسی نے منظور نہ کیا مجبوراً رنجیت سنگھ مہر سنگھ اور صاحب سنگھ کو بالاشتراک نظامت تفویض کر کے بمسارعت تمام پشاور پہنچا اور محمود شاہ کی مدافعت پر طیار ہوگیا اسی شور و شر کے زمانہ میں عبداللہ خاں الکوزئی کو بھی موقعہ مل گیا۔ اور وہ جان نثار خاں داروغہ بالا حصار کو بے شمار انعام و اکرام کا لالچ دے کر قلعہ سے نکل بھاگا اور کشمیر آگیا یہاں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ نقد و جنس داروغہ مذکور کو دیا اور بڑی عزت و حرمت سے اُسے رخصت کر دیا۔ خود

شاہان کابل کی متابعت سے سر پھیر کر خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ محمود شاہ اپنے معاملات
میں سرگرداں تھا۔ کشمیر کی طرف متوجہ نہ ہو سکا جس سے عبداللہ خان کو اور بھی تقویت
ہو گئی ۱۸۰۳ء/۱۲۱۸ھ میں جب شجاع الملک نے محمود شاہ کا تخت چھین لیا تو وہ اسلئے
بھی انکے اندرونی ریشہ دوانیوں سے مطمئن ہو گیا۔ اسی سال کشمیر میں سخت زلزلہ
آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے ہزاروں بیکس نیچے دب کر مر گئے۔ عورتوں
کے حمل وضع ہو گئے۔ کئی موقعوں پر زمین پھٹ گئی اور خانقاہ معلی کا کلس بھی گر گیا
دوسرے سال ۱۸۰۵ء/۱۲۲۰ھ میں کثرت باراں سے سیلاب آیا۔ اور میوہ جات کا
بہت نقصان ہوا لیکن سری نگر کو چنداں آسیب نہ پہنچا۔ ۱۸۰۶ء/۱۲۲۱ھ میں شدت
برودت کے باعث جھیلیں چشمے دریا اور پانی منجمد ہو گئے لوگ بوجھ اٹھا کر یخ
بستہ پانی پر چلتے پھرتے کوئی دو ماہ تک یہی حالت رہی۔ اسی سال موسم گرما شروع
ہوتے ہی جب شجاع الملک قندھار سے پشاور آیا تو اس نے شیر محمد خان مختار الدولہ
کو عبداللہ خان کی سرزنش اور گرفتاری کے لئے کشمیر بھجوایا جس نے مظفر آباد پہنچکر
ابراہیم خان کی معرفت اُسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ حلقہ مطابعت گردن میں ڈال کر شاہی
باج و خراج ادا کرے تو بلا مزاحمت نظامت خطہ پر مامور رہے ورنہ ذلیل و خوار
ہو گا۔ عبداللہ خان ایسی دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ نخوت و رعونت سے
زور بازو اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج غنیم کی مدافعت کے لئے بہم پہنچا کر
موضع سیر میں جا بیٹھا۔ مختار الدولہ پہلے تو مصلحتاً خاموش رہا آخر راجگان علاقہ
بہار کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس سے لڑائی شروع کر دی۔ عبداللہ خان کی فوج
منہزم ہو کر واپس بھاگی اور مختار الدولہ دریائے کشن گنگا عبور کر کے ۷ ماہ ذیقعد سنہ
مذکور کو موضع لار میں آ گیا۔ وزیر روح اللہ کی صواب دید سے عبداللہ خان بھی
موضع سیر سے اٹھا اور دریائے بہت پر پل طیار کر کے موضع دوابہ گاہ میں غنیم کی
فوج سے ہم نبرد ہو گیا۔ فریقین نے شجاعت و مردانگی کی خوب داد دی۔ آخر کار
عبداللہ خان مفرور ہو کر قلعہ بیروہ میں جا چھپا۔ بہت سے ہزیمت خوردہ سپاہی
پل عبور کرتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہو گئے۔ ۲۴ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۰ھ کو مختار الدولہ
مظفر و منصور سری نگر میں داخل ہوا۔ عبداللہ خان کی سرکوبی کے لئے اُس نے

اپنے بیٹے عطا محمد خاں کو مقرر کیا جس نے قلعہ ہیروہ کا محاصرہ کر لیا تین ماہ تک
محاصرہ جاری رہا اور بہت مار کاٹ و خون واقع ہوا آخر کار ۵ ماہ ربیع الاول ۱۲۲۱ھ
کو غنیم اجل نے عبداللہ خاں کا کام تمام کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا تاریخ شکست تمام ۱۲۲۱ھ
کہتے ہیں کہ مختار الدولہ نے حکیم جواد سے سازش کر کے اسے مسموم کر دیا تھا مرحوم
کے اہل و عیال نے کچھ عرصہ تک محمد خاں کے انتظار میں جو لوچھہ تھا قلعہ کا دروازہ بند
رکھا بالآخر عبداللہ خاں کی والدہ نعش لے کر مختار الدولہ کے پاس آ گئی چند روز تک
سید منصور کے خطیرہ میں لاش امانت رکھی گئی اور پھر ماہ رجب میں کشمیری خاں
ولی محمد خاں اور حیدر بابا کے ہمراہ کابل بھجوا دی گئی۔

عبداللہ خاں الکوزئی عالی ہمت۔ بہادر۔ رعایا پرور۔ منصف مزاج اور اول
درجے کا منتظم تھا اس نے ابتدا سے مرنے تک دس سال دس ماہ تک کشمیر میں
حکومت کی۔ رعایا کی بہبودی اور آسائش کا خیال اسے ہر وقت دامنگیر رہا۔ جس
سے ملک خوشحال اور فارغ البال ہو گیا۔ البتہ ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء میں جب کہ وہ سخت بیمار
تھا حکیم جواد نے جو شیعہ مذہب کا معتقد تھا تعصب مذہبی سے ناظم کو بدنام کرنے
کے لئے اسے روزمرہ دو شیعہ لڑکیوں سے مجامعت کرنے کی صلاح دی۔ اس
طریق سے بعض بدنہادوں اور ننگ قوم کی ننگ و ناموس کے دشمنوں نے شرفا و
عالی خاندانوں کو دھمکیاں دے کر رشوت بٹورنی شروع کی ملک
میں یہ افسوسناک حالت دو سال تک جاری رہی۔

عطا محمد خاں صوبہ کشمیر ۷ سال ۱۰ ماہ سنہ ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء سے سنہ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء

عبداللہ خاں کے انہدام کے بعد شیر محمد خاں ایک ماہ تک انتظام صوبہ کے لئے کشمیر میں رہا جس کے
بعد اپنے لڑکے عطا محمد خاں کو حکومت کشمیر پر نامزد کر کے خود روانہ کابل ہو گیا۔
عطا محمد خاں کی تاریخ جلوس۔ اقبال رحمانی ہے۔ ۱۲۲۱ھ
پنڈت سہج رام کو اس نے عہدہ دیوانی عطا کیا۔ اور خود عدل و احسان اور ذکر
و اشغال میں مصروف ہوا ہمیشہ آبادی رعایا اور ترقی مزروعات میں مصروف
رہتا۔ اس کی نیک نیتی اور خوش انتظامی سے حاصل ملک بھی دوچند ہو گیا۔ اور خلق
خدا بھی آسودہ اور خوش و خرم رہی۔ اس کے عہد میں بہت لوگوں کو غیبی فتوحات

وظیفہ طے لیکن سردار نے ان سے ایک پیسہ کا مواخذہ نہ کیا اور تمام کے تمام انہیں خوش قسمتوں کے پاس رہنے دیئے۔ علماء فضلا اور مشائخ و فقرا کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ حکومت کی رعونت اور پوشاک کے تکلف سے بالکل پاک ہمیشہ سادہ لباس میں رہتا تھا اور مقدمات عدالت بذات خود فیصلہ کرتا تھا اور اثنے کے قضیوں میں موقع پر بیٹھا اور فریقین کے روبرو فیصلہ دیتا۔ اکثر اوقات ورثا اپنے ہاتھوں ترکہ تقسیم کرتا اور فریقین سے صرف ایک روپیہ اپنے مشغلی کو دلواتا تھا۔

۱۲۲۲ھ میں عطا محمد خاں کا باپ مختار الدولہ لڑائی میں مارا گیا شجاع الملک اعلم خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگ نکلا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب کے ہاں پناہ گزین ہو گیا یہ دیکھ کر ناظم کشمیر نے علانیہ بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اس لئے ۱۲۲۴ھ میں اکبر خاں بامیزئی اور میر افضل خاں بہت سی سپاہ کے ساتھ عازم کشمیر ہوئے۔ عطا محمد خاں بھی فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ میں قیام کیا۔ جب حملہ آور بمقام شاہدرہ وارد ہوئے تو لڑائی شروع ہو گئی جس میں شاہی فوج مغلوب و منکوب ہو کر لوٹ گئی۔ اور عطا محمد خاں فتح و نصرت کے ساتھ متوجہ دار الخلافہ ہوا۔ جہاندیدہ و سپاہی تھا اس کامیابی سے بھی عطا محمد خاں کو پوری دلجمعی نہ ہوئی۔ اس لئے وہ آئندہ حملوں کے مدافعہ کے فکر میں ہوا۔ سامان حرب و ضرب مثل توپ بندوق بارود وغیرہ اسلحہ کا اس نے ایک بھاری ذخیرہ فراہم کر لیا۔ قصبہ سوپور و بارہ مولہ میں مورچہ بندی کے لئے سنگین برج بنوائے پل بارہ مولہ مرمت کرایا اور ۱۲۲۶ھ میں کوہ ماران واقع سری نگر پر ایک بلند مضبوط اور مستحکم قلعہ تیار کیا۔ تمام قلعوں اور مورچوں میں بہت سا سامان جنگ بھی جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ آئندہ حملوں کے روکنے کے لئے تدبیر کے تمام ضروری لوازمات سرانجام دے کر غنیم سے بے کھٹکا ہو بیٹھا۔ اکرم خاں بامیزئی جیسے دلاور کی ناکامی کے بعد سلطنت کابل کی ابتری سے دلاوران کابل میں سے کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ تسخیر کشمیر کا ذمہ اٹھائے جس سے عطا محمد خاں کو بھی لڑائی کی تیاریوں کے لئے کافی مہلت مل گئی۔ آخر کار جب محمود شاہ والئے کابل کے فرمان سے وزیر فتح محمد خاں کابل و قندھار میں انتظام کر چکا تو غرہ ماہ شعبان ۱۲۲۶ھ کو عازم کشمیر ہوا۔ ادھر

جب عطا محمد خاں نے سنا کہ شجاع الملک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زیر سایہ موضع تلنبہ میں قیام پذیر ہے تو اس نے دیوان نند رام اور اپنے بھائی جہاندار خاں کو اس کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے وزیر جہانداد خاں اور عبد الکریم خاں کی وساطت سے شجاع الملک کے ہاں باریابی حاصل کی اور سمجھا بجھا کر غرہ شوال ۱۲۲۶ھ کو اسے حسن خاں اور ملا حیات اللہ خاں کشمیر لے گئے۔ ناظم نے بتقضائے مصلحت شجاع الملک کو قلعہ ہاری میں قید کر دیا اور وزیر جہانداد خاں اور عبد الکریم کو دو تین ہزار سپاہی دے کر قلعہ اٹک کی محافظت کے لئے بھجوا دیا۔ اسی اثناء میں جب وزیر فتح محمد خاں دریائے اٹک کے کنارے پہنچا تو عطا محمد خاں کے حسن انتظام اور استحکام سلطنت سے خوف زدہ ہو کر وہیں رک گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب سے کمک کے لئے خواستگار ہوا۔ مہاراجہ موصوف نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج مقرر کر کے دیوان محکم چند کو جمعیت دس ہزار سوار و پیادہ وزیر کی معاونت پر مامور کیا۔ ۱۸۱۲ء / ۱۲۲۶ھ میں وزیر بھی دریائے اٹک عبور کر کے سکھوں سے آملا۔ پھر دونوں لشکر متفق ہو کر ۱۸۱۲ء کو بھیرہ پور کے راستے کشمیر کو بڑھے۔ عطا محمد خاں بھی موضع بلہ پورہ میں آبیٹھا اس نے غنیم کی مدافعت کے لئے بے شمار فوج کوہ پیر پنجال پر استادہ کر دی۔ لڑائی شروع ہوئی کشمیری فوج کے دو تین نمک حرام سردار اور کئی آدمی فتح محمد خاں کے پاس چلے گئے۔ تاہم باقی فوج بڑی شجاعت اور دلاوری سے لڑتی رہی حملہ آور کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار کشمیری منہزم ہو کر بھاگ نکلے۔ جب عطا محمد خاں نے اس ہزیمت کا حال سنا تو بلہ پورہ سے سری نگر واپس آگیا اب اس نے شجاع الملک کو قلعہ سے نکالا اور اسے ساتھ لے لیکر خود مقابلہ کو نکلا اسی اثناء میں وزیر موضع راولپور پہنچ گیا تھا۔ شجاع الملک اور عطا محمد خاں اس کے عقب میں ٹھہرے اور صف آرائی کرنے لگے۔ لڑائی کے موقع پر عطا محمد خاں نے اس خیال سے کہ مبادا شجاع الملک بھی غنیم سے مل جائے۔ اس کے گھوڑے کے سموں میں میخیں لگا کر زمین میں گاڑ دیا۔ ایسی حالت میں بیچارہ شجاع الملک کیا کر سکتا تھا۔ عطا محمد خاں کی فوج ایک ایک کر کے وزیر سے آملی یہ حالت دیکھ کر

عطا محمد خاں اور شجاع الملک میدان سے بھاگ نکلے عطا محمد خاں ناچار شیرگڑھی میں محصور
ہو گیا اور شجاع الملک بدستور سابق قلعہ باراں میں چلا گیا ناظم کا بھائی غلام محمد خاں
قلعہ باراں کی حفاظت پر مقرر ہوا۔ انہیں دنوں میں دم دار ستارہ نکلا جس کو بعض شوقی
جاننے کے رو سے عطا محمد خاں نے اپنے لئے تباہی کا پیش خیمہ تصور کیا۔ وزیر فتح محمد
بھی راولپور سے کوچ کر کے بمقام چھچھل سری نگر آ گیا۔ پانچ چھ دن کے بعد
عطا محمد خاں نے مقتضائے مصلحت شجاع الملک بھی شیرگڑھی میں بلا لیا۔ دونوں
نے متفق ہو کر دیوان حکم چند کے ساتھ سازش کر لی حکم چند نے محاصرہ سے
ہاتھ اٹھا لیا بعد دونوں محصورین دیوان موصوف کے پاس چلے گئے۔ اس کارروائی
سے وزیر فتح محمد خاں سخت جھنجھلایا۔ چاہتا تھا کہ حکم چند کا کام تمام کر دے لیکن اس
کے پشت پناہ کے خوف سے زہر کا گھونٹ پی کر دم بخود ہو گیا۔ دوسرے دن
حکم چند کی حمایت سے عطا محمد خاں وزیر کے قیام گاہ میں چھچھل آیا۔ ملاقات پر کچھ
جعلی جواہرات وزیر کے پیش کئے اصلی جواہرات اور سونا چاندی تمام مال
و اسباب لے کر مع اہل و عیال پشاور کو روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک لاکھ روپیہ
والئے پنجاب سے بھی بٹور کر سنہ ۱۸۱۳ء / ۱۲۲۸ھ میں قلعہ اٹک کا قبضہ اسے دے گیا۔ چند
روز بعد ایک لاکھ روپیہ کی ہنڈوی لے کر حکم چند بھی رخصت ہو گیا اور شجاع الملک کو
اپنے ساتھ لاہور لے آیا۔

محمد عظیم خاں صوبہ کشمیر ۲ سال
سنہ ۱۸۱۳ء / ۱۲۲۸ھ سے ۱۸۱۵ء / ۱۲۳۰ھ

اس کے بعد وزیر فتح محمد خاں دو تین ماہ تک کشمیر
کے بندوبست میں مصروف رہا اور پھر دیوان
اننت رام کو ساتھ لے کر کابل چلا گیا۔ نظامت کشمیر اپنے بھائی محمد عظیم خاں کے سپرد
کر گیا۔ راستے میں اس نے قلعہ اٹک کی بازیافت کے لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ
سے لڑائی چھیڑ دی لیکن منہ کی کھا کر کابل کو بھاگ گیا۔ کشمیر میں محمد عظیم خاں نے
سنہ ۱۸۱۳ء کو مہاراجہ کی مسند کا مدعی ہو کر پنڈت سہج رام در کو بدستور منصب
دیوانی پر ممتاز رکھا ساتھ ہی دیوان ہیرادس کو رتبہ صاحب کاری عطا کر کے
امورات ملکی تمام و کمال پنڈتوں ہی کے حوالہ کر دئے۔ محمد عظیم خاں نے محض حسب
منشا و اٹک والئے پنجاب کو خراج معہود دینا بند کر دیا۔ جس سے مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے دل میں آتش کینہ برافروختہ ہوئی۔ اور اس نے ۱۲۲۹ھ (۱۸۱۴ء) میں دل سنگھ کو بر ہمنوں کی نامدار جنگ جو دل لشکر کے ساتھ براہ سدو کشمیر بھجوایا۔ اور خود تصبہ پونچھ سے اقامت گزین ہو کر فتح کشمیر کی تہنیت کا انتظار کرتے تھا محمد عظیم خاں بھی لوائے تقابل کھڑا کر کے موضع سید آباد میں آ گیا سکھوں کی فوج موقلال براہ کی نظر بچاتی ہوئی موضع سدو میں آپہنچی۔ اتفاقاً اسی دن بارش باران کمال شدت سے شروع ہو گئی۔ برودت اس درجہ بڑھ گئی کہ گرم ملک کے رہنے والے الامان الامان پکار اٹھے۔ بیچارے تمازت آفتاب کے جھلسے ہوئے ٹھنڈے رہائی جنگ کشمیر آگئے تھے۔ سردی کے مارے اکڑ گئے۔ بارود تر ہو گیا۔ سنگ چقماق نے آگ دینے سے انکار کر دیا ادہر کشمیری بہادر بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے لگے۔ مصیبت زدہ سکھوں نے مورچے چھوڑ کر کریوہ سدو کے دامن میں پناہ لی ادھر محمد عظیم خاں نے بابا خاں کو دو تین ہزار جرار سواروں سے کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے بھجوایا جس نے صمصام خون آشام نیام سے نکال کر خالصوں پر قیامت برپا کر دی۔ شام سے پہلے پہلے قریب تین ہزار سکھ طعمہ اجل ہو گئے۔ پس ماندگان حسب گاہ سے بھاگ کر کریوہ سدو پر چڑھ گئے۔ دوسری ماہ شعبان ۱۲۲۹ھ کو خبر ملی کہ سکھوں کی تازہ دم فوج توسہ میدان کی راہ سے موضع راہیار کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔ محمد عظیم خاں نے فوراً عبد اللہ خاں اچک زئی کو مع محمد خاں۔ سلطان محمد خاں اور فیض اللہ خاں کو بہ معاونت روح اللہ خاں راہیار کے راستے متعین کیا اور خود دوسرے دن کریوہ سدو پر حملہ آور ہوا۔ سکھ شدت برودت سے مفلوج و سکوت ہو کر درختوں اور چٹانوں کی اوٹ میں سسک رہے تھے کہ غنیم نے انہیں بیدار کر دیا۔ چار و ناچار آگے بڑھے اور صبح سے شام تک سارا دن بڑی جوانمردی اور شجاعت سے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ فریقین کے بہت سے سردار اور افسر مارے گئے۔ بابا خاں بھی بضرب گولی مارا گیا باوجود اس کے شام کو فیصلہ کے بغیر جانبین اپنے اپنے کیمپوں کو لوٹ آئے۔ اسی دن عبد اللہ خاں وغیرہ نے توسہ میدان میں ہنگامہ خونریزی برپا کر دیا دونوں میدانوں میں کئی روز تک طرفین کے بہادر لڑتے مرتے اور کٹتے رہے۔ اسی اثناء میں مہاراجہ آغر خاں نے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سنایا کہ افغانوں نے سدھ کی ساری فوج قتل کر ڈالی
ہے یہاں تک کہ خبر دینے والا بھی کوئی نہیں بچا۔ یہ سنکر رنجیت سنگھ بے حوصلہ
ہو گیا اور فوراً کوچ کر کے راجوری کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں نے کوٹلی تک
تعاقب کیا اس ہزیمت سے بہت سا مال غنیمت پٹھانوں کے ہاتھ آیا منجملہ اس کے
خاص رنجیت سنگھ کی سواری کا ایک مشکی گھوڑا بھی محمد عظیم خاں کے سامنے پیش
ہوا جسکی آنکھوں سے فراق آقا کے باعث آنسو ٹپک رہے تھے جب سکھوں
نے رنجیت سنگھ کے بھاگنے کی خبر سنی تو پہلے تو توسہ میدان والی فوج نے
رو کے فرار اختیار کیا اور پھر سدھ والی سپاہ نے بھی محاربہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور
واقعہ ۱ ماہ شعبان کو لاہور کو لوٹ گئی محمد عظیم خاں مظفر و منصور سری نگر آگیا۔
رنجیت سنگھ کی ناکام واپسی اور محمد عظیم خاں کی فتح یابی پنڈتان کشمیر کے
لئے آفت و مصیبت کا پیش خیمہ بنی جسکی کیفیت یہ ہے۔ کہ اس فتح سے عظیم خاں
کی جرأت و ہمت بڑھ گئی۔ جو رفتہ رفتہ غرور و تکبر تک پہنچ گئی۔ اور جس نے
رعایائے کشمیر کو ورطۂ مصیبت میں ڈال دیا۔ رعایائے کشمیر میں سے پنڈتان کشمیر
کی تباہی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سردار محمد عظیم خاں کو کئی قرائن اور بعد میں
کامل تحقیقات سے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کو پنجاب سے کشمیر میں لانے کا باعث
فرقہ ہنود ہی ہے۔ جو کشمیر میں بجائے اسلامی حکومت کے ہندوانی حکومت کو
پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس نے
نمک حراموں اور باغیوں کو چن چن کر تلاش کیا۔ اور ان کی سرزنش اور سرکوبی
پر کمر باندھی سب سے پہلے دیوان ہیرانند کو قتل کیا۔ جو اس کے خیال میں
باغیوں کا سرغنہ تھا۔ اس کے علاوہ کئی معززین ہنود کی بے حرمتی و بے عزتی کی
گئی سب سے بڑھ کر یہ سزا دی کہ ہندوؤں پر از سر نو جزیہ لگا دیا۔ جس سے وہ
لوگ کانپ اٹھے جو اسکی استطاعت نہ رکھتے تھے۔
گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا یعنی بعض مسلمان بھی محمد عظیم خاں کے غضب
کا شکار ہو گئے۔ جو اپنی ذاتی غرضوں کے لئے ہندوؤں سے ملے ہوئے تھے بڑے
بڑے منصب داروں کے عہدے چھن گئے۔ اور جاگیر داروں کی جاگیریں ضبط

ہوگئیں۔ آفات ارضی کی یہ شدت وکثرت دیکھ کر بلائے سماوی بھی خانہ کشمیریاں میں آپہنچی۔ چنانچہ قحط اس شدت سے شروع ہوا کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب چلا اٹھے۔ ایک خروار شالی سولہ روپئے کو بھی بمشکل دستیاب ہوتی تھی۔ جب زمین و آسمان خلق خدا کی تباہی و بربادی پر آمادہ ہوجائیں تو ان غریبوں کا کہاں ٹھکانا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ملک ویران ہوگیا اور بیشمار لوگ نہنگ اجل کا لقمہ ہوکر فاقہ کشی سے نجات پاگئے۔ دیوان ہیرا داس کے قتل کی تاریخ "جور عظیم" اور آغاز قحط کی تاریخ "قحط عظیم" ہے۔ ان تاریخوں میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ لفظ عظیم کو محمد عظیم خاں کے نسبت خاص ہی ہے۔

اب بیچارے شجاع الملک کا حال سنئے جب وہ دیوان محکم چند کے ہمراہ لاہور پہنچا تو رنجیت سنگھ اس سے بڑی مہربانی اور سلوک شاہانہ سے پیش آیا لیکن بعد میں اپنی مشہور حرص اور دست درازی کی بدولت کوہ نور ہیرا کے مواخذہ میں اس کو قید کردیا اور نہایت تنگ کرنا شروع کیا۔ جب شاہ شجاع سے کوہ نور اور اس کے ساتھ بہت سے اور جواہرات بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چھین لئے تو وہ بیچارا مع اہل و عیال جان بچاکر لدہانہ بھاگ آیا۔ جہاں سرکار انگریزی کی حمایت میں آگیا۔ لیکن ملک رانی کا فتنہ بدستور قائم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد کشتواڑ چلا گیا۔ وہاں سے قلیل سی کمک لے کر کشمیر پر حملہ کردیا۔ جب موضع کوہن پرگنہ دیو میں پہنچا تو محمد عظیم خاں کی طرف سے امیر محمد خاں مقابلہ کو نکلا۔ ابھی جنگ آزمائی ہو رہی تھی کہ محمد عظیم خاں خود بھی کشمیر سے مدافعت شجاع الملک کے لئے روانہ ہوگیا شجاع الملک تاب مقاومت نہ لاکر کشتواڑ کو بھاگ گیا۔ اور وہاں سے پھر پھرا کر پھر لدہانہ میں سرکار انگریزی کی پناہ میں آگیا۔ باوجود ان شکستوں اور آئے دن کی بدحالیوں اور بداقبالیوں کے بادشاہی کی حرص کم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ پھر لدہانہ سے کچھ امداد لے کر باہر نکلا۔ اور کابل و قندہار کو فتح کرلیا۔ دو سال تک حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ زمان شاہ کے لڑکے نے اس کو قتل کردیا۔

حکومت کے آخری دنوں میں جب محمد عظیم خاں کا غصہ فرو ہوگیا تو اس نے پنڈت بیربل، بیرزا پنڈت اور سوکھہ رام کو تحصیل مالیہ کا ذمہ وار مقرر کیا منجملہ ان کے

پنڈت بیربل کے نام ایک لاکھ روپیہ باقی رہا۔ سردار نے تنگ طلبی شروع کی بہت سی قیل و
قال کے بعد بیربل نے ناظم کو سر دربار پکار کر کہا کہ "من خاصی فضل از خدا ئے تو مجرا میکرم"
یعنی بے باکانہ طرز گفتگو سردار کے ناگوار خاطر ہوئی رنجیت سنگھ سے سازش کرنے کی وجہ سے
پہلے ہی اس سے ناراض تھا۔ اگلی پچھلی کدورت جوشزن ہوئی اور اس نے ایک سو قزلباش
سپاہی کی وصولی کے لئے بیربل کے مکان پر تعینات کئے۔ بیربل ٹال مٹول کرتا رہا دو تین دن
کے بعد سردار نے میرزا پنڈت سے پوچھا کہ بیربل شاید بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے اس نے تسلی
دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بصورت دیگر میں ذمہ وار ہوں۔ محمد عظیم خاں مطمئن ہو گیا اور
میرزا پنڈت نے بیربل سے جا کر کہا کہ اگر بھاگنے کا ارادہ ہے تو جلدی کرو اور آج کل ہی نکل جاؤ
ورنہ پھر موقعہ ہاتھ نہ آئیگا۔ بیربل فوراً طیار ہو گیا۔ بیوی کو تو اس نے واسہ کاک ہرکارہ کی معرفت
قدوس گوجاری کے مکان پر چھوڑا اور خود اپنی جاگیر میں موضع پانزگام پرگنہ دیوسر میں چلا گیا
جہاں سے اپنے بیٹے راجہ در کو ساتھ لیکر موضع ونہسواں میں جو ملکان گھوڑی کی جاگیر میں تھا جا پہنچا
ملکوں نے سابقہ راہ و ربط کے لحاظ سے پنڈت موصوف کی بڑی آؤ بھگت کی اور بارش برف کے
زور و شور کے درمیان ملک ذوالفقار اور ملک کامگار نے نور جال ساکن شدی گڈھ کی معاونت
و مرافقت سے پہاڑ عبور کر کے اُسے جموں پہنچا دیا۔ راجہ گلاب سنگھ والئے جموں نے بھی اسکی
بڑی عزت کی کچھ دن وہاں ٹھیرایا۔ پھر اپنے بھائی راجہ دھیان سنگھ کے نام سفارش دیکر اسے
لاہور بھجوا دیا۔ بیربل جب کشمیر سے پار ہو گیا تو محمد عظیم خاں کو اسکی فراری اور ملک کامگار اور
ذوالفقار کی امداد دہی کا حال معلوم ہوا سخت برافروختہ ہوا۔ فوج بھجوا کر ملکان گھوڑی کے
خانمان ویران کر دیئے ان سے فارغ ہو کر بیربل کے پس ماندوں کی تلاش کرنے لگا۔ میرزا پنڈت
سے پوچھا کہ بیربل کہاں گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہوس دنیا نہیں رکھتا تو گنگا جائیگا ورنہ
رنجیت سنگھ سے فوج لیکر کشمیر آ جائیگا۔ سردار نے پوچھا کہ اب اسکا کیا علاج ہے اس نے کہا کہ کشتن
میرزا پنڈت اتنی ہی بات سے میرزا پنڈت کو تو چھٹی ہو گئی۔ سردار نے واسہ کاک ہرکارہ باہی
پکڑا اور بیربل کی بیوی کا پتہ پوچھنے لگا دو دن میں نو ہزار روپیہ ہی اس سے بطور جرمانہ لیا لیکن
اس نے سراغ نہ بتایا۔ اسی اثناء میں بیربل کے داماد منشی ٹیلوک چند نے بیوی کی معرفت اس کو
ڈھونڈ پایا۔ اور سردار کو آگاہ کر دیا۔ وہ اسی وقت گرفتار کی گئی۔ سپاہی اس کو شیر گڑھی میں لیجا رہے
تھے کہ اثناء راہ میں اس عصمت شعار نے الماس چاٹ کر خودکشی کر لی۔ واسہ کاک ہرکارہ کا

پیٹ چاک کیا گیا۔ ساجد وزیر کی بیوی بھی گرفتار کر کے مسلمان کر لی گئی اور اُسے کسی پٹھان کے حوالہ کر کے عالم نے کابل بھی بھجوا دیا۔ جہاں وہ عرصہ دراز تک آباد رہی۔ یہ عورت پنڈت رامجو کی ماں تھی لیکن جو اسکے بیربل کو کوئی واپس نہ لاسکا۔ اور وہ راجہ دھیان سنگھ کی وساطت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں داخل ہو گیا۔

انہیں دنوں میں خواجہ نور شاہ نے جو اس وقت ایک رئیس با اختیار و با اقتدار تھا عظیم خان کو پنڈتوں کی فتنہ پردازی اور بدنیتی سے باخبر کر کے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ انہیں کار و بار سلطنت سے بیدخل کر دے اور وعدہ کیا کہ اگر ناظم اُسے اجازت دیدے تو وہ انکی بیخکنی کے علاوہ اسے تین لاکھ روپیہ بھی وصول کر دیگا۔ مگر اسنے اس بات کو منظور نہ کیا۔ تاہم نور شاہ بیربل پنڈت سے دلی کدورت رکھنے کے باعث باز نہ آیا چنانچہ ایک دن بیربل پنڈت کو مدعو کر کے اپنے حمام میں بٹھا کر نیچے آگ لگا دی لیکن دیوان سہج رام نے وقت پر اُسے آگاہ کر دیا اور وہ قضائے حاجت کے بہانے اٹھ کر اپنے مکان کو چلا آیا۔ دوسرے دن سہج رام نے خواجہ صاحب کے مکان پر لوٹ مچا دی اور دو لاکھ روپیہ اخذ کر کے عظیم خان کو پہنچا دیا۔

فتح کشمیر کے بعد وزیر فتح محمد خان قندھار چلا گیا تھا محمود شاہ چند سال تک تو اُسکے حسن انتظام سے باستقلال تمام حکومت کرتا رہا لیکن آخر میں شاہی خاندان والوں کی باہمی کدورت نے سخت بدامنی پھیلا دی جسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ محمود شاہ نے اپنے چھوٹے بھائی حاجی فیروز الدین کو حاکم ہرات مقرر کر رکھا تھا۔ اسکا بیٹا شاہزادہ کامران چاہتا تھا کہ وہاں کی حکومت اسکے ہاتھ میں آ جائے اسنے باپ کو بہت سمجھایا لیکن بھائی کی رعایت اور پاس داری سے اس نے ایک نہ سنی۔ آخر کار کامران نے وزیر فتح محمد خان سے رشتہ موافقت جوڑا جس نے بادشاہ کو فیروز شاہ کی معزولی پر آمادہ کر دیا چنانچہ محمود شاہ نے وزیر با تدبیر ہی کو قلعہ ہرات کے خالی کرانے پر مامور کیا جب وزیر پہنچا تو خلاف توقع فیروز شاہ بھی مقابلہ کو طیار ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ادھر یہ لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ ادھر دوست محمد خان ایک دوسرے راستے سے شہر میں داخل ہو گیا اور ارک قلعہ کو مغلوب کر کے ہرات پر متصرف ہو گیا تمام مال و اسباب و اسلحہ و سامان پر قابض ہو کر اس نے فیروز شاہ کے حرم خانہ کو بھی جو قلعہ میں تھا زیر حراست کر لیا۔ اس نے شاہزادہ کامران کی بہن کے پاجامہ سے ازار بند بھی نکلوا لیا جو دو لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کا تھا۔ دوسرے دن فیروز شاہ بھی گرفتار ہو گیا۔ جب شاہزادہ کامران کو دوست محمد خان کی زیادتیوں کی اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوا چنانچہ جب

دوسرے دن وزیر فتح محمد خاں فتح ہرات کا نذرانہ اور شہزادہ لیکر شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس
نے وزیر باتدبیر کی آنکھیں نکلوا دیں لیکن محمود شاہ کو خبر ملی تو اس نے کامران کو سخت لعنت
ملامت کی اور فتح محمد خاں کو دلاسا دلا کر بدستور وزارت پر ممتاز رکھا۔ چونکہ عدم بصارت کے
باعث مہام ملکی کے انصرام میں دقت واقع ہوتی تھی اس لئے وزیر نے اپنے بھائی محمد عظیم خاں
کو کشمیر سے بلوا بھیجا۔ محمد عظیم خاں نے تمام مال و اسباب زیورات و جواہرات نقد و جنس جو ایک
کروڑ سے زیادہ مالیت کا تھا معہ حرم خانہ اپنی روانگی سے پہلے پنڈت سہج رام مدار المہام کے
ہمراہ کابل بھجوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد اپنے بھائی جبار خاں کو حکومت کشمیر دے کر ۲ سال کی فرمانروائی
کے بعد سنہ ۱۸۱۹ء میں آپ بھی روانہ کابل ہو گیا۔

سردار جبار خاں صوبہ کشمیر
۸ ماہ سنہ ۱۸۱۹ء مطابق سنہ ۱۲۳۴ھ

بھائی کی روانگی پر سنہ ۱۸۱۹ء میں جبار خاں نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ یہ
شخص رحم دل منصف مزاج مگر سادہ لوح تھا ممکن تھا کہ اسکے عہد میں تمام
جور و ستم جو زمانہ افاغنہ سے کشمیر پر نازل ہوئے تھے دور ہو جائیں لیکن انقلاب زمانہ نے اسکے ایام
حکومت میں وفا نہ کی اور جلدی ہی اسے حکومت ملک سے برطرف ہونا پڑا۔

محمد عظیم خاں کے کابل میں واپس چلے جانے کی اطلاع جب عوام کو ہوئی تو پنڈت بیربل نے
شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی۔ سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے کشمیر کی برف
اور کشمیریوں کی شمشیر کا مزا رنجیت سنگھ چکھ چکا تھا۔ یکایک لشکر کشی کی جرأت نہ کر سکا لیکن بیربل
نے اسے طرح طرح کے سبز باغ دکھلائے اور کامیابی کا یقین دلایا اور کہا کہ تمام مہاجن وہاں سے
آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ملک میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے فتح کشمیر کوئی دشوار کام نہیں
ہے رنجیت سنگھ آخرکار راضی ہو گیا تاہم اس نے نقصان فوج اور مصارف جنگ کا ذمہ دار بیربل کو بنایا
اور اسکے لڑکے راجہ در کو بطور یرغمال اپنے حضور میں رکھا۔ مصر دیوان چند ظفر جنگ بہادر کو بھمبر کی راہ
گلاب سنگھ والی جموں سردار ہری سنگھ نلوہ سردار جوالا سنگھ پڑانیہ جیما سنگھ چمنی سرداران اٹاری والہ
اور ڈیرہ شاہزادہ کھڑک سنگھ وغیرہ تیس ہزار سے زیادہ سپاہ دیکر بیربل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب
وہ مقام تھنہ پہنچا تو کچھ دن آرام کر کے اس نے فوج کے دو حصے کئے ایک حصہ درہ بال کے راستے اور دوسرا
پوشانہ کی طرف سے بڑھا۔ سردار جبار خاں بھی ولی محمد خاں عبداللہ خاں اور عبدالرحمن خاں وغیرہ
سرداروں کو ہمراہ لیکر سپیرہ پور میں آگیا۔ افواج خالصہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہنچیں تو افاغنہ
لشکر جسکو جبار خاں نے پہلے ہی سے راستہ کی حفاظت پر مامور کر رکھا تھا سکھوں پر ٹوٹ پڑا

بہت سی خونریزی کے بعد پٹھان ہٹتے ہٹتے شوپیاں کے پاس پہنچ گئے۔ دوسرے دن جبار خاں ہی کمر ہمت باندھ کر غنیم پر حملہ آور ہو گیا۔ سردار عبدالرحمن خاں بھی مارا گیا لیکن پٹھان بدستور پورے جوش خروش کے ساتھ بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارتے رہے اسی اثنا میں اتفاقاً بہادران ظفر جنگ بہادر میں سے کسی نے جبار خاں کے بازو پر زخم کاری لگایا جس سے بیتاب ہو کر وہ سری نگر کو بھاگ گیا اور ایسا بے حواس ہو گیا کہ سری نگر پہنچتے ہی مال واسباب اٹھا کر بارہ مولہ کے راستہ کابل کو روانہ ہو گیا سردار کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بھاگ گئے منسلکان جنید یہ دیکھ کر تمام ملک کو روندنے لگا سکھ بھی پٹھانوں سے کسی طرح کم نہ تھے لوٹ مار اور غارت وتاراج سے ملک کو تہ وبالا کر دیا۔ غریب الوطن پٹھان ایک ایک کر کے بھاگنے لگے سکھ شراروں نے جہاں کہیں پٹھانوں کا نام سن پایا گھر کا گھر محلہ کا محلہ اور گاؤں کا گاؤں تباہ کر دیا۔ اسی طرح تمام ملک کو ویران کر کے ۴ ماہ ہاڑ ۱۸۷۶ بکرمی مطابق ۱۱ ماہ رمضان ۱۲۳۴ھ کو فاتح دیوان چند شیر گڈھی میں داخل ہو گیا۔ تاریخ ہو ئی۔ بولوجی واگروجی کا خالصہ۔ بولوجی واگروجی کی فتح۔ ۱۸۷۶ بکرمی

جب کوئی بادشاہ یا حاکم وقت نشہ حکومت سے بیخود ہو کر رعایا کے حالات سے بیخبر اور بہبودیٔ ملک سے لاپرواہ ہو جاتا ہے یا اپنے فرائض وذمہ داریوں سے چشم پوشی کر کے تمام دار ومدار ظالم اور جابر اہل کاروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے۔ تو اس بدنصیب ملک میں فتنہ وفساد شروع ہو جاتا ہے اور بے چینی وبدامنی رعایا میں پھیل جاتی ہے۔ یہ ضروری بات ہے اور قریباً ابتدا سے چلی آئی ہے کہ جب فاتح کسی ملک کو فتح کرتا ہے۔ تو اپنا رعب ودبدبہ دکھانے کیلئے ابتدا میں بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو اخلاقاً جائز نہیں ہوتیں لیکن پولیٹکل نکتہ خیال سے وہ لازمی ہوتی ہیں مثلاً بڑے بڑے آدمیوں کو زیر اثر کر لینا۔ اس ملک کی پہلی شاہی یادگاروں کو منہدم کرنا رعایا پر مختلف طریقوں سے اپنا رعب بٹھانا وغیرہ وغیرہ یہ زبردستیاں چند دنوں کے لئے محض عارضی ہوتی ہیں لیکن جو بادشاہ ہمیشہ کیلئے فاتحانہ کیفیت میں رہ کر مفتوحہ قوم کو ذلیل وحقیر سمجھتا رہے اور اس سے جانوروں کا سا سلوک کرتا رہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اسکی حکومت اسکی زندگی کیطرح پانی کا ایک بلبلہ ہے جسکا عروج زوال کے ساتھ ہی ہوتا ہو ایسے ہی ناعاقبت اندیش اور بدمست فاتحوں میں بعض افغان حاکم اور سردار تھے جنہوں نے اپنی خاتی اور حرکت دکھانیکے لئے غریب کشمیر اور اسکی ہندو مسلمان رعایا کو تباہ کر دیا۔ اصول ملک داری کی طرف کسی حاکم نے توجہ نکی

ہمیشہ رعایا کی دل آزاری اور روپیہ سمیٹنے کیطرف ہی خیال رکھا۔ آخر فرقہ ہنود نے جو مسلمانوں کی نسبت زیادہ ستم رسیدہ تہا مہاراجہ رنجیت سنگہ کو تسخیر کشمیر پر آمادہ کر دیا تاکہ ان سنگدل افغانوں کے پنجہ سے نجات ملے اور اپنی ہم مذہب مہاراجہ کے زیر سایہ امن کی کوئی صورت نظر آئے۔ متعصب جابر۔ بے رحم اور متکبر حاکم ہر قوم میں ہوا ہوتے ہیں۔ مسلمان حاکموں سے اگر ہندوؤں کو تکلیف تہی۔ تو ہنود اور سکہہ حاکموں سے غریب مسلمانوں کو بہی امن و آرام کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ جیساکہ سکہوں کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔

ان تبدیلیوں اور ان عبرت انگیز واقعات سے حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب[1] ولی صف[2] کد لی کشمیری نے ساڑہے تین سو سال پیشتر اپنی دو نظموں کے ذریعہ جمیع مردمان ہند و کشمیر کو آگاہ کر دیا تہا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب کی دو نظمیں اب بطور پیشگوئی شمار ہوتی ہیں۔ ہم ان دونوں نظموں کا خلاصہ لکھتے ہیں جنکا تعلق عہد خالصہ تک ہے۔ یہ نظم سکہوں کے بعد انگریزوں کے عہد حکومت اور بعدہٗ ظہور مہدی آخر الزمان خروج دجال اور قرب قیامت تک کے حالات میں ہے۔ لیکن اس حصہ نظم کا کشمیر کے تاریخی واقعات سے چنداں تعلق نہیں ہے اسلئے وہ قلم انداز کیا جاتا ہے۔ آپ کی یہ دونوں نظمیں بہت مشہور ہیں اور عوام آپکی عظمت و وقعت سے بخوبی آشنا ہیں۔ پیشتر اسکے کہ آپ کی نظموں کا خلاصہ درج کیا جائے۔ آپکا ایک شعر درج کیا جاتا ہے جو خاص اسی واقعہ کے متعلق ہے یعنی اسمیں یہ اشارہ ہے۔ کہ سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں ملک۔ اور بادشاہ اور مذہب و ملت میں ایک خاص تبدیلی ہوجائیگی۔ یعنی کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت اختتام کو پہنچے گی اور کوئی اور حکومت شروع ہوگی۔ جس کا دین و مذہب مسلمانوں سے الگ ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

در سال غلر[۱۲۳۴] د اگر بدانی بینی ۔۔۔ ملک و ملک و ملت و دین بر گردد

اب دونوں نظموں کا خلاصہ لکہا جاتا ہے

---

[1] آپ کا نام رکن الدین ہی تہا لیکن شاہ نعمت اللہ کے نام سے زیادہ مشہور تہے۔ وطن حصار تہا۔

[2] باشارۂ غیبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تربیت خواجہ بابائے قادری و پیر ش باباعثمان و دیگر مردمان کشمیر بعہد چکان رونق افروز خطہ ہوئے۔ چہچہ بل متصل سیفاکدل میں قیام فرمایا۔ بزرگان کثیر اور جم غفیر آپ سے فیضیاب ہوا۔ آپ خود حضرت محبوب سبحانی سے تہے اور ہر چند سلسلۂ قادریہ ہی واسطہ تہا لیکن کبھی کبھی وجد و سماع سے بہی شوق فرماتے تہے۔ ۷ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ آپ شیخ محمد روشن قادری کے مرید تہے۔

پہلی نظم کا خلاصہ ؎

نادر آید ہم ز ایران او ستاند ملک ہند ۔۔۔ قتل دہلی پس ز زور تیغ آں پیدا شود
بعد از واحمد شہے کوہست گیتی را پناہ ۔۔۔ او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود
چوں کند قصد سفر آں بادشہ سوئے بقا ۔۔۔ رخنہ اندر خاندانے زاں میاں پیدا شود
قوم سکاں چیرہ دستی چوں کند بر مسلمین ! ۔۔۔ تا چہل ایں جور بدعت اندراں پیدا شود

دوسری نظم کا خلاصہ ؎

سکہ از شور و شر رد و رقمے بینم ۔۔۔ حال سلطان خراسان چہ بترمے بینم
بعد از آں سال غلہ و آید و ساز دیر پاد ۔۔۔ فتنۂ شور بہ آفاق تیرمے بینم
سوئے کشمیر کشد سنگ دو بارہ لشکر ۔۔۔ بار اول ز غمش خون جگرمے بینم
بار دوم چو کشد از پئے تسخیرش باد ۔۔۔ حسب تقدیر بر و فتح و ظفرمے بینم
کفر غالب شود و میرود دین بر ہم ۔۔۔ شرع و اسلام بسے نقص و ضررمے بینم
زود باشد کہ فرنگ آید و شورسے سازد ۔۔۔ ہند و پنجاب بسے زیر و زبرمے بینم
کرد حق واقف اسرار مرا تا ایں جا ۔۔۔ من ندانم پس ازیں با چہ خبرمے بینم

تمام شد تاریخ کشمیر جلد دوم عہد اسلامیہ

جلد سوم

میں حکومت فرمانروایان خالصہ و حکومت موجودہ حکمران خاندان کا ذکر ہو گا!!

---

[1] سکوں نے جب پہلی مرتبہ کشمیر پر یورش کی ہے تو شکست کھا کر اور اپنی جان بچا کر پنجاب کو واپس بھاگ آئے تھے۔ دوسری مرتبہ جب لشکر کشی کی تو کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے ظہور کو حضرت شاہ نعمت اللہ نے کئی سو سال پیشتر ہی بیان فرما دیا ہے۔ فوق